ہیجڑوں کی نجی و معاشرتی زندگی پر اپنی نوعیت کی پہلی تحقیق

درمیانے

تحقیق و تدوین: سیف الرحمٰن رانا

درمیانے
ہیجڑوں کی نجی و معاشرتی زندگی پر اپنی نوعیت کی پہلی تحقیق
سیف الرحمٰن رانا

نگارشات

درمیانے

ہیجڑوں کی نجی و معاشرتی زندگی پر اپنی نوعیت کی پہلی تحقیق

تحقیق و تدوین: سیف الرحمٰن رانا
معاونین: محمد طالب فریدی
محمد اعجاز فاروقی، اکبر علی

نگارشات

نام کتاب: درمیانے
تحقیق و تدوین: سیف الرحمٰن رانا
ناشر: آصف جاوید
برائے: نگارشات پبلشرز، 24۔ مزنگ روڈ، لاہور
Ph:0092-42-37322892 Fax:37354205
مطبع: حاجی حنیف پرنٹرز، لاہور
کمپوزنگ: عبدالستار 0333-4900629
سال اشاعت: 2012ء
قیمت: -/350 روپے

انتساب

؟

فہرست

حصہ چہارم

ایک مسترد مخلوق پر پہلی کتاب

انسانی نسل کی افزائش و ترقی کے ارتقائی سفر میں مختلف تاریخی موڑ آئے۔ ایک وقت تھا جب مادری برتری کے نظام کے تحت بچہ اپنی ماں سے جانا جاتا تھا اور تب کے معاشرے میں عورت کو وہی درجہ حاصل تھا جو خاندان کے سربراہ کا ہونا چاہیے۔ پھر وہ دور بھی آیا جب عورت گھر کی چاردیواری میں قید ہو گئی اور اس کی تمام سابقہ ذمہ داریاں اپنے کاندھوں پر اٹھا کر مرد نے اپنی بالادستی کو یقینی بنانے والے نظام کی ابتداء کی جو ہنوز جاری ہے۔ ان ادوار اور اس دوران وقوع پذیر ہونے والے تمام واقعات پر سینکڑوں کیا' ہزاروں کتب دستیاب ہیں۔ لیکن ایک ایسا طبقہ بھی انسانی نسل میں ابتدائے آفرینش سے ہی موجود ہے جسے ہمیشہ مسترد کیا گیا۔ تاریخ کے کسی بھی دور میں اس کے وجود کو تسلیم کرنے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہ کی گئی بلکہ اکثر و بیشتر تو اسے نظر انداز یا ذلیل و رسوا کرنے کو ایک تفریحی سرگرمی تصور کیا گیا۔ یہ وہ طبقہ ہے جو عورت ہونے کے اعزاز سے محروم ہونے کے ساتھ ساتھ 'مرد ہونے کے وقار سے بھی آشنا نہیں ہے۔ ایک عام اصطلاح میں ہم اس طبقہ کے رکن کو 'ہیجڑا' کہتے ہیں۔

'ہیجڑا' مرد اور عورت کے درمیان ایک ایسی تیسری مخلوق ہے جو تخلیق کے عمل اور اس کی علت جیسے اوصاف کی حامل نہیں ہو سکتی۔ یوں تو اس تیسری نسل کو دنیا بھر میں کمتر مقام دیا جاتا ہے لیکن پاکستان میں تو خاص طور پر یہ مخلوق مرد و زن پر مشتمل سماج میں شودر کی حیثیت پا چکی ہے۔ کہنے والے جو بھی کہیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ ہیجڑہ مجموعی طور پر ان عام معاشرتی مراعات سے کبھی مکمل طور پر فیضیاب نہیں ہو سکا جو ایک آزاد پاکستانی شہری ہونے کی حیثیت سے اس کا حق

ہیں۔ایسا کیوں ہوا؟اس سوال کا جواب تو آپ یقیناً اس کتاب میں ڈھونڈیں گے مگر ہم اتنا عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ وطن عزیز میں دیمک' مرغبانی' آبی مخلوقات' حشرات الارض اور بندروں کی اقسام پر تو سرکاری اشاعتی ادارے بھی پوری پوری کتاب لکھوا ڈالتے ہیں اور بعد میں اسے فخر سے شائع بھی کرتے ہیں لیکن کیا کبھی کسی نے یہ ہمت کی کہ ایک کتاب ان لوگوں کے لیے بھی لکھے اور شائع کرے جنہیں ہمارے معاشرے کے ہر فرد کی طرح قلم کاروں نے بھی نظر انداز کر رکھا ہے؟اگر اس سوال کا جواب نفی میں ہے' اور یقیناً ایسا ہی ہے' تو پھر کیا یہ سمجھنا درست نہ ہوگا کہ اس حوالے سے بھی ہیجڑوں کو امتیازی سلوک کا نشانہ بنایا گیا؟

زیر نظر کتاب اسی امتیازی طرز عمل کے ازالے کی کوشش سمجھی جانی چاہیے۔ ''درمیانے'' میں ہیجڑوں کی پیدائش' ان کی خود وضع کردہ زبان' تربیت و پرورش' تحصیل فن' اقسام' نجی زندگی' معاشرتی سرگرمیاں' سماجی مقام' قانونی حیثیت' جنسی بے راہروی اور تنظیمی طریق کار کو موضوع بنایا گیا ہے اور بھرپور کوشش کی گئی ہے کہ ہیجڑوں کی نجی اور سماجی زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی جائے۔ پاکستان میں یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے جو سیف الرحمان رانا اور ان کے معاونین کی تحقیق اور جستجو کا ثمر ہے۔امید ہے کہ قارئین نہ صرف اس کاوش کو سراہیں گے بلکہ اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازیں گے۔(ادارہ)

کچھ اپنی طرف سے

ہائی کورٹ میں واقع مشہور عالم بوہڑ کے درخت کے سائے میں بیٹھ کر چائے پیتے ہوئے دنیا بھر کے مختلف موضوعات پر بحث جاری تھی کہ اچانک میرے دیرینہ دوست انعام الحق نے ہیجڑوں کی سماجی زندگی کا ذکر شروع کر دیا۔ گفتگو کا آغاز ہوتے ہی محفل میں موجود ہر شخص گفتگو کا حصہ بنتا چلا گیا۔ جوں جوں گفتگو آگے بڑھتی گئی ہیجڑوں کی زندگی کے مختلف گوشے بے نقاب ہوتے چلے گئے۔کوئی ہیجڑوں کو معصوم گردانتا کوئی انہیں گناہ گار قرار دیتا۔ ہر شخص دوسرے سے اختلاف کرتے ہوئے اپنے ذاتی تجربے اور مشاہدے کی روشنی میں اپنی رائے کی درستگی پر اصرار کرتا۔ محفل میں موجود ہر شخص کے دلائل دوسرے کی رائے سے متصادم لیکن نیا رخ لیے موجود تھے۔اس محفل کا اختتام انعام الحق کی اس تجویز کے ساتھ ہوا کہ ہیجڑوں کی سماجی زندگی کو بے نقاب کرنے کے لیے ایک کتاب لکھی جائے۔ محفل میں بطور صحافی میری موجودگی کی وجہ سے انعام الحق نے محبت اور شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ فریضہ مجھے سونپا۔ میں نے عرض کی کہ چلیں مان لیا کہ میں اس موضوع پر تحقیق کر کے چند الفاظ سپرد قلم کر دوں گا لیکن ان الفاظ کو چھاپے گا کون؟

میرا اعتراض سننے کے بعد انعام الحق نے کہا کہ کتاب کے چھپنے کی فکر نہ کرو۔اس رات آصف جاوید سے ان کے ادارے نگارشات پبلشرز کے دفتر میں ملاقات ہوئی۔ انعام الحق نے انہیں موضوع کے متعلق آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ راقم اس موضوع پر کام کرنے کا خواہش مند ہے۔اگر آپ کتاب چھاپنے کی ذمہ داری قبول کریں تو اس سلسلہ میں کام کو مزید آگے بڑھایا جائے۔انہوں نے کہا کہ میں خود اس موضوع پر کوئی کتاب منظر عام پر لانے کا خواہش مند ہوں

لیکن مجھے ان کے طرزِ تحریر کا انداز معلوم نہیں۔ انعام الحق نے بتایا کہ راقم اپنے دوست محمد طالب فریدی کے ساتھ مل کر ایک تحقیقی رپورٹ کو کتابی صورت میں شائع کر چکے ہیں۔ (کتاب کا نام "ایک راز" ہے) آپ اس سلسلہ میں فکرمند نہ ہوں۔ بہرحال آصف جاوید کی اجازت ملتے ہی میں نے اس موضوع پر کام شروع کیا۔ ہیجڑوں کی سماجی زندگی پر تحقیق کا آغاز ہوا تو اندازہ ہوا کہ اتنے وسیع موضوع کو مخصوص مدت میں سپردِ قلم کرنا اکیلے آدمی کے بس کی بات نہیں۔ اس لیے میں نے اپنے دوستوں محمد اعجاز فاروقی، محمد طالب فریدی اور اکبر علی کے سامنے معاملہ رکھتے ہوئے ان سے ہیجڑوں کی سماجی زندگی پر تحقیق کے سلسلے میں مدد چاہی۔ ان ساتھیوں نے ملازمت کی گوناں گوں مصروفیات کے باوجود اس سلسلہ مین بھرپور تعاون کرتے ہوئے مہینوں میں ہونے والا کام ہفتوں میں مکمل کر دکھایا۔ اعجاز فاروقی اور اکبر علی کو حقائق جاننے کے لیے لاہور سے باہر کا سفر بھی کرنا پڑا۔ لیکن شاباش ہے ان دونوں ساتھیوں کو جنہوں نے اس سلسلہ میں کام کرتے ہوئے کسی چیز سے دریغ نہیں کیا۔ ہیجڑوں کی سماجی زندگی پر تحقیق کے دوران بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ جن کا ذکر کرنا وقت کے ضیاع کے مترادف ہوگا۔ لیکن اتنا کہنا ضروری ہے کہ جیسے جیسے ہیجڑوں کی زندگی کے خفیہ گوشے بے نقاب ہوتے گئے مشکلات ذہنی راحت کا باعث بنتی چلی گئیں۔ کیونکہ آنے والے صفحات میں جو مواد اور معلومات ہیجڑوں کی زبانی آپ تک پہنچائی جا رہی ہیں انہیں جان کر آپ بھی ذہنی راحت اور سکون محسوس کریں گے کہ چلیں اچھا ہوا معاشرے کے ان کرداروں کا اصل روپ سامنے آیا۔

سیف الرحمان رانا
404 چیمہ کالونی
کالج روڈ، سرگودھا

حصہ اوّل

کیوں؟

''کھسرا'' میری زندگی کے اوراق پر پھیلے ہوئے ایک ایک حرف کی ابتدا اور انتہا۔ میں نے اپنی زندگی کے 40 سالوں میں خود کو ''انسان'' کے مرتبے پر دیکھنے کی خواہش کی مگر ہر بار مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ پیدا ہوا تو والدین کی آنکھ کا تارا بن سکا نہ ان کے لیے رحمت کا سبب بلکہ ان کے لیے ایک ''تہمت'' کا باعث بنا۔ یہی وجہ تھی کہ جب ہوش سنبھالا تو والدین کے پیار سے محروم ہونے کا احساس ہوا۔ بچے ساتھ کھیلنے سے گریز کرنے لگے اور ہر شخص نے چھیڑنا شروع کردیا۔ اپنے اردگرد کے لوگوں کے رویوں کو دیکھ کر کبھی خود پر ہنستا اور کبھی اپنے خالق سے شکوہ کرتا۔ 10 برس کے بعد مجھے چند لڑکوں نے متوجہ کرنا شروع کیا۔ انہیں دیکھ کر مجھے احساس ہوا کہ کچھ لوگ تو ہیں جو میرا خیال رکھتے ہیں۔ ان لڑکوں کی توجہ اور چکنی چپڑی باتوں نے مجھے اس بات کا احساس ہی نہ ہونے دیا کہ میں گناہوں کی دلدل میں دھنستا جارہا ہوں۔ ان لڑکوں کی جانب سے ملنے والے پیار نے میرے اندر حوصلہ پیدا کیا اور ایک دن جب میری عمر 14 یا 15 سال تھی اپنی دوستوں کے ساتھ میلہ دیکھنے کے لیے قریبی گاؤں گیا۔ وہاں پر میں نے پہلی بار ''موت کے کنوئیں'' پر کھسروں کو ڈانس کرتے ہوئے اور لوگوں کو ان پر پیسے نچھاور کرتے دیکھا تو میرے اندر بھی شوق پیدا ہوا۔ میں نے ان میں سے ایک کھسرے جس کا نام کوثر تھا اور جس کی عمر 29 سال تھی سے کام کرنے کی بات کی وہ مجھے اپنے خیمے میں لے گیا اور کہا کہ اس کام کے لیے مجھے گھر والوں سے دور ہونا پڑے گا۔ میرا گھر تو پہلے بھی نفرتوں کی آماجگاہ تھا اور والدین کو بھی فکر نہیں تھی اس لیے جب میں کوثر کے ساتھ اگلے میلے پر چلا گیا تو کسی نے بھی میری خبر نہ لی۔ کوثر نے مجھے تماش بینوں کو متوجہ کرنے کے تمام گر بتانے کے ساتھ ساتھ ڈانس بھی سکھا دیا اور جب پہلی بار میں شہزاد سے شہزادی کے روپ میں موت کے کنوئیں پر رقص کرنے کے لیے آیا تو لوگوں نے مجھے لڑکی سمجھا اور مجھ پر نوٹوں کی بارش کردی۔ اس دن مجھے اپنے حسن کا احساس ہوا۔ کوثر نے مجھے گائیڈ کرنا شروع کردیا اور میں نے رقص کرنے کے علاوہ راتوں کو تماش بینوں کو خوش کرنے کے لیے ان کے

ساتھ جانا شروع کر دیا۔ ان پانچ چھ سالوں میں میں نے بہت پیسہ کمایا اور پھر لوگ آہستہ آہستہ دور ہونے لگے۔ پھر ایک وقت وہ آیا کہ میں نے موت کے کنوئیں پر جانا بھی بند کر دیا اور گورو کے ساتھ لاہور آ گیا اور ٹیکسالی میں ایک چوبارہ کرائے پر لے کر رہنا شروع کر دیا۔ یہاں پر مجھے ایک گرو نے اپنے ساتھ کام پر لگا لیا۔ آواز خوبصورت تھی اور ناچ بھی اچھا لیتا تھا اس لیے گرو نے مجھے مختلف تقریبات میں لے جانا شروع کر دیا جن میں زیادہ تر بچوں کی پیدائش کے فنکشن ہوتے تھے۔

بچوں کی پیدائش پر ودھائی مانگنے کے لیے جانے پر مجھے ایک عجیب قسم کی کسک ہوتی ہے۔ آپ خود سوچیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں جس نعمت سے محروم رکھا ہوا ہے ہمیں اس کی خوشیوں میں شرکت کرنے کے لیے جانا پڑتا ہے۔ کسی بچے کی پیدائش کا سن کر میرے دل پر جو بیتتی ہے وہ شاید میں ہی محسوس کر سکوں یا پھر مجھ جیسا کوئی اور .... (شہزاد عرف شہزادی)

پوشیدہ زندگی

کھسروں کی عام افراد سے پوشیدہ زندگی کی حقیقت جان کر قارئین تک پہنچانے کے لیے ابتداءً 250 سوالات پر مبنی ایک سوالنامہ تیار کیا گیا۔ ان سوالات کا جواب جاننے کے لیے لاہور، سرگودھا، راولپنڈی، پشاور، بہاولنگر، جھنگ، سیالکوٹ، سیہون شریف اور شیخوپورہ جانے کا اتفاق ہوا۔ سوالات کا جواب جاننے کے لیے 319 کھسروں سے ملاقات کی گئی۔ جن میں سے 140 کھسروں نے تمام سوالات کا جواب ہر دو صورتوں (مکمل، نامکمل) میں دیا۔ جبکہ 179 کھسروں نے ایسے سوالات کا جواب دینا پسند کیا جن کے متعلق وہ اچھی طرح صورتحال کو جانتے تھے۔ کھسروں کی اکثریت نے ایسے سوالات کا جواب دینے سے گریز کیا جو خالصتاً ان کی نجی زندگی کے حوالے سے پوچھے گئے۔ علاوہ ازیں کئی کھسروں نے نجی زندگی کے حوالے سے غلط جوابات دے کر اصل حقائق سے دور کرنے کی کوشش بھی کی۔ جنازے کے متعلق پوچھے گئے سوال کا جواب ایک دوسرے سے قطعاً مختلف تھا۔ جتنے بھی کھسروں نے اس سوال کا جواب دیا درست نہ تھا۔ اصلی اور پیدائشی کھسرے دو نمبر کھسروں کو ہدف تنقید بناتے رہے۔ جب کہ دو نمبر کھسروں نے پیدائشی کھسروں کے متعلق حتمی ریمارکس دینے سے گریز کی پالیسی اپنائے رکھی۔ جسم فروشی کے حوالے سے کیے گئے سوالات کا جواب دیتے وقت کھسرے عام معمول سے زیادہ پرجوش رویہ اپناتے تھے۔ 319 سے صرف 32 کھسروں کو اصل حقیقت کا علم تھا کہ سوالات کیوں پوچھے جا رہے ہیں جبکہ باقی

287 کھسرے اس حقیقت سے بکسر لاعلم تھے۔

علاوہ ازیں کھسروں کی دنیا سے باقاعدہ تعلق رکھنے والے دیگر افراد جن میں کھسروں کے گھریلو ملازمین، موت کے کنوئیں والے، سائیکل گراؤنڈ کے آرگنائزرز، میراثی، طبلہ ہارمونیم بجانے والے افراد، گرو، پارک، عاشق، محبوب سرکسوں کے مالکان اور ملازمین، کھسروں کی مختلف تقریبات کے لیے بکنگ کرنے والے اداروں کے ملازمین وغیرہ سے بھی سوال و جواب کیے گئے۔ ان افراد کی تعداد 200 سے زائد تھی۔ ان افراد نے کھسروں سے بڑھ کر ان کی نجی زندگی کے بارے میں معلومات فراہم کیں۔ ایک کھسرے کے ناکام عاشق نے معلومات کی فراہمی کے دوران تعاون کرتے ہوئے کھسرے کی ذاتی ڈائری بھی فراہم کی۔ جس میں کھسرے نے اپنے روزمرہ کے اخراجات کا حساب کتاب لکھنے کے علاوہ مختلف ضروری یادداشتیں نوٹ کی ہیں۔

آگے آنے والے صفحات میں صرف ایسے جوابات کو شامل کیا گیا ہے جن کا جواب کھسروں کی جانب سے ملنے والے جوابات میں سے مشترک تھا۔ جوابات تحریر کرتے وقت اس امر کا مکمل لحاظ رکھا گیا کہ جواب انہی الفاظ میں تحریر کیا جائے جیسے کھسروں کی زبان سے ادا ہوئے اس لیے شاید زبان دانی کے لحاظ سے اعلیٰ پیمانے کی تحریر آپ کے سامنے ابھر کر نہ آئے۔ لیکن ایسا کرنا ہماری مجبوری تھی کیونکہ کھسروں کے جوابات کو الفاظ کا پیراہن پہناتے وقت ان کے اصل مفہوم سے ہٹ جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا۔

سوالات کا جواب دینے والے کھسروں اور ان سے متعلقہ افراد کا زیادہ تر تعلق لاہور شہر سے ہے۔ جبکہ باقی شہروں میں جن کھسروں یا دیگر افراد سے سوالات کیے گئے ان کی تعداد بالترتیب سرگودھا 7 اور 2، راولپنڈی 12 اور 5، پشاور 2 اور 8، بہاولنگر 2 اور 2، جھنگ 7 اور 12، سیالکوٹ 14 اور 19 سیہون شریف 28 اور 32 اور شیخوپورہ 8 اور 17 ہے۔

جوابات دینے والے 319 کھسروں میں سے 2 ایم اے پاس، 4 گریجوایٹ، 15 ایف۔ اے، 15 میٹرک پاس، 20 مڈل پاس اور 11 پرائمری پاس تھے۔ 252 کھسرے بالکل ان پڑھ تھے۔ جبکہ 100 سے زائد کھسرے ایسے تھے جنہوں نے بچپن میں مسجد یا گھر پر قرآنی قاعدے کی تعلیم حاصل کی۔ کھسروں کے ساتھ بطور گرو یا پارک زندگی گزارنے والے افراد میں سے ایک گرو ایم اے پاس تین میٹرک جب کہ 9 افراد مڈل پاس تھے۔ پڑھے لکھے ایک کھسرے شہزاد عرف شہزادی نے اپنے ہاتھ سے لکھی تحریر ہمارے حوالے کی۔ جب کہ ایک اور کھسرے شہناز نے کھسرے کا تحریری موقف کے عنوان سے چھوٹا سا مضمون لکھا۔ جو

شامل اشاعت ہے۔

کھسروں سے جن سوالات کا جواب پوچھا گیا وہ درج ذیل ہیں

☆ کھسرے کی کتنی اقسام ہیں؟
☆ کھسروں کی سماجی زندگی میں گرو کا کردار اور مقام؟
☆ گرو بننے کے لیے درکار شرائط؟
☆ گرو کی جانشینی کا حقدار کون اور اختلاف کی صورت میں گدی کا فیصلہ کون کرتا ہے؟
☆ کھسرے کو کیسے پتہ چلتا ہے کہ اس کا وقت موت قریب ہے؟
☆ کھسرے کا جنازہ کون، کیسے اور کہاں پڑھایا جاتا ہے؟
☆ کھسروں کی برادری کی تقسیم اور لین دین کیسے ہوتا ہے؟
☆ کھسروں کی شادی کی رسومات کیا ہیں؟
☆ گریہ پارک کا کھسرے کی زندگی میں کردار؟
☆ کیا کھسروں کے جرائم پیشہ افراد سے روابط ہیں؟
☆ کیا کھسرا جنسی کارکن کے طور پر فحاشی پھیلانے کا سبب ہے؟
☆ کھسرے سڑک پر شکار کیسے پھانستے ہیں؟
☆ نئے کھسرے کہاں سے آرہے ہیں؟
☆ کھسروں کی سماجی زندگی میں قانون وراثت اور کیا کھسرے والدین کی جائیداد سے اپنا حصہ وصولتے ہیں؟
☆ کیا کبھی کسی کھسرے کی جائیداد پر کھسروں کے علاوہ اس کے بہن بھائیوں نے حق جتایا؟
☆ کھسرے اور مذہبی رسومات۔ مقدس ایام میں برائی سے اجتناب کرتے ہیں؟
☆ کھسروں کو نامرد یعنی زنانہ کھسرا کون بناتا ہے؟
☆ کیا کھسرے اپنے خاندان والوں سے روابط رکھتے ہیں؟
☆ کیا کھسرے پڑھنے لکھنے اور تعلیم کے فروغ میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں؟
☆ کیا کھسرے جدید ذرائع ابلاغ ریڈیو، ٹی وی اخبارات اور انٹرنیٹ سے دلچسپی رکھتے ہیں؟
☆ کیا کھسرے ایک دوسرے کو تحفے تحائف دیتے ہیں؟
☆ کھسرے کا فیشن انڈسٹری میں کردار؟
☆ بیوٹی پارلرز سے رجوع کرتے ہیں؟

☆ ودھائی کی رقم کون اکٹھی کرتا ہے اور ان کی تقسیم کیسے ہوتی ہے؟
☆ کھسروں کے NGO'S کے ساتھ روابط؟
☆ کھسرا تائب ہو تو اس کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا جاتا ہے؟
☆ کیا کھسروں کے بچے ہوتے ہیں؟
☆ فلم انڈسٹری میں کھسروں کا کردار؟
☆ ہم جنس پرست اور کھسرے؟
☆ کس قسم کے کھسرے کی طلب زیادہ ہوتی ہے؟
☆ قائداعظم اور علامہ اقبال کھسروں کی نظر میں؟
☆ گلی محلے میں چلنے پھرنے والے کھسرے کا کردار؟
☆ میلوں ٹھیلوں، موت کے کنوؤں، سرکسوں اور سائیکل گراؤنڈز میں کھسرے کا کردار؟
☆ کھسروں کی دولت انہیں ملنے والی رقم کا مصرف اور بنک اکاؤنٹ ہیں یا نہیں؟
☆ کاروبار وغیرہ کرتے ہیں یا نہیں؟
☆ امیر کھسرے غریب کھسروں کی مدد کرتے ہیں؟
☆ کیا کوئی کھسرا اچھا گلوکار بھی ہے؟
☆ کیا کھسروں کے دلال ہوتے ہیں؟
☆ کھسروں میں شادی کی رسم کی طرح طلاق کا باقاعدہ کوئی طریقہ رائج ہے؟
☆ کھسروں کی زبان کے الفاظ اور ترجمہ؟
☆ کیا کھسرے نشہ کرتے ہیں؟
☆ کیا کھسروں کی تقریبات میں شرکت کے لیے ایڈوانس بکنگ کا کوئی دفتر وغیرہ ہے؟
☆ بڑھاپے میں گزر اوقات کیسے کرتے ہیں؟
☆ کیا کبھی کھسرے عدالت میں تصفیہ کروانے کے لیے گئے؟
☆ ایک نمبر اور دو نمبر کھسروں میں ذہنی اختلاف ہے؟
☆ چیلے استاد یعنی گرو کی عزت پر قربان ہو جاتے ہیں؟
☆ گنجے پن کی صورت میں کھسرے کیا کرتے ہیں؟
☆ کھسرے کو رقص کی تربیت اور آداب سے کون روشناس کرواتا ہے؟
☆ کیا کوئی کھسرا حافظ قرآن ہے؟
☆ کھسروں کی آئیڈیل شخصیات؟

☆ کھسروں میں کھیلوں کا شوق؟
☆ کھسرے جوا کھیلتے ہیں؟
☆ کھسروں کی پسندیدہ غذا؟
☆ بھیک کیوں مانگتے ہیں؟
☆ کیا کھسرے باہمی دوستی کے قائل ہیں؟
☆ کھسروں کی کیٹ واک؟
☆ کیا کھسروں کے پولیس والوں سے تعلقات ہوتے ہیں؟
☆ کیا کھسروں پر قانونی طور پر کوئی پابندی عائد کی گئی؟
☆ کھسرے کی آئینی حیثیت؟
☆ کھسروں میں ادب کے حوالے سے دلچسپی کا عنصر موجود ہے؟
☆ کھسروں میں ضعیف الاعتقادی پائی جاتی ہے؟
☆ کھسروں نے دینی مدارس وغیرہ کو چندہ دیا؟
☆ کھسرے پیدائشی ہیجڑے بچے کو کیسے حاصل کرتے ہیں اور انہیں پالنے کا طریقہ کار؟
☆ معاشی مجبوری تو جسم فروشی کا سبب نہیں؟
☆ دیہاتی اور شہری کھسرے کا تعصب موجود ہے؟
☆ کھسروں کا روایتی کلچر ختم کیسے ہوا؟
☆ کھسرے گالی گلوچ کا استعمال کیوں کرتے ہیں؟
☆ کھسرے طوائف سے کیوں متاثر ہوتے ہیں؟
☆ کھسرے اور ہوٹلز کی زندگی؟
☆ کیا کھسرے شہرت کے بھوکے ہوتے ہیں؟
☆ ادب میں کھسروں کا مقام کیا کسی شاعر نے ان کے متعلق شاعری کی صنف میں طبع آزمائی کی اور اگر کی تو کھسرے ایسی شاعری کی بابت جانتے ہیں؟
☆ کھسروں کے ہمسائے سے تعلقات؟
☆ کیا کسی کھسرے کے عورت سے تعلقات ہیں؟
☆ کیا کھسرے حمد و نعت گوئی کرتے ہیں؟
☆ کھسرے اور بددعا؟
☆ کھسروں کا معاشرتی مقام؟

☆ کیا کھسرے سیاست میں حصہ لیتے ہیں، کیا کوئی پیدائشی ہیجڑہ نامور سیاست دان بنا؟
☆ کھسروں کا پسندیدہ پھول اور شہر؟

کھسروں کی زبان

کھسرے نجی محفلوں میں مادری زبان میں گفتگو کرنا پسند کرتے ہیں۔ صرف دوسروں کے سامنے اپنی مخصوص وضع کردہ زبان میں ایک دوسرے کو اپنے جذبات اور خیالات سے آگاہ کرتے ہیں۔ کھسروں نے اپنی مخصوص زبان کے حوالے سے جو الفاظ تخلیق کئے ان میں سے اکثر الفاظ آج کل ہماری روزمرہ کی زبان میں مستعمل ہیں۔ کھسروں کی اپنی بولی کا نام فارسی چندرنا ہے جس میں کوئی ہزار کے قریب مختلف الفاظ شامل ہیں۔ بعض الفاظ کا مطلب زیر زبر کے فرق سے بدل جاتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ کھسرے یہ قرار دیتے ہیں کہ جب بھی ہم کسی محفل میں آپس میں کوئی بات کرتے ہیں تو محفل میں موجود کوئی بھی ذی شعور انسان اس کا مطلب سمجھ سکتا ہے۔ اس لیے ہم ایسے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے زیر زبر کے فرق سے ایسے الفاظ بولتے ہیں کہ دوسرا کوئی شخص ان کا مطلب نہ سمجھ سکے۔ ہم نے پوری کوشش کی کہ کھسروں کی بولی کے تمام الفاظ قارئین تک پہنچائے جا سکیں لیکن ایسا ممکن نہیں ہو سکا۔ کیونکہ کھسرے اپنی مخصوص زبان کے الفاظ اور ان کا مطلب بتانے کو ہرگز تیار نہیں۔ آنے والی سطروں میں جو الفاظ آپ تک پہنچائے جا رہے ہیں ان کے متعلق آگاہی ایک ایسے شخص سے ملی جو عرصہ دراز سے ایک کھسرے کے ساتھ گریہ کے طور پر وقت گزار رہا ہے۔

لفظ	ترجمہ
فارسی چندرنا	کھسروں کی مخصوص زبان
فارسی چندرنا	کیا تم زبان سمجھتے ہو
چھمکولا	ناچ کروا پس آنا
چھمک	رقص کرنا
چھمک	ڈھیلا ڈھالا رقص کرنا
فرقہ	زنانہ لباس
فرقہ	زنانہ لباس پہننا

پارک	خاوند
پارک	غیر متعلقہ آدمی
گریہ	مستقل عاشق، خاوند، محبوب

گریہ کا لفظ "گراہوا" سے ماخوذ ہے۔ کھسروں کے نزدیک اس کا مطلب اپنے مقام سے گرا ہوا شخص ہے

تراہنہ	بدفعلی کروانا، فعل حال
کنا تراہنہ	فعل ماضی میں بدفعلی کروانا
آنا تراہنہ	مستقبل میں بدفعلی کروانا
تراہنکل	کشتی
ریڈ کے	بال
درشن لینا	بال نوچنا
دوگا	آنے کو
ٹھپ جا	بیٹھ جا
ٹھپی	بیعانہ
الائچی آئی	خوشی کا پیغام
باجی	سینئر کھسرا
سہیلی	کھسرا دوست
خرے سیرلے	پیسے اکٹھے کرلو
ٹلنگی	مستقل پیچھے کرنے والا
نربان	قربانی دینے والا
انیا نربان	وہ قربان ہو گیا
کھسروں کا تکیہ	قبرستان
جاپی	مالش کرنا
ہانڈی پکی	بدفعلی کروائی ہے
تپارے	بھیج دے روانہ کر دے
وڈی امی	نانی، گرو کی گرو کھسرا
کھومنز جام	شیشہ۔ آئینہ

واثل چس	دھندہ کرنے والا
لیکڑ	بددعا (بھکو تولنا، گالیاں دینا، برا بھلا کہنا)
چنگا لیکڑ	دعا
لوتر باز	چالاک
لیکڑ	اعضائے تناسل
گیل	اعضائے تناسل،
حقہ	حقہ پانی بند کرنا
ہتھ پھڑائی	قبضہ کرنا۔ خاص مدت کے لیے عاشق کے ساتھ رہنا
لو	ذہنی ہم آہنگی پیدا کرنا
لوری	لڑکی
چھک گئی اے	حد
جلسہ	سالگرہ کی تقریب
ڈائمنڈ مارکیٹ	ہیرا منڈی کھسروں کی
کوتی	دلہن
پہلوٹھی کا چیلا	سینئر ترین چیلا۔ سینئر شاگرد
صیغہ	کھسرے کے نکاح کے بول
ترپڑ	وبال جان
ماں	استاد، گرو
نربان	خود اعضائے تناسل سے محروم ہو کر ہیجڑہ بننے والا
زنانہ	دو نمبر کھسرا
تاڑی	ڈھولک بجانے والا
جھلکے	چھاتی
چانیاں	آنکھ
نہاروں	عورت

خوبصورت لڑکے کو دیکھ کر کہتے ہیں چیسا۔ لورا

لورا	اچھا لڑکا
چین تال	خوبصورت

چاٹل	جوتے
مسافت لے	کپڑے
تزاواو	میک اپ
کلایاں	بات چیت
باگی	ایک روٹی
مختی	سگریٹ
رنگا	پان
شیری	چائے
شڑی	مائی
کھوشڑی	ماں باپ
کھونسڑا	باپ
سورما	بھائی
سوری	بہن
چرخی	گاڑی
نعیکر	پیسے
بانو	فنکشن میں پیسے نہیں ملے
خماری	سوتا
دہی مچھلی	جنازہ
چیلا	شاگرد
دوگ جا	اگر کسی کو کہیں بھجوانا مقصود ہو
درشن لے رہی ہوں	بال نوچنا
روٹی	جنسی بھوک مٹانے کا نام
پائی کوٹنا	کھانا کھانا۔ روٹی کھانا
شیری ٹانکنا	چائے پینا
کمیلوا ٹانکنا	شراب پینا
برما	چرس
کالی ماتا	چرس

چچپی	چرس
گرڑہ	چرس
رودکلا	غیر مسلم کھسرا
ڈنگوری	سامنے کئی پولیس والے ہیں
ڈنگور	ایک پولیس والا
پیلا نہ پنے	شرمندہ مت ہو
میری ہکی نہ کر	میری برائیاں نہ کر
اِنسیا	یہ
اُنسیا	وہ
نانو کلام	نہیں بولتے
کھننا	بولنا
کھننا	بات واضح کر
کڑے کراجو	خاموش ہو جاؤ
کراجو	ہو جانا
روٹھا	دل آنا
کہان تپانا	دوست کے ساتھ برائی کرنا
کہا تمک پھنسانا	بدفعلی کے دوران جنسی لذت کی آخری منزل
چاکی لانا	بندہ پھنسانے کی ترکیب کرو
چام	پیسے حاصل کرو
چم	کمال
نیارو	لڑکی
نیارن	کنواری لڑکی
کھومڑ	چہرہ
چیسا	خوبصورت
چیسا کھومڑ	خوبصورت کم عمر چہرہ
گرپراہ	ہم پیشہ
پنڈارہ	زیادہ آدمی تو بدفعلی نہیں کریں گے

واڑ	پشت
نشغی	تماش بین
ڈبہ	ویل ملنا
شیمو کروا	بدفعلی کرواؤ
سک کس	طویل بوسہ۔ ہونٹ کھول کر بوسہ لینا
نالہ	سوہنا بچہ
مورت	کھسرا
بیلی مورت	بدصورت کھسرا
چیسا مورت	خوبصورت کھسرا
نجرا	استاد، گرو، ماں کو ویل کی رقم جمع کروانا
نجرا	گرو ویل کی رقم تقسیم کرے گا
بیلا	گھٹیا شخص۔ کسی کو برا سمجھنا
ٹہالو	یہ چیز غائب کردو
تہالو	خود غائب ہو جاؤ

بعض اوقات وہ صورتحال کے مطابق مختلف فقرات ادا کرتے ہیں۔ اس قسم کے چند فقرات اور ان کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

کھسرے کی زبان۔ لودے اے ملاں واگر یا ایہہ

ترجمہ۔ اس شخص کے سامنے بات نہیں کرنی

کھسرے کی زبان۔ آ تیری رونی کریئے

ترجمہ۔ ایک آدمی جنسی لذت حاصل کرنا چاہتا ہے

کھسرے کی زبان۔ پنڈارہ تو نہیں

ترجمہ۔ ایک سے زیادہ آدمی تو نہیں

آج سے کچھ عرصہ قبل پاکستان بھر میں 'ف' کی زبان کا بہت چرچا ہوا تھا 'ف' کی زبان بھی کھسروں کی ایجاد کردہ تھی۔ اس زبان کی ادائیگی بہت مشکل تھی اور عام آدمی کے لیے اس کا سمجھنا بہت مشکل تھا۔ 'ف' کی زبان میں کھسرے لفظ کے جوڑ کرتے ہوئے درمیان میں 'ف' کا اضافہ کردیتے تھے۔ مثلاً روٹی کو رفوٹی۔ کھانا کو کھفافنا۔ رونا کو رفوفنا کہتے تھے۔ آج کل بھی یہ زبان کھسروں میں رائج ہے۔ لیکن مجموعی طور پر یہ بہت کم استعمال کی جاتی ہے۔

آج کل وہ اسکا استعمال صرف نجی محفلوں میں کرتے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے 'م' کی زبان ایجاد کر رکھی ہے۔ 'م' کی زبان وہ ہر جگہ پر استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً روٹی کو رموٹی رونا کو رمومنا وغیرہ کہتے ہیں۔ یہ امر بہت حیران کن ہے کہ کھسروں نے معاشرہ سے الگ رہ کر اپنی الگ زبان تشکیل دیتے ہوئے انفرادیت قائم کی۔ کھسروں کے نزدیک ان کی یہ انفرادیت معاشرے سے انتقام کی ایسی شکل ہے جو وہ صدیوں سے اپنی ذلت کے بدلے وصول کر رہے ہیں۔ ویسے بھی عقلمندوں کا کہنا ہے کہ جس قوم کو آپ تہذیبی و فکری ارتقاء کی منزلوں سے دور کرنا چاہیں تو پھر آپ اس کی زبان چھین لیں۔ ایسی ہی صورت کا آج پوری قوم کو سامنا ہے۔ ہمارے ہاں مادری زبان کی بجائے انگریزی زبان پڑھانے پر زور دیا جارہا ہے۔ انگریزی بولنے اور لکھنے والے کے لیے ملازمتوں اور ترقی کا دروازہ کھلا ہے۔ جب کہ اردو، سندھی، پنجابی، پشتو، بلوچی، بروہی اور سرائیکی کے طالب علم کو تضحیک کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

کھسروں نے معاشرے سے دوری اختیار کرتے ہوئے اپنی مطلب براری کے لیے گندے اور فحش الفاظ کے ہم معانی الفاظ تخلیق کئے جو آج ہماری مادری زبانوں کا لازمی حصہ بن چکے ہیں۔ آپ نے غور کیا ہوگا کہ پنجابی بولنے والے جب دوستوں کو دعوت پر بلائیں تو وہ کہتے ہیں کہ آج تمہارے اعزاز میں پنڈارہ ہے۔ ان کے نزدیک پنڈارہ بہت سے دوستوں کی دعوت عام کے مترادف ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ لفظ پنڈارہ پنجابی زبان کا لفظ نہیں بلکہ یہ کھسروں کی زبان 'فارسی چندرنا' کا لفظ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کہیں زیادہ آدمی تو میرے ساتھ "بدفعلی" نہیں کریں گے۔ دعوت اور مل جل کر کھانے پینے کے خوبصورت انداز کو جسے مادری زبان میں رونی کہتے ہیں۔ اس لفظ کو ہم نے کیا معانی پہنا دیئے۔ بالکل اسی طرح کھسروں کی زبان کا ایک لفظ "چھمکولا" جس کا مطلب ناچ گانا کر کے واپس آنا سے ہم نے اردو زبان میں لفظ چھمک چھلو تخلیق کیا۔ چھمک چھلو سے مراد بنی ٹھنی عورت یا مرد ہے جسے عام لوگ پسند نہیں کرتے۔

عام آدمی کے منہ سے ایسے الفاظ سن کر کھسرے آپس میں ہنستے اور مذاق کرتے ہیں کہ دیکھا وہ آدمی ہماری زبان کے الفاظ کو کیسے فخر سے بول رہا تھا۔ ساتھ ہی وہ یہ تبصرہ بھی کرتے ہیں کہ اگر معاشرہ ہمیں اپنے سے الگ نہ کرتا تو ہم اپنی الگ زبان تخلیق نہ کرتے۔

کھسرا اور معاشرہ

ایک ننگ دھڑنگ بچہ تیزی سے دوڑتا ہوا با آواز بلند چیختا چلاتا جارہا ہے کہ لوگو ہوشیار

حاجی صاحب اپنے کئی دوستوں کے ہمراہ گاؤں کی طرف آ رہے ہیں۔ بچے کی آواز سن کر گاؤں کے تمام بچے اور بچیاں اپنے اپنے گھروں سے نکل کر گاؤں کے باہر چوہدری کے ڈیرے کی طرف لپکتے ہیں کہ دیکھیں اس دفعہ حاجی صاحب کے ساتھ کتنے لوگ ہیں۔ ان کے کپڑوں کا انداز کیسا ہے؟ چوہدری صاحب کے نوکر حاجی صاحب کی آمد کا سن کر فوراً اندر بنے کچے کمروں کا رخ کرتے ہیں۔ کمروں میں موجود تمام چار پائیوں کو نکال کر صحن میں لگے برگد کے سائے تلے بچھانا شروع کر دیتے ہیں۔ گاؤں میں ایک نئی ہلچل پیدا ہو چکی ہے اور ہر شخص بے تاب ہو کر گاؤں میں داخل ہونے والے کچے راستے پر نظریں جما کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ زرق برق اور چمکیلے لباسوں میں ملبوس کئی افراد کا قافلہ گاؤں کی طرف تیزی سے آ رہا ہے۔ گاؤں والوں کو اپنے انتظار میں دیکھ کر حاجی صاحب کا قافلہ تالیاں پیٹنا شروع کر دیتا ہے اور آخری تانگے میں سوار میراثی طبلے پر زور آزمائی شروع کر دیتا ہے۔ طبلے اور تالیوں کی گونج میں یہ قافلہ چوہدری صاحب کے ڈیرے پر آ کر رکتا ہے۔ تانگے آ کر ٹھہرتے ہیں کہ گاؤں کے ننگے دھڑ نگے بچے اچھل کر تانگوں پر سوار ہو جاتے ہیں۔ جنہیں حاجی صاحب اور ان کے دوست پیار کرتے ہیں تو بچے فخریہ نظروں سے دوسرے بچوں کو دیکھتے ہیں کہ ہم نے کیا معرکہ سر کر لیا۔ تم اس لذت سے محروم ہو گئے۔ جبکہ دوسری طرف گاؤں کی عورتیں حاجی صاحب کی آمد کا سن کر نوزائیدہ بچوں کو گود میں اٹھا کر مسکرا اٹھتی ہیں کہ میرے منے کی ودھائی لینے کے لیے حاجی صاحب آن پہنچے۔ جی ہاں یہ حاجی صاحب کھسروں کے گرو ہیں جن کے کئی چیلے اور شاگرد بھی اس گاؤں کے باسیوں سے اپنا حصہ وصولنے کے لیے آتے ہیں۔ بڑی عمر کی عورتیں اپنی نئی نویلی بہوؤں کو حکم جاری کرتی ہیں کہ جلدی سے اچھے سے کپڑے پہن لو کہیں حاجی صاحب کے سامنے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔ ساتھ ہی حاجی صاحب کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے اناج، رقم اور کپڑے وغیرہ ایک مقام پر اکٹھے کر لیے جاتے ہیں کیونکہ حاجی صاحب کے پاس اتنا وقت نہیں کہ وہ زیادہ دیر ٹھہر سکیں۔ لہٰذا ان کا قیمتی وقت بچانے کے لیے تمام کام جلد سے جلد نمٹا لیے جائیں۔ اسی اثنا میں حاجی صاحب کا گاؤں والے استقبال کر کے انہیں ایک بڑے ہجوم کی شکل میں برگد تلے لے آتے ہیں۔ جہاں آگے کی چار پائیوں پر پہلے ہی گاؤں کے جوان قبضہ کیے بیٹھے ہیں۔ گاؤں کے بزرگ انہیں اٹھا کر خود ان نشستوں پر براجمان ہو جاتے ہیں اور وہاں ایک نئی محفل شروع ہو جاتی ہے۔ حاجی صاحب یوگا کے انداز میں لات پر لات جما کر اکڑ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ان کے ساتھ آنے والے کھسرے پاؤں میں گھنگرو باندھ کر دائرے میں اتر آتے ہیں۔ حاجی صاحب کے ساتھ

آنے والے میراثی اپنے آلات کو سنبھال کر ہارمونیم اور طبلے کی آواز کے ذریعے ایسا سماں باندھ دیتے ہیں کہ کھسرے بے تاب ہو کر ناچتے ہیں۔ حاجی صاحب حقے کی نال کو پکڑ کر اپنے چیلوں کی حوصلہ افزائی کے لیے ہلکی ہلکی تالیاں پیٹ رہے ہیں۔ حاجی صاحب کو تالیاں بجاتے دیکھ کر ان کے شاگرد چیلے بھی تالیاں پیٹنا شروع کر دیتے ہیں۔ کھسروں کا رقص طبلے اور باجے کی گونج اور گاؤں والوں کا انہماک دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ بہت خوش ہیں۔ وہ خوش بھی کیوں نہ ہوں ان کے گھر وہ مہمان آیا ہے جو سال میں صرف ایک بار ان کے دروازے پر دستک دے کر خوشی تقسیم کرتا ہے۔ حاجی صاحب بیٹھے بیٹھے اچانک ایک صاحب کو اشارہ کے ذریعے اپنے قریب بلاتے ہیں۔ وہ فوراً حاجی صاحب کے قریب آن بیٹھتا ہے اور حاجی صاحب کو بتاتا ہے کہ پچھلے ایک سال کے دوران فلاں فلاں گھر میں بچے پیدا ہوئے۔ ان میں سے اتنے بچے اور اتنی بچیاں ہیں۔ فلاں گھر میں شادی ہوئی اور فلاں گھر میں شادی ہونے والی ہے۔ فلاں کے بچے کا عقیقہ ہوا اور فلاں کے بچے کی ختنہ کی رسم ادا کی گئی۔ حاجی صاحب اس سے معلومات حاصل کر کے گاؤں کے دورے کا پروگرام بناتے ہیں اور پھر وہ محفل اچانک ختم کر دی جاتی ہے۔ حاجی صاحب اپنے دوستوں کو اشارہ کرتے ہیں کہ اب آگے بڑھو۔ وہ تمام کام چھوڑ کر حاجی صاحب کے پیچھے چل دیتے ہیں۔ حاجی صاحب اب ایک ایسے گھر کے سامنے کھڑے ہیں جہاں بچی پیدا ہوئی وہ بچی کی ماں کو بلواتے ہیں اور بچی کی پیدائش پر مبارک باد دے کر بچی کی اچھی صحت نیک اور صالح ہونے کی دعا دے کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ گاؤں کے بچوں کا جلوس حاجی صاحب کے ساتھ ساتھ مختلف شرارتیں کرتا ہوا آگے بڑھ رہا ہے۔ کھسرے بچوں سے چھیڑ خانی کر کے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ کھسروں کی چھیڑ خانی سے کئی بچے شرما رہے ہیں۔ اب حاجی صاحب کی منزل مقصود وہ گھر ہے جہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ وہ اس گھر کے دروازے پر پہنچ کر اندر داخل ہوتے ہیں۔ تو ایک نیا منظر سامنے آتا ہے کہ لڑکے کی دادی بچے کو گود میں اٹھائے کھڑی ہے اور بچے کی ماں اپنی ساس کے پیچھے گھونگھٹ اٹھائے شرمائی سمٹی چھپنے کی کوشش کر رہی ہے لیکن اس کا دل خوشی سے جھوم رہا ہے کہ اس کے بیٹے کی وجہ سے آج حاجی صاحب اس گھر میں بھی آن کھڑے ہوئے۔ دادی لپک کر بچے کو حاجی صاحب کی گود میں ڈال دیتی ہے۔ حاجی صاحب بچے کے گالوں کو چوم کر پیار سے مختلف آوازیں نکالتے ہیں جنہیں سن کر وہاں موجود تمام چھوٹے بڑے مرد و خواتین ہنس پڑتے ہیں۔ حاجی صاحب بچے کو گود میں اٹھائے تالی پیٹتے ہیں تو ان کے ساتھ آنے والے کھسرے گانا گاتے ہوئے ناچنا شروع کر دیتے ہیں اسی اثنا میں گھر

والے بچے کی دودھائی، فصل کی بنائی میں سے حاجی صاحب کا حصہ اور اپنی خوشی سے کپڑے ان کی خدمت میں پیش کرتے ہیں تو حاجی صاحب انہیں پکڑ کر اپنے ساتھ آئے ایک چیلے کو تھما دیتے ہیں۔ کچھ دیر گانے بجانے، اور دودھ لسی پینے کے بعد یہ قافلہ اگلے گھر کا رخ کرتا ہے۔ جہاں ان کی آمد سے پہلے ہی کھانے پینے کا انتظام مکمل ہو چکا ہے۔ کام سے فارغ ہو کر کھانے پینے کا دور چلے گا اور اسی طرح حاجی صاحب پورے گاؤں کا دورہ مکمل کر کے رات ٹھہرنے کے لیے چوہدری صاحب کے ڈیرے پر آدھمکتے ہیں جہاں وہ ریشمی بستروں میں لپٹ کر سوئیں گے اور صبح اپنی اگلی منزل کی طرف چل دیں گے۔ یہاں یہ بات لکھنا ضروری ہے کہ دن بھر کی تمام معروفیات کے باوجود حاجی صاحب نے کوئی نماز قضا نہیں کی۔ تمام نمازیں باجماعت گاؤں کی اکلوتی مسجد میں ادا کیں۔ جہاں نمازیوں نے انہیں ساتواں حج کرنے پر مبارک باد دینے کے علاوہ ان سے اللہ کے گھر کے مدینے کی پیاری پیاری کہانیاں بھی سنیں۔ اس قسم کے سینکڑوں مناظر کا گواہ مرید کے، کے گرد و نواح میں رہنے والا ہر وہ فرد ہے جس نے اس علاقے میں پرورش پائی۔ مرید کے کا کھسرا حاجی صاحب، جس کی عزت اس علاقے میں اس طرح کی جاتی تھی جس طرح کہ وہ بہت بڑا پیر یا روحانی راہنما ہے۔ یہ ہے کھسرے کی زندگی کا وہ منظر جسے دیکھ کر لوگ کہتے ہیں کہ کھسرے تو اللہ کے نیک بندے ہیں۔

منظر بدلتا ہے۔ ایک نوجوان لڑکا وی سی آر پر فحش فلم دیکھ کر باہر نکلتا ہے۔ اس کے سفلی جذبات بھڑکے ہوئے ہیں اور وہ اپنی شہوت پر قابو پانے کے لیے کسی عورت کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہے۔ سڑک پر کوئی عورت دستیاب نہیں۔ کسی کے اڈے پر جانے کی ہمت نہیں کہ جیب میں پیسے کم ہیں۔ اگر عورت مل بھی جائے تو اسے لے جایا کہاں جائے کہ جگہ نہیں۔ بہرحال وہ سڑکوں پر مارا مارا پھر رہا ہے کہ اندھیرے سے ایک آواز ابھرتی ہے: ''سوہنیو کدھر چلے او، ایدھر آؤ، ساڈی وی گل سنو''۔

نوجوان آواز سن کر بے قرار ہو کر نظریں ارد گرد گھماتا ہے اور پھر اندھیرے کی طرف محتاط انداز میں چل دیتا ہے۔ وہاں پہنچتا ہے تو چوڑیوں کی کھنک اور تیز پرفیوم کی خوشبو اس کے حواس کو مزید پاگل کر دیتی ہے۔ لڑکا خوش ہے کہ چلو کام بن گیا۔ لیکن جب اسے پتہ چلتا ہے کہ اس کی مخاطب عورت نہیں مرد نہیں مخنث ہے تو وہ بدک جاتا ہے۔ ابھی وہ بدک کر بھاگنا چاہتا ہے کہ کھسرا اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی باتوں میں الجھا لیتا ہے اور اس الجھن میں وہ کچھ شروع ہو جاتا ہے جس کی وہ توقع نہیں کرتا۔ لیکن بہرحال اس کے سفلی جذبات سرد پڑ چکے ہیں۔

برائی کا احساس چند لمحے زندہ رہتا ہے پھر وہ سب کچھ بھول جاتا ہے اور یہی بھول پھر اسے کھسرے کے قریب لے جاتی ہے۔ ان کھسروں کو دیکھ کر لگتا ہے کہ کھسرا پیدا ہی اس لیے ہوا ہے کہ وہ بدکاری کو فروغ دے۔ اس قسم کے منظر لاہور کے باسیوں کو ہر معروف غیر معروف سڑک پر روزانہ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ماضی میں صورتحال اس کے بالکل برعکس تھی کھسروں کی زندگی کے حوالے سے اتنی بڑی تبدیلی کیسے آئی۔ اس موضوع پر بحث کرنے کے لیے شاید ہمارے پاس وقت نہیں۔ کیونکہ اسلامی معاشرے میں اس قسم کے واہیات موضوعات پر بحث کرنا یا لکھنا کسی گناہ سے کم نہیں۔ ہمارے خیال میں یہ بات غلط ہے۔ دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں انسان کے لیے ہر شعبہ ہائے زندگی کے لیے راہنمائی اور ہدایت موجود ہے۔ قرآن مجید میں قوم لوط کا ذکر اپنے اندر بہت سے معانی چھپائے ہوئے ہے۔ اسلامی معاشرے میں عورت کے ساتھ وقت گزارنا تو دور کی بات اس کی طرف غلط نگاہوں سے دیکھنا بھی گناہ سے کم نہیں۔ چہ جائیکہ انسان ہم جنس پرستی کی طرف راغب ہو کھسرے کو غلط فہمی کی بناء پر ایک اچھا اور مقدس انسان گردانا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کے عیوب سے چشم پوشی اختیار کی جاتی ہے اور ایسا کرنے والے ہمارے نزدیک گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

اگر ہم نے کھسروں کی آڑ میں تیزی سے پھیلنے والی فحاشی اور بے حیائی کا راستہ آج نہ روکا تو آنے والے دنوں میں جو تباہی نازل ہو گی اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ ایسے افعال کی وجہ سے کوئٹہ جیسا شہر صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔ جولائی 1935ء ماہنامہ تاج کا شمارہ اس امر کی گواہی دیتا ہے کہ زلزلے سے تباہ ہونے والی کوئٹہ کی 95 فیصد سے زائد آبادی اس فعل قبیح میں ملوث پائی جاتی تھی۔ مضمون کے مصنف کے مطابق اس زمانے میں لمبی لمبی داڑھیاں رکھنے والے افراد بھی لونڈوں کو فخریہ لیے پھرتے تھے۔ جبکہ آج یہ عالم ہے کہ پاکستان کے ہر شہر میں قوم لوط کے افعال کی نقل کرنے والے سینکڑوں، ہزاروں نہیں لاکھوں افراد موجود ہیں۔ زیر نظر کتاب کی تیاری کے دوران کھسروں کے حوالے سے اعداد و شمار اکٹھے کرتے ہوئے یہ تلخ حقیقت سامنے آئی کہ اس قوم کے کم از کم 20 لاکھ سے زائد افراد بالواسطہ یا بلاواسطہ اسی قبیح فعل میں شریک ہیں۔ 20 لاکھ کی افرادی قوت پاکستان کی کل آبادی کا تقریباً ڈیڑھ فیصد بنتی ہے۔ پاکستان کی ڈیڑھ فیصد آبادی ہم جنس پرستی یا دوسرے الفاظ میں اغلام بازی کی عادت بد میں ملوث ہو اور اس مسئلے پر بحث یا اس کے روکنے کی ترکیب نہ کی جائے یہ اس سے بڑا ظلم ہے جو ہم جنس پرست اس معاشرے کے

ساتھ کر رہے ہیں۔

موجودہ کھسرے کا ماضی اور حال کے کھسرے کا حال اس لیے بیان کیا گیا کہ آپ خود فیصلہ کریں کہ آج کا کھسرا قابل اعتماد ہے یا نہیں۔ کھسرے جس طرح ہمارے ساتھ زندگی بسر کرتے ہوئے چھوٹے چھوٹے معصوم ذہنوں کو پراگندہ کر کے اجتماعی طور پر معاشرے کو غلط راہ پر ڈال کر ملک وقوم کا مستقبل تاریک کرنا چاہتے ہیں ہمیں اپنے آپ کو اور نئی نسل کو اس سے بچانا ہوگا لیکن یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ اگر آپ اپنے فرض کو پہچانتے ہوئے آگے بڑھیں اور غلط کام کرنے والوں کو روکیں۔ اگر برائی اجتماعیت کے تصور کے تحت اپنا پھیلاؤ جاری رکھ سکتی ہے تو اسی تصور کے تحت آپ بھی برائی کا راستہ روک سکتے ہیں۔

کھسرے کی تعریف

کھسرا لفظ خواجہ سرا کی بگڑی شکل ہے۔ خواجہ سرا فارسی زبان کے دو مختلف الفاظ سے مل کر ایک لفظ بنا ہے۔ فارسی زبان میں خواجہ سرا ایسے فرد کو کہتے ہیں جو عورتوں کی نگرانی پر مامور ہو۔ ماضی میں یہ روایت عام تھی کہ بادشاہ، راجے، مہاراجے، نواب اور امیر طبقے کے افراد اپنے اپنے حرموں کی نگرانی کے لیے ایسے افراد کا چناؤ کرتے تھے جو پیدائشی طور پر نامرد ہوتے تھے گھروں کے اندر رہنے کی وجہ سے ان لوگوں میں نسوانی حرکات غالب آتی گئیں۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے ہمیشہ کے لیے عورت کا روپ دھارنا شروع کر دیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ یہ لوگ محلات سے نکل کر گلی محلوں میں پھیلتے چلے گئے۔ آج یہ عالم ہے کہ جہاں انسان موجود ہے وہاں یہ مخلوق (جسے کبھی خواجہ سرا کہا جاتا تھا) آج کھسرے کے منفرد نام سے اپنی الگ پہچان رکھتی ہے۔ ماضی میں امراء کی بیگمات و خواتین کی حفاظت کرنے والے خواجہ سرا انتہائی اعلیٰ معیار کے نشانہ باز، تیر انداز، شہ سوار اور کشتیوں کے ماہر ہوتے تھے۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ان لوگوں سے یہ اوصاف ختم ہوتے چلے گئے اور وہ صرف اور صرف ناچ اور گانے تک محدود ہو گئے۔ ناچ گانا کرتے کرتے آج ان کے نام اور روپ میں جسم فروش لونڈے ہمارے معاشرے کا لازمی جزو بن چکے ہیں۔ ہمارے اردگرد موجود کھسروں کے متعلق جاننے کی خواہش اتنی ہی پرانی ہے جب سے یہ لوگ منظر عام پر آئے یا انھوں نے اپنی علیحدہ اور منفرد شناخت قائم کی۔ کھسروں کی عادات و اطوار کے متعلق کچھ جاننے سے پہلے انتہائی ضروری ہے ہمارے علم میں یہ بات ہو کہ کھسرا کون ہے اور کھسرے کے بھیس میں دو نمبر لوگ کیا حرکات کر رہے ہیں؟ کیونکہ ابھی تک عام افراد ایسے شخص کو کھسرا تصور کرتے ہیں

جس نے عورت کا سوانگ بھر رکھا ہو۔ اصلی کھسرے اور دو نمبر میں زمین و آسمان کا فرق موجود ہے۔ ابھی تک کھسروں کی چار اقسام منظر عام پر آئی ہیں۔ جو کہ درج ذیل ہیں۔

پیدائشی نامرد لڑکا کھسرا۔
پیدائشی نامکمل عورت کھسری۔
نربان کھسرے۔
شوقیہ کھسرے

پیدائشی نامرد کھسرے

ایسا فرد جو پیدائشی طور پر نامرد ہوتا ہے۔ اسکی علامت یہ ہوتی ہے کہ اعضائے مخصوصہ انتہائی مختصر اور خصیئے بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔ اس قسم کے بچے پیدا ہونے کی شرح انتہائی کم ہے۔ لاکھوں بچوں میں سے ایک بچہ اس قسم کا ہوتا ہے ڈاکٹرز کے نزدیک اس قسم کے بچے کی پیدائش والدین کے جینز میں خرابی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ پیدائشی کھسرے کو ہیجڑا بھی کہتے ہیں۔ یہ لوگ نسل انسانی کا سلسلہ آگے بڑھانے کے قابل نہیں ہوتے۔ یہی لوگ اصل کھسرے کا مقام رکھتے ہیں۔

پیدائشی کھسرے

پیدائشی طور پر لڑکی کی شرمگاہ یعنی اندام نہانی نامکمل ہوتی ہے۔ عورت کی شرمگاہ پر صرف پیشاب کرنے کے لیے ایک باریک سا سوراخ ہوتا ہے۔ ڈاکٹروں کے مطابق اس قسم کی لڑکیوں کے پیدا ہونے کی شرح انتہائی کم ہے اور شاذ و نادر ہی اس قسم کی معذور بچی پیدا ہوتی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہوتی ہے کہ عورت کی اندام نہانی کا ظاہری حصہ کسی نقص کی بناء پر مکمل نہیں ہو پاتا۔ والدین کے جینز میں خرابی، صحیح ملاپ نہ ہونے اور کسی موروثی مرض کی وجہ سے ایسا ہونا ممکن ہے۔ مندرجہ بالا دونوں صورتوں میں ایسے معذوروں کو جدید طریقہ ہائے علاج سے نارمل حالت میں لانا ممکن نہیں۔

نربان کھسرا

ایسے مرد جو عمر کے کسی بھی حصے میں ہوں اپنا اعضائے تناسل کٹوا دیتے ہیں۔ نربان

کھسرا کہلاتے ہیں۔ کھسرا برادری میں ایسے کھسرے کو بہت عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے

شوقیہ کھسرا

اردگرد کے ماحول سے متاثر ہو کر جو مرد عورت کا روپ دھار کر کھسروں کی عادات اپناتے ہیں انہیں شوقیہ کھسرا قرار دیا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کو "زنانہ" بھی کہتے ہیں۔

پیدائشی کھسرے اور کھسری

پیدائشی کھسرے شادی بیاہ اور دیگر تقریبات کے موقع پر ودھائی اور ویل لے کر گزر بسر کرتے ہیں۔ کسی پیدائشی کھسرے کی شادی کے متعلق کوئی شہادت موصول نہیں ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی ازدواجی زندگی کے حوالے سے کچھ لکھنا ممکن نہیں۔ ان کھسروں کے متعلق تحقیق سے یہ امر سامنے آیا کہ پیدائشی کھسرے مرد سے جنسی تعلقات قائم کرنے کے شدید مخالف ہیں۔ مردوں سے جنسی تعلقات قائم کرنا تو دور کی بات پیدائشی کھسرے اپنے مخصوص خول میں بند زندگی گزارتے ہوئے کسی عام شخص سے دوستی کرنا بھی پسند نہیں کرتے۔ اگر کوئی شخص ان کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھانا بھی چاہے تو یہ لوگ سختی سے منع کر دیتے ہیں۔

پیدائشی ہیجڑے اپنی پوشیدہ زندگی کے متعلق گفتگو کرنے سے احتراز کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر کھسرے کی نجی زندگی عام ہو گئی تو پھر انکا تقدس بحال نہیں رہے گا۔ لیکن ساتھ ہی انہیں یہ بھی احساس ہے کہ دو نمبر کھسروں کی وجہ سے انہیں پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھا جاتا۔ اسی لیے وہ زنانوں کو کبھی کھسرا کہہ کر نہیں پکارتے۔ خواجہ سرا یا کھسرے کے لفظ کو وہ اپنے لیے مخصوص سمجھتے ہیں۔ اگر آپ ان کے سامنے دو نمبر کھسروں کا تذکرہ کریں تو ان کا غصہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی غصے کی حالت میں وہ ان کے متعلق جو حیرت انگیز انکشافات کرتے ہیں انہیں سن کر انسان پریشان ہو جاتا ہے۔

پیدائشی ہیجڑوں کو اس چیز پر فخر ہے کہ ان کے آباؤ اجداد بادشاہوں کے حرم کی نگرانی جیسا اہم فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ ان کے نزدیک شاہی حرم کی قربت کا نتیجہ ہے کہ آج پیدائشی ہیجڑا عورت کا روپ لیے پھر رہا ہے۔ ایک پیدائشی کھسرے کا کہنا ہے کہ شاہی حرم کی حفاظت کا فریضہ ان کھسروں کو سونپا جاتا جو صاحب کردار اور برائی سے نفرت کرتے۔ اگر

کھسرا صاحب کردار نہ ہوتا تو پھر یہ ممکن نہیں تھا کہ ہمیں شاہی حرم کی حفاظت کے لیے خواجہ سرا مقرر کیا جاتا۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کھسرے ایک گھر کیسے تشکیل دیتے ہیں۔ اس کے متعلق پیدائشی کھسروں کا کہنا ہے کہ گھر سے مراد میاں بیوی والا گھر نہیں بلکہ ایسا گھر جہاں ماں اپنی بچیوں کو چھپائے بیٹھی ہے۔ چھپانے کا لفظ اس لیے استعمال کیا گیا کہ کھسروں کا کہنا ہے کہ ہمیں زمانہ اپنے سے الگ کر دیتا ہے تو پھر ہم ایک ایسا آشیانہ بناتے ہیں جہاں ہم جیسے مظلوموں کو چار دیواری کے اندر سر چھپانے کی جگہ دستیاب ہوتی ہے۔ اس قسم کی چار دیواری کے اندر بسیرا کرنے والا مرد کھسرا عورت کا سوانگ رچانے کو باعث فخر سمجھتا ہے۔ اس گھر میں اصل اہمیت اس فرد کو حاصل ہوگی جو ماں کے روپ میں جلوہ گر ہے کھسرے ایسی ماں کو زمانے کے سامنے گرو اور گھر کی چار دیواری میں امی یا ماں کہہ کر پکارتے ہیں۔ ماں کی ذمہ داریوں کے حوالے سے آگے ذکر ہوگا اس مقام پر کھسروں کی زندگی کا اجمالی تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

پیدائشی کھسرے کے گھر میں سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے گروہ یا پارٹی میں کسی اصلی عورت کا سایہ تک برداشت نہیں کرتے۔ البتہ اپنے گھر سے باہر ماں بہن اور دیگر عزیز رشتہ دار عورتوں سے علیک سلیک کو برا تصور نہیں کرتے۔ پیدائشی ہیجڑوں کی عورت سے نفرت کا سبب کیا ہے؟ اس کے متعلق خود کھسرے بھی کچھ نہیں جانتے۔ حالانکہ عورت کی نقل کرنا ان کے لیے عین ثواب ہے۔ ماضی قریب میں پیدائشی کھسرے آبادی سے دور اپنا آشیانہ بناتے تھے۔ جب کہ موجودہ دور میں یہ صورتحال یکسر تبدیل ہو چکی ہے۔ پیسے کی کمی اور تیزی سے بڑھتی ہوئی مہنگائی کی وجہ سے کھسرے آبادی سے دور رہائش نہیں رکھتے۔ لیکن اگر ان کے پاس پیسہ ہو تو پھر وہ آبادی سے الگ تھلگ رہائش اختیار کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

پیدائشی کھسروں کے حوالے سے عام آدمی سے دوری، دوستی سے گریز اور عورت سے نفرت جیسے اہم پہلوؤں کی موجودگی کے باعث یہ امر انتہائی حیران کن ہے کہ کئی پیدائشی ہیجڑوں نے اپنے گرو کی اجازت سے مختلف گھروں میں بطور خانساماں نوکری اختیار کر لی ہے۔ اس متضاد رویے کے حوالے سے کھسروں نے کسی قسم کا تبصرہ کرنے سے گریز کیا۔ البتہ کھسروں کو قریب سے جاننے والے ایک صاحب نے اس کی وجہ یہ قرار دی کہ پیدائشی ہیجڑے کی مردوں کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرنے سے شدید نفرت ان کا پیٹ نہیں بھرتی۔ اور پاپی پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے کھسرا گھروں میں نوکری کرنے پر مجبور ہے۔ اگر اسے

اس امر کی ضمانت مل جائے کہ وہ بھوکا نہیں مرے گا تو وہ کسی کے ہاں نوکری قطعاً نہ کرے۔

کھسروں کی مردوں سے شادی کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے ایک کھسرے نے بتایا کہ ماضی میں لوگ رقص اور دیگر کئی وجوہات کی بناء پر کھسروں کو اپنے قریب رکھتے تھے۔ کھسرے کی اپنے مالک سے وفاداری کسی شک و شبے سے بالاتر ہوتی تھی۔ کھسرے کی وفاداری سے متاثر ہو کر مالک ہر حالت میں کھسرے کے تمام جائز اخراجات کو پورا کرتا۔ بدلے میں کھسرے کی زندگی میں صرف مالک کے حکم کی اطاعت ہی سب کچھ قرار پاتی۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس تصور کو شادی کا رنگ ملتا گیا۔ مالک سے طے پانے والا معاہدہ شادی ہرگز نہیں بلکہ خدمات کا معاوضہ قرار دیا جانا چاہیے۔ لیکن بدقسمتی سے کھسرے کی اس حیثیت سے دو نمبر کھسروں نے فائدہ اٹھا کر جنسی بے راہروی کے لیے شادی رچانا شروع کر دی۔ دو نمبر کھسروں کی زندگی بطور کھسرے کا آغاز کب ہوا؟ اس کے متعلق کچھ کہنا مناسب نہیں۔ کیونکہ تاریخ یا لوک روایتیں اس سلسلے میں مکمل خاموش ہیں۔ لیکن اصلی کھسرے کے ساتھ ساتھ دو نمبر کھسرے کا وجود روز اول سے چلا آ رہا ہے۔ دو نمبر کھسرے کی معاشرت کو ایک نمبر کھسرے کی معاشرت سے ملانے والے ایسے لوگ ذمہ دار قرار دیئے جائیں گے جو ہم جنسی پرستی کے ذریعے اپنی شہوت پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہیں۔ دو نمبر کھسرے کی شادی کی رسم کو تمام کھسروں کی زندگی کا لازمی حصہ تصور کیا جاتا ہے۔ حالانکہ پیدائشی ہیجڑوں کے حوالے سے اس قسم کی شادی کی آپ کو کوئی مثال نہیں ملے گی۔ کھسروں کا یہ دعویٰ ہمارے نزدیک اس لیے درست ہے کہ ہماری تمام تر کوشش اور تحقیق کے باوجود ایسا کوئی سراغ نہیں ملا کہ کوئی پیدائشی کھسرا کسی مرد کے ساتھ زندگی گزار رہا ہو۔ البتہ دو نمبر کھسروں کی اکثریت نے گریہ، پارک اور عاشق پال رکھے ہیں۔ ایک پیدائشی کھسرے کا کہنا ہے کہ مالک اور ملازم کھسرے کے درمیان طے پانے والے معاہدے کی باقاعدہ رسم ہوتی تھی۔ کیونکہ اس زمانے میں کھسروں کے متعلق مشہور تھا کہ پیدائشی طور پر مردانہ صلاحیتوں سے محروم ہونے کے باوجود یہ لوگ اعلیٰ درجے کے شہسوار، تیر انداز اور جنگی مہارت رکھنے کے علاوہ صاحب کردار ہیں۔ ہمارے انہی اوصاف کی بناء پر کوئی بادشاہ یا امیر آدمی ہماری خدمات اپنے لیے طلب کرتا تو عام آدمی کو اس کی اطلاع دینے کے لیے دستار بندی کی باقاعدہ رسم ہوتی۔ اس رسم کو شادی قرار دینا یا تصور کرنا انتہائی معیوب ہے۔ اور جب تک زمانہ اصل اور نقل کی تمیز نہیں کرے گا۔ کھسرے کی زندگی یونہی اسرار بنی رہیگی۔ ویسے بھی گھر گھر جا کر روٹی مانگنے والا فرد ایسی حرکت کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ لوگ اسے اس کے برے کردار کی وجہ سے خود سے دور کر دیں۔ البتہ اتنا ضرور

ہے کہ پیدائشی کھسرے اپنی ایسی کھسری سہیلی کی شادی ضرور کرتے ہیں جو پیدائشی طور پر ہیجڑی عورت ہو۔ کھسروں کے ہاں ایسی لڑکیاں پائی جاتی ہیں جو قدرتی طور پر معذور پیدا ہوئیں۔ ان لڑکیوں کی شادی کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ اس کے متعلق تو علمائے کرام ہی بہتر روشنی ڈال سکتے ہیں۔ لیکن ایسی لڑکی کی شادی کھسروں کے نزدیک شرعی عمل تصور کیا جاتا ہے۔ پیدائشی کھسری کی شادی کے موقع پر کھسرے دل کے تمام ارمان پورے کرتے ہیں۔ اس قسم کی شادی میں کھسرے ہیجڑی کے ساتھ شادی کرنے والے مرد سے تمام معاملات پیشگی طے کرتے ہیں کہ وہ عورت کی ذمہ داری کس حد تک پوری کرے گا۔ شادی کی رسم کو کھسروں کے ہاں بہت تقدس حاصل ہے کیونکہ پیدائشی کھسری عورت بازار انسان کی انتہائی کمیاب صنف ہے اور جس کھسرے کے ہاں اس قسم کی پیدائشی کھسری پائی جائے اسے انتہائی خوش قسمت گرو تصور کیا جاتا ہے۔ پاک پتن شہر میں جنرل بس سٹینڈ کے قریب ایک پیدائشی ہیجڑی عورت رہائش پذیر تھی۔ اس عورت سے لوگوں کی محبت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ جس طرف سے بھی گزرتی لوگ اسے اٹھ کر سلام کرنے کے علاوہ اس سے اپنے لیے دعا بھی کرواتے۔ حیرت کی بات ہے کہ اس ہیجڑی عورت کا کھسروں کی زندگی سے کوئی باقاعدہ تعلق نہیں تھا۔ البتہ کھسرے اسے ضرور سلام کرنے کو حاضر ہوتے۔ یہ خاتون زندہ ہیں یا نہیں اس کے متعلق معلومات دستیاب نہ ہو سکیں۔ البتہ جس کھسرے نے اس خاتون کے متعلق بتایا وہ اس عورت کا بہت بڑا عقیدت مند تھا۔ حضرت بابا فرید شکر گنج کے عرس کے موقع پر ملک کے طول و عرض سے آنے والے کھسرے اس عورت کی زیارت ضرور کرتے۔ یہ عورت اپنے آبائی گھر میں اپنے دیگر بہن بھائیوں کے ساتھ رہائش پذیر تھی۔ موجودہ دور میں سرگودھا کے رقاص کھسرے نیناں کے متعلق مشہور ہے کہ وہ پیدائشی ہیجڑی عورت ہے۔ اول الذکر خاتون اور نیناں میں فرق صرف اتنا ہے کہ نیناں اپنے والدین کا گھر چھوڑ کر سرگودھا کے معروف کھسرے مظہری کے ساتھ رہائش پذیر ہے۔ نیناں کے حسن کے چرچے کھسروں کی برادری میں بہت کم وقت میں مشہور ہوئے۔ جبکہ اول الذکر خاتون کی شرافت اور پارسائی نے اس کے حسن کو گہنا دیا۔ سرگودھا کی پیدائشی ہیجڑی عورت کو تو کھسروں نے حاصل کر لیا۔ لیکن پاک پتن کی عورت کو کھسرے کیوں حاصل نہ کر سکے اس کے متعلق کھسرے کا کہنا تھا کہ یہ معمہ میرے سمجھنے کا ہے نہ سمجھانے کا؟ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان خاتون کو اس کے والدین سے حاصل کرنے کے لیے کھسروں نے ہاتھ پاؤں کیوں نہیں مارے؟ حالانکہ اس کے متعلق یہ کھسرے تو کیا عام شہریوں کو بھی علم تھا کہ موصوفہ پیدائشی ہیجڑی ہے۔

کھسرے معاشرے میں معزز کیوں؟ اس کے متعلق پیدائشی کھسروں کا کہنا ہے "صرف کھسرے" معزز نہیں ہوتے بلکہ ہر وہ شخص معزز ہے جو اوصاف حمیدہ کا مالک ہو۔ ویسے بھی ایمان کی شرط ہے کہ تم میں سے بہتر وہ جو متقی اور پرہیز گار ہو۔ اپنی ذات میں تقویٰ پیدا کرنے اور دوسروں کو اس کی دعوت دینے والا ہر مرد اور عورت نہ صرف معزز بلکہ ولی کے مقام پر فائز ہو جاتے ہیں۔ یہی صورتحال ہم پر صادق آتی ہے۔ ہر کھسرا برا نہیں۔ کچھ کھسرے بہت نیک اور پارسا ہیں۔ انہیں عام شخص نہیں پہچان سکتا۔ آپ کھسرے کو اس لیے برا کہتے ہیں کہ آپ کے سامنے وہ ناچتا ہے۔ آپ کے ارد گرد موجود دو نمبر کھسرے جنسی بے راہروی کے فروغ کا باعث ہیں۔ ناچنے والا کھسرا اور بدی پھیلانے والا کھسرا شاید نیک اور پارسا نہ ہو لیکن وہ بھی تو کھسرا ہی ہے جو حرم کعبہ یعنی اللہ کے گھر کی صفائی ستھرائی اور حجاج کی خدمت میں مصروف عمل ہے۔ کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ اللہ کے گھر میں کوئی ایسا انسان بسیرا کر سکے گا جس کے اخلاق اور کردار کی کوئی ضمانت نہیں۔ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ اب یہ الگ معاملہ ہے کہ ان اچھے اور صاحب کردار کھسروں سے دعا کروانے والے دوسرے کھسروں سے بھی دعائیں کروائیں۔ عورت کا روپ دھارنے والا کھسرا بھی شاید صاحب کردار نہ ہو۔ کیونکہ اپنی اصل کو چھپانے والا بہرحال اچھا انسان تصور نہیں کیا جاتا ہے۔

پیدائشی کھسروں کی زندگی میں احساس کمتری یا برتری دونوں بھرپور انداز میں پائے جاتے ہیں۔ احساس کمتری میں مبتلا کھسروں کی اللہ سے یہ شکایت عام ہے کہ اس نے ہمیں مکمل مرد یا عورت کے روپ میں کیوں پیدا نہیں کیا؟ اور جب یہ شکایت لبوں پر آئے تو پھر وہ اپنا موازنہ عام افراد کے ساتھ ضرور کرتے ہیں مثلاً اگر کسی کھسرے پر عورت بننے کا جذبہ ذہنی طور پر حاوی ہو چکا ہے تو پھر وہ اپنے گرد و پیش میں موجود حسین سے حسین عورت سے حسد محسوس کرتے ہوئے اس کے ساتھ اپنی نفرت کا بھرپور اظہار کرے گا۔ نفرت کا اظہار عام افراد کے سامنے نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ انکی نجی محفلوں میں زیر بحث آنے والا سب سے اہم موضوع قرار پائے گا۔ کھسرے جب کسی عورت کے حسن سے جل کر اسے ہدف تنقید بنائیں تو ان کا انداز گفتگو دیکھنے اور سننے سے تعلق رکھتا ہے۔ احساس برتری میں مبتلا کھسرے برملا اس امر کا اظہار کرتے ہیں کہ اللہ نے انہیں مردانہ یا زنانہ جنسی صلاحیت سے محروم کر کے ان پر احسان عظیم کیا۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں برائی کی جڑ انسانی نفس (جنس) ہے ہم اس صلاحیت سے محروم ہیں لہٰذا دنیا میں 60 فیصد سے زائد گناہوں سے اللہ نے ہمیں خود بخود بچا لیا۔ باقی گناہوں سے ہم اس لیے بچ جائیں گے کہ معاشرے نے ہمیں بطور مکمل انسان قبول

نہیں کیا۔ اس لیے حقوق العباد نبھانا ہماری ذمہ داری نہیں۔ جہاں تک انسان کے مذہبی معاملات کا تعلق ہے تو پیدائشی کھسروں کی اکثریت نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر احکامات پر بھرپور طریقہ سے عمل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ دینی احکامات پر عمل پیرا کھسرے احساس برتری کا شکار ہو کر اپنے آپ کو دوسروں سے الگ اور منفرد شخصیت تصور کرتے ہوئے عام انسانوں سے میل ملاپ بڑھانے سے گریز کرتے ہیں۔

پیدائشی کھسرے گھر کی چار دیواری میں کسی اجنبی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ اگر آپ بطور مہمان ان کے ہاں جائیں تو [illegible] نشست گاہ میں بٹھا کر تفصیلاً گفتگو کرتے ہوئے خاطر مدارت ضرور کریں گے۔ لیکن اس [illegible] لیے شرط ہے کہ آپ کی گفتگو کا موضوع ان کی نجی زندگی نہ ہو۔ جونہی آپ انکی پوشیدہ زندگی کے بارے میں بات چیت کریں گے تو کھسرے فوراً گریز یا تعاون نہ کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہو جائیں گے۔ پیدائشی کھسروں کے اصل حالات جاننے کے سلسلہ میں یہی چیز ہمارے لیے سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہوئی۔ لیکن اس کے باوجود ہم مسلسل کھسروں کے ڈیروں پر ان سے جا کر ملتے رہے۔ باتوں ہی باتوں اور ان کے طرز عمل سے جو چیز سامنے آئی قارئین کی خدمت میں پیش کر دی گئی۔

زبان کھسرا

زبان کھسروں کی مخصوص زبان فارسی چندرنا کا لفظ ہے اس کا مفہوم قربانی دینے والا مرد ہے۔ زسے مراد مرد اور بان لفظ قربان کے آخری حصہ سے مستعار لے کر لفظ زبان تخلیق کیا گیا۔ زبان کھسرے کی تعریف تحریر کی جا چکی ہے۔ اس مقام پر زبان کھسرے کے مقام، رہن سہن اور چال چلن کے متعلق حاصل کی گئی دیگر معلومات کا ذکر کیا جائے گا جو یقیناً آپ کے لیے حیران کن ہوں گی۔

زبان کھسرا معاشرے کی نفرت کا نشانہ بننے والے کھسروں کی جانب سے ایک ایسا جوابی تحفہ ہے جسے یہ معاشرہ قبول کرنے کو ہرگز تیار نہیں۔ لیکن کیا کریں یہ کہنا حقیقت ہے کہ کھسرے اپنے معاشرتی انتقام کی وجہ سے ایسے بچوں اور مردوں کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں جو عورت یا کھسرے کا روپ اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ زبان کھسروں کی اکثریت کا تعلق ایسے گھرانوں سے ہے جہاں عورت کی بالادستی پائی جاتی ہے خواہ عورت امیر ہو یا غریب۔ عورت کی صحبت میں رہنے والے لڑکے اکثر انہی جیسی عادات اپنا لیتے ہیں۔ انہی عادات کے

اظہار کی وجہ سے ایسے بچوں کو زنانہ کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ کھسروں کا کہنا ہے کہ اگر ہمیں کبھی ایسے بچوں سے ملنے کا اتفاق ہو تو پھر ہم انہیں اپنا ٹارگٹ تصور کرتے ہوئے انہیں اپنے گروہ میں شامل کرنے کی کوششوں کا آغاز کر دیتے ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ہماری کوششوں کو کامیابی ملے یا نہ ملے لیکن عام لوگوں کے مجموعی عامیانہ رویے کی وجہ سے زنانہ حرکات کرنے والے بچے ہمارے قریب خود بخود کھنچے چلے آتے ہیں۔ کھسروں کے بقول ہم کسی بچے کو زبردستی حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ ان کے حصول کے لیے نفسیاتی طریقہ اور حربے اختیار کرتے ہیں۔ بچے کے ذہن میں مرد سے نفرت پیدا کرنے کے لیے کھسرے ایسے بچوں کو گھیر گھار کر اپنے اڈوں پر لے جانے کے علاوہ ان کی مختلف انداز سے بھرپور عملی مدد بھی کرتے ہیں۔ عملی مدد سے مراد گلی محلے میں پھرتے ہوئے بچے کے روزمرہ کے اخراجات ادا کرتے ہوئے بچوں کو ایسی خوراک کھلانا جس سے ان کے اندر نسوانیت کا غلبہ پیدا ہو جائے۔ دوا اور ذہنی تربیت دونوں مل کر بچے کو بھٹکانے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ اور جب بچہ ایک بار ان کے ڈیرے تک پہنچ جائے تو کھسرے اس کی آؤ بھگت کرتے ہوئے اسے یہ یقین دلائیں گے کہ اس سے بڑا معزز انسان کوئی اور نہیں۔ تم جس مقام پر کھڑے ہو اگر مستقلاً یہاں آ جاؤ تو تمہیں جو عزت اور مقام ملے گا عام لوگوں سے اس کی توقع ہرگز نہ رکھنا۔ اگر وہ دام فریب میں آ گیا تو پھر گرو کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے بچے کو نربان ہونے پر آمادہ کرے۔

پیدائشی کھسرے بھی نربان کھسروں کی بھرپور پذیرائی کرتے ہوئے انہیں اپنا حصہ قرار دیتے ہیں لیکن یہ الگ بات ہے کہ پیدائشی کھسرے نربان کھسرے کے اخلاق اور کردار کی تعمیر میں کسی قسم کا کردار ادا نہیں کرتے۔ پیدائشی کھسرے اپنے کردار کی ضمانت یا قسم اٹھانے کو تیار ہیں لیکن اپنے نربان چیلوں کے متعلق بات کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ البتہ نربان ہونے والے کھسرے نے ہمیں جو کچھ بتلایا ان صفحات کے ذریعے آپ تک منتقل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ بے ربط بات کرنے والے اس نربان کھسرے کی زندگی خود بے ربط ہو چکی ہے۔ نربان ہونے والا یہ کھسرا عورت سے محبت کرنے کے علاوہ کھسروں سے نفرت کا اظہار کرنے کے باوجود کھسرا بنا پھرتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ آپ نے اکثر سنا ہوگا کہ کھسرے بچوں کو اغواء کر کے کھسرا بناتے ہیں؟ کھسرے بچے کو بہلا پھسلا کر کھسرا بننے پر مجبور کرتے ہیں؟ کھسرے بچوں کا نفس کاٹ کر انہیں اپنے ساتھ رہنے پر مجبور کرتے ہیں۔ کھسرے غریب بچوں کو پیسوں کے لالچ میں کھسرا بننے پر مجبور کرتے ہیں۔ کھسرے ہم جنس پرستوں میں سے مفعول لڑکوں کو کھسرا بننے پر مجبور کرتے ہیں۔ جی ہاں آپ جو کچھ سنتے ہیں وہ درست ہے۔ کھسرا

لالچ، بہلا پھسلا کر، اغواء کر کے، زبردستی نفس کاٹ کر اور ہم جنس پرستوں کو کھسرا بناتا ہے۔ اب آپ نے جو کچھ سنا وہ تو درست اور جو کچھ ہم نے کہا وہ غلط۔ لیکن کیا کبھی کھسرے کو برا کہنے والے معاشرے نے یہ سوچا کہ ان بردوں کو کارآمد کیسے بنایا جائے؟ کیا کبھی آپ لوگوں نے اپنے گردو پیش میں موجود بچوں کو کھسروں کی صحبت سے بچانے کی کوشش کی؟ ہرگز نہیں۔ کیا عام آدمی نے بچوں پر جنسی تشدد نہیں کیا؟ اگر آپ ہاں میں جواب دیں گے تو پھر سوال پیدا ہوگا کہ ہمارے اندر ہم جنس پرستوں کی تعداد میں اضافہ کیوں ہو رہا ہے؟ اگر ایک شخص ہم جنس پرستی جیسی لذت میں ملوث ہو اور معاشرہ اس کے خلاف احتجاج نہ کرے تو پھر کھسرے یا نربان ہونیوالے کھسرے کے خلاف احتجاج کون کرے گا؟ کیا کبھی آپ نے سوچا کہ گھر سے بھاگنے والا بچہ رات کہاں گزارتا ہے؟ کیا آپ نے گلی محلے میں پھرنے والے بچوں کی مادی ضروریات کا جائزہ لے کر انہیں خدا کی نعمتوں سے مستفیض ہونے کا موقع دیا؟ کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ دن کی روشنی اور رات کے اندھیرے میں گم ہونے والے بچے کہاں ذلیل وخوار ہوتے ہیں؟ کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ سارا دن کاغذ، ردی، کوڑا کرکٹ چننے والے بچے چند روپوں کی خاطر کیوں ذلیل وخوار ہوتے ہیں؟ کیا آپ نے سوچا کہ معمولی سی رقم کے لیے انسان دوسرے انسان کا خون کیوں بہاتا ہے؟ کیا آپ نے کبھی سوچا کہ حکمران، سیاستدان، بیوروکریٹ، کلرک اور چپڑاسی بھی خزانے کو جونک کی طرح کیوں چوس رہے ہیں؟ کیا آپ نے کبھی غلط کو غلط اور اچھے کو اچھا کہا؟ ہرگز نہیں۔ یہی وہ منافقت ہے جو معاشرے کے لیے زہر قاتل ہے۔ کیا آپ تسلیم کرتے ہیں کہ کھسرا اسی معاشرے کا بطور انسان ایک لازمی حصہ ہے۔ اگر آپ کا جواب اثبات میں ہو تو بتایئے کہ ہمارے حقوق کون پورے کرے گا؟ کوئی ایک فرد نہیں بلکہ آپ سب لوگ۔ آپ اپنا فرض پورا کریں کھسرا اپنا فرض پورا کرے گا جب دونوں طرف سے برابری کی بات ہوگی تو پھر کھسرا کسی کو نربان کھسرا بننے پر مجبور نہیں کرے گا۔

چند کھسروں کا کہنا ہے کہ اپنے اعضائے تناسل سے محروم ہونے والا کھسرا شوقیہ کھسرا نہیں بلکہ ایسا مرد ہے جس کے اندر عورت بننے کی خواہش روز اول سے موجود ہے اسی جذبہ کے تحت وہ سمجھتا ہے کہ اعضائے تناسل سے محرومی اسے مرد کی صف سے نکال کر عورتوں کی صف میں لا کھڑا کرے گی۔ لہٰذا وہ ایک اچھے گرو کی تربیت میں بہت جلد نفس سے محرومی پر آمادہ ہو جائے گا۔ نفس سے محرومی کوئی معمولی مسئلہ نہیں۔ یہ ایک ایسی نفسیاتی جنگ قرار دی جا سکتی ہے جس میں فاتح صرف وہ شخص قرار پائے گا جس کے اعصاب عام انسان کی نسبت

کہیں زیادہ مضبوط ہوں۔ کیونکہ اس میں جان جانے کا بھی خطرہ ہے۔ نفس سے محرومی کے آپریشن کے دوران چند سال قبل کریم پارک لاہور کا ایک لڑکا سہیل عرف ڈمپل اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔ اس لڑکے کی عمر صرف 22 سال تھی اور وہ گذشتہ کئی سالوں سے کھسروں کے ساتھ رہتا تھا۔ سہیل انتہائی خوبصورت اور سمارٹ لڑکا تھا۔ رقص کے شوق کے ہاتھوں مجبور ہو کر کھسروں کے ہتھے چڑھ گیا اور پھر کچھ عرصہ بعد اس نے کھسروں کی زندگی کو ہر لحاظ سے اپنا لیا۔ ڈمپل کے متعلق مشہور تھا کہ گرو اُسے اپنے دوسرے چیلوں کی نسبت کہیں زیادہ چاہتا تھا۔ گرو کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے ڈمپل نے نفس سے محرومی پر آمادگی کا اظہار کیا۔ ڈمپل کا آپریشن کس نے کہاں اور کیسے کیا؟ اس کے متعلق معلومات دستیاب نہیں ہو سکیں۔ لیکن اتنا ضرور پتہ چلا کہ ڈمپل کے نفس کے کاٹنے کے آپریشن کے دوران خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے اسے میو ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں داخل کروایا گیا۔ جہاں وہ چند گھنٹے زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا رہ کر خالق حقیقی سے جا ملا۔ لیکن حیرت کی بات ہے کہ میو ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں 24 گھنٹے موجود تھانہ گوالمنڈی کی پولیس (جو کہ ہر آنے جانے والے کو تنگ کرنا اپنا فرض تصور کرتی ہے) نے ڈمپل کو ہسپتال میں لانے والوں کے خلاف کسی قسم کی کارروائی نہیں کی؟

کھسرے کا نفس کاٹنے کا آپریشن گرو، ساتھی کھسرے، ڈاکٹر یا خود کھسرا کرتا ہے؟ اس سوال کے متعلق جو معلومات حاصل ہوئیں ان کے مطابق اس قسم کے آپریشن گرو کرتا ہے۔ ساتھی کھسرے ایسے آپریشن کے دوران گرو کی مدد کرتے ہیں۔ البتہ ڈاکٹر سے ایسا آپریشن کروانے کی کسی اطلاع کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ خون زیادہ بہہ جائے یا صورتحال قابو سے باہر ہو جائے تو پھر ڈاکٹر کی خدمات ضرور طلب کی جاتی ہیں۔ طلب سے مراد ڈاکٹر کو کھسرے اپنے ڈیرے پر بلاتے ہیں۔ اگر مریض سنبھل جائے تو ٹھیک ورنہ دوسری صورت میں کسی ہسپتال سے رجوع کرتے ہیں۔ لیکن ہسپتال سے رجوع کرتے ہوئے کھسرے مردوں کا روپ اختیار کرتے ہیں۔ گو کھسروں کے قریب رہنے والے افراد کی اکثریت کا کہنا ہے کہ کھسرے نربان آپریشن کے دوران ڈاکٹر سے لازماً رجوع کرتے ہیں۔ لیکن کھسرے اس کی تصدیق نہیں کرتے۔ البتہ گرو کے حوالے سے عام لوگوں کو غلط فہمی ہو سکتی ہے کہ نربان آپریشن کے دوران گرو آپریشن میں معاونت کے لیے کسی دوسرے گرو کو ضرور طلب کرتا ہے۔ ایسے گرو کے متعلق کھسروں نے حلقوں میں یقین واثق پایا جاتا ہے کہ وہ اس قسم کے آپریشن کی تمام نزاکتوں اور مسائل پر بآسانی قابو پا سکتے ہیں۔ باہر سے گرو کو بلانے

کے عمل کو ڈاکٹر کی معاونت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بہر حال کھسروں سے حاصل کردہ معلومات کی روشنی میں یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ کھسرے کا استاد ہی اس قسم کے آپریشن کرتا ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کھسرا خود بھی ایسا کرتا ہے تو اس کے متعلق کھسروں کا کہنا ہے کہ ذی ہوش انسان ایسا نہیں کر سکتا۔ اور جو ایسا کرتا ہے وہ نارمل انسان نہیں۔ لہٰذا کسی ایسی اطلاع کی تصدیق نہیں ہو سکی کہ کسی کھسرے نے خود اپنے ہاتھوں اعضائے تناسل سے محرومی اختیار کی ہو۔

کھسرے کو نربان بنانے کے آپریشن کے دوران گرو یا اس کے ساتھی کون سے آلات جراحی استعمال کرتے ہیں؟ اس کے متعلق کھسروں کا کہنا ہے کہ ختنہ کرنے والے نائی کی طرح استرا، بلیڈ، راکھ، قدرتی جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ مرہم اور اسی قسم کی دیگر دوائیوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ آپریشن کرنے سے پہلے لڑکے کے اعضائے تناسل کے ارد گرد کی جگہ کو سُن کرنے کے لیے ماضی میں کھسرے دیسی نسخہ جات آزماتے تھے۔ لیکن آج کل بازار سے باآسانی دستیاب "سن کرنے والے" سپرے کی مدد حاصل کی جاتی ہے۔ جس وقت لڑکے کا آپریشن کیا جائے تو اس امر کو یقینی بنایا جاتا ہے کہ کھسرا ابدک نہ جائے۔ اس لیے اسے ایک دو کھسرے پکڑ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ کھسرے کا اعضائے تناسل کاٹتے وقت گرو کی کوشش ہوتی ہے کہ چیلہ اپنی شرمگاہ کی طرف نگاہ نہ اٹھانے پائے۔ انتہائی مضبوط اعصاب کے مالک کھسرے بھی ایسی صورتحال کے آخری لمحات میں ہمت ہار کر میدان سے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس صورتحال سے بچنے کے لیے گرو کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ دوسرے چیلوں کی مدد سے نربان ہونے والے کھسرے کی توجہ کسی اور جانب مبذول کروائے یا اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دے۔ نربان ہونے والے کھسرے آنکھوں پر پٹی باندھنے کے عمل کی شدید مزاحمت کرتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ قرار دی جاتی ہے کہ ان کے نزدیک اس عمل سے لطف اندوز ہونا ان کا حق ہے کہ انھوں نے اپنے جسم پر موجود مرد کی علامت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔

کھسرے کو نربان بنانے کے آپریشن کے دوران ایسے افراد کی موجودگی کو یقینی بنایا جاتا ہے جنہیں اس آپریشن میں بلوانے کی خواہش خود کھسرا کرے۔ ایسے افراد میں زیادہ تر کھسرے کی سہیلیاں اگر گریہ یا پارک موجود ہو تو اسے لازماً شریک کیا جاتا ہے۔ کھسرا اپنی اس قربانی کو گریہ یا پارک کے لیے قربانی قرار دیتا ہے۔ اگر گریہ یا پارک کی کھسرے کے ساتھ بہت زیادہ دلچسپی اور محبت موجود ہو تو پھر گریہ یا پارک کے خرچہ پر کھسرے کو نربان بنانے سے قبل ایک بہت بڑی تقریب کا انعقاد کیا جاتا ہے جس میں شہر بھر کے کھسروں کے

علاوہ دوسرے مقامات سے کھسروں کو بلایا جاتا ہے۔ اس تقریب میں شرکت کرنے والے افراد نرباں ہونے والے کھسرے کو مختلف قسم کے قیمتی تحفوں سے نوازتے ہیں۔ واضح رہے کہ نرباں ہونے والے کھسرے کو ملنے والے تمام تحفے عورتوں کی ضرورت پر پورے اترتے ہیں۔ ایسی تقریب میں نرباں ہونے والے کھسرے کو دلہن کی طرح سجا کر محفل میں لایا جائے گا۔ دلہن بنا کھسرا سب سے پہلے گرو کے پاؤں چھو کر اس کے قدموں کی خاک اپنی مانگ میں بھرنے کے بعد محفل میں موجود سب سے سینئر گرو کی قدم بوسی کرے گا اس کے بعد وہ فرداً فرداً اپنی تمام سہیلیوں سے ملنے کے بعد گرو یا پارک کی موجودگی کی صورت میں اس کے قدموں میں جا کر بیٹھ جائے گا۔ جس کے بعد گرو اپنی محبوبہ کو قدموں سے اٹھا کر دائرے میں موجود کرسی پر بٹھائے گا۔ جس کے بعد کھسرے کو تحائف دینے کا سلسلہ شروع ہو گا۔ اس سلسلہ کے ختم ہوتے ہی گرو اپنے چیلے کی خوشی کے لیے میدان میں آکر رقص کرے گا گرو کے رقص کے اختتام ہوتے ہی محفل میں موجود تمام کھسرے والہانہ انداز میں رقص کرتے ہوئے اپنی سہیلی کی استقامت اور روشن مستقبل کے لیے دعا کریں گے۔ عموماً ایسی تقریب کا اختتام نماز فجر سے قبل ہو جاتا ہے۔ تقریب کے ختم ہوتے ہی آپریشن میں شرکت کرنے والے کھسروں کے علاوہ تمام کھسرے پلٹ جائیں گے۔ جب کہ اس کے فوری بعد سورج طلوع ہوتے ہی کھسرے کو نرباں بنا دیا جاتا ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ اتلاف عضو سے قبل عضو کے ارد گرد کی جگہ کو سُن کیا جاتا ہے جب کہ آپریشن کی دوران کھسرے کو بے ہوش کر کے بھی با آسانی آپریشن مکمل کیا جا سکتا ہے ایسا کیوں نہیں ہوتا؟ اس کی وجہ کھسروں کی وہ رسم ہے جو نرباں ہونے والا کھسرا آپریشن کے فوراً بعد سرانجام دیتا ہے۔ اس رسم کے متعلق کھسروں نے کسی قسم کی معلومات فراہم نہیں کیں۔ البتہ کھسروں کی زندگی میں شامل ایک شخص کا کہنا ہے کہ کھسروں کے نزدیک یہ رسم اس لیے ضروری ہے کہ اگر اسے آپریشن کے فوری بعد سرانجام نہ دیا جائے تو مورت پر کبھی عروج نہیں آتا۔ اس رسم کی وجہ سے کھسرے کو نرباں بنانے کا آپریشن ایسے مقام پر کیا جائے گا جہاں سرسبز درخت اور طلوع آفتاب کا منظر دیکھنے کو میسر آئے۔ رسم کچھ یوں ہے کہ کھسرا کو نرباں کرتے وقت اس کا منہ مشرق کی سمت رکھا جاتا ہے اور جب گرو چیلے کے عضو کو کاٹ کر اس پر روئی کے ساتھ دوائی لگا کر راکھ چھڑکے تو چیلہ اس عمل کے مکمل ہوتے ہی بھاگ کر سامنے موجود سرسبز درخت کو جپھی ڈال کر سورج کی طرف دیکھتے ہوئے اللہ سے دعا کرتا ہے کہ اے اللہ میاں! اس سورج اور سرسبز درخت کی طرح میری جوانی کو سرسبز و شاداب

کر دے۔ خزاں اس درخت کو عطا کر دے۔ اس دوران محفل میں موجود تمام کھسرے خوشی سے کھڑے ہو کر قربانی دینے والے کھسرے کے خوشحال مستقبل کے لیے دعا کرتے ہوئے اس خواہش کا اظہار کرتے ہیں کہ اللہ دوسری سہیلیوں کو بھی نرباں ہونے کی توفیق دے۔ نرباں کھسروں کی زندگی میں اس رسم کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اگر درخت سوکھنا شروع ہو جائے تو اس کا چرچا پوری برادری میں کیا جائے گا کہ فلاں مورت کے نرباں ہونے کے بعد درخت سوکھ گیا۔ اب حسن اور دولت اس کے قدموں کی باندی ہو گی۔ اگر درخت تین چار ماہ کے اندر نہ سوکھے تو پھر یہ تصور کیا جاتا ہے کہ نرباں ہونے والے کھسرے پر عروج کبھی نہیں آئے گا۔ کھسرا جب درخت سے چمٹ کر دعا مانگتا ہے تو اسے درخت سے الگ کرنے کا فریضہ محفل میں موجود سب سے سینئر گرو سرانجام دے گا۔ اس موقع پر گرو چیلے کا منہ چوم کر اسکی اس عظیم قربانی کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اسے اپنی جانب سے قیمتی تحفے سے نوازے گا۔ اس موقع پر دوسرے کھسرے نرباں ہونے والے ساتھی کو تحفہ پیش کرنے کی بجائے اس کے قدموں کی خاک اپنی مانگ میں بھریں گے۔

آپریشن کے بعد ہونے والی اس رسم کے اختتام کے بعد گرو چیلے کو بستر پر لٹا کر آرام کرنے کی ہدایت کرے گا۔ جس کے بعد ساتھی کھسرے دن رات اس کی دیکھ بھال کا فریضہ سرانجام دیں گے۔ کھسرے کی ذہنی و جسمانی حالت کو نارمل رکھنے کے لیے علاقے بھر کے تمام کھسرے اسے مبارک باد دینے کے لیے آئیں گے۔ جب کہ گرو کے خرچ پر کھسرے کے لیے دیسی گھی سے بنے کھانے، قیمہ، گوشت، پھل، دودھ، بادام، دہی، پستہ اور دیگر طاقت ور اشیاء پر مبنی خصوصی خوراک تیار کی جائے گی۔ ایک کھسرے کے مطابق نرباں ہونے کے بعد کھسرا تین ماہ سے زائد عرصہ تک گھر پر آرام کرتا ہے۔ اس دوران دیگر کھسرے مختلف کریموں اور لوشنز کی مدد سے اس کی جلد کو نرم و ملائم بنانے کی کوشش جاری رکھتے ہیں۔ نرباں ہونے کے بعد کھسرا جتنے دن گھر پر آرام کرے۔ اسے پارٹی کی جانب سے کمائی جانے والی رقم سے پورا حصہ ادا کیا جاتا ہے۔ نرباں کھسرے کی نئی زندگی کا آغاز ہوتے ہی اُسے دوسرے کھسرے ایسے پروٹوکول سے نوازتے ہیں کہ عام حالت میں وہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس پروٹوکول میں کمی آتی چلی جائے گی۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہو گا کہ برادری میں لین دین کرتے وقت نرباں کھسرے کو دوسرے کھسروں پر ترجیح نہ دی جائے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ نرباں کھسرے اخلاق و کردار کے حوالے سے کیسے

لوگ ہیں؟ اس کے متعلق اتنا کہنا کافی ہے کہ زنان کھسرے ہم جنس پرستوں کی وہ قسم ہیں جو اپنے اس مکروہ فعل کو جائز ثابت کرنے کے لیے عورت کا روپ دھارتے ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ و دیگر دینی معاملات سے ان کا تعلق نہ ہونے کے برابر جب کہ عملی زندگی برائیوں سے بھری نظر آتی ہے۔ زنان کھسرے کی آئیڈیل ترین شخصیت یا عورت نامور طوائف ہوتی ہے۔ جو اپنے حسن کا جادو چلا کر اپنے چاہنے والوں کو بے وقوف بناتی ہے۔ زنان کھسرا بھی حسن اور جوانی کے ہر لمحے کی قیمت بھرپور طریقہ سے وصول کرتا ہے۔ پیدائشی کھسرا زنان کھسرے کو اپنی معاشرت کا حصہ قرار دیتے ہوئے اسے اپنے قریب رہنے کی اجازت دیتا ہے۔ لیکن یہ امر انتہائی حیران کن اور تحقیق طلب ہے کہ پارسائی کا دعویٰ کرنے والے کھسرے دو نمبر کھسرے کو قریب کیوں رکھتے ہیں؟

شوقیہ کھسرے

شوقیہ کھسرے ایسے لڑکے بنتے ہیں جن کے اندر قدرتی طور پر زنانہ صلاحیتوں کی موجودگی کے علاوہ بچپن میں جنسی تشدد یا تعلقات رکھنے کی وجہ سے بدنام ہو کر کسی اور کام کے قابل نہیں رہتے۔ ایسے لڑکوں میں زنانہ صلاحیتیں پوشیدہ یا ظاہرا دونوں انداز میں موجود ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ اردگرد کے ماحول سے متاثر ہو کر بھی یہ لوگ زنانے بن جاتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی گھر میں چھ سات بہنیں ہوں اور بھائی اکیلا ہو تو لڑکا بہنوں کو ہار سنگھار اور میک اپ کرتے دیکھ کر ان جیسی عادات کو اپنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ چیزیں اس کی زندگی میں لازمی حیثیت سے شامل ہو جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ اغلام بازی کے فعل میں مفعول کی حیثیت سے کام کرتے ہوئے بھی انسان اس لعنت میں ہمیشہ کے لیے گرفتار ہو جاتے ہیں اپنی اس خواہش کو پورا کرنے کے لیے یہ لوگ کھسرے کا روپ دھارتے ہیں۔ پاکستان میں آج کل اس قسم کے کھسروں کی تعداد میں بہت تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ 60 فیصد سے زائد کھسرے اغلام بازی جب کہ 40 فیصد کھسرے ذہنی بنیادوں پر اس پروفیشن کو اپناتے ہیں۔ شوقیہ کھسروں کی معاشرت پیدائشی کھسرے کی نقل پر مبنی ہوتی ہے۔ لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ پیدائشی کھسرے اپنے کام کے حوالے سے علاقوں کی تقسیم پر یقین رکھتے ہیں جب کہ شوقیہ کھسرے اپنی سفلی خواہش یا عادت بد کو پورا کرنے کے لیے علاقوں کی تقسیم کے قائل نہیں۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ شوقیہ کھسرے پیدائشی ہیجڑوں کی نقل کرنا باعث فخر سمجھتے

ہیں۔ اس حوالے سے پیدائشی کھسروں کا کہنا ہے کہ دراصل زنانے یعنی جعلی کھسرے ہماری کاپی کرتے ہیں۔ ہمارا رہن سہن ان کھسروں سے یقیناً مختلف ہے۔ ہماری ادائیں، حرکتیں، یقیناً دو نمبر کھسروں سے کہیں زیادہ بہتر اور اچھی ہوتی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ زنانہ عادات کی ہمارے اندر پرورش کی بڑی وجہ یہ ہے کہ پیدائشی کھسرا کسی سے کچھ نہیں سیکھتا۔ بلکہ یہ سب باتیں قدرتی طور پر اس کے اندر پائی جاتی ہیں مگر دو نمبر کھسرے ہمارے اسٹائل کی نقل کرتے ہوئے وہ نتیجہ نہیں دے سکتے جو ایک نمبر کھسرا دے سکتا ہے۔ ان کی اپنی کوئی پہچان نہیں۔ پیدائشی کھسروں کے اس دعویٰ کے جواب میں کہ ہمارے اندر زنانہ صلاحیتیں قدرتی طور پر پائی جاتی ہیں۔ ایک پیدائشی ہیجڑے کا انٹرویو آنے والے صفحات میں موجود ہے۔ جسے پڑھ کر آپ کھسروں کے اس دعویٰ کی حقیقت کو بخوبی پرکھ سکتے ہیں۔ لیکن اس کے متعلق اتنا کہنا کافی ہے کہ اس حقیقت کا اظہار کھسروں کی جانب سے احساس برتری کی وجہ تو ہو سکتی ہے لیکن عقلی اور سائنسی بنیادوں پر اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

خاندانی کھسرے

کھسروں میں ایک نسل خاندانی کھسرے کہلواتی ہے۔ خاندانی کھسرے سے مراد ایسے کھسرے ہیں جو نسل در نسل ناچ گانے کا کام کرتے ہوں۔ لیکن شرط اتنی ہے کہ ناچنے والا عورت کے لباس میں چہرے پر غازہ تھوپ کر رقص کرے گا۔ جب کہ اس کے خاندان کے دوسرے لوگ ڈھول ماہیا کے گیت۔ ٹپے گا کر اور ڈھولک بجا کر اس کی سنگت کرتے ہیں۔ ہمارے دیہاتوں میں آج بھی یہ رواج عام ہے کہ کسی بزرگ کے میلے یا شادی بیاہ، سالگرہ، ختنہ اور عقیقہ وغیرہ جیسے اہم مواقع پر اس طرح کے بھیس میں ناچنے والوں کو بلایا جاتا ہے۔ پہلے جب دیہاتوں میں بجلی کی روشنی نہیں پہنچی تھی تو اس وقت لالٹین کی روشنی میں نماز عشاء کے بعد محفل جمتی تھی۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس میں روشنیاں بھرتی گئیں اور اب ڈیک، ٹیپ ریکارڈر، ریڈیو اور دوسرے آلات کی مدد سے گانے بجا کر کھسرے رقص کرتے ہیں۔

خاندانی کھسروں کی یہ نسل آج کل کے دور میں نایاب ہوتی جا رہی ہے۔ ان کی نایابی کے ساتھ ساتھ پنجاب کی ثقافت کا وہ پرانا انداز بھی گم ہو رہا ہے جو عام لوگوں کی دل بستگی کا سامان فراہم کرتا تھا۔ دیہاتی علاقوں میں اکا دکا گھرانے ایسے موجود ہیں۔ لیکن شہروں میں یہ نسل بالکل ختم ہو چکی ہے۔ بہاولنگر کی نواحی بستی میں جو کہ آج کل شہر کی حدود میں داخل ہو چکی ہے۔ اس طرح کا ایک خاندان آباد ہے جو خاندانی کھسرے کہلاتے ہیں۔ اس خاندان کی

خوبی یہ ہے کہ انھوں نے کھسروں کی طرح باقاعدہ پارٹی تشکیل دے رکھی ہے۔ لیکن ان میں گدی باپ کے مرنے کے بعد بیٹے کے حوالے کی جاتی ہے۔ بہاولنگر کے اس خاندان کا سربراہ لطیف عرف طیفا کھسرا ہے۔ وہ شادی بیاہ اور خوشی کے دیگر موقعوں پر ناچ گانے کا کام کرتا ہے۔ فارغ وقت میں لطیف عرف طیفا کھسرا درزی کا کام کرتا ہے۔ درزی کے کام میں اس کی مہارت مسلمہ ہے۔ بہاولنگر کے شہری کپڑے سلوانے کے لیے لطیف سے ہی رجوع کرتے ہیں۔ خاندانی کھسروں میں کام کے حوالے سے علاقوں کی تقسیم کا کوئی رواج نہیں۔ البتہ وہ علاقے کی برادریوں کو تقسیم ضرور کرتے ہیں۔ مثلاً بہاولنگر میں وٹو اور جوئیہ خاندان کے لوگ آباد ہیں۔ ایک خاندانی کھسرا وٹو برادری کی تقریبات میں ناچے گائے گا تو دوسرا جوئیہ خاندان کی تقریبات میں۔ ایک تقریب میں شرکت کرنے سے کم از کم ہزار روپے کی آمدن ہوتی ہے اور اگر اچھا فنکشن ہاتھ لگ جائے تو دس ہزار تک کما لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ شادی والوں سے باقاعدہ لاگ اور دوسرے ٹیکس بھی وصول کرتے ہیں۔

لطیف عرف طیفا کے دوسرے بھائی معمول کی زندگی گزار رہے ہیں۔ ان کے والد حاجی منور کی وفات کے بعد لطیف نے جب گدی کا کاروبار سنبھالا تو اس کی باقاعدہ دستار بندی کی گئی۔ لطیف آج کل اس حوالے سے بہت پریشان ہے کہ اس کے مرنے کے بعد گدی کو سنبھالنے کے لیے اس کی اولاد میں سے کوئی تیار نہیں۔ لطیف کا بیٹا درزی کی دکان پر کام کر کے بہت خوش ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ مجھے یہ کام پسند نہیں کہ انسان ناچ کر دوسروں سے بھیک کی توقع رکھے۔ فن کا استعمال بھیک کے لیے نہیں ہونا چاہیے۔

دیہاتی اور شہری کھسرے

پاکستانی شہریوں کے دو طبقے شہری اور دیہاتی کی حیثیت سے پہچان رکھتے ہیں۔ شہری طبقہ دیہاتوں میں رہنے والے لوگوں کو "پینڈو" کہہ کر اپنی انا کو تسلی دیتا ہے۔ بدلے میں دیہاتی شہر میں آباد لوگوں کو "ممی ڈیڈی" یا "برگر گروپ" جیسے خوبصورت ناموں سے پکار کر اپنے مضبوط ہونے کا یقین کرتے ہیں (برگر گروپ سے مراد ایسے مرد جو زنانوں جیسی حرکات کرتے ہیں) کھسروں کی زندگی کا قریب سے جائزہ لینے سے یہ حقیقت بھی سامنے آئی کہ کھسرے بھی شہری اور دیہاتی کی تفریق کا شکار ہیں۔ شہری کھسرا عام افراد کی طرح اپنی دیہاتی سہیلی کو وہ مقام دینے پر تیار نہیں جس کی وہ حقدار ہے۔ ماضی میں دیہاتی و شہری کی بناء پر کسی قسم کی تفریق روا نہیں رکھی جاتی تھی۔ لیکن آج کل شہری کھسرے دیہاتی کھسروں کو گھٹیا

نظروں سے دیکھتے ہوئے انہیں اپنی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ گردانتے ہیں۔ شہری کھسروں کے بقول دیہاتی کھسرے کو کھانے پینے اور پہننے کا سلیقہ نہ ہونے کے علاوہ ان کے جسموں سے عجیب سی گھن آتی ہے۔ اگر کبھی انہیں کسی شے کے متعلق کچھ بتایا بھی جائے تو وہ عمل نہیں کرتے۔ جب کہ نسوانیت تو ان کے اندر بالکل نہیں پائی جاتی۔ اور جسم بہت جلد فربہی مائل ہو جاتے ہیں۔ ان کے موٹاپے کی وجہ سے کھسروں کی برادری کو مجموعی طور پر بہت زیادہ شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن ایک بات ہے کہ شہری کھسرے اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ دیہاتی کھسرے جسمانی لحاظ سے بہت زیادہ طاقتور ہوتے ہیں۔

دیہاتی کھسروں کا کہنا ہے کہ شہری کھسرے خواہ مخواہ اپنے آپ کو ہم سے برتر سمجھتے ہیں۔ اچھا کپڑا خریدنا اور بہترین میک اپ کرنا صرف شہری کھسرے کی وراثت نہیں ہم ان سے بڑھ کر اچھا کپڑے پہننے کے علاوہ بہترین میک اپ بھی کرتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ دیہات میں میک اپ آمدنی کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ وہاں نقدی کم جنس زیادہ ملتی ہے۔ اسی لیے وہ سینکڑوں روپے خرچ کر کے میک اپ اور اچھا لباس نہیں پہن سکتے۔ دیہاتی کھسرے شہری کھسروں کو مختلف لطیفے و واقعات سنا کر زچ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب کہ شہری کھسرے انہیں ان کی مختلف عادات کے حوالے سے چھیڑ کر خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اگر کسی گرو کے چیلے "دیہاتی اور شہری" اکٹھے رہائش پذیر ہوں تو دیہاتی شہری کی تفریق کو ختم کرنے کے لیے گرو اپنا تمام تر زور صرف کرتا ہے لیکن گرو کی تمام تر کوششوں کے باوجود کھسرے اپنے دیہاتی اور شہری پس منظر پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ کھسرے دیہاتی اور شہری کی تقسیم کے باوجود ایک دوسرے کو اپنے جنسی تجربات سے ضرور آگاہ کریں گے تاکہ اس عمل سے سب یکساں طور پر لطف اندوز ہو سکیں۔

شہری کھسروں کا یہ بھی کہنا ہے کہ دیہاتی کھسروں کی وجہ سے مارکیٹ خراب ہو رہی ہے۔ اس حوالے سے جب ایک شہری کھسرے سے گفتگو کی گئی تو اس نے بتایا کہ اصل معاملہ کچھ یوں ہے کہ بڑے شہروں میں ہمارے گاہک ہر طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ممی ڈیڈی برگر گروپ کے افراد بنیادی طور پر امیر گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمارے ایسے گاہکوں کو بھی کسی دیہاتی کھسرے سے واسطہ پڑ جائے تو دیہاتی کھسرا اپنے گاہک کو پھنسانے کے لیے اتنی زیادہ جنسی لذت فراہم کرتا ہے کہ آئندہ وہ ہم جیسے نرم و نازک کھسروں کے قریب بھی نہیں پھٹکتے۔ اس کے علاوہ دیہاتی کھسرا گاہک سے بھاؤ تاؤ کرتے وقت کم یا زیادہ نرخوں کا مطالبہ نہیں کرتا۔ جب کہ شہری کھسرے اپنے گاہکوں کو "جنسی لطف اندوزی" کی مختلف اقسام

بتا کر خدمات کا معاوضہ طے کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دیہاتی کھسروں کی بھاؤ تاؤ کی عادت نہ ہونے کی وجہ سے ہمیں مالی طور پر بہت زیادہ نقصان برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔ شہری کھسروں کو دیہاتی کھسروں سے مارکیٹ خراب کرنے کی شکایت پیدا ہونے کا سبب یہی دو وجوہات ہیں۔ شہری کھسروں کا کہنا ہے کہ اگر دیہاتی کھسرے عقلمندی کا مظاہرہ کریں تو ہمیں بھی عورت کے برابر معاوضہ مل سکتا ہے۔ لیکن انہیں سمجھائے کون؟

حصہ دوم

پیدائشی ہیجڑے کی پرورش

پیدائشی کھسروں کا کہنا ہے کہ پیدائشی طور پر پیدا ہونے والے نامرد اور نامکمل بچی کو ان کے والدین سے لے کر پالنا ہمارا وہ حق ہے جو اس معاشرے نے ہمیں دیا۔ ہم ایسے بچوں کی تلاش میں رہتے ہیں جن کے متعلق پتہ چلے کہ وہ روز اول سے ہیجڑا یا ہیجڑی ہیں۔ کھسروں کو اس قسم کے پیدا ہونے والے بچوں کی اطلاع گھر والوں، ہمسایوں، رشتہ داروں، دائی، نرس، یا ڈاکٹروں سے ملتی ہے۔ بعض اوقات خود والدین کھسروں کو بلا کر انہیں بتاتے ہیں کہ پیدا ہونے والا نومولود ہیجڑا ہے۔ ایسے والدین اپنے بچوں کو کھسروں کے حوالے کر دیتے ہیں۔ اور لوگوں میں مشہور کر دیا جاتا ہے کہ بچہ خرابی صحت کی وجہ سے انتقال کر گیا۔ پاک پتن کے نواحی گاؤں میں ایسے ہی ایک بچے کے والدین سے ملاقات ہوئی جب ان سے استفسار کیا گیا کہ آپ نے اپنا لخت جگر کھسروں کے حوالے کیوں کیا؟ تو انھوں نے کہا کہ اگر بچہ ہمارے پاس رہتا تو دنیا اسے طعنے مار کر زندہ درگور کر دیتی اور اسی ڈر کی وجہ سے ہم نے اپنا بچہ کھسروں کے حوالے کیا۔ لیکن لوگوں کو بتایا کہ بچہ پیدا ہوتے ہی مر گیا۔ وہ بچہ اب ہم سے ملنے آتا ہے۔ ماشاء اللہ خوب قد کاٹھ نکال چکا ہے۔ اس کی بہنیں اب شادی کی عمر کو پہنچ چکی ہیں۔ اگر وہ ہیجڑے کے روپ میں اس گھر میں موجود ہوتا تو آج ان بچیوں کے اچھے رشتے ملنا ناممکن ہوتا۔ ہم نے اپنے دل پر پتھر رکھ کر باقی بچوں کو ہمیشہ کی رسوائی سے بچا لیا۔

کھسرے والدین سے پیدائشی ہیجڑا بچہ یا بچی منت ساجت، دھونس دھاندلی، عدالت یا جس ذریعے سے بھی حاصل کریں۔ اس کے متعلق کھسروں نے کسی قسم کی معلومات فراہم نہیں کیں۔ لیکن کھسروں کی اکثریت کا یہ کہنا تھا کہ اول تو یہ ممکن نہیں کہ کوئی بچہ ہیجڑا پیدا ہو اور ہمارے علم میں نہ آئے۔ اگر ایسا ہو بھی جائے تو جب بھی ہمارے علم میں ایسی کوئی بات آئے تو ہم بچے یا نوجوان مرد کا پیچھا ضرور کریں گے خواہ وہ ہمیں قبول کرے یا نہ کرے۔ ایسے بچوں کی پرورش کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے ایک کھسرے (ر) نے بتایا کہ ایسے بچے ہمارے لیے خدا کی نعمت ہوتے ہیں۔ ہم سگے والدین سے بڑھ کر بچے کی پرورش کرنے کی

کوشش کرتے ہیں۔ بچے کی غذائی ضروریات سے لے کر گندگی تک صاف کرنا ہمارے لیے ایک نئی مسرت اور خوشی کا پیغام ثابت ہوتا ہے۔ اس نے بتایا کہ ہم ایک خاندان کی طرح ایک چھت کے اکٹھے زندگی بسر کرتے ہیں۔ اکٹھے رہنے والے تمام کھسرے بچے کی دیکھ بھال کے سلسلہ میں عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو آپس میں بانٹ لیتے ہیں۔ اور ہر فرد اپنی اس ذمہ داری کو احسن طریقے سے نبھاتا ہے اگر ایسا بچہ گھر پر موجود ہو تو گھر کے تمام افراد بیک وقت اکٹھے دھندے پر نہیں جاتے۔ بچے کی دیکھ بھال کے لیے ایک نہ ایک مورت ضرور گھر ٹھہرے گی۔ بچے کی پرورش کرنے کے لیے اکثر کھسرے گھر رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ شام ہونے سے پہلے پہلے تمام کھسرے بچے کے ساتھ وقت گذارنے کے لیے گھر واپس پہنچ جاتے ہیں۔ اس نے بتایا کہ بعض اوقات بچہ مسلسل روئے تو ہمیں بہت پریشانی ہوتی ہے کہ یہ چپ کیوں نہیں ہو رہا؟ ایسی صورت میں اکثر ہم بچے کو گود میں اٹھا کر لیے پھرتے ہیں۔ اگر پھر بھی بچہ رونے سے باز نہ آئے تو کوئی خاندانی نسخہ آزماتے ہوئے اس کی دوا کا انتظام کرتے ہیں۔ لیکن اگر بچہ رونا بند نہ کرے تو پھر سوئے ہوئے کھسرے بھی جاگ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ مختصراً یہ کہنا مناسب ہوگا کہ کھسرے کسی بھی لمحے بچے کی پرورش سے غافل نہیں ہوتے۔

ایک کھسرے نے بتایا کہ ایک دفعہ ہمارے ایک گرو کو خود والدین نے بلا کر اپنا بچہ ان کے حوالے کیا، اور ساتھ کافی رقم بچے کی پرورش کے لیے پیش کی۔ گرو نے بچے کو گود میں لیتے ہوئے والدین کی جانب سے ملنے والی رقم لینے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ اللہ نے اگر ہمیں اس نعمت سے نوازا ہے تو وہ اس کے رزق کا بندوبست بھی کرے گا۔ بچے کے والدین نے بہت زور لگایا کہ رقم قبول کر لو لیکن گرو نہیں مانا۔ بچے کی پرورش پر اٹھنے والے اخراجات کو اکٹھے رہنے والے کھسرے مساوی طور پر برداشت کرتے ہیں۔ البتہ یہ الگ بات ہے کہ اگر کوئی کھسرا بچے کے لیے اپنی پسند سے کوئی چیز لائے تو اس کا بار دوسروں کو برداشت نہیں کرنا پڑتا۔ کھسرے بچے کو آسائش فراہم کرنے کے لیے خرچ کرنے سے قطعاً نہیں گھبراتے۔ اگر کسی گرو کے ڈیرے پر کوئی چھوٹا بچہ موجود ہو تو اس کی باجیاں اس کے لیے روزانہ کوئی نہ کوئی چیز ضرور لائیں گی۔ بچے کے لیے چیز لانے کے بعد ہر کھسرے کی خواہش ہوتی ہے کہ بچہ صرف اس کی لائی چیز کو قبول کرے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے بچے کو چیز دیتے ہوئے کھسرے مختلف قسم کی شکلیں بناتے ہوئے بچے کو اپنی جانب متوجہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

کھسرے جس بچے کی پرورش خود کریں اسے مختلف حیلوں بہانوں سے والدین سے ملوانے کے لیے اس کے گھر ضرور جاتے ہیں۔ اگر بچے کی عمر سن شعور تک پہنچ چکی ہو تو اسے ہرگز نہیں بتائیں گے کہ وہ والدین کے گھر میں کھڑا ہے۔ اگر کسی کھسرے کے متعلق اہل علاقہ کو علم ہو کہ یہ فلاں صاحب کا بچہ ہے تو پھر انہیں حیلوں بہانوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کھسروں نے بتایا کہ جب کسی کھسرے کو اپنے والدین کے متعلق اچانک پتہ چلے تو وہ ردعمل میں انہیں ملنے سے انکار کر دیتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے اصل والدین تو اسے جنم دے کر بھول گئے۔ اس کی پرورش کرنے والے ہی اس کے والدین، بہن بھائی اور عزیز و اقارب ہیں۔ ہماری محبتوں میں ملاوٹ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہمارے ساتھ رہنے کو ترجیح دیتا ہے اگر کوئی کھسرا والدین اور بہن بھائیوں سے ملنے کی خواہش کا اظہار کرے تو ہم اسے ایک موقع ضرور دیں گے کہ وہ اپنے گھر لوٹ جائے۔ لیکن بدقسمتی سے طوائف کی طرح کھسرے کو بھی معاشرہ قبول نہیں کرتا۔ معاشرہ کی بات تو بہت دور ہے، سگے بہن بھائی بھی اسے قبول نہیں کرتے۔

ایک کھسرے کو اس کے بہن بھائیوں نے گھر رکھ لیا۔ جب کھسرے کے متعلق ان کے رشتہ داروں کو پتہ چلا تو انھوں نے ان سے ملنا جلنا بند کر دیا۔ کھسرے کی وجہ سے ان کی بہن کا رشتہ طے نہیں پا سکا۔ اپنے پیاروں کے ساتھ لوگوں کا برا سلوک دیکھ کر وہ کچھ عرصہ بعد واپس گرو کے پاس آ گیا۔ پیاروں کی محبت میں شرافت کی زندگی گزارنے والے اس کھسرے کے ساتھ جو سلوک ہوا اس کا آخری نتیجہ یہ نکلا کہ گھر سے واپس آ کر چند دنوں بعد وہ دکھ اور صدمے سے مر گیا۔

کھسرے رانی نے بتایا کہ اس کا ایک دوست والدین کے گھر سے ناکام و نامراد لوٹا۔ ماں نے اسے گھر میں رکھنے سے انکار کرتے ہوئے اسے قسم دی کہ وہ آئندہ کبھی ادھر کا رخ نہیں کرے گا۔ اس کے بعد وہ کھسرا اکثر والدین کی گلی کا چکر کاٹتا۔ اس کی حالت دیکھ کر گرو نے اسے گھر میں قید کر دیا۔

ایک کھسرے نے بتایا کہ پیدائشی بچے کو تحویل میں لینے کا حق ہمیں ماضی میں بادشاہوں، راجوں، مہاراجوں اور نوابوں نے دیا جس کی بناء پر آہستہ آہستہ یہ چیز معاشرتی روایت بن گئی۔ گو حکومت پاکستان نے ہمیں اس قسم کے بچوں کو تحویل میں لینے کا قانونی حق نہیں دیا۔ لیکن معاشرہ نے ہمیں جو حق دیا، اس کا نتیجہ ہے کہ آج لوگ خود اپنے لخت جگر ہمارے حوالے کر دیتے ہیں اس قانون کو دنیا کی کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔

پیدائشی ہیجڑے سے گفتگو

کھسروں کی آئینی و قانونی حیثیت کے متعلق جاننے کے لیے ہم غلام مرتضیٰ چوہدری ایڈووکیٹ کے چیمبر میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے تو وہاں ضلع بہاولنگر کے ایک صاحب بھی تشریف فرما تھے جو گفتگو میں بھرپور دلچسپی لے رہے تھے۔ انھوں نے بتایا کہ بہاولنگر ضلع کے ایک چھوٹے سے قصبے میں پیدائشی ہیجڑا ہے لیکن اس کے متعلق آج تک کوئی یہ نہیں جانتا کہ وہ مردانہ صلاحیتوں سے محروم ہے۔ وہ ایک مکمل اور بھرپور مرد کے طور پر فرائض زندگی سرانجام دے رہا ہے۔ ہم نے ان صاحب سے درخواست کی کہ ہماری اس سے ملاقات کروا دیں تو انھوں نے کہا مجھے اگلے ہفتے لاہور آنا ہے میں اسے ساتھ لیتا آؤں گا۔ آپ دل کھول کر اس سے باتیں کیجئے گا۔ اگلے ہفتہ وعدہ کے مطابق وہ صاحب اسے (پیدائشی نامرد کو) ساتھ لے کر غلام مرتضیٰ چوہدری ایڈووکیٹ کے دفتر واقع ظہور چیمبر 1 مزنگ روڈ لاہور پہنچ گئے۔ جہاں اس کے ساتھ یوسف مجاہد ایڈووکیٹ، ثاقب نور اور شمیم خٹک ایڈووکیٹ کی موجودگی میں ہونے والی گفتگو پیش خدمت ہے۔

سوال: کیا آپ اپنا تعارف کروانا پسند فرمائیں گے؟

جواب: مجھے علم ہے کہ آپ کھسروں کی زندگی کے خفیہ گوشوں کو بے نقاب کرنے کے لیے ایک رپورٹ تیار کر رہے ہیں۔ میں آپ کو اپنا نام اور پتہ صرف اس شرط پر بتا سکتا ہوں کہ آپ اسے شائع نہیں کریں گے۔

سوال: کیا یہ بات درست ہے کہ آپ پیدائشی طور پر مردانہ صلاحیت سے محروم ہیں؟

جواب: جی ہاں! یہ بات درست ہے۔

سوال: کیا اس کے متعلق آپ کے دوستوں اور عزیز و اقارب کو علم ہے؟

جواب: میرے چند قریبی رشتہ داروں کے علم میں یہ بات ہے۔ لیکن میرے کسی دوست کو اس کا علم نہیں۔ البتہ ہمارے علاقے کے ایک کھسرے کو علم ہے، اسے یہ بات دائی نے بتائی تھی۔

سوال: کیا کھسرے نے آپ کو آپ کے والدین سے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ ہمارے علم میں آیا ہے کہ جب بھی کھسروں کو اس قسم کے بچے کی پیدائش کی اطلاع ملے تو وہ والدین سے بچہ حاصل کر کے خود پالتے ہیں؟

جواب: اس کھسرے نے مجھے حاصل کرنے کی بہت کوشش کی لیکن میرے والدین

آمادہ نہیں ہوئے۔ ابتداء میں تو کھسرا ہمارے گھر آ کر میرے حصول کے لیے والدین کو بہت تنگ کرتا رہا۔ جب میرے والدین نے اس کے ساتھ سختی کی تو اس نے بہاولنگر کے ایک تحصیل ہیڈ کوارٹر میں دیوانی عدالت میں اس سلسلہ میں دعویٰ بھی دائر کیا جسے عدالت نے تین سال کی سماعت کے بعد خارج کر دیا۔ میری والدہ اکثر مجھے بتاتی ہیں کہ ان دنوں میں بہت پریشان رہا کرتی تھی کہ کہیں عدالت زبردستی میرا بچہ چھین کر کھسرے کے حوالے نہ کر دے۔ عدالت سے مقدمہ ہارنے کے بعد کھسرے نے ملتان کے چند غنڈوں کی خدمات حاصل کر کے والد صاحب کو بہت ڈرایا دھمکایا اس کے باوجود انہوں نے مجھے کھسرے کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ ان دنوں میری عمر چار سال کے قریب تھی۔ والدہ ہر وقت مجھ پر کڑی نگاہ رکھتیں اور کسی وقت بھی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتی تھیں۔ یہاں تک کہ جب میں نے سکول جانا شروع کیا تو والد صاحب یا والدہ صاحبہ مجھے خود سکول لاتی لیجاتی تھیں۔ دوسری جماعت کے دوران مجھے نانی اماں کے پاس بھجوا دیا گیا۔ اپنے نانا کے گاؤں ہی میں نے نویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں میٹرک کا امتحان میں نے بہاولنگر کے ایک سکول سے پاس کیا۔

سوال: میٹرک کے بعد تعلیم جاری رکھی یا نہیں۔ اگر جواب ناں میں ہے تو اس کی وجہ بتانا پسند کریں گے؟

جواب: بدقسمتی سے میں میٹرک کے بعد پڑھائی کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکا۔ حالانکہ میرے والدین نے بہت زور لگایا کہ میں آگے پڑھوں لیکن کھیلوں کے شوق نے مجھے آگے نہیں پڑھنے دیا۔

سوال: آپ دوران طالب علمی کھیلوں میں دلچسپی لیتے تھے؟

جواب: مجھے ہاکی، تیراکی، دوڑ اور کبڈی کا بہت شوق تھا۔ ہاکی کے میدان میں میری شہرت دور دور تک تھی۔ میں اپنے سکول کی ٹیم کی قیادت کر چکا ہوں۔ اس کے علاوہ بہاولنگر ڈویژن اور پنجاب ہاکی ٹیم کی طرف سے بھی نمائندگی کر چکا ہوں۔ اپنے تمام تر اچھے کھیل کے باوجود قومی ٹیم میں جگہ نہیں بنا سکا جس کا مجھے از حد افسوس ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے اپنا کاروبار شروع کر دیا۔ کاروباری مصروفیات کی وجہ سے میں کھیل پر توجہ نہیں دے سکا۔ جسکا آخری نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ میں پنجاب سے آگے نہیں بڑھ سکا۔ جب کہ تیراکی کا شوق صرف اسی حد تک تھا کہ گرمیوں کے دوران صادقیہ نہر میں نہا لیا۔ ویسے میرے دوست کہتے ہیں کہ میرے جیسا تیراک آج بھی اس علاقے میں موجود نہیں۔ کبڈی اور دوڑوں میں صرف

سکول کے زمانے میں حصہ لیا۔ اس کے بعد کبھی ان کھیلوں میں حصہ نہیں لیا۔ لیکن کبڈی کے میچ دیکھنے کا شوق آج بھی برقرار ہے اور جب کبھی ہمارے علاقے میں کوئی کبڈی میچ ہوتو میں اسے دیکھنے ضرور جاتا ہوں۔

سوال: ہاکی اور دوسری کھیلوں میں آپ کا پسندیدہ کھلاڑی کون ہے؟

جواب: فلائنگ ہارس سمیع اللہ میرے پسندیدہ کھلاڑی ہیں۔ ان کے میچوں کی جو فلمیں مجھے دستیاب ہوسکیں میرے پاس موجود ہیں۔ جب کہ کرکٹ کے کھلاڑیوں میں جاوید میانداد مجھے بہت پسند ہیں۔

سوال: آپ سرحدی علاقے کے رہنے والے ہیں۔ آپ کے علاقے میں لوگوں کو شکار کا بہت شوق ہے کیا آپ نے بھی شکار کھیلا؟

جواب: جی ہاں! کئی بار شکار کھیلا۔ آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں بہت اچھا نشانہ باز بھی ہوں۔ بالخصوص ایئر گن کا نشانہ بہت اچھا ہے۔ ایئر گن سے فاختہ، تیتر، بٹیر اور اس قسم کے پرندوں کا اکثر شکار کرتا رہتا ہوں جب کہ سور کا شکار دو تین بار ہی کھیلا ہے۔

سوال: فلمیں اور ٹی وی ڈرامے بھی دیکھتے ہیں یا نہیں؟

جواب: فلمیں تو انڈین پسند ہیں۔ البتہ پی ٹی وی کے ڈرامے بہت شوق سے دیکھتا ہوں۔ ہمارے علاقے میں پی ٹی وی کا ڈرامہ ہی سب سے بڑی تفریح ہے۔ آج کل تو ہمارے علاقے میں بھی کیبل نیٹ ورک شروع ہو چکا ہے لیکن اس کے باوجود ٹی وی ڈراموں کی مقبولیت برقرار ہے۔ انڈین اداکاروں میں سے سنی دیول، ممتا کلکرنی کی فلمیں زیادہ شوق سے دیکھتا ہوں۔ دونوں میرے پسندیدہ اداکار بھی ہیں جب کہ پنجابی فلموں میں سے سلطان راہی کی مولا جٹ بہت پسند ہے اس فلم کو میں سینکڑوں بار دیکھ چکا ہوں۔

سوال: کیا آپ کے لڑکیوں کے ساتھ تعلقات، دوستی وغیرہ ہے؟

جواب: لڑکیوں سے دوستی تو نہیں، بس کبھی کبھار دکان پر کسی لڑکی یا عورت کے ساتھ گپ شپ ہو جاتی ہے۔ ویسے بھی میں دوستی کس لیے کروں؟ البتہ ایک دو بار لڑکیوں نے مجھ سے اظہار عشق کیا اور مجھے خط بھی لکھے۔ انکے لکھے خط آج بھی میرے پاس محفوظ ہیں ان میں سے ایک لڑکی کی شادی ہو چکی ہے جب کہ دوسری ابھی تک لائن مارنے کی کوشش کر رہی ہے۔ کئی بار اس نے مجھے نامرد ہونے کے طعنے بھی دیئے لیکن میں کیا کرسکتا ہوں اس کی ہر طرح سے حوصلہ شکنی کرنے کی کوشش بھی کی لیکن وہ باز نہیں آتی۔ میرے دوستوں کو اس لڑکی کے عشق کا علم ہے۔ وہ بھی میرا مذاق اڑاتے ہیں کہ تم اسے لفٹ کیوں نہیں کراتے۔

سوال: سننے میں آیا ہے کہ پیدائشی طور پر نامرد پیدا ہونے والے بچے پر نسوانیت غالب آجاتی ہے کیا آپ کو کبھی احساس نہیں ہوا کہ آپ کو خدا نے عورت کیوں نہیں بنایا؟

جواب: یہ کہنا غلط ہے کہ پیدائشی نامرد (جسے آپ لوگ ہیجڑہ کہتے ہیں) پر نسوانیت غالب آجاتی ہے۔ نسوانیت غالب آنے کی شرط صرف ایک ہے کہ آپ کی پرورش ایسے ماحول میں ہو جہاں عورت کی بالادستی ہے۔ آپ بچپن سے ہی بچے کو عورت جیسی عادات اپنانے کی تربیت دیں۔ کھسرے ایسے بچوں کے ساتھ جو سلوک کرتے ہیں اس میں ہر طرف عورت ہی عورت ہے آپ زیادہ دور نہ جائیں اپنے گردوپیش میں نظر دوڑائیں۔ آپ کے قریب یقیناً ایک آدھ ایسا گھر موجود ہوگا جہاں ایک لڑکا اور بہنیں زیادہ ہوں گی۔ ایسی کیفیت میں بھی لڑکے پر نسوانیت غالب آجاتی ہے۔ تو پھر جہاں باقاعدہ تربیت کی جائے گی تو نتیجہ کیا برآمد ہوگا؟ اب میری مثال لیجیے میرے والدین نے میری تربیت ایک مکمل مرد کی حیثیت سے کی۔ جس کا نتیجہ ہے کہ مجھے کبھی یہ احساس نہیں ہوا کہ کاش خدا مجھے لڑکی بناتا۔ میری پیدائشی معذوری، خدا کی دین ہے یہ تو شکر ہے اُس ذات باری تعالیٰ کا کہ اس نے مجھے اندھا نہیں پیدا کیا۔ اگر میں پیدائشی طور پر اندھا یا لولا لنگڑا ہوتا تو پھر کیا ہوتا؟ پیدائشی نامرد پن کوئی بیماری نہیں صرف معذوری ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارا معاشرہ اس معذوری کو قبول نہیں کر رہا ہے۔ اگر اس مسئلہ کو انسانی معذوری کے حوالے سے دیکھا جائے تو لوگوں کی سوچ بدلی جاسکتی ہے لیکن والدین کی عدم دلچسپی نے ہم جیسے پیدائشی معذوروں کو معاشرے میں ایک گالی کا مقام دے دیا۔ اگر والدین اپنی ذمہ داری کا احساس کریں تو یہ معذور افراد بھی معاشرے کا فعال حصہ بن سکتے ہیں جیسا کہ میرے والدین نے میری پرورش کے سلسلے میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے آج مجھے اس قابل بنایا کہ میں اپنے پورے گھرانے کی کفالت کر رہا ہوں۔

سوال: کیا آپ کا رشتہ بھی آیا؟

جواب: ایک دفعہ ہمارے ایک رشتے دار کی طرف سے پیغام آیا تھا کہ وہ اپنی بیٹی (جو کہ گریجوایٹ اور سکول ٹیچر ہے) کی شادی مجھ سے کرنا چاہتے ہیں۔ رشتے کا پیغام سن کر میرے والدین بہت رنجیدہ ہوئے کہ کاش ہمارا بیٹا اس قابل ہوتا تو آج ہم اس کی شادی بڑے دھوم دھڑکے سے کرتے۔ اس دن میں نے پہلی بار والد صاحب کو روتے دیکھا اور انھوں نے کئی بار کہا: میرا شیر پتر جوان ہے لیکن اس کے چہرے پر سہرے کھلتے نہیں دیکھ سکتا۔ بہر حال میرے والدین نے انتہائی مدبرانہ انداز میں اس معاملہ کو نمٹایا اور رشتے سے جواب

دے دیا۔ ہمارے وہ رشتے دار آج تک ہم سے ناراض ہیں کہ میرے والدین نے رشتے سے انکار کر کے ان کی توہین کی۔

سوال: کھسرے کے متعلق آپ کیا سوچتے ہیں۔ کیا کھسرے آپ سے ملتے جلتے ہیں؟

جواب: کھسرے اس دھرتی کا بوجھ ہیں۔ پیدائشی ہیجڑہ تو ایسے کام نہیں کرتا جو آج کل کھسرے کر رہے ہیں۔ ہمارے علاقے میں ایک پیدائشی کھسرا موجود ہے۔ وہ صرف شادی بیاہ پر ویل اکٹھی کر کے اپنی گزر اوقات کر رہا ہے۔ دو نمبر کھسرے جنہیں زنانہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا جنسی بے راہروی کو عام کرتے پھر رہے ہیں۔ حکومت اور معاشرے کو اس صورتحال کا سختی سے نوٹس لینا چاہیے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کھسرے مجھ سے ملتے رہتے ہیں کیوں کہ اکثر کھسرے میری دوکان پر بھیک مانگنے آتے ہیں۔ اس کے علاوہ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ویسے مجھے اس کی ضرورت بھی نہیں البتہ اگر کبھی کبھار کسی عرس یا میلے پر موت کے کنوئیں، سائیکل گراؤنڈ اور سرکس وغیرہ دیکھنے کا اتفاق ہو تو میں کھسروں کو ویل دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

سوال: اگر آپ کے دوستوں کے علم میں یہ بات آئے کہ آپ پیدائشی طور پر نامرد ہیں تو ان کا ردعمل کیا ہوگا؟

جواب: ان کا ردعمل مثبت نہیں منفی ہوگا۔ وہ میرا مذاق اڑائیں گے جیسا کہ وہ اکثر کھسروں اور اس قسم کے دیگر لوگوں کا مذاق اڑاتے رہتے ہیں۔ ویسے آپ ہی بتائیں کہ اگر آپ کے علم میں کسی دوست کے متعلق اس قسم کی بات آئے تو آپ کا ردعمل کیا ہوگا؟ غالباً یہی وجہ ہے کہ میں نے آپ کو اپنا نام اور پتہ شائع کرنے سے منع کیا ہے۔

معاشی مجبوری

کیا معاشی مجبوری جسم فروشی کا سبب ہے؟ اس سوال کے جواب میں کھسروں نے بہت سی باتیں کیں۔ پیدائشی اور دو نمبر کھسروں نے جواب اپنے اپنے نقطہ نظر کے مطابق دیا۔ ایک پیدائشی ہیجڑے نے اس سوال کے جواب میں کہا کہ حقیقی اور زنانے کھسرے کی تعریف کیے بغیر جسم فروشی سے متعلق بات کرنا درست نہیں ہوگا۔ پیدائشی ہیجڑہ مرد ہو یا عورت دونوں کو روز اول سے انسان نے معاشی تحفظ ضرور فراہم کیا۔ بہت کم بچے پیدائشی طور پر اس معذوری کا شکار ہوتے ہیں۔ اس لیے ماضی میں اگر کسی گھر میں کوئی ہیجڑہ بچہ پیدا ہوتا تو بادشاہ، ملکائیں اور دیگر امیر لوگ انہیں اپنی سرپرستی میں لے لیتے۔ جوانی کے دنوں میں ان لوگوں سے مختلف

کام لیے جاتے تھے۔ مختلف کام سرانجام دینے کے علاوہ یہ لوگ اپنے اپنے مالکوں کے راز دان ہونے کی بناء پر معزز فرد تصور کیے جاتے تھے۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان ہیجڑوں کے معاشرتی مقام میں تبدیلی آئی یا نام نہاد ہم جنس پرستوں نے اس شعبہ ہائے زندگی کو بدنام کرنا شروع کیا، اس متعلق کچھ علم نہیں۔

لیکن اس کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ ماضی میں امراء کے علاوہ عام لوگ بھی صدقہ خیرات، شادی بیاہ، ختنہ، عقیقہ، بچے کی پیدائش اور فصل کی بٹائی کے موقع پر کھسروں کی مالی مدد ضرور کرتے تھے۔ لیکن اب ایسا نہیں۔

حکومتی سطح پر کھسروں کو مسلسل نظر انداز کیے جانے کے علاوہ شہری بھی انہیں وہ مقام نہیں دے رہا جس کے وہ حقدار ہیں۔ کھسروں کے نزدیک اس کی سب سے بڑی وجہ بڑھتی ہوئی مہنگائی ہے۔ کھسروں کے بقول ماضی میں لوگ گیارہویں شریف کے ختم کے موقع پر گھر میں موجود تمام بھینسوں کا دودھ خیرات کرتے تھے۔ جب تھوڑی سی مہنگائی بڑھی تو لوگوں نے بھوری بھینس کا دودھ تقسیم کرنا شروع کیا۔ اور جب مہنگائی بہت تیزی سے بڑھی تو لوگوں نے سیر سوا سیر دودھ تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ جب کہ اب صورتحال یہ ہے کہ گیارہویں کے ختم دلوانے سے پہلے لوگ چندہ مانگتے پھر رہے ہیں۔ جب اپنا پیٹ پالنا مشکل ہو چکا ہے تو کھسروں کی مدد کون کرے گا؟ معاشرتی تحفظ سے محرومی کے بعد کھسروں نے جسم فروشی کا آغاز کیا ہو تو کچھ نہیں کہا جا سکتا؟ لیکن ایک بات طے ہے کہ پیدائشی کھسرے اس قسم کی حرکات میں ملوث نہیں۔ جو کھسرے جسم فروشی کے دھندے میں ملوث ہیں ان کا تعلق ایسے طبقے سے ہے جو بچپن میں جنسی تشدد کا نشانہ بنے۔

زنانے کھسروں کا اس سلسلے میں یہ موقف ہے کہ جسم فروشی بنیادی طور پر جنسی استحصال کا شکار ہونے والے افراد کا معاشرے سے انتقام ہے۔ اگر انتقام لیتے ہوئے آمدن ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ علاوہ ازیں چند کھسروں نے اس امر کو مکمل کر تسلیم کیا کہ جسم فروشی کا سبب معاشی مجبوری ہے۔ لیکن ساتھ ہی ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ کھسرے کے بھیس میں صرف جسم فروشی کے ذریعے رقم حاصل نہیں کی جاتی اور بھی بہت سے ایسے ذرائع ہیں جن کی مدد سے آپ نوٹ اکٹھے کر سکتے ہیں۔ اس لیے ہم کھسرے کا روپ لیے پھرتے ہیں۔ ورنہ اغلام بازوں کی تو اس معاشرے میں کوئی کمی نہیں۔

حافظ قرآن کھسرا

پڑھا لکھا، ان پڑھ، کم پڑھا لکھا، سولہ پاس ہر قسم کے کھسرے سے ملاقات کے علاوہ گفتگو کرنے کا بھی موقع میسر آیا۔ کتاب کی تیاری کے آغاز کے ساتھ ہی جونہی ہم نے کھسروں سے ملاقاتیں شروع کیں تو ایک سوال کا جواب ہر کھسرے سے چاہا لیکن مثبت جواب نہ مل سکا۔ ہمارا سوال یہ تھا کہ کیا کوئی حافظ قرآن کھسرا بھی ہے؟ اس کتاب کی تیاری ایک یا دو دن کا کام نہیں تھا۔ یہ ایک طویل اور تھکا دینے والی ایسی جدوجہد کا نام تھا جس میں ہر حالت میں حقائق تلاش کر کے بزبان کھسرا رقم کرنا تھا۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا اس سوال کے حوالے سے ہم مایوسی کا شکار ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ہم نے یہ سوال پوچھنا ہی چھوڑ دیا۔ کتاب کے مسودے کی تیاری کے دوران ایک روز ہمیں بھاٹی گیٹ جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں ہمارے ایک پرانے دوست مل گئے۔ انھوں نے بہت اصرار کر کے ہمیں چائے پلائی، چائے پینے کے دوران انھوں نے ہم سے پوچھا کہ آج کل کس پروجیکٹ پر کام ہو رہا ہے۔ ہم نے انہیں موضوع بتایا تو وہ فرمانے لگے۔ "بلے بھئی بلے" سواد آ گیا۔ کدھوں تکر کتاب چھپ رہی ہے۔ ہم نے کہا کہ انشاء اللہ بہت جلد۔ تو وہ کہنے لگے کہ تسی بڑی گلاں باتاں کھسریاں دے متعلق کتی ہونیاں۔ لیکن تہانوں ایک پتے دی گل دساں۔ جہڑی تہاڈے واسطے بالکل نوی گل ہووے گی۔ ہم نے کہا ارشاد فرمایئے۔ انھوں نے ہمیں بتایا کہ میرے محلے میں ایک کھسرا رہتا ہے۔ جو لاہور کے ایک بہت بڑے ادارے میں سرکاری ملازمت کر رہا ہے۔ تہانوں پتہ اے، او دنیں نوکری کر دا اے، تے راتیں کھسرا بن کے لہور اچ پھر دا اے۔ ہم نے بے تابی سے کہا کہ اصل بات بتائیں۔ تو وہ فرمانے لگے کہ یار چپ وی کرو۔ اصل گل ای تے دسن لگیاں آں۔ ساتھ ہی میز پر زور سے ہاتھ مارتے ہوئے فرمانے لگے کہ اللہ معاف کرے اوہ حافظ قرآن اے۔

ان کی یہ بات سنتے ہی ہمارے اندر خوشی کی لہر دوڑ گئی کہ چلو ایک ایسے سوال کا جواب مل گیا۔ جس کے جاننے کی خواہش دم توڑ چکی تھی۔ جب ہم نے اپنے دوست سے اس کھسرے کے گھر، دفتر کا پتہ پوچھا تو انھوں نے کہا کہ صرف اس صورت میں بتانے کو تیار ہوں بشرطیکہ تسی کتاب اچ اوہدا ناں پتہ نہیں چھاپو گے۔ ہم نے ٹرخانا چاہا لیکن انھوں نے ہم سے وعدہ لیا کہ ہم کسی کو نہیں بتائیں گے اس کی وجہ انھوں نے یہ قرار دی کہ پتہ نہیں حافظ قرآن کی حیثیت سے اس کی دفتر میں کیسی عزت بنی ہو گی۔ اگر اس کا اصل کردار لوگوں کے

سامنے آ گیا تو کہیں وہ اس کی بے عزتی نہ کر دیں۔ ویسے بھی نیتوں کے بھید اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ لیکن ایک بات ہے کہ اوہ محلے اچ رہندیاں بڑا شریف لگدا اے۔ اک ہور گل وی دساں۔ اس کھسرے نوں ساڈے بھائی تے اک کونسلر نے بھرتی کرایا سی۔

زنان کھسرا اور نسوانیت

کھسروں کا دعویٰ ہے کہ اگر کوئی مرد اپنے اعضائے تناسل سے محرومی اختیار کر کے کھسرا بنے تو اس کے اندر قدرتی طور پر نسوانیت کا غلبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ کھسروں کے اس دعوٰی کی حقیقت جاننے کے لیے اس موضوع پر زنان کھسروں سے گفتگو کی گئی۔ زنان کھسروں کا کہنا ہے کہ زنان بنتے ہی ہماری اندر عورتوں کی سی خصوصیات خود بخود پیدا ہونا شروع ہو گئیں تھیں۔ ایسا کیوں ہے؟ اس کے متعلق ہم کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہیں۔ ایک کھسرے کا کہنا تھا کہ آج سے چار سال قبل آپریشن کر کے مجھے زنان بنایا گیا۔ زنان ہونے کے بعد میں نے چار ماہ تک بستر پر آرام کیا۔ اسی دوران میرے جسم پر موجود بال خود بخود جھڑنا شروع ہو گئے۔ آپ یقین کریں کہ میں نے بالوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے کسی قسم کے مصنوعی طریقہ یعنی کریم لوشن وغیرہ کا استعمال نہیں کیا۔ جب کہ ایک اور کھسرے نے دعوٰی کیا کہ زنان ہونے کے بعد نہ صرف جسمانی طور پر بلکہ ذہنی طور پر بھی عورت کا تصور میرے اندر مضبوط ہو گیا۔ ایک کھسرے لیلیٰ کا کہنا تھا کہ انسان جب کسی عظیم مقصد کے لیے قربانی پر آمادہ ہو تو اسے اس کا پھل بھی ضرور ملے گا۔ زنان کھسرا بننے کا حوصلہ اسی انسان میں پیدا ہو گا جو مردوں کی دنیا سے نفرت اور عورت کی زندگی سے پیار کرتا ہو۔ مرد کے اندر مردانہ اعضاء سے محرومی کے بعد عورتوں والی خصوصیات کا پیدا ہونا ایک نفسیاتی عمل ہے۔ ویسے بھی جو شخص زنان ہو وہ پہلے سے ہی عورت ہوتا ہے۔ بس قدرت نے اسے مرد کے روپ میں پیدا کر دیا۔ ایک گرو کا کہنا تھا کہ میری زندگی میں 4 کھسروں کو زنان بنایا گیا۔ ان چاروں کو میں بہت قریب سے جانتا ہوں۔ آپ یقین جانیں کہ زنان ہوتے ہی ان پر نسوانی حسن اس طرح غالب آیا کہ انھیں دیکھ کر عورت بھی شرما جائے۔ حالانکہ ان کھسروں کو ایسی خوراک بھی نہیں کھلائی جاتی جن سے ان کے اندر نسوانیت کا غلبہ ہو۔ ایک سوال کے جواب میں اس نے بتایا کہ یہ بات حقیقت ہے کہ کھسرے اپنی مردانہ صلاحیتوں کو مکمل طور پر ختم کرنے کے لیے ایسی خوراک اور ادویات کا استعمال کرتے ہیں جن کے کھانے سے نسوانیت غالب ہو۔ لیکن زنان ہونے والے کھسروں کے آپریشن کے بعد انہیں تین ماہ تک جو خوراک کھلائی جاتی ہے

اس میں نسوانیت کا غلبہ پیدا کرنے والی کوئی خوراک یا دوائی شامل نہیں ہوتی۔ بلکہ ان ایام میں انہیں ذہنی طور پر مضبوط بنانے کے لیے ایسی خوراک کھلائی جائے گی جو انہیں نفسیاتی طور پر مضبوط کرنے کا باعث ہو۔

طبی سائنس اس سلسلہ میں کیا کہتی ہے؟ اس سلسلے میں حقائق جاننے کے لیے جب ڈاکٹروں حکیموں اور ہومیو پیتھ ڈاکٹروں سے رابطہ کیا گیا تو انھوں نے یہ بتا کر حیران کر دیا کہ میڈیکل سائنس میں ایسی کوئی تھیوری موجود نہیں کہ اعضائے تناسل کٹوانے سے مرد اپنی اصل سے محروم ہو کر قدرتی طور پر عورت بن جاتا ہے۔ لیکن ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ ایسا ممکن ہے۔ کیونکہ ذہنی طور پر آپ جو کچھ محسوس کریں وہی جذبہ انسانی زندگی کے حوالے سے نمودار ہوتا ہے۔ کھسروں کے اس دعویٰ کے متعلق جب ایک دوست جمیل صاحب کو آگاہ کیا گیا تو انھوں نے ہنستے ہوئے کہا کہ اگر کھسروں کا یہ کہنا ہے کہ ان کے جسم کے بال جھڑ جاتے ہیں تو پھر آپ ان سے یہ ضرور پوچھیں کہ ان کے سر کے بال کیوں نہیں جھڑتے؟

مقصود نربان کھسرا

لاہور ٹیکسالی گیٹ میں قائم کھسروں کی ڈائمنڈ مارکیٹ میں ہماری ملاقات ایک ایسے نربان کھسرے سے ہوئی جس کا تعلق بہاولنگر کے علاقے سوڈا بستی سے ہے۔ یہ کھسرا آج سے تین سال قبل نربان ہوا۔ اس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بہت اچھی مووی (فلم) بنا سکتا ہے۔ اس لڑکے کی کچھ عرصہ قبل ایک ایسی لڑکی سے منگنی ہوئی جس نے بی اے پاس کر رکھا ہے۔ بنیادی طور پر یہ رقص کا بہت شوقین تھا۔ رقص کی وجہ سے اس کا میل ملاپ کھسروں سے شروع ہوا تو بات بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ ایک روز بہاولنگر میں قائم اپنے ویڈیو سنٹر کو بیچ باچ کر مستقلاً کھسروں کے ساتھ پھرنے لگا۔ والدین نے اسے کھسروں کے ساتھ چلنے پھرنے سے کافی منع کیا۔ ایک دو بار انھوں نے اسے تشدد کا نشانہ بنایا تو اس نے گھر جانا چھوڑ دیا۔ انہی دنوں اس کی منگنی بھی ٹوٹ گئی کیونکہ لڑکی کے والدین کسی ایسے لڑکے کے ساتھ اپنی بیٹی بیاہنے کو تیار نہیں تھے جو خود لڑکی بنا پھرتا ہے۔ منگنی ٹوٹنے کے بعد والدین اسے پکڑ کر زبردستی گھر لے گئے۔ جہاں لے جا کر انھوں نے اسے قید کر دیا۔ قید کے دوران اس نے شرافت کی زندگی گزارنے کا عہد کر کے اپنی جان چھڑوائی۔ جس دن اس کے والدین نے اسے رہا کیا تو وہ بھاگ کر کھسروں سے جا ملا۔ کھسروں کی ٹولی میں پہنچتے ہی اس نے اپنا اعضائے تناسل کٹوا کر نربان بننے کا فیصلہ کیا۔ اس کا کہنا ہے کہ اسی رات اسے گرو نے نربان بنا دیا۔ جس کی بعد

والدین نے میرا پیچھا کرنا چھوڑ دیا۔ اس نے بتایا کہ والدین کے دکھ کا مجھے احساس ہے لیکن میں اس معاشرت کو ترک نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا مجھے ایسا کرنا پڑا۔ گو میری ماں آج بھی مجھ سے ملتی ہے۔ لیکن بہن بھائی اور دوسرے رشتے دار دوست مجھ سے سلام لینا چھوڑ چکے ہیں۔

نربان کھسرے کو چاہنے والی عورت

ایک کھسرے شہباز نے کتاب کی تیاری کے دوران ایک ملاقات میں یہ دعویٰ کیا کہ اس کے چند عورتوں کے ساتھ جنسی تعلقات ہیں۔ اس کا یہ دعویٰ ہمارے لیے نہ صرف باعث حیرت بلکہ کسی دھچکے سے کم نہ تھا۔ ہم نے اس کی بات پر یقین کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ جس پر اس نے کافی برا منایا۔ اگر میں آپ کی اس عورت سے ملاقات کرا دوں تو پھر بھی آپ میری بات پر یقین نہیں کریں گے؟ اس کا یہ دوسرا دعویٰ کہ وہ ہماری ملاقات اس عورت سے کروا سکتا ہے ہمارے لیے مزید حیرت اور صدمے کی بات تھی۔ چند لمحے ہمیں کچھ سمجھ نہیں آیا کہ ہم اسے کیا کہیں؟ اسی اثنا میں گفتگو کا رخ کسی اور موضوع کی طرف مڑ گیا۔ چند روز بعد ہم نے شہباز سے درخواست کی کہ وہ ہماری ملاقات اس عورت سے کروا دے۔ شہباز نے فوراً آمادگی کا اظہار کرتے ہوئے صرف ایک شرط عائد کی کہ آپ اس کا نام، خاوند کا نام، پتہ وغیرہ پوچھنے پر اصرار نہیں کریں گے۔ اور عورت کے ساتھ ملاقات میں آپ کی جانب سے صرف ایک آدمی شریک ہو گا۔ ہم نے اس کی شرط فوراً تسلیم کر لی اور طے پایا کہ اگلے روز تین بجے بیڈن روڈ پر واقع مشہور ریسٹورینٹ "کیری ہوم" میں کھانے پر ملاقات ہو گی، رانا سیف الرحمان کی اس عورت سے کھسرے کی موجودگی میں ملاقات ہوئی۔

بات ہر چند تلخ سہی، لیکن ہے حقیقت اور یہ حقیقت ہمارے اردگرد ایسے ہی موجود ہے جیسے ہمارا سایہ۔ لیکن افسوس سے لکھنا پڑ رہا ہے کہ ایسی تلخ حقیقتوں کو قبول کرنے کا مادہ ہمارے اندر موجود نہیں۔ اس عورت کے ساتھ ہونے والی گفتگو کو قارئین کی عدالت میں اس لیے پیش کیا جا رہا ہے کہ وہ بھی جان سکیں کہ معاشرتی ناہمواری ذہنی فرسٹریشن تناؤ اور پریشانی کی وجہ سے انسان اپنے منصب سے کس حد تک نیچے گر چکا ہے۔ عورت کیساتھ ہونیوالی گفتگو آپ تک پہنچانے سے قبل ضروری ہے کہ آپ کو عورت کے پس منظر سے آگاہ کر دیا جائے۔ اس عورت کا تعلق لاہور کے ایک امیر متمول اور خوشحال گھرانے سے ہے جو لاہور کے ایک پوش علاقے میں آباد ہے۔ یہ عورت اپنے تاجر خاوند کے ایک کنال سے بڑے گھر میں ایک ملازمہ کے ساتھ رہائش پذیر ہے۔ عورت کا خاوند اکثر اوقات مختلف کاروباری مصروفیات کی

وجہ سے لاہور سے باہر رہتا ہے۔ دونوں میاں بیوی کی عمروں میں 19 سال کا فرق بھی موجود ہے بیوی کی عمر 27 سال جب کہ خاوند کی عمر 46 سال۔ بیوی انتہائی خوبصورت نین نقش اور منہ زور جوانی کی مالک خاوند سر سے گنجا اور مردانہ صلاحیتوں کے حوالے سے مختلف کمزوریوں کا شکار۔ بیوی ایم اے پاس۔ خاوند۔ میٹرک فیل۔ چلیے اب اصل بات کی طرف لوٹتے ہیں۔

سوال: کیا آپ یہ بات تسلیم کرتی ہیں کہ شہناز کے دعویٰ کے مطابق آپ کے اس کے ساتھ جنسی تعلقات قائم ہیں؟

جواب: جی ہاں: میرے شہناز (جسے میں پیار سے ''شانو'' پکارتی ہوں) کے ساتھ پچھلے تین سال سے جنسی تعلقات قائم ہیں اور آج یہ عالم ہے کہ میں اس کے بغیر جنسی لذت اور آسودگی حاصل نہیں کر پاتی۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا ہے میں اس کے اور اپنے درمیان پائے جانے والے تعلقات میں نئی تازگی اور جوش و خروش محسوس کرتی ہوں۔ یہاں تک کہ اگر کسی دن یہ مجھ سے رابطہ نہ کرے تو ایسے لگتا ہے کہ جیسے کسی نے میری روح قبض کر لی ہو۔ اور میں بولائی بولائی پھرتی ہوں۔

سوال: کیا آپ اپنی ازدواجی زندگی سے مطمئن نہیں؟ گر جواب ناں میں ہے تو آپ کے نزدیک اس کی وجہ کیا ہے اور آپ نے اپنے خاوند کے ساتھ تعلقات بہتر بنانے کی کوشش کیوں نہیں کی؟

جواب: میری شادی ستمبر 1997ء میں ہوئی۔ شادی کے وقت میں ایم اے پنجابی دوسرے سال کے امتحان کی تیاری کر رہی تھی۔ میں نے ایم اے شادی کے بعد مکمل کیا۔ بنیادی طور پر میرا تعلق سرائیکی علاقے کے انتہائی غریب گھرانے سے ہے۔ والد صاحب نے ڈرائیوری اور والدہ نے بچیوں کو قرآن مجید پڑھا کر ہم سات بہنوں کو پالا پاسا۔ میں نے ایف اے تک کالج میں پڑھائی مکمل کی۔ جب کہ بی اے اور ایم اے کا امتحان پرائیویٹ طور پر پاس کیا۔ میں بہنوں میں سب سے بڑی تھی۔ جب میری عمر شادی کے قابل ہوئی تو والدین میرا رشتہ تلاش کرتے پھرے۔ لیکن بدقسمتی سے غربت آڑے آئی اور میرے لیے کوئی اچھا رشتہ نہیں آیا۔ انہی دنوں والد صاحب کی میرے خاوند سے کسی سلسلے میں ملاقات ہوئی اور یہ ملاقات گھر تک آن پہنچی۔ والدین کی مالی حالت اور رشتے کے حوالے سے پریشانی کو محسوس کر کے میرے خاوند نے اپنا رشتہ پیش کر دیا۔ مالدار گھرانے کا امیر ترین شخص اور عمر بھی زیادہ بڑی نہیں۔ مجھ سے صرف 19 سال بڑا مرد۔ میرے والدین نے رشتہ کی پیش کش کو فوراً قبول کر لیا۔ اس قبولیت کے جواب میں میرے خاوند نے والد صاحب کو دو لاکھ روپے بھی دیئے۔

ان پیسوں سے والد صاحب نے گاڑی خرید کر بطور ٹیکسی چلانا شروع کر دی۔ جس کی وجہ سے آج میرے والدین آسودہ نہ سہی ایک مطمئن زندگی ضرور گزار رہے ہیں۔ میں نے شادی کو اس لیے قبول کر لیا کہ والدین کبھی بھی اپنے بچوں کا برا نہیں چاہتے۔ اگر وہ اپنا پیٹ کاٹ کر مجھے تعلیم دلوا سکتے ہیں تو پھر وہ یہ کیسے چاہیں گے کہ ان کی بچی شادی کے بعد انھی محرومیوں کا شکار بن جائے جن کا وہ خود سامنا کر رہے ہیں۔ اگر میری قربانی سے میرے غریب والدین کا کچھ بھلا ہو سکتا ہے تو مجھے قربانی دینا ہو گی۔ قربانی کا لفظ میں اس لیے استعمال کر رہی ہوں کہ ان دنوں میری جوانی کی اٹھان کا انداز آج سے مختلف تھا۔ میری سہیلیاں مجھے کہا کرتی تھیں کہ تمھیں بیاہنے ایک دن ضرور شہزادہ آئے گا اور آئے بھی کیوں نا آخر تم ہو ہی اتنی خوبصورت۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں نے شادی کو ذہنی طور پر قبول کیا۔ خاوند کے ساتھ سہاگ رات گزار کر بھی مجھے یہ احساس نہیں ہوا کہ میرے ساتھ کسی قسم کا ظلم ہوا ہے۔ پہلی رات مجھے خاوند شہزادہ نہیں لگا تو اس سے کم بھی محسوس نہیں ہوا۔ اس نے جس انداز میں اپنی چاہت اور محبت کا احساس دلایا وہ آج بھی میرے ذہن پر نقش ہے۔ ویسے بھی جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں، زمینوں پر نہیں۔ اور خدا نے میرے لیے جو چنا وہ سب سے بہتر تھا۔ شادی کے ابتدائی دنوں میں تو خاوند نے میرا مکمل خیال رکھا۔ اور ہر وقت میرے ارد گرد ایسے منڈلاتے رہتے جیسے بھنورا شمع کے گرد۔ ہنی مون سے واپسی کے بعد خاوند کے کاروباری دوروں اور مصروفیات نے مجھے اکیلے پن کا شکار کر دیا۔ جب کہ خاوند کے ساتھ ازدواجی تعلقات میں بھی کمی آتی چلی گئی۔ میری راتیں لمبی ہوتی گئیں۔ یہاں تک کہ ایک دن انکشاف ہوا کہ خاوند صاحب کی جنسی طاقت کا اصل راز مختلف ادویات اور کشتہ جات ہیں۔ اور اس قسم کی ادویات اور کشتہ جات روزانہ کھانا عام آدمی کے بس کی بات نہیں۔ خاوند کے اندر پائی جانے والی اس کمی نے مجھے یکدم کھوکھلا کر کے رکھ دیا۔ میرا خاوند مجھے وہ کچھ نہ دے سکا جس کی خواہش میرے اندر ہر وقت جوان رہتی تھی۔ اس حقیقت کے جاننے کے باوجود میں اپنے خاوند کے سوئے ہوئے جذبات کو بیدار رکھنے کے لیے ہر وقت بناؤ سنگھار کیے بنی سنوری رہتی۔ بعض اوقات باتوں باتوں میں خاوند کو اس طرف توجہ دینے کو بھی کہا۔ میرے میک اپ اور باتوں سے خاوند نے محسوس کیا کہ میں کچھ چاہتی ہوں تو انھوں نے میری پیاس بجھانے کی بجائے گھر میں موجود سہولتوں میں اضافہ کر دیا۔ مادی ضروریات میری جسمانی ضرورت کا متبادل نہیں۔ خاوند کی جانب سے جنسی عدم توجہی اور اولاد کی عدم موجودگی کے باوجود میں نے کبھی خاوند سے بے وفائی کا نہیں سوچا۔ اپنے آپ کو تنہائی سے بچانے کے لیے

میں نے وی سی آر، کیبل، انٹرنیٹ اور رسالوں کا سہارا لینا شروع کر دیا۔ لیکن بدقسمتی سے ان اشیاء نے مجھے ذہنی آسودگی کی بجائے مزید پریشانی سے دوچار کر دیا۔ کیونکہ جس چیز سے بچنے کے لیے میں نے ان کا سہارا لیا تھا یہاں سب سے زیادہ انہی قسم کے جذبات پر زور دیا جا رہا تھا۔

سوال: آپ کی شہناز سے کب ملاقات ہوئی اور یہ ملاقات جنسی تعلقات تک کیسے پہنچی؟

جواب: میری شانو کے ساتھ ملاقات گھر پر ہی ہوئی۔ ہوا یوں کہ ایک دن میں اپنے گھر کے گیراج میں بیٹھی اخبار پڑھ رہی تھی کہ اچانک بیل ہوئی۔ میں بہت حیران ہوئی کہ اتنی صبح کون آ سکتا ہے؟ میں نے دروازے پر جا کر پوچھا کہ کون؟ تو جواب ملا کہ باجی میں، میرا حصہ دیجئے۔ انداز عورتوں والا۔ آواز مردوں والی۔ میں نے دروازے سے جھانک کر دیکھا تو باہر ایک کھسرا کھڑا تھا۔ میں اسے دیکھ کر مسکرا دی۔ جواباً کھسرا بھی مسکرایا۔ اور اترا کر کہنے لگا کہ باجی میں نے 100 روپے سے کم پیسے نہیں لینے۔ ہمارے آبائی علاقے میں کھسروں کو تقدس اور عزت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ اسی لیے میرے اندر اکثر یہ خواہش جاگتی تھی کہ میں کھسروں کے متعلق کچھ جان جاؤں۔ اس روز کھسروں کے متعلق جاننے کی میری پرانی خواہش جاگ اٹھی۔ میں نے اسے اندر بلا لیا۔ گیراج میں بیٹھ کر میں نے کھسروں کے متعلق اس سے گفتگو شروع کی۔ یہ گفتگو چار گھنٹے سے زائد جاری رہی۔ اس دوران میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے بنی چائے بھی دوبار پلائی۔ کھسرے کو رخصت کرتے وقت میں نے 500 روپے بطور انعام دیئے اور درخواست کی کہ آئندہ کبھی اس طرف آنا ہو تو دوبارہ ضرور ملنا۔ میں تمہاری منتظر رہوں گی۔ کچھ دن بعد یہ پھر آن پہنچا۔ اس روز ہماری بوڑھی ملازمہ رخصت پر تھی۔ میں نے اسے ٹی وی لاؤنج میں بٹھایا اور کھسروں کے متعلق گفتگو شروع کر دی۔ اس روز مجھ پر انکشاف ہوا کہ میں جن کھسروں کے متعلق جاننے کی خواہش رکھتی ہوں یہ وہ نہیں بلکہ یہ تو کبھی ایک مکمل مرد تھا۔ لیکن اپنے شوق کی وجہ سے آج اپنے اعضائے مخصوصہ سے محروم ہو کر زبان کھسرے کے مقام پر فائز ہو چکا ہے۔ یہیں سے ہماری گفتگو کا رخ مرد۔ عورت۔ کھسرے سے ہٹ کر جنس کی طرف مڑ گیا۔ اس دوران مجھے یہ جان کر بہت حیرانی ہوئی کہ کھسرے سیکس پر بہت زیادہ یقین رکھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ جنسی لذت کے حصول کے لیے باقاعدہ تربیت حاصل کرتے ہیں۔ باتوں ہی باتوں میں شانو نے اپنی باقاعدہ تربیت کا اظہار کرتے ہوئے میرے جسم کو سہلانا شروع کیا۔ گفتگو سے میرے اندر

بھڑکنے والی آگ نے جوش پکڑا اور میں اس کے ساتھ چمٹ گئی۔ پھر وقت کیسے گزرا اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں۔ اس روز ہم کتنی دیر ایک دوسرے میں گم رہے۔ کوئی اندازہ نہیں جنسی لذت کے حصول کی چھپی خواہش نے کافی عرصہ بعد دم توڑا۔ یہی وہ لمحہ تھا جب میں اس کی دیوانی بنی۔ اور اب میں اس کے بغیر زندہ رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔

سوال: اعضائے مخصوصہ سے محروم مرد آپ کی جنسی خواہش کو کیسے مٹا سکتا ہے؟

جواب: میرے نزدیک آپ کے اس سوال کا جواب یہی ہے کہ آپ ہم جنس پرست عورتوں پر فلمائی گئی برہنہ فلم دیکھ لیں یا کسی ہم جنس پرست عورت سے پوچھیں کہ آپس میں سیکس یا جنسی تعلقات کیوں قائم کیے جاتے ہیں؟ اگر یہ میری جنسی پیاس نہیں بجھا سکتا ہے تو پھر میں کیا پاگل ہوں جو اس کے پیچھے پھر رہی ہوں؟ صاف ظاہر ہے کہ اس کے اندر وہ صلاحیت موجود ہے جو میری جنسی لذت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ ویسے بھی میں کمزور اور بزدل عورت ہوں۔ کسی مرد سے تعلقات قائم کر کے خاوند کے گھر سے نہیں نکلنا چاہتی اور نہ ہی خاوند کے اعتماد کو دھوکہ دینا چاہتی ہوں۔ اس کے ساتھ وقت گذارنے سے دونوں انداز میں تسلی ہو جاتی ہے میں سمجھتی ہوں کہ میرے گرد مرد کی بانہیں لپٹی ہوئی ہیں۔ یہی چیز میرے من کی پیاس کو بجھانے کے لئے کافی ہے۔

سوال: بدلے میں آپ اس کی خدمت کیسے کرتی ہیں؟

جواب: یہ ہمارا آپس کا معاملہ ہے۔

سوال: شہناز کا دعویٰ ہے کہ آپ نے اس کے ساتھ کچھ اور عورتوں کو بھی متعارف کروایا ہے۔ ان کے بھی اس کے ساتھ جنسی تعلقات قائم ہیں۔ کیا آپ ان سے حسد نہیں کرتیں۔ اور ان کے علم میں یہ بات کیسے آئی کہ آپ کے کھسرے کے ساتھ تعلقات ہیں؟

جواب: جی ہاں۔ یہ بات درست ہے۔ میری وجہ سے تین اور خواتین بھی ان کی چاہنے والی ہیں۔ وہ تینوں میری سہیلیاں ہیں ان میں سے ایک میری ہمسائی ہے۔ جن دنوں میں اپنے خاوند کی پوری توجہ حاصل نہیں کر پا رہی تھی ان دنوں میرے مزاج میں چڑچڑا پن اور غصہ غالب آ چکا تھا۔ میری اس کیفیت کو یہ تینوں خواتین بہت اچھی طرح محسوس کرتی تھیں۔ شانو سے ملاقات کے بعد میرے مزاج میں اچانک شگفتگی اور تازگی امڈ آئی۔ جسے ان تینوں نے فوراً محسوس کیا اور کئی بار مجھ سے پوچھا کہ آخر ایسی کونسی چیز تمہارے ہاتھ لگ گئی ہے کہ تم ہر وقت مسکراتی رہتی ہو۔ تمہارا چہرہ پہلے سے زیادہ کھل گیا۔ میں نے بات چھپانا چاہی لیکن چھپ نہ سکی۔ ایک دن اپنی ہمسائی سہیلی کو اس قصے سے آگاہ کر دیا۔ جس کے بعد باقی دونوں

سہیلیوں کو بھی پتہ چل گیا۔ انہوں نے مجھ سے کئی بار اصرار کیا کہ میں ان کی شانو سے ملاقات کرواؤں۔ روز روز کے تقاضوں سے تنگ آ کر میں نے ملاقات کروادی۔ وہ ملاقات بھی ہم چاروں کے لئے ایک نیا تجربہ تھی۔ آج یہ عالم ہے کہ ہم چاروں شانو سے پیار کرتی ہیں۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ہم ایک دوسرے سے حسد محسوس تو نہیں کرتیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ حسد کیوں کریں؟

سوال: آپ اپنی کیفیت کے حوالے سے معاشرے کو کوئی پیغام دینا چاہیں؟

نوٹ: جواب میں کوئی لفظ تبدیل نہیں کیا گیا۔ خاتون کے منہ سے جو الفاظ جیسے ادا ہوئے لکھے جا رہے ہیں۔

جواب: میں نے جو کچھ کہا سچ کہا۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اپنے خاوند کے ساتھ دھوکہ کر رہی ہوں۔ لیکن اس کی وجہ کیا ہے میں عرض کر چکی۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ میری موجودہ صورتحال کا ذمہ دار کون ہے؟ میرے والدین، میرا خاوند یا میری قسمت۔

میری والدین سے درخواست ہے کہ اگر وہ بچیوں کو اپنے گھروں میں خوش دیکھنا چاہتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ وہ بچیوں کی بے جوڑ شادی نہ کریں۔ اگر اس طرح کی شادیاں ہوتی رہیں گی تو میرے جیسی مثالیں سامنے آتی رہیں گی۔ میں نے یہ سب کچھ آپ کو اس لئے بتا دیا کہ پردے کے پیچھے کیا ہو رہا ہے وہ عام آدمی کے علم میں ہونا چاہیے۔ اگر میری اس بات سے کسی ایک کی بھی زندگی سنور جائے تو میں اسے روز آخرت اپنے لئے بخشش کا سامان تصور کروں گی۔

جی یہ تو تھا ایک ایسی عورت کا انٹرویو جو کھسرے کی چاہنے والی ہے۔ اس عورت کو چاہنے والا کھسرا شہباز اس سلسلے میں کیا کہتا ہے ذرا پڑھیے۔

سوال: سنا ہے کہ کھسرے تو عورتوں سے حسد کرتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ آپ نے ایک عورت سے دوستی بڑھائی؟

جواب: آپ نے غلط سنا ہے کہ کھسرے عورت سے حسد کرتے ہیں۔ وہ حسد نہیں عورت پر رشک کرتے ہیں۔ جو عورت کسی کھسرے کی آئیڈیل قرار پائے وہ کھسرا اس جیسا بننا چاہتا ہے۔ اگر وہ اس جیسا نہیں بن سکتا تو پھر کم از کم اس کا نام تو اپنا سکتا ہے جیسا کہ میں نے شہباز شیخ سے متاثر ہو کر شہباز نام اپنایا۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ میں نے ایک عورت سے دوستی کیوں بڑھائی تو اس کا جواب جاننے سے قبل ضروری ہے کہ آپ کے علم میں یہ بات ہو کہ اصل اور نقل یعنی کہ پیدائشی ہیجڑے اور زنانے میں کیا فرق ہے۔ (ہماری جانب

سے جواب ملنے کے بعد اس نے گفتگو کا سلسلہ آگے بڑھاتے ہوئے کہا)

عورت سے دور ایسے کھسرے رہنے کی کوشش کرتے ہیں جن کے اندر پیدائشی طور پر نسوانیت پائی جاتی ہے۔ ہم جیسے دو نمبر کھسرے حالات کی وجہ سے اس پروفیشن کا لازمی حصہ بن چکے ہیں۔ جب میں نوجوان ہوا تو ان دنوں میری کیفیت اور تھی آج کچھ اور ہے۔ پہلے میں عورت سے نفرت کرتا تھا۔ اب میرے اندر ایک مکمل مرد کی طرح عورت کو چاہنے کی خواہش موجود ہے۔ میری یہ خواہش اکثر مجھے بے چین رکھتی ہے۔ جیسے ہی مجھے کسی عورت کی جانب سے توجہ ملتی تو میں جذبات کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس کے قریب کھنچا چلا جاتا۔ یہ الگ بات ہے کہ میں نسل آگے بڑھا نہیں سکتا اور نہ ہی مجھے اس کی خواہش ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں عورت کو اپنے ساتھ لٹانا چاہتا ہوں۔ اس عورت سے میرے تعلقات کی وجہ یہی ہے۔

سوال: کیا یہ بات آپ کی برادری کے اور کھسرے بھی جانتے ہیں؟

جواب: جی نہیں۔ اور نہ ہی میں کسی کو بتانا پسند کروں گا۔

سوال: تو پھر آپ نے ہمیں کیوں بتایا؟

جواب: ہیجڑا، کھسرا، زنانہ، بدچلن عورت اور بدقماش مرد یہ سوسائٹی کے وہ کردار ہیں جن کے متعلق جتنا لکھا جائے کم ہے۔ مجھے تو خدا نے ایک مکمل مرد کے روپ میں پیدا کیا۔ لیکن میں نے یہ روپ کیوں اختیار کیا۔ اس کی وجوہات جان کر ہر اس مرد کو دکھ کا احساس ہو گا جو معاشرے کی بہتری کا خواہاں ہے۔ میرا تعلق ایک متوسط گھرانے سے ہے۔ جہاں پیسے کی بہت زیادہ ریل پیل تو نہیں تھی لیکن اتنا ضرور تھا کہ مجھے ہر وہ چیز مل جاتی تھی جس کی میں خواہش کرتا تھا۔ ایام بچپن میں بہت خوبصورت اور سمارٹ لڑکا تصور کیا جاتا تھا۔ میری گندمی رنگت اور موٹی آنکھیں بہت سے لوگوں کا ایمان خراب کرنے کے لئے کافی تھیں۔ میرے دوستوں اور محلے کے لڑکوں نے میرا جنسی استحصال کیا۔ جب میرے ساتھ زیادتی ہوتی تو میرا دل بھی چاہتا کہ میں بھی کسی دوسرے کے ساتھ ایسا فعل کروں۔ نتیجے کے طور پر اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے میرے کھسروں کے ساتھ تعلقات قائم ہو گئے۔ یہاں تک کہ 18 سال کی عمر تک پہنچتے وقت میں اندر سے کھوکھلا ہو چکا تھا۔ جسے آپ مردانگی سے دوری قرار دے سکتے ہیں۔ کھسروں کے ساتھ رہتے ہوئے ان کا ماحول بری طرح مجھ پر اثر انداز ہوا اور میں خود کھسرا بننے پر آمادہ ہو گیا۔ اعضائے تناسل سے محرومی کے بعد میں ہیجڑوں میں مقبول ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ آج میں گرو کے مقام تک پہنچ چکا ہوں۔ جنسی استحصال اور بدلے کی آگ نے مجھے اس مقام تک پہنچایا۔ اب میں نہیں چاہتا کہ کوئی دوسرا بچہ اسی کیفیت کا شکار ہو

کر کھسرا بن جائے۔ آپ نے مجھے بتایا کہ آپ اس موضوع پر کتاب لکھ رہے ہیں تو میں نے کافی سوچ سمجھ کر آپ سے بات کی۔ اور آپ نے جو کچھ پوچھا میں نے ایمانداری سے آپ کو بتایا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے اس تلخ موضوع پر کچھ لکھتے ہیں یا نہیں۔ عورت کے ساتھ تعلق والی بات اس لئے گوش گذار کی کہ آپ لوگوں کو بتا سکیں کہ گلی محلے میں پھرنے والا کھسرا آپ کا دوست نہیں۔ اگر کھسرا معاشرے میں اچھے مقام کا خواہشمند ہے تو پھر اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے جو کچھ میں کر رہا ہوں لیکن کیا کروں اپنے اندر موجود جذبات کا گلا گھونٹ نہیں پا رہا ہوں۔

گریہ۔ خاوند۔ عاشق

گریہ: کھسرے کا پسندیدہ مرد جس کے ساتھ وہ دن رات گذارتا ہے۔ گریہ کے لئے کھسرا اپنا سب کچھ وقف کر دیتا ہے۔ گریہ کے ساتھ کھسرے کے معاملات طے شدہ ہوتے ہیں جن کی تفصیل آگے بیان کی جائے گی۔

پارک: کھسرے کا خاوند جس کے ساتھ وہ باقاعدہ صیغہ (نکاح) پڑھواتے ہیں۔ اس رشتے میں کھسرا بطور بیوی مرد کی خدمت کرتا ہے۔

عاشق: ایسا مرد جو کھسرے کے ساتھ مرضی سے وقت گذارے۔ جس کے عوض کھسرا اس سے نقدی یا کسی اور صورت میں معاوضہ وصول کرتا ہے۔

ہتھ پھڑائی: کسی مخصوص مرد کے ساتھ بطور بیوی وقت گذارنے کے لئے مدت کا تعین کیا جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں متعہ کی طرز پر کھسرے اور مرد کے درمیان طے پانے والے معاہدے کو ہتھ پھڑائی کہتے ہیں۔ اس مدت میں کھسرے کے تمام اخراجات معاہدہ کرنے والے مرد کے ذمہ ہوتے ہیں۔

گریہ:

گریہ کے ساتھ کھسرا شادی کی طرح زندگی گزارنے کا عہد کرتا ہے۔ کسی بھی مرد کو بطور گریہ رکھنے کے لئے صیغہ پڑھنا ضروری نہیں۔ گریہ کھسرے کو ہر لحاظ سے اپنے تصرف میں لا سکتا ہے۔ کھسرا گریہ کے ساتھ اپنے تعلقات کو دوسروں سے چھپاتا نہیں بلکہ فخریہ اس کے متعلق دوسروں کو آگاہ کرتا ہے۔ گریہ کے ساتھ کھسرے کے معاہدے کی مختلف صورتیں ہوتی

ہیں۔ بنیادی طور پر گریہ کھسرے کا مستقل عاشق ہوتا ہے۔ گریہ کے ساتھ کھسرا بیوی کی حیثیت سے وقت گزارتا ہے۔ اگر گریہ مالی طور پر مضبوط حیثیت کا مالک ہو تو وہ کھسرے کے تمام اخراجات اٹھا کر اسے کسی دوسرے کے ساتھ بدکاری کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ دوسری صورت میں کھسرا اپنے پسندیدہ مرد سے معاہدہ کرتا ہے کہ اگر تم میرا خرچ برداشت نہیں کر سکتے تو مجھے بتا دو۔ اگر گریہ خرچ اٹھانے سے انکار کر دے تو کھسرا اپنے وسائل خود پیدا کرتا ہے۔ لیکن اپنی آمدنی کو وہ گریہ سے چھپائے گا نہیں۔ اگر گریہ کھسرے سے رقم لینا چاہے تو کھسرا اسے بخوشی دے دیتا ہے۔ بعض صورتوں میں گریہ کھسرے کے ساتھ زندگی گزارنے کے عوض باقاعدہ معاوضہ وصول کرتا ہے۔ لیکن اس صورت میں اسے کھسرے کے ساتھ مختلف تقریبات میں شریک ہونا پڑتا ہے۔ علاوہ ازیں وہ کھسرے کو کسی کام سے منع بھی نہیں کر سکتا۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ گریہ کھسرے کا وہ مرد ہے جسے وہ سب سے زیادہ پسندیدہ قرار دیتا ہے۔ اسی لئے کھسرا گریہ کی خدمت کرنے کو اپنے لئے اعزاز تصور کرتا ہے۔ کھسرے کے فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ جب بھی گریہ گھر آئے تو وہ اس کی خدمت بطور بیوی کرتے ہوئے اس کے تمام حقوق کا مکمل خیال رکھے۔ کھانا پکانے سے لے کر جوتے پالش کرنے تک۔ کھسرا گریہ کا ہر کام کرتا ہے۔ اگر گریہ کسی دوسرے کھسرے کے ساتھ تعلقات بڑھانے کی کوشش کرے تو کھسرا اس معاملہ پر گریہ کے ساتھ باقاعدہ بیوی کی طرح لڑتے ہوئے اسے دوسروں سے میل جول رکھنے سے باز رکھتا ہے۔

گریہ کے ساتھ باقاعدہ بیوی کی حیثیت سے وقت گذارنے سے قبل کھسرا مخصوص مدت کے لئے بغیر معاہدہ یا صیغہ وقت گذارتا ہے۔ اس دوران وہ گریہ کے مزاج، مشاغل، شوق اور کھانے پینے کے متعلق معلومات اکٹھی کرنے کے علاوہ اس کی جنسی صلاحیت کا بھی پتہ لگاتا ہے کہ یہ شخص جنسی طور پر مجھے خوش رکھ سکتا ہے یا نہیں۔ اس کے بعد باقاعدہ شادی کی طرز پر فنکشن طے کر کے اس کی اطلاع پوری برادری کو دی جاتی ہے۔ اگر گریہ کھسرے کے تمام اخراجات اٹھانے کو تیار ہے تو پھر وہ اس شادی کی تقریب پر اٹھنے والے تمام اخراجات کو بھی برداشت کرتا ہے۔ اگر گریہ کھسرے کے خرچ پر پرورش پائے گا تو پھر کھسرا اس تقریب کے اخراجات برداشت کرے گا۔ شادی کے فنکشن کی رسومات پر بحث کسی اور باب میں کی جائے گی۔ یہاں صرف گریہ کے حوالے سے معلومات درج کی جا رہی ہیں۔

کھسرے کا مستقل عاشق یعنی گریہ صرف ایسا شخص ہو سکتا ہے جو انتہائی مضبوط مردانہ جنسی صلاحیت کا مالک ہے۔ (کھسروں کے نزدیک گریہ بننے کا حق صرف ایسے شخص کو ہے)

اگر وہ شخص جو گریہ کے طور پر کھسرے کے ساتھ وقت گذار رہا ہے اپنی جنسی صلاحیت کے بل بوتے پر کھسرے کی جنسی لذت پوری نہیں کر سکتا تو کھسرا اس سے فوری طور پر علیحدگی اختیار کر لے گا۔ اس عمل کو گریہ کو طلاق بھی تصور کیا جاتا ہے۔ کھسرے گریہ سے زیادہ سے زیادہ جنسی لذت حاصل کرنے کے لئے اس کی خوراک اور دیگر ضروریات کا بھرپور خیال رکھتے ہیں۔ کھسرے گریہ کی جنسی صلاحیت کا وقت بڑھانے کے لئے غیر فطری طریقے استعمال کرنے کے علاوہ خوراک میں بھی ایسی اشیا شامل کرتے ہیں جن سے گریہ کی جنسی صلاحیت برقرار رہے۔ وہ جنسی وقت بڑھانے کے لئے سٹڈ، کیپسول، کشتہ جات اور ادویات وغیرہ اپنے پاس رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ کھسرے گریہ کی خوراک میں گرم اشیا ضرور شامل کرتے ہیں۔ اس خوراک میں زعفران، زیتون کا تیل، کھجور، کشمش، خشک پھل، ناریل، مچھلی، بادام، بڑا گوشت، خرگوش، تیتر، بٹیر، کبوتر، چڑے اور اس قسم کی دیگر چیزیں شامل ہیں۔

اگر آپ کسی ایسے کھسرے کے ڈیرے پر جائیں جہاں گریہ بھی موجود ہے تو اس گھر میں پڑے فریج یا باورچی خانے کا جائزہ لینے سے آپ یہ حقیقت جان سکتے ہیں کہ ان کی خوراک میں کونسی اشیاء شامل ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ اگر کھسرا گریہ کے لئے بازار سے بھی کھانا منگوائے تو تیز مصالحوں اور گرم اشیاء پر مبنی خوراک آئے گی۔ کھسروں کے ٹھکانوں پر جانے سے علم ہوا کہ کھسرے گریہ کی خوراک کے حوالے سے بہت زیادہ محتاط ہوتے ہیں۔ اگر کھسرا یا اس کا گریہ مالی طور پر کمزور ہیں اور وہ مہنگی خوراک خریدنے کے متحمل نہیں ہو سکتے تو کھسرا اس کا اظہار اپنی سہیلیوں کے سامنے ضرور کرے گا۔ اس سلسلے میں کھسرا گرو سے بھی مدد مانگ سکتا ہے۔ اگر گریہ کھسرے کے اخراجات پورے کرنے کا پابند ہے تو ایسی صورت میں وہ کھسرے سے اپنی آمدنی چھپانے کا حق نہیں رکھتا۔ وہ اپنی تمام آمدن کا حساب کھسرے کو دے گا۔

کھسرا گریہ سے کئے وعدے کو ہر حال میں نبھانے کی کوشش کرتا ہے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ گریہ کھسرے سے کبھی ایسا تقاضا نہیں کرتا جو اس کے پیشے کے آداب کے منافی ہو۔

پارک

کھسروں کی زبان "فارسی چندرنا" میں پارک کا مطلب خاوند ہے۔ خاوند کے ساتھ کھسرا باقاعدہ صیغہ پڑھوا کر شادی کرتا ہے۔ کھسرے اور پارک کے درمیان کوئی معاملہ طے شدہ نہیں ہوتا۔ اس میں کھسرا بیوی کے طور پر اور پارک میاں کے طور پر ایک گھر تشکیل دیتے

ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان میاں بیوی کے درمیان کبھی بچوں کا جھنجھٹ پیدا نہیں ہوگا۔ پارک کے ساتھ رہتے ہوئے کھسرا ناچ گانے کا اہتمام بھی اس کی اجازت سے کرتا ہے۔ اگر پارک کھسرے کو ناچ گانے کی اجازت دے تو اس سے حاصل ہونے والی تمام آمدنی کو وہ پارک کے قدموں میں رکھ دیتا ہے۔ ماضی میں میاں بیوی کی حیثیت سے اکٹھے زندگی گذارنے کا عہد پیدائشی کھسری اور مرد کے درمیان ہوا کرتا تھا۔ لیکن اب یہ صورتحال یکسر الٹ ہو چکی ہے۔ اب زنان کھسرا اور دو نمبر کھسرا بھی اسی قسم کے شادی کے بندھنوں میں گرفتار ہونا پسند کرتے ہیں۔ اس قسم کی شادیوں کی کھسروں کی برادری میں بہت زیادہ تشہیر کی جاتی ہے۔ اگر کسی کھسرے کی کسی مرد سے شادی ہو جائے تو اس کی سہیلیاں سالی کہلوانے پر فخر محسوس کرتی ہیں۔ پارک اور کھسرے کے درمیان تعلقات انتہائی خوشگوار ہوتے ہیں۔ بہت کم ایسے واقعات ملتے ہیں کہ پارک اور کھسرے کے درمیان لڑائی ہوئی ہو۔ اگر خدانخواستہ کبھی لڑائی ہو جائے تو پھر کھسرے کا گرو دونوں فریقوں میں صلح کروانے کے لئے میدان عمل میں کود پڑتا ہے۔ پارک کے ساتھ وقت گذارنے والے کھسروں کا کہنا ہے ان کی بڑی حسرت ہوتی ہے کہ وہ کبھی ہم سے ناراض ہوں۔ اور ناراضگی کے عالم میں ہمیں تشدد کا نشانہ بنائیں۔ لیکن ایسا موقع کبھی نہیں آتا۔ اگر آئے تو صرف زبانی کلامی ناراضگی کی حد تک محدود ہوگا۔ انہوں نے مزید بتایا کہ آج کل پارک کے ساتھ وقت گذارنے والے کھسرے بہت کم ہیں۔ کیونکہ بیوی کی حیثیت سے ہم پر جو فرائض عائد ہوتے ہیں انہیں پورا کرنا عام کھسرے کے بس کی بات نہیں۔ صرف شریف اور پاکباز ماحول کی خواہش رکھنے والا کھسرا ہی مرد کو پارک کی حیثیت سے قبول کرتا ہے۔ عام کھسرے اسے اپنے لئے بار سمجھتے ہیں۔ کھسروں کے ہاں ایسے کھسرے کو خوش قسمت تصور کیا جاتا ہے جو پارک کے ساتھ وقت گذارے۔ پارک کے ساتھ قطع تعلقی کبھی کھسرے کی جانب سے نہیں ہوتی۔ کھسرا ہر حالت میں اس بندھن کو نبھانے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر پارک کھسرے کو چھوڑ کر فرار ہو جائے تو کھسرے پارک کا آخری حد تک پیچھا جاری رکھتے ہوئے اسے منانے کی بھرپور کوشش کریں گے۔ اگر پارک واپس نہ آئے تو پھر وہ زندگی کا وجود بچانے کے لئے محدود پیمانے پر ناچ گانے کی تقریبات میں شرکت شروع کر دیتے ہیں۔ لیکن پھر ساری زندگی کسی اور شخص کو پارک کے منصب پر فائز نہیں کرتے۔

عاشق:

کھسروں کی زندگی میں عاشق گریہ اور پارک سے کم تر درجہ کا وہ شخص ہے جو کھسرے کو چاہنے والا ہو لیکن چاہت کے باوجود وہ کھسرے کو مستقل رکھنے کی بجائے عارضی طور پر اپنے تصرف میں لائے۔ کھسرے کے ایک وقت میں کئی کئی عاشق ہوتے ہیں۔ انہی عاشقوں کے جھرمٹ میں بیٹھ کر وہ اس عاشق کے ساتھ وقت گذارنے کی کوشش کرتا ہے جو اسے دوسروں کی نسبت زیادہ پیسے دے۔ عاشقوں کے متعلق کھسروں کا کہنا ہے کہ یہ لوگ بزدل اور ڈرپوک ہوتے ہیں۔ ان میں اتنی ہمت نہیں ہوتی کہ وہ کسی کھسرے کو مستقلاً اپنا سکیں۔ اس لئے جب وہ اپنے مزے کی خاطر ہمارے قریب آتے ہیں تو ہم کیوں نہ ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔ فائدہ اٹھانے سے مراد مالی منفعت حاصل کرنا ہے۔ کھسروں کے بقول تماش بین اور عاشق میں فرق اس لئے روا رکھا جاتا ہے کہ تماش بین لمحوں میں لطف اندوز ہو کر نو دو گیارہ ہو جاتا ہے۔ جبکہ عاشق بہرحال کچھ نہ کچھ وقت ہمارے ساتھ گذارنے کا خواہاں ہوتا ہے۔ اسی لئے وہ سماج کی نظروں کو نظر انداز کر کے ہماری طرف بڑھتا ہے۔ عاشق کے لمحوں کی قیمت وصول کر کے عاشقوں کی تعداد دوسرے کھسروں کو بتانا کھسروں کا محبوب مشغلہ ہے۔ جو جتنا خوبصورت اور حسین کھسرا ہو گا اس کے عشاق کی فہرست اتنی ہی لمبی ہوتی جائے گی۔ لیکن یہ فرق واضح رہے کہ اگر کسی کھسرے کا گریہ یا پارک ہے تو پھر وہ ان عاشقوں سے دور رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ چہ جائیکہ گریہ سے معاہدہ کی صورت کچھ اور ہو۔

حصہ سوم

جنسی کارکن

دور حاضر کے کھسرے جنہیں زنانہ کے لفظ سے بھی پکارا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر مغربی معاشرے کی طرح ہمارے ہاں سیکس ورکر کے طور پر کام کرتے ہیں۔ اکثر زنانوں کا کہنا ہے کہ ہمیں بچپن میں جنسی بدفعلی کا نشانہ بنایا گیا اور ہمارے ساتھ جنسی تشدد کرنے والوں میں اس معاشرے کے معزز ترین افراد شامل ہیں۔ جنہوں نے وقتی راحت کے لئے ہمیں دوزخ میں دھکیل دیا۔ ایک کھسرے کا کہنا ہے کہ میرے ساتھ بچپن میں جنسی زیادتی کرنے والے اگر اس حرکت کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے مسائل کو جان لیں تو وہ ایسا قبیح فعل نہ کرتے۔ کھسروں کے بقول کسی انسان کا دل نہیں چاہتا کہ وہ اچھائی کا راستہ ترک کر کے برائی کی راہ اختیار کرے۔ برائی کو برائی کی حیثیت سے جاننے کے باوجود ہم غلط راہ پر صرف اس لئے چلتے ہیں کہ اس راہ پر چل کر انتقام لیا جا سکتا ہے۔ اس کھسرے نے بتایا کہ میرا تعلق ایک ایسے گھرانے سے ہے جہاں دو وقت کی روٹی ملنا دشوار تھا۔ اسقدر غربت کے باوجود میرے ماں باپ نے مجھے بہت سی امیدیں لے کر سکول میں داخل کروایا۔ آپ کو یہ جان کر حیرانی ہو گی کہ پانچویں جماعت تک میں مانیٹر ہوا کرتا تھا۔ ہمارے سکول کے پاس سائیکل کرایہ پر دینے والی دکان تھی۔ سکول کے کئی لڑکے تفریح، چھٹی کے بعد اس دکان سے سائیکل کرایہ پر لے کر گھومتے پھرتے۔ میں ان بچوں کو حسرت کی نگاہ سے دیکھتا۔ دکاندار جس کی عمر تقریباً 20 تا 22 سال ہو گی مجھے روزانہ دیکھتا۔ ایک دن اس نے مجھے اپنے پاس بلایا اور کہا کہ اگر تمہیں سائیکل چلانا آتی ہے تو سائیکل لے جاؤ۔ میں نے اسے بتایا کہ مجھے سائیکل چلانی نہیں آتی تو اس نے دکان پر کام کرنے والے بچے کو کہا کہ اسے سائیکل چلانا سکھاؤ۔ دو تین روز میں سائیکل چلانا سیکھ کر میں اکثر اس سے سائیکل لے کر گھومنے پھرنے نکل جاتا۔ ایک دن اس نے مجھے سائیکل دیتے ہوئے کہا کہ میری طبیعت خراب ہے اور میں گھر جا رہا ہوں۔ تم سائیکل گھر پہنچا دینا۔ کچھ دیر گھومنے پھرنے کے بعد میں اس کے گھر گیا تو اس نے مجھے اندر بلا کر میرے ساتھ جنسی بدفعلی کی۔ مجھے آج بھی وہ دن یاد ہے۔ میں اس وقت چوتھی جماعت

کا طالبعلم تھا۔ پھر مجھے یاد نہیں کہ کتنے لڑکوں اور جوانوں نے میرے ساتھ یہ کھیل کھیلا۔ یہاں تک کہ ایک ایسا وقت آیا کہ محلے کا ہر فرد اپنی جنسی ضرورت پوری کرنے کے لئے میرے آگے پیچھے پھرنے لگا۔ لڑکوں کے ساتھ جنسی کھیل رچانے سے جو بدنامی ہوئی اسی کا نتیجہ ہے کہ میں آج ایک کھسرے کے روپ میں آپ کے سامنے موجود ہوں۔

لیکن آپ قدرت کا انتقام دیکھئے کہ جس شخص نے اپنی ہوس مٹانے کے لئے زندگی میں پہلی بار میرے ساتھ زیادتی کی آج اس کا بیٹا میرا چیلا ہے۔ زندگی کی اس تلخ اور سفاک حقیقت کو کھسرے کے منہ سے سن کر ہماری جو حالت ہوئی اسے الفاظ میں بیان کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں۔ یہ انتقام کی ایسی قسم ہے جس کا توڑ سماج کے ٹھیکیداروں کے پاس موجود نہیں۔

ایک 35 سالہ کھسرے نے دوران ملاقات بتایا کہ میری عمر بڑھنے کے باوجود ہم جنس پرست میری طلب میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ آخر کیوں؟ دوسری طرف آنے والے دنوں میں شاید میں اپنے حسن کے بل بوتے پر مزید رقم نہ کما سکوں؟ حالانکہ مجھے کمانا ہے کیونکہ میں بچوں کا باپ ہوں۔ بڑھتی عمر اور بچوں کی ضروریات نے مجھے غیر یقینی صورتحال سے دوچار کر دیا۔ جس سے بچنے کے لئے میں ایسے جنسی کارکن کے طور پر کام کرنے کو ترجیح دیتا ہوں جو اپنے پاس آنے والے گاہک کو نہ صرف جنسی تسکین بلکہ ذہنی سکون بھی فراہم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عمر کے اس حصے میں آنے کے باوجود لوگ میری طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ میں ان کی مجبوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرنے میں مصروف ہوں تاکہ میرے بچے اچھا مستقبل پا سکیں اور وہ اپنی کسی معصوم خواہش کو پورا کرنے کے لئے کسی کا شکار نہ بنیں۔

آپ شاید حیران ہوں لیکن یہ حقیقت ہے کہ کھسرے اپنے گاہک کو جنسی تسکین پہنچانے کے لئے باقاعدہ تربیتی کورس پاس کرتے ہیں۔ اس تربیتی کورس کا دورانیہ ایک سال کے عرصہ پر محیط ہوتا ہے۔ کھسرے جنسی کارکن کے طور پر تربیت اپنے گرو اور سینئر ساتھیوں سے حاصل کرتے ہیں۔ گرو اپنے چیلے کو زیادہ سے زیادہ کارآمد جنسی کارکن بنانے کے لئے اس پر بے پناہ جنسی تشدد کرواتا ہے۔ اس قسم کے طریقوں میں کھسرے کے ساتھ زبردستی جنسی زیادتی سرفہرست ہے۔ گرو اپنے چیلوں کو زبانی، آڈیو ویڈیو فلموں، تصاویر اور عملی طور پر جنسی تعلقات کا مظاہرہ کر کے جنسی کارکن بننے پر آمادہ کرتا ہے۔ اس کورس میں گرو اپنے چیلے کو نفسیاتی و ذہنی تربیت دینے کے علاوہ انسانی جسم کی ساخت اور بستر سکیس کے متعلق لیکچرز وغیرہ کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔ کھسرے کو عورت کے حوالے سے وہ تمام گر اور طریقے سکھلائے جائیں

گے جن کی مدد سے عورت مرد کو جنسی آسودگی فراہم کر کے اسے اپنے اشاروں پر نچاتی ہے۔ کھسروں کی جنسی تعلیم میں دبلے پتلے، موٹے، لمبے، چھوٹے اجسام والے مردوں کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرنے کے لئے ان کے جسمانی اعضاء کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے کہ مرد کے کن جسمانی اعضاء کو چھیڑنے سے اسے اپنا دیوانہ بنایا جا سکتا ہے۔ اگر مرد جسمانی طور پر جنسی لذت کے حوالے سے کھسرے کے سامنے سرنگوں ہو جائے تو پھر وہ کون سے نفسیاتی حربے ایسے ہیں جنہیں آزمانے سے ان کے قریب آنے والے مرد کا ذہنی تناؤ کم کرنے میں مدد مل سکے۔ تاکہ وہ آئندہ بھی ان کے پاس پلٹ کر آئے۔ اور جب وہ پلٹ کر کھسرے کے پاس آئے تو پھر اس کے ذہن میں صرف اتنا ہو کہ یہی کھسرا میرا سچا ہمدرد اور دوست ہے۔

اکرم کھسرے کا کہنا ہے کہ میری بیوی اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہے کہ میں کھسرے کے روپ میں روزی کماتا ہوں۔ اس معاملے سے آگاہی کے باوجود وہ مجھے چھوڑنے پر آمادہ نہیں بلکہ اس کا کہنا ہے کہ اگر تم نے مجھے چھوڑ دیا تو میں خودکشی کر لوں گی۔ آپ کے لئے یہ انہونی بات ہو گی لیکن اگر آپ گہرائی میں جا کر اس کا جائزہ لیں تو آپ کو اندازہ ہو گا کہ وہ عورت صرف اس لئے مجھے نہیں چھوڑنا چاہتی کہ مجھ سے بڑھ کر اس کی جسمانی و ذہنی ضروریات کو کوئی دوسرا پورا نہیں کر سکتا۔ میں نے اپنی تربیت کے زور پر اسے اپنا گرویدہ بنا لیا ہے۔ جنسی تربیت کے حوالے سے گرو، اس امر کا بھی خیال رکھتا ہے کہ مرد کو بطور مفعول ایسی تربیت دی جائے کہ ان سے رجوع کرنے والا مرد آئندہ کسی عورت کے قریب جانے کی خواہش نہ کرے۔ اسی لئے گرو ہمیں جنسی عمل کے دوران عورتوں کی طرح آوازیں نکالنے کی باقاعدہ مشق کرواتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے ہم عورتوں کی وڈیو فلمیں دیکھنے کے علاوہ باقاعدہ عملی مظاہرے بھی دیکھتے ہیں۔

کھسروں کے بقول اس قسم کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد کھسرا کسی شکار کو اپنے سے دور نہیں ہونے دیتا اور اس کے جال میں پھنسنے والا ہمیشہ کے لئے اسی کا ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ کھسروں کے ساتھ دھڑلے سے زندگی گذارتے ہیں۔ یہاں تک کہ دوستوں کے سامنے باقاعدہ کھسروں کے ساتھ شادی بھی کرتے ہیں۔ یہ کھیل اس قدر زور پکڑ چکا ہے کہ لوگ فخریہ انداز میں اپنے دوستوں کو اطلاع دیتے ہیں کہ فلاں کھسرے کو میں نے "داشتہ" کے طور پر رکھا ہوا ہے۔ میں اسے جب چاہوں جہاں چاہوں طلب کر کے ننگا کر سکتا ہوں۔ یہ سب کچھ اس معاشرے میں ہو رہا ہے جہاں اغلام بازی کو انتہائی ناپسند کیا جاتا ہے۔ اس حقیقت سے اس معاشرے میں رہنے والا ہر فرد آگاہ ہے لیکن بدقسمتی سے وہ بلی کو

دیکھ کر کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرنے پر مجبور ہے کیونکہ اسے ڈر ہے کہ اگر اس معاملہ پر کچھ لکھا یا بولا گیا تو خیر نہیں۔

کھسرے اور جنسی لذت

دو نمبر کھسرا جسے زمانہ "زنانہ" کے نام سے یاد کرتا ہے جنسی لذت کے حصول کے لئے ہر قسم کے ہتھکنڈے آزماتا ہے۔ اگر کھسرے کو جنسی لذت بھرپور طریقے سے ملے تو وہ اس کا ذکر اپنی سہیلیوں سے ضرور کرے گا۔ سہیلیوں سے ذکر کرتے ہوئے وہ اس قصہ کو افسانوی انداز میں سنائے گا۔ کھسرے کو اپنی سہیلیوں کو اس قسم کا قصہ سناتے ہوئے دیکھ کر وہ پرانے بوڑھے یاد آ جاتے ہیں جو رات کے وقت گاؤں کے چوپال میں بیٹھ کر چھوٹے بڑوں کو مزیدار افسانوی کہانیاں گھڑ کر سناتے تھے۔ اس قسم کا قصہ سناتے وقت کھسرے کا انداز خطیبانہ اور الفاظ کا استعمال بھی ماہرین لسانیات سے کہیں زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ اگر کوئی کھسرا جنسی لذت کی کہانی اپنی سہیلیوں کو سنا رہا ہو تو اسے دوران گفتگو ٹوکنا بہت بڑی بدتمیزی اور گستاخی تصور کیا جاتا ہے۔ گفتگو کے دوران کھسرا جسمانی اعضاء کو مختلف سکسی انداز میں پیش کر کے تمثیلی طور پر بھی اپنے مطلب کو واضح کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

کھسروں کا کہنا ہے کہ ہم اس قسم کے قصے ایک دوسرے کو اس لئے سناتے ہیں کہ وہ حسد اور جلن محسوس کریں۔ اگر کوئی سہیلی حسد محسوس کرے تو وہ اس کا اظہار بھی فوراً کر دیتی ہے۔ اس کے اس ردعمل سے کہانی سنانے والے کھسرے کو جو سکون اور لذت ملتی ہے، اس کا بیان الفاظ میں ممکن نہیں۔ جبکہ ایک سینئر کھسرے کا کہنا ہے کہ کھسرا جب کوئی قصہ سنائے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے جنسی تجربات کو دوسروں سے شیئر کرے۔ تاکہ نئے کھسرے بھی اس عمل سے اسی قدر لطف اندوز ہوں جس قدر ایک سینئر کھسرا لطف اندوز ہوتا ہے۔ کھسروں کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہمارے ہاں جنسی بے راہروی کوئی برائی نہیں۔ یہ معاشرہ کا وہ ادھار ہے جو ہم نے واپس کرنا ہے۔ اس لئے ہم ایسے موضوعات کو زیر بحث لا کر اس شرم اور جھجک کو ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو کھسروں کے اندر بطور انسان ہر وقت موجود رہتی ہے۔

ایک کھسرے فرح کا کہنا ہے کہ جنس کو زیر بحث لاتے وقت کھسرے کے پرجوش جذبات کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ اس طرح اپنے اس غصے کو کم کرنے کی کوشش کرتا ہے جو وہ معاشرے کے خلاف اپنے اندر دبائے پھرتا ہے۔ باہر اس کی بات سننے والا کوئی نہیں۔ جبکہ

اپنے اندرونی حلقے میں اس کی بات کو سننے کے لئے ہر فرد تیار ہے۔ یہ ایک نفسیاتی جنگ ہے جو کھسرا اپنے آپ سے لڑتا ہے۔ ویسے بھی ہم، جنسی بے راہروی کے عادی ہیں۔ اب یہ ہماری مجبوری ہے۔ اگر ہماری مجبوری ہمارے رزق کا وسیلہ بن سکتی ہے تو اس مجبوری کے حوالے سے بہتر مارکیٹنگ کے جو گر ہیں وہ دوسروں کو بتانا ہمارا فرض ہے۔ ویسے بھی اگر ہم اپنے حلقے میں بیٹھ کر کسی شکار کا مذاق اڑاتے ہیں تو اس سے معاشرے کا کیا جاتا ہے۔ ہم تو اس شخص کا قصہ بیان کرتے ہیں جو معاشرہ میں معزز فرد کی حیثیت سے وقت گذار رہا ہے، جس کے کالے کرتوتوں کو جاننے والا کوئی نہیں۔ سوائے ہمارے، جو رات کی تاریکیوں میں ان کے دل بہلانے کا بندوبست کرتے ہیں۔

نتھ اتروائی

کھسروں کی زندگی کا جائزہ لینے سے پتہ چلا کہ ان کے ہاں بھی طوائفوں کی طرح نتھ اتروائی کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ نتھ اتروائی کی رسم سے مراد ہے کہ جب طوائف سن بلوغت میں قدم رکھے اور وہ کسی شخص کے ساتھ پہلی رات گذارے تو اس رسم کو نتھ اتروائی کہتے ہیں۔ کسی طوائف کی آنے والی خوشحال زندگی کا اظہار اسی رسم سے وابستہ ہے۔ اگر طوائف لمبا مال کما لے تو سمجھا جاتا ہے کہ مستقبل میں بھی اسے مزید مالدار میسر آئیں گے ورنہ دوسری صورت میں ــــــــ

کیا کھسروں میں بھی نتھ اتروائی کی رسم کا طریقہ کار اور انداز یہی ہے؟ اس بارے میں پیدائشی کھسروں نے اپنی زبان خاموش رکھتے ہوئے کچھ کہنے سے گریز کیا۔ جبکہ دو نمبر کھسروں نے اس رسم کی جو تفصیلات بتائیں انہیں صفحہ قرطاس پر منتقل کرنے کی قلم تاب نہیں پاتا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ دو نمبر کھسروں میں اس رسم کو بڑے وسیع پیمانے پر منایا جاتا ہے۔ کھسروں کا اعتقاد ہے کہ نتھ اتروائی کی رسم سے اپنی پروفیشنل زندگی کا آغاز کرنے والا کھسرا بہت خوش قسمت ہوتا ہے۔ ساتھ ہی اس کے متعلق یہ بھی تصور کیا جاتا ہے کہ وہ ابھی تک جنسی بیماریوں سے محفوظ ہے۔ نتھ اتروائی کی رسم کے لئے ضروری ہے کہ کھسرے کو اس کا ایسا عاشق میسر ہو جو اس کے حسن کی قیمت ادا کرتے ہوئے اسے دولت میں نہلائے۔ کھسرے کی نتھ اتروائی کی رسم کا دن طے ہونے کے بعد اس کی اطلاع شہر بھر کے کھسروں کو دی جاتی ہے۔ دعوت میں شرکت کرنے والے کھسروں کے اعزاز میں پرتکلف کھانا شراب اور چرس جیسے نشے بھی پیش کئے جاتے ہیں۔ نتھ اتروائی کی رسم کو کھسرے اپنے اپنے ڈیروں پر منانے کی کوشش کرتے

ہیں۔ لیکن اگر عاشق کی مرضی کچھ اور ہو تو اس کا بھی احترام کیا جاتا ہے۔ ایک کھسرے کا کہنا ہے کہ آپ نے اکثر سنا ہوگا کہ فلاں ہوٹل میں فلاں کھسرے کی سالگرہ کی رسم ادا کی گئی۔ کیا واقعی یہ فنکشن سالگرہ کا تھا؟ آپ یہ جان کر حیران ہوں گے کہ اس قسم کی تقریبات میں زیادہ تر نتھ اتروائی کی رسم شامل ہوتی ہے۔

تقریب کی کارروائی کا آغاز گرو کی جانب سے چیلے کے خوشحال مستقبل کے لئے دعا سے ہوگا۔ دعائیہ کلمات کے بعد کھسرا اپنی سہیلیوں کو خوشی کی اس تقریب میں خوش آمدید کہے گا۔ رسمی استقبالیہ تقریب سے فارغ ہونے کے بعد ناچ گانے کا دور شروع ہوگا جو کہ کھانے کا دور شروع ہونے تک جاری رہتا ہے۔ کھانے سے فراغت کے بعد گرو اپنے چیلے کو اکیلے کمرے میں لے جا کر بٹھا دے گا۔ جس کے بعد محفل میں شریک سینئر کھسرے اس کے پاس جائیں گے۔ کمرے میں ان کے درمیان ہونے والی گفتگو کا کوئی سرا ہاتھ نہیں آ سکا اور نہ ہی یہ پتہ چلا کہ اندر کیا ہوتا ہے۔ لیکن اس رسم کے بعد کھسرے کی رات کی قیمت ادا کرنے والے عاشق کو تقریب سے باہر بلا کر تنہائی میں بٹھا دیا جاتا ہے۔ جس کے بعد کھسرے کو اس کی سہیلیوں کے دائرے میں بٹھا کر ایک مخصوص رسم ادا کی جاتی ہے۔ یہی وہ رسم ہے جس کے متعلق اوپر تحریر کیا جا چکا ہے کہ اس کی روداد قلم لکھنے سے قاصر ہے۔ اس رسم کی ادائیگی کے بعد کھسرے کی سہیلیاں رخصت کی اجازت طلب کرتی ہیں۔ دوست کھسروں کے جانے کے بعد کھسرے کو اس کا گرو اس کے کمرے تک پہنچا کر عاشق کو اس کے پاس چھوڑ آتا ہے۔ اس کے بعد کیا ہوتا ہوگا یہ کھسرا یا عاشق ہی بہتر جانتے ہیں۔ لیکن جو کچھ بھی ہو کمرے میں داخل ہونے کے بعد ہماری مذہبی، تہذیبی اور روایتی معاشرت کا گلا بہر حال گھونٹ دیا جاتا ہے۔

کھسروں کے چکلے

مردانہ جسم فروشی جسے ہم جنس پرستی بھی قرار دیا جاتا ہے پاکستان میں ایک منظم کاروبار کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ "منظم کاروبار" کے الفاظ استعمال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح عورتیں اپنے اڈے قائم کر کے عورتوں کی سپلائی کا کام کرنے کے علاوہ گاہکوں کو تنہائی اور تحفظ فراہم کرتی ہیں اسی طرح کھسرے بھی جسم فروشی کے میدان میں موجود اپنے گاہکوں کو خوش کرنے کے لئے انہیں ہر قسم کی ضروری سہولیات فراہم کر رہے ہیں۔ ہم جنس پرستی کی مقبولیت کے حوالے سے بہت سے معاملات پر روشنی ڈالی جا چکی ہے لیکن اب صرف چکلوں سے متعلقہ معلومات اور طریقہ کار کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

ہم جنس پرستی کو پسند کرنے والے گاہکوں میں امیر غریب، چھوٹے بڑے سبھی لوگ شامل ہیں۔ ان لوگوں کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ جب چاہیں جہاں چاہیں انہیں اغلام بازی کے لئے مدد میسر آئے۔ گاہکوں کی اسی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے کھسروں نے پاکستان بھر میں جا بجا گرو کے ڈیرے کی آڑ میں اپنے مرکز قائم کر رکھے ہیں۔ ایسے ڈیروں پر اکثر امیر گاہک جانے سے گریز کرتے ہیں۔ ایسے گاہکوں کے لئے کھسروں نے ماڈل ٹاؤن، ڈیفنس، گلبرگ، فیصل ٹاؤن لاہور، ڈیفنس، نارتھ ناظم آباد، پی۔ ای۔ سی۔ ایچ۔ ایس، گلشن اقبال، کلفٹن کراچی، لطیف آباد، حیدر آباد، گل گشت، سبزہ زار، وہاڑی روڈ، شیر شاہ روڈ، صدر بازار ملتان، سمن آباد، پیپلز کالونی، ڈی ٹائپ، غلام محمد آباد فیصل آباد، حیات آباد صدر بازار، پشاور سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی، جی نائن جی ایٹ مرکز اسلام آباد، اور کئی دیگر معروف علاقوں میں بنگلے کرائے پر حاصل کر کے باقاعدہ جسم فروشی کے اڈے قائم کر رکھے ہیں۔ جہاں بدفعلی کرنے اور کروانے والے لوگ کھسروں سے ٹائم طے کر کے آتے ہیں اور اپنا وقت پورا کر کے خاموشی سے رخصت ہو جاتے ہیں۔

ان چکلوں کا سب سے افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ کھسرے مختلف تعلیمی اداروں سے لڑکوں کو گھیر گھار کر یہاں لاتے ہیں۔ جہاں وہ جسم فروشی کا کاروبار کر کے پیسے کما کر دن کی روشنی میں اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں۔ یہی انداز آج کی عورت نے اختیار کیا ہے۔ شریف گھرانوں کی لڑکیاں جنسی لذت اور پیسے کے حصول کے لئے ایسے قحبہ خانوں کا رخ کرتی ہیں جہاں وہ مہمان کی طرح آ کر جسم بیچتی ہیں اور دن کی روشنی میں واپس اپنے گھروں کو لوٹ جاتی ہیں۔

کھسروں نے اپنے اڈوں پر فون لگوا رکھے ہیں جن پر اکثر کھسروں کی بکنگ ہوتی ہے۔ لاہور کے ٹیکسالی گیٹ میں کھسروں کے کم و بیش تمام اڈوں پر ٹیلی فون موجود ہیں۔ ان فون نمبروں پر بات کوڈ ورڈز میں کی جاتی ہے۔ اگر کسی نے کم عمر لڑکا یا کھسرا بک کروانا ہو تو گاہک کھسروں کی "فارسی چندرنا" کے الفاظ بول کر اپنی پہچان کروائے گا۔ پہچان کے بعد وہ اپنے اصل مطلب کی طرف آئے گا۔ اگر اسے صرف کھسرے کی خدمات درکار ہیں تو "لوری مورت" کے الفاظ استعمال کئے جائیں گے اور اگر کم عمر لڑکا درکار ہے تو پھر "نکا لورا" جیسے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ اگر گاہک کھسرے کے قائم کردہ قحبہ خانے پہ آ کر بدکاری کا خواہشمند ہے تو وہ یہ الفاظ ادا کرے گا "گرو ڈیرے" جس کے بعد وقت کا تعین کرتے ہوئے ریٹ طے پائے گا۔ اس کے علاوہ کھسرے کو گاہک "سودا" اور عام لڑکے کو آگ کے الفاظ

سے بھی یاد کرتے ہیں۔

کھسروں کے قائم شدہ قحبہ خانوں پر جا کر بدکاری کرنا عام آدمی کے بس کی بات نہیں۔ ڈیفنس لاہور کے ایک چکلے کے متعلق مشہور ہے کہ اگر کوئی شخص وہاں جا کر وقت گذارنا چاہے تو اسے فی گھنٹہ کے حساب سے ہزار روپے تک کرایہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ دیگر خرچ اس کے علاوہ ہیں۔ اگر کوئی فرد ان چکلوں سے کسی لڑکے یا کھسرے کو اپنے ہمراہ لے جانا چاہے تو اس امر کی ضمانت طلب کی جاتی ہے کہ لڑکے یا کھسرے کو طے شدہ افراد سے زیادہ افراد جنسی تشدد کا نشانہ نہیں بنائیں گے۔ اگر لڑکا کسی سکول یا کالج کا طالب علم ہے تو اسے سکول کے وقت سے پہلے فارغ کر دیا جائے گا۔ اگر وہ اپنی مرضی سے زیادہ وقت گذارنے پر آمادہ ہو تو اس کا باقاعدہ معاوضہ ادا کیا جائے گا۔

ایک کھسرے کے بقول لاہور کے کئی علاقوں میں ایسے چکلے کام کر رہے ہیں۔ جہاں دن رات برائی کا دھندہ جاری رہتا ہے۔ ان چکلوں میں گاہک کو شراب، چرس اور دیگر نشے بھی باآسانی دستیاب ہوں گے۔ اس کے علاوہ لاہور کے چند بڑے ہوٹلوں میں بھی کھسروں کے ایجنٹ باقاعدہ ڈیرے جمائے رکھتے ہیں۔ جو گاہک کی ضرورت کے مطابق انہیں خوش رکھتے ہیں۔ کھسروں کے بقول یہ کام اب بڑے شہروں تک محدود نہیں رہا۔ چھوٹے شہروں میں بھی جابجا ایسے مرکز کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے بہاولپور کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ بہاولپور شہر میں فانوس سینما کے عقب میں کیلا نامی کھسرے کا مرکز اس سلسلہ کا سب سے پہلا اور ابتدائی مرکز ہے جہاں سے کھسروں کے ہاں باقاعدہ چکلے قائم کرنے کے تصور نے فروغ پکڑا۔ ابتداء میں کیلا بہت غریب کھسرا تھا۔ آج وہ لاکھوں میں کھیل رہا ہے۔ کیلا کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے ہی سب سے پہلے تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم بچوں کو جسم فروشی کے لئے گاہکوں کو پیش کرنا شروع کیا۔ بہاولپور میں ہم جنس پرستی سے دلچسپی رکھنے والا ہر شخص کیلا کے اڈے سے واقف ہے۔

بڑے شہروں میں کھسرے ہجوم کی صورت میں اکٹھے رہتے ہیں۔ اس لئے انہی مخصوص علاقوں کو برائی کا مقام تصور کر کے ان کے دوسرے علاقوں میں موجود گھروں پر توجہ نہیں دی جاتی۔ کھسروں کا کہنا ہے کہ مخصوص مرکز کی وجہ سے ہمیں جو فائدہ پہنچ رہا ہے اس کا لوگ اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ اگر آپ کو اپنی نئی نسل کو بچانا ہے تو پھر ہمیں اپنے گردوپیش میں کھسروں پر کڑی نظر رکھنا ہوگی ورنہ دوسری صورت میں تو یہ عالم ہو چکا ہے کہ چشتیاں جیسے چھوٹے سے شہر میں 100 سے زائد ہیجڑے دن رات جسم فروشی کا دھندہ کر کے لوٹ کھا رہے

ہیں۔

بچے اور کھسرے

چھوٹی عمر کے لڑکوں میں تیزی سے بڑھتی ہوئی جنسی بے راہروی اور کھسروں کے قریب رہنے کا رجحان خطرناک حد تک جڑ پکڑ چکا ہے۔ آپ اگر اپنے ماضی کی گلی محلوں پر نظر دوڑائیں تو بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ پہلے کبھی اتنی زیادہ تعداد میں کھسرے مارے مارے پھرتے نظر نہیں آتے تھے۔ اگر اکا دکا کوئی کھسرا نظر بھی آتا تو اہل علاقہ اسے اچھی طرح جانتے پہچانتے تھے۔ اور اگر آپ آج اپنے گردوپیش پر نظر دوڑائیں تو محسوس ہوگا کہ ہر علاقے میں کھسروں کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ ہو چکا ہے۔ آپ کے ماضی کا کھسرا صرف ناچ گانے کے لئے شادی بیاہ اور خوشی کی دیگر تقریبات میں موجود ہوتا تھا جبکہ آج اس قسم کی تقریبات میں کھسرے کم نظر آئیں گے۔ ویسے وہ دن رات گلی محلوں اور معروف بازاروں کی خاک چھانتے نظر آئیں گے۔ آپ کا مشاہدہ اس دعوٰی کی تصدیق کرے گا کہ ہمارے گردوپیش میں موجود کھسروں کی اکثریت کا تعلق 15 تا 30 سال کی عمر کے گروپ سے ہے۔ کیا آپ نے کبھی اس امر پر غور کیا کہ کھسروں کی تعداد میں یکدم اضافہ کا آغاز کب ہوا؟ یقیناً آپ کا جواب نفی میں ہوگا کیونکہ ہماری طرح آپ نے بھی کبھی اس پہلو پر سوچا نہیں ہوگا کہ کھسرے کہاں سے آئے؟

زندگی تلخ حقیقت اور سچائی ہے۔ حقیقت اور سچائی کو جھٹلانا عقلمندی کے زمرے میں نہیں آتا۔ اسی لئے یہ تلخ حقیقت آپ کو قبول کرنا ہوگی کہ اس معاشرے میں کم از کم 20 لاکھ افراد بالواسطہ یا بلاواسطہ کھسروں کی کماؤ صنعت سے وابستہ ہیں۔ یہ حقیقت کتاب میں کسی اور جگہ بھی موجود ہوگی لیکن اس کا اس مقام پر ذکر کرنا اس لئے ضروری ہے کہ آپ زیر نظر سطروں کی اہمیت کو جانتے ہوئے معاشرے میں موجود اس خطرناک رجحان کو کم کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ موجودہ دور میڈیا کا ہے۔ میڈیا کے اس دور میں جب ہم تیزی سے گلوبل ویلج کے تصور کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ہمیں اس سچائی کو قبول کرنا ہوگا کہ ذرائع ابلاغ کی موجودہ ترقی سے ہمیں ہم جنس پرستوں پر مشتمل ایک ایسا نیا معاشرہ تحفہ میں مل رہا ہے جس کی ہمارے ہاں قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ ہم جنس پرستی کی ترقی اور افزائش صرف میڈیا ہے۔ کیونکہ ٹی وی، وی سی آر، انٹرنیٹ اور دیگر ذرائع ابلاغ کی مدد سے ہمارے ذہنوں تک جو زہر انڈیلا جا رہا ہے اس کا اثر براہ راست بچے بھی قبول کر رہے

ہیں، اور جب بچے ذہنی طور پر سیکس کرنے پر آمادہ ہو جائیں تو انہیں اس حرکت سے باز رکھنے کے لئے دنیا کا کوئی بھی حربہ کارگر نہیں ہو سکتا۔ جس طرح ہمارے معاشرے میں بچہ بچی کے ساتھ کھیل کر وقت نہیں گذار سکتا۔ اسی طرح مغربی سوسائٹی میں بھی لڑکے اور لڑکیوں میں کچھ نہ کچھ فاصلہ ضرور موجود ہے۔ یہی فاصلہ انہیں آپس میں جنسی تعلقات قائم کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ لیکن الیکٹرانک، پرنٹ میڈیا ان کے ذہنوں میں جو طوفان اٹھا چکا اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے لڑکا لڑکے کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کر کے اپنے ذہنی جنون اور جذبات پر قابو پاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج مغربی معاشرے میں ہم جنس پرستی عام ہو چکی ہے۔ مغرب والوں نے ہم جنس پرستی کو قانونی تحفظ دے دیا۔ جبکہ ہم اس برائی کو قطعاً قبول کرنے کو تیار نہیں۔ اس لئے اس معاشرے کو دھوکہ دینے کے لئے ہم جنس پرستوں نے کھسروں کا روپ دھار لیا۔ بدقسمتی سے ہمارے بچے بہت تیزی سے اس لعنت میں گرفتار ہو رہے ہیں۔ اس موضوع پر مزید کچھ لکھنے سے پہلے ہم مغرب میں بچوں کی سیکس انڈسٹری کا جائزہ لیں جس کا اثر اس معاشرے پر بھی ہو رہا ہے۔

مغرب میں کم سن بچوں خصوصاً لڑکوں کی جسم فروشی باقاعدہ ایک صنعت کا روپ دھار چکی ہے۔ ایک عالمی ادارے کی رپورٹ کے مطابق گندگی کے اس کاروبار میں ہر سال 15 لاکھ سے زائد نئے بچے جھونک دیئے جاتے ہیں اور اس وقت پوری دنیا میں ایک کروڑ چھیاسٹھ لاکھ سے زائد کم عمر لڑکے باقاعدہ جسم فروشی کر رہے ہیں۔ اور اس صنعت سے سالانہ 5 بلین ڈالر گردش میں آتا ہے۔ ہم جنس پرستوں کے نزدیک کم عمر لڑکوں کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرنے کے لیے مغرب والوں نے باقاعدہ کوڈ نیم طے کر رکھے ہیں۔ تاکہ دنیا بھر سے آنے والے ہم جنس پرستوں کو کم سن لڑکے تلاش کرنے میں آسانی رہے۔ امریکہ، برطانیہ، ہالینڈ، جرمنی، اٹلی اور دیگر ممالک میں جرائم پیشہ افراد کم سن لڑکوں کو اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لئے تحفہ کے طور پر ہم جنس پرستوں کو پیش کرتے ہیں۔ امریکہ میں کم سن لڑکوں کا کاروبار اپنے عروج پر نظر آتا ہے۔ نیویارک اس گندے کاروبار کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ نیویارک میں لڑکیوں کی طرح لڑکوں کے باقاعدہ قحبہ خانے قائم ہیں۔

مغربی ممالک میں ہم جنس پرست سند قبولیت ملنے کے بعد جس انداز میں اپنا دھندہ جاری رکھے ہوئے ہیں بالکل اسی انداز میں ہمارے ہاں ہم جنس پرست کھسروں کے روپ میں معاشرے کو دھوکا دینے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کھسروں کو اپنی تعداد بڑھانے کے لئے خام مال کہاں سے دستیاب ہوتا ہے؟ کھسروں کے روپ میں

پھرنے والا خام مال کسی دوسرے ملک سے درآمد نہیں کیا گیا۔ بلکہ یہ ہمارے ہی ایسے بچے ہیں جو ذرائع ابلاغ اور دیگر وجوہات کی بناء پر جنسی فرسٹریشن کا شکار ہو کر جنسی لذت کے حصول کے لئے کھسروں کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ وہ کونسا عرصہ ہے جب سے بچوں میں اس رجحان نے زور پکڑا تو اس کا سادہ اور آسان جواب یہ ہے کہ جب سے میڈیا عام ہوا ہم جنس پرست بھی تیزی سے بڑھتے گئے۔ جنسی فرسٹریشن کا شکار ہونے والے بچے جب گلی محلوں میں پھرتے ہیں تو ان کی نگاہ صرف ایسے ٹارگٹ پر ہوتی ہے جو انہیں جنسی لذت فراہم کر سکے۔ اگر انہیں ایسا کرنے کا موقع نہ ملے تو وہ مشت زنی کر کے اپنے اندر اٹھنے والے ابال کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کھسرے بنیادی طور پر جنسی لذت کے حصول کے معمول میں بطور مفعول کام کرتے ہیں۔ اور جب کھسرے پر جنسی لذت کے حصول کا جنون غالب ہو تو وہ ایسے شکار کو تلاش کرے گا جو انتہائی کم عمر ہو۔ دوسری طرف بچے بھی اپنے جیب خرچ کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسے شکار کو ترجیح دیں گے جو انہیں انتہائی کم رقم میں صحیح معنوں میں جنسی لذت کی منازل سے گذارے۔ ڈاکٹروں، حکیموں اور سیانوں کے بقول کم عمری میں غیر فطری طریقوں سے جنسی لذت حاصل کرنے والے مرد بہت جلد باپ بننے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اعضائے تناسل کی رگیں غیر فطری طریقوں کی وجہ سے مردہ ہو جاتی ہیں۔ اور جب رگیں مردہ ہو جائیں تو مرد کو شہوت نہیں ہوتی۔ نوعمری ہی میں غلط حرکتوں کے نتیجہ میں مردانگی سے محروم ہو جانے والے لڑکے ہی دو نمبر کھسرے بنتے ہیں۔ اب آپ سوچ رہے ہوں گے کہ چلیں یہ تو مان لیا کہ کچھ نوجوان غلط حرکات کی وجہ سے نامرد بن جاتے ہیں لیکن یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ کھسروں کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں؟ اگر آپ حقائق کا بغور جائزہ لیں تو آپ کو اس سوال کا جواب آسانی سے مل جائے گا۔ چلیں اگر آپ کے لئے اس سوال کا جواب مشکل ہو چکا ہے تو پھر ایک کھسرے کی زبانی جواب حاضر ہے۔

کھسرے کا مقصد صرف جنسی لذت حاصل کرنا یا پیسے اکٹھے کرنا نہیں۔ بلکہ معزز کھسرا وہی قرار دیا جائے گا جو کھسروں کی تعداد بڑھانے کے لئے مزید لوگوں کو اس پروفیشن کی طرف راغب کرے گا۔ اسی لئے وہ ایسے بچوں پر کڑی نظر رکھیں گے جو جنسی بے راہروی کی تمام منازل کو کم عمری میں طے کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب بھی کوئی ناپختہ ذہن کا بچہ کسی کھسرے کے ہتھے چڑھے تو وہ جہاں اسے سستے داموں جنسی سکون فراہم کرے گا وہیں پر اس بچے کو اپنی برادری میں شامل کرنے کے لئے اپنے کام کا آغاز کر دیتا ہے۔ غریب اور متوسط

طبقے سے تعلق رکھنے والا بچہ پلے سے پیسے خرچ کر کے کسی زنانے کے ساتھ پائیدار تعلقات قائم نہیں کر سکتا۔ یہی کمزوری کھسروں کو مدد فراہم کرتی ہے کہ وہ ایسے بچے کی مجبوری سے فائدہ اٹھائیں۔ پیسوں کی کمی اور ذہنی فرسٹریشن دونوں چیزیں مل کر بچے کو مجبور کرتی ہیں کہ وہ فاعل اور مفعول دونوں حیثیتوں میں کام کرے۔ کھسرے ایسے بچوں کے ساتھ دونوں طریقوں سے جنسی تعلقات قائم کرتے ہیں۔ جو بچہ دونوں قسم کے تعلقات پر آمادگی کا اظہار کرے تو کھسرے خوش ہو کر اسے اس کام کا باقاعدہ معاوضہ ادا کرتے ہیں۔ ہر دو صورتوں میں جنسی لذت سے لطف اندوز ہونے والا بچہ بہت کم عرصے میں جنسی مفعول کی حیثیت سے باقاعدہ کام شروع کر دیتا ہے۔ جبکہ اس حیثیت میں کام کرتے ہوئے وہ جتنی رقم کما لیتا ہے کسی اور ذریعے سے اتنی زیادہ رقم کمانا ممکن نہیں۔ اسی لئے وہ اکثر سوچتا ہے کہ کیوں نہ اس کام کو باقاعدہ روزگار کے طور پر اپنا لیا جائے۔ اسی اثناء میں کھسرا بھی اس قسم کے بچوں کی نفسیاتی تربیت کرتا ہے کہ وہ بھی ان کے ساتھ مل کر اسی دنیا کا حصہ بن جائیں جسے زمانہ کھسرا کہہ کر پکارتا ہے۔ نفسیاتی تربیت کے دوران کھسرے ناپختہ ذہن کے بچوں کو اپنے ساتھ ڈیروں پر لیجا کر اچھے سے اچھا کھانا، شراب، نشہ اور دیگر اشیاء سے روشناس کرواتے ہیں۔ اس قسم کی عیاشی سے محروم بچہ بہت کم وقت میں کھسروں کے آگے ذہنی طور پر ہتھیار ڈال دیتا ہے۔ کھسروں کا کہنا ہے کہ ہم پروفیشنل بنیادوں پر بچوں کی ذہنی تربیت کرتے ہیں۔ اور آنے والے دنوں میں وہ لڑکا ہماری طرح سڑکوں پر کمزور شکار کو پھانس رہا ہو گا۔

خبردار رہیے۔ کیا آپ کے اردگرد ایسا کوئی معصوم اور ناپختہ ذہن تو موجود نہیں جو آنے والے دنوں میں کھسرے کا روپ دھارنے والا ہے۔ اگر ہے تو خدارا آگے بڑھیے اور اس کا راستہ روکنے کی کوشش کریں ورنہ ہو سکتا ہے کہ۔۔۔۔۔۔

یہی وہ لوگ ہیں جو اسلامی معاشرے میں سیکس ورکر کے طور پر کام کرتے ہیں۔

کمو کھسرا

مقدس پارک گلشن راوی کا رہائشی کمو کھسرا جو کہ مارکیٹ میں بنی ایک عمارت میں رہائش پذیر ہے۔ اپنے علاقے کی سماجی زندگی کا ایسا پہلو ہے جس کا تذکرہ کئے بغیر کھسروں کی زندگی کا غیر جانبدار انداز میں جائزہ لینا ممکن نہیں۔ کمو علاقے کے بچے، بوڑھوں، جوانوں، عورتوں غرضیکہ ہر قسم کے لوگوں میں مقبول ہے۔ کمو کی سماجی زندگی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ روزانہ رات کو مقدس پارک کی مارکیٹ میں کرسیاں جما کر ڈیرہ لگاتا

ہے۔ جہاں دنیا بھر کے موضوعات پر گفتگو ہوتی ہے۔ اسی محفل میں محلے کے بچوں سے لے کر بوڑھے بزرگ بھی شامل ہوتے ہیں۔ کمو کھسرا ہر سال اپنی سالگرہ کے موقع پر بہت بڑے فنکشن کا اہتمام کرتا ہے جس میں محلے داروں کے علاوہ دور دراز کے مقامات سے آنے والے امیر غریب ہر قسم کے لوگ شامل ہوتے ہیں۔ کمو کی سالگرہ کی تقریب کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس میں شرکت کرنے والے نہ صرف اسے قیمتی تحفوں سے نوازتے ہیں بلکہ ہزاروں روپے سلامی کے طور پر بھی ادا کرتے ہیں۔ کمو کی سالگرہ کی تقریب کا پورے محلے کو بے تابی سے انتظار رہتا ہے۔ اور جوں جوں وقت قریب آتا جائے علاقے بھر میں عجیب سی ہلچل اور جوش و خروش پیدا ہو جاتا ہے۔ جبکہ کمو کے چیلے سالگرہ سے چند روز قبل بہت بڑے پیمانے پر کھانے پینے کا اہتمام کرنے کے علاوہ کلاسیکل رقص کی ریہرسل شروع کر دیتے ہیں۔ سالگرہ کے روز گلی میں تنبو قناتیں لگا کر رات بھر ناچ گانے کا پروگرام جاری رہتا ہے۔ اکثر اوقات کمو کی سالگرہ کی تقریب مخلوط ہوتی ہے جس میں عورتوں کے بیٹھنے کے لئے الگ اہتمام کیا جاتا ہے۔

کمو کھسرا کے متعلق مشہور ہے کہ وہ اپنے محلے دار دودھ دہی بیچنے والے پر عاشق ہے۔ جس کے کہنے پر وہ مفت فنکشن کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ کمو اور اس کے چیلے کھانے پینے کے معاملے میں مرچوں والا سالن، اچار، بھنی دال، شکر اور کھٹی اشیاء کھانے کے بہت شوقین ہیں۔ ساتھ ہی کمو کے شاگرد چیلے خواب آور گولیاں بھی روزانہ کھاتے ہیں۔ وہ روزانہ ایٹی وان اور ویلیم جیسی گولیاں خریدتے ہیں۔ چرس پینے کا رجحان بھی عام ہے۔ لیکن یہ کھسرے چرس، شراب اور دیگر نشے سرعام استعمال نہیں کرتے۔ مقدس پارک کے ایک دوکاندار نے بتایا کہ کمو کے چیلے منہ ہاتھ دھونے کے لئے ایسا صابن استعمال کرنے کو ترجیح دیتے ہیں جو ان کی جلد کو ملائمت بخشنے کے علاوہ چہرے اور جسم کے فالتو بالوں کو اڑانے میں مدد دے۔ ماضی میں ایک صابن گارنیش کے برانڈ کے نام سے مارکیٹ میں متعارف ہوا۔ اس صابن کی خوبی یہ تھی کہ جسم سے فالتو بال بہت تیزی سے اڑاتا تھا۔ کمو اور اس کے چیلوں نے جب یہ صابن خریدا تو محلے بھر کی لڑکیوں اور خواتین نے یہ صابن خریدنا شروع کر دیا۔ صابن اس وجہ سے ناکام ہوا کہ اس کے استعمال سے جلد پر خارش ہونے لگتی تھی۔

کمو کھسرے کے متعلق مشہور ہے کہ وہ اغلام بازی کا شدید مخالف ہے۔ ایسا فعل کرنے والے اس کی نظر میں شیطان کا دوسرا روپ ہیں۔ کمو کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اس لعنت میں کبھی گرفتار نہیں رہا۔ اگر کوئی میرے اس دعویٰ کو جھوٹا ثابت کر دے تو میں اسے لاکھوں

روپے بطور انعام پیش کروں گی۔

رقص

دنیا کے مختلف حصوں میں آباد انسانوں کی عادات و اطوار ایک دوسرے سے قطعاً مختلف ہیں۔ اسی طرح دنیا بھر کے کھسروں کی عادات بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ یورپ، امریکہ اور دیگر کئی ممالک میں پیدائشی ہیجڑے رقص کو بطور پروفیشن نہیں اپناتے۔ جبکہ برصغیر پاک و ہند میں رقص کھسرے کی علامت بن چکا ہے۔ میں اس خطے کی تاریخ اس حوالے سے خاموش ہے کہ کھسروں نے رقص کو بطور پیشہ کس زمانے اور کیوں اپنایا؟ کھسروں پر تحقیق کرنے والے افراد کی اس سلسلہ میں رائے ایک دوسرے سے متصادم ہے۔ چند ماہرین دعویٰ کرتے ہیں کہ کھسرے نے رقص کو دو تین صدیاں قبل بطور پیشہ اپنایا۔ جبکہ ایک طبقہ کا کہنا ہے کہ کھسرا روز اول سے اس فن میں ماہر تصور کیا جاتا ہے۔ جبکہ ایک اور طبقہ کا کہنا ہے کہ ماضی کا کھسرا تو شہسوار، تیر انداز اور جنگجو تھا اور دلیر لوگ ایسے شغل خود اختیار نہیں کرتے بلکہ دوسروں کو رقص کرتے دیکھ کر لطف اندوز ہوتے ہیں۔ جبکہ ایک اور طبقے کا کہنا ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی آمد سے قبل ہندو مذہب کا راج تھا۔ ہندومت میں رقص کو مذہبی عبادت کا درجہ حاصل ہے۔ آج بھی ہندوؤں کے مختلف دیوتاؤں اور دیویوں کے مندروں میں دن رات رقص کی محفلیں جمتی ہیں۔ شاید یہی سبب ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں رقص کو پسند کرنے والوں کی تعداد دنیا بھر میں سب سے زیادہ ہے۔ بلکہ اس خطہ کے متعلق یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہاں رقص اور رقص کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کے رجحان کا اصل سبب ہندومت ہے۔ (غالباً ہندومت دنیا کا واحد مذہب ہے جس کی تعلیمات میں رقص لازمی عنصر کے طور پر شامل ہے) شاید یہی وجہ ہے کہ اس خطے کے کھسروں نے ایک تیر سے دو شکار کرتے ہوئے بھگوان کی خوشنودی کے ساتھ ساتھ دنیاوی دولت سمیٹنے کے لیے رقص کو بطور پیشہ اپنایا ہو۔ اگر ہندومت کی تعلیمات کا بغور جائزہ لیا جائے تو اس خطے میں کھسروں کی بطور رقاص پہچان کا اصل سبب یہی دلیل قرار دی جا سکتی ہے۔ مندروں میں ناچ کر روزی کمانے والے کھسروں کو وقت کے ساتھ ساتھ مذہبی تقدس بھی نصیب ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو کھسرے کو آج بھی بھگوان کی بنائی ایسی مخلوق تصور کرتے ہیں جو زمین پر پاکباز اور پارسا انسان کا روپ لئے اترتا ہے۔ ہندوؤں کے عقائد کے مطابق کھسروں کا پاپی من دنیا کی گندگی اور آلائشوں سے پاک ہوتا ہے۔ جس طرح اسلام نے ہندومت کی تعلیمات پر اپنا اثر

چھوڑا اسی طرح ہندومت کے پیروکاروں کے ثقافتی رویوں نے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں پر اپنا اثر مرتب کیا، اور مسلمانوں نے بھی کھسرے کو اچھا انسان تصور کیا۔ برائی سے پاک مرد ہو یا عورت یا ہیجڑا اچھا انسان ہی قرار پائے گا۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایک اچھے انسان کی وجہ سے اس کی ساری لڑی اچھی اور نیک ہوگی۔ بہرحال ہندوؤں کے اس خطے سے رخصت ہونے کے باوجود آج بھی پاکستان کے طول و عرض میں کھسرے کو عزت و احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ برصغیر پاک و ہند کے کھسروں کے صدیوں سے جاری رقص کا پیشہ پاکستان میں بھی کھسروں کا پیشہ بن چکا ہے۔ کھسروں کی رقص کی کیفیت آج میڈیا کی ترقی کی وجہ سے عملی طور پر تقریباً ہر چوتھے نوجوان پر غالب آ چکی ہے۔ کھسرے رقص کی باقاعدہ تربیت حاصل کرنے کے بعد اپنے فن کا اظہار عام لوگوں کے سامنے کرتے ہیں۔ روزانہ رقص کا ریاض کر کے استاد کی عزت افزائی کا باعث بننے والے کھسرے بہت کم وقت میں اپنی الگ پہچان اور منفرد شناخت قائم کر لیتے ہیں۔

اگر کوئی کھسرا اوائل نوعمری کے دوران رقص میں کمال درجے کی مہارت حاصل کرے تو وہ بہت جلد گرو یا استاد کے بلند مقام کو چھو سکتا ہے۔ گرو یا استاد کے مقام پر پہنچنے کے بعد کھسرا ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر آسانی زندگی بسر کر سکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود کہ کھسرا استاد بن گیا وہ رقص کی ریاضت روزانہ کرے گا۔ کھسرے اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ جوانی سدا نہیں رہتی۔ جبکہ فن سدا زندہ رہتا ہے۔ ملتان کے ایک کھسرے رانی نے بتایا کہ بعض استاد کھسرے تو رقص میں اتنی مہارت اور اسٹیمنا کے مالک ہیں کہ اگر وہ رات بھر ناچتے رہیں تو ان کے چہرے پر تھکاوٹ کے آثار نہیں ابھریں گے۔ اس قسم کے باکمال رقاص کھسرے پاکستان کے طول و عرض میں پائے جاتے ہیں۔ ان ماہر رقاص کھسروں کی مثالیں زبان زد عام ہیں۔ اگر کسی کھسرے کا دوسرے شہر یا مقام جانے کا اتفاق ہو تو وہ اسی علاقے کے ماہر ترین رقاص کی قدم بوسی کرنا اپنے لئے اعزاز تصور کرتا ہے۔ اس کتاب کی تیاری کے دوران ہمیں کھسروں کی شادی کے ایک فنکشن کی مووی فلم دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس فلم کا سب سے خوبصورت حصہ ایک موٹے تازے پلے پلائے کھسرے کا رقص تھا۔ اس کھسرے کے متعلق مشہور ہے کہ وہ 24 گھنٹے مسلسل کلاسیکل رقص کا مظاہرہ کرنے کی صلاحیت سے مالا مال ہے۔ فلم میں اس کھسرے نے مسلسل 60 منٹ تک رقص کا مظاہرہ کیا۔ اتنے موٹے تازے کھسرے کو اس قدر نزاکت اور مہارت سے رقص کرتے ہوئے دیکھ کر ہمیں یقین نہیں آیا کہ اس قدر موٹا انسان کمال درجے کے فن کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔ اس محفل میں شریک ایک

صاحب نے بتایا کہ استاد دلاور کو رقص سے روکا گیا تو اس نے ہنستے ہوئے کہا کہ ابھی تو میرے انگ نہیں کھلے کہ تم نے مجھے روک دیا۔ گرو کی جوانی میں اس کے حسن کے چاہنے والے سینکڑوں اور فن کی داد دینے والے ہزاروں شائقین تھے۔ آج ڈھلتی ہوئی عمر اور بھرپور موٹاپے کے باوجود اس کے چاہنے والے آج بھی اس کے رقص کا مظاہرہ دیکھنے کے لئے اس کے دربار پر حاضری دیتے ہیں۔ استاد دلاور اپنے فن کے چاہنے والوں کو آج بھی مایوس نہیں کرتا۔ دلاور کے رقص کے شائق ایک صاحب نے بتایا کہ وہ پچھلے پندرہ سال سے مسلسل اس کا رقص دیکھنے کے لئے اس کے ڈیرے پر آتا ہے۔ رقص کے فن پر عبور رکھنے والے بعض بوڑھے گرو آج بھی اپنے خوبصورت چیلوں سے کہیں زیادہ رقم اکٹھی کر لیتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ہر کھسرا رقص کی دنیا میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

رقص کی تربیت

رقص اور کھسرے کا صدیوں سے بندھن چلا آ رہا ہے۔ کھسروں کی رقص میں مہارت سے انکار ممکن نہیں۔ بہت کم کھسرے ایسے ہیں جنہیں رقص کرنا نہیں آتا یا وہ اس میدان میں اناڑی ہیں۔ صدیوں پہلے کھسروں نے ناچ کر رزق حاصل کرنے کا جو طریقہ اپنایا وہ آج بھی اسی رنگ میں موجود ہے، جیسے اس کا آغاز ہوا تھا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ماضی کا کھسرا جنسی طور پر بدعنوان نہیں تھا۔ جبکہ آج کا کھسرا رقص کی بجائے جسم بیچ کر روٹی کما رہا ہے۔ لیکن جسم بیچنے کے لئے بھی ضروری ہے کہ اسے رقص میں مہارت حاصل ہو۔ اسی لئے کھسرے رقص میں زیادہ سے زیادہ مہارت حاصل کرنے کے لئے دن رات رقص کی ریاضت کے علاوہ باقاعدہ گرو یا کسی ڈانس اکیڈمی سے رجوع کرتے ہیں۔ اگر کوئی کھسرا رقص سیکھنے کے لئے کسی استاد کی خدمت میں حاضری نہ دے تو دوسرے کھسرے اسے "بے استادا" گردانتے ہیں۔ اس طعنے سے بچنے کے لئے بھی کھسرے رقاص استاد کے آگے زانوئے تلمذ کرتے ہیں۔ دو نمبر کھسروں کا کہنا ہے کہ ماضی میں رقص سیکھنا ایک مشکل کام تھا۔ آج کل ٹی وی، وی سی آر، ڈش اور کیبل نیٹ ورک کی وجہ سے فلمیں عام دیکھنے کو ملتی ہیں۔ اور جس شخص کو رقص سے دلچسپی ہو وہ فلموں کو دیکھ کر اچھا رقاص بن سکتا ہے۔ انہوں نے اس کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ آپ نے اکثر گھروں میں دیکھا ہو گا کہ چھوٹے چھوٹے بچے شادی بیاہ یا کسی اور فنکشن کے موقع پر بہت اچھے رقص کا مظاہرہ کرتے ہوئے محفل کو لوٹ لیتے ہیں۔ اس بچے نے رقص کہاں سے سیکھا؟ کسی استاد سے ہرگز نہیں۔ اس کا استاد گھر میں پڑا ٹی وی ہے جس پر دن

رات ناچ گانا نشر ہوتا ہے۔ اکثر زنانوں نے ٹی وی وغیرہ دیکھ کر ہی رقص سیکھا۔ جہاں تک اکیڈمی میں داخلہ لینے کی بات ہے وہ صرف اس لئے ضروری ہے کہ ہم کلاسیکل رقص سیکھنا چاہتے ہیں جو استاد کی مدد اور ہدایت کے بغیر ممکن نہیں۔

جب کوئی نیا چیلا گرو کی شاگردی اختیار کرے تو وہ سب سے پہلے اسے اچھا رقاص بنانے کی کوشش کرے گا۔ چیلے کا رقص کی جانب رجحان ہے یا نہیں اس کا جائزہ لینے کے بعد گرو چیلے کو رقص سیکھنے کے لیے میدان میں اتارے گا۔ جب نیا چیلا رقص سیکھنے کا آغاز کرتا ہے تو وہ گرو کو سوٹ، ایک جوڑا جوتا، دوپٹہ، مٹھائی اور نیک شگون کے طور پر گھنگھرو پیش کرتا ہے۔ استاد ان چیزوں کو قبول کرنے کے بعد چیلے کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اس سے عہد لیتا ہے کہ وہ رقص سیکھنے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لائے گا۔ اس موقع پر نئے چیلے کی جانب سے سہیلیوں کے اعزاز میں ڈنر کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔ جبکہ اس کی ساتھی سہیلیاں اس کے اعزاز میں باقاعدہ رقص کی محفل سجاتی ہیں۔ جس میں کلاسیکل رقص کا بھرپور مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ یہ محفل ساری رات جاری رہتی ہے۔ محفل کے اختتام پر نیا چیلا رقص کرتا ہے اور یہی رقص اس کی تربیت کا پہلا رقص قرار پاتا ہے۔ اسی رقص کو دیکھ کر استاد چیلے کی تربیت کے لئے سب سے سینئر چیلے کو ہدایت جاری کرے گا۔ ابتداء میں کھسرے روزانہ دو سے تین گھنٹے کی ریاضت کرتے ہیں جو بتدریج 6 گھنٹوں کی طوالت اختیار کر جاتی ہے۔ کھسروں کے بقول رقص کی یہ ریاضت ساری زندگی جاری رہتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم رقص کے تمام شعبوں میں مکمل مہارت کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ امیر کھسرے شہرت پانے کے لئے ایسی ڈانس اکیڈمیوں کا رخ کرتے ہیں جو ملکی سطح پر جانی پہچانی ہوں یا وہاں ایسے استاد تربیت دیں جن کا نام پورے ملک میں گونجتا ہو۔ پاکستان کے مشہور ڈانس ڈائریکٹروں میں اشرف شیرازی، پپو سمراٹ، حمید چوہدری اور استاد مہاراج کتھک کے شاگردوں کے نام بہت مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ عورتوں میں ناہید صدیقی اور نگہت چوہدری کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان مشہور اساتذہ سے کئی کھسروں نے رقص کی باقاعدہ تربیت لی۔ ان اکیڈمیوں میں داخلہ لینے پر کھسرے کو بھاری اخراجات برداشت کرنا پڑتے ہیں۔ لیکن شہرت کے لئے وہ یہ خرچ ہنسی خوشی برداشت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ رقص کی تربیت کے لئے کھسروں نے بھی ملک بھر میں ڈانس اکیڈمیاں قائم کر رکھی ہیں۔ جہاں تربیت لینے والے شاگردوں میں لڑکیاں بھی شامل ہیں۔

گھنگھرو

ذکر کھسرے کا ہو اور گھنگھرو کی جھنکار زیر بحث نہ آئے، عجب سا معاملہ ہو گا۔ جس طرح طوائف تماش بین کو خوش کرنے کے لئے گھنگھرو پاؤں میں باندھ کر طبلے اور ہارمونیم (جسے پنجابی میں باجا کہتے ہیں) جیسے آلات موسیقی سے ابھرنے والی آواز کو پس پشت ڈال دیتی ہے۔ بالکل اسی طرح کھسرا بھی گھنگھرو کی جھنکار سے تماش بین کو اپنا گرویدہ بناتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ طوائف گھر گھر جا کر ناچ نہیں کرتی جبکہ کھسرا گھر گھر جا کر ناچتا ہے۔ اگر آپ کو کبھی کسی طوائف یا کھسرے کا رقص دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے تو پھر آپ کے مشاہدے میں یہ بات ضرور آئی ہو گی کہ رقص کے دوران گھنگھرو کی جھنکار کی تیزی سے بدلتی آوازیں لے، سر اور تال سے ہم آہنگ ہو کر عجیب سا سماں باندھ دیتی ہے۔ کھسرا گھنگھرو کیوں اور کیسے استعمال کرتا ہے اس بات پر بحث کرنے سے قبل گھنگھرو رقص کا حصہ کیسے بنا اس کے متعلق جاننا انتہائی ضروری ہے۔

گھنگھرو کا استعمال کیوں شروع ہوا؟ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ زمانہ قدیم میں طبلہ باجا اور دیگر آلات موسیقی ایجاد نہ ہونے سے قبل گھنگھرو واحد آلہ موسیقی تھا۔ آپ کے لئے شاید یہ بات حیرانی کا باعث ہو کیونکہ آپ نے دنیا کے سب سے پہلے آلہ موسیقی کے متعلق کبھی تحقیق یا کوئی مضمون نہیں پڑھا ہو گا۔ ہر خطے کے لوگ اپنے اپنے لوک سازوں کی ایجاد کو دنیا کا قدیم ترین یا پہلا آلہ موسیقی قرار دیتے ہیں۔ ان سب کے دعوے جھوٹے ہیں۔ کیونکہ دنیا کا باقاعدہ سب سے پہلا آلہ موسیقی گھنگھرو ہے۔ گھنگھرو کی ایجاد کے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ لیکن اگر آپ ایمانداری سے جائزہ لیں تو آپ کو اندازہ ہو گا کہ ہمارا دعویٰ درست ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ موسیقی سے انسان کو روز اول سے ہی شغف رہا ہے۔ اپنے اسی شوق کے ہاتھوں مجبور ہو کر انسان نے آلات موسیقی بنانے کی طرف توجہ دی۔ زمانہ قدیم میں جب انسان غار کی زندگی ترک کر کے تمدن کی طرف قدم بڑھا رہا تھا تو اس نے خوراک کی ضروریات پوری کرنے کے لئے جانور پالنے شروع کئے۔ جانوروں کی پرورش انسان کا پہلا باقاعدہ اصولی کاروبار تسلیم کیا جاتا ہے۔ انسان نے جب جانور پالنے شروع کئے تو پھر یہ سوال ابھرا کہ رات کے وقت ان کی حفاظت کو کیسے یقینی بنایا جائے؟ اس مقصد کے لئے انسان نے جانوروں کے گلے میں گھنٹی باندھنا شروع کی۔ گھنٹی کی ایجاد گھنگھرو کی ایجاد کا باعث ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ انسان سب سے پہلے موسیقی سے انہی جانوروں کے ذریعے

روشناس ہوا تو غلط نہ ہو گا۔ گھنگھرو کی ایجاد کے بعد انسان نے اسے اپنے گلے یا پاؤں میں باندھ کر مختلف آوازیں پیدا کرنا شروع کیں، جس طرح رات کے وقت گھنٹی والے جانور گردن کو ہلاتے ہوئے مختلف آوازیں پیدا کرتے ہیں۔ اگر آپ غور کریں تو ان آوازوں میں باقاعدہ لے، سر، تال اور نغمگی موجود ہوتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ دعویٰ کرنا ممکن نہیں کہ رقص کے لئے گھنگھرو کا استعمال کب شروع ہوا۔ لیکن فنون لطیفہ میں یہ سب سے قدیم فن قرار دیا جا سکتا ہے۔

کھسروں کا کہنا ہے کہ گھنگھرو کے باندھے بغیر رقص کی کوشش کرنا کچھ جچتا نہیں۔ کیونکہ ہمیں رقص کا جو انداز سکھایا جاتا ہے اس میں گھنگھرو کی جھنکار ہی جسمانی اعضاء کو حرکت میں لانے کا باعث ہوتی ہے۔ طوائف یا کھسرا محفل میں اس وقت تک کلاسیکل رقص کا مظاہرہ نہیں کر پاتے جب تک ان کے پاؤں میں گھنگھرو کی بیڑی نہ باندھی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کا ہر اچھا رقاص گھنگھرو باندھ کر رقص کرتا ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں گھنگھرو باندھنے کی روایت کی پختگی کی سب سے بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ہندومت میں گھنٹی یا گھنگھرو کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔

ہندوؤں کی صبح اور پوجا پاٹھ کا آغاز گھنٹی سے ہوتا ہے۔ اسی لئے بطور آلہ موسیقی ہندوؤں کی پسندیدہ آواز گھنگھرو ہے۔ ہندوؤں کی خوشنودی کے لئے پاؤں میں گھنگھرو باندھ کر رقص کرنا زیادہ سے زیادہ مال اکٹھا کرنے کا بہانہ بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ دعویٰ ایک ایسے کھسرے نے کیا جس کا کہنا ہے کہ ہماری سوسائٹی کی شکست و ریخت کی اصل وجہ یہی ہے کہ ہم اپنے اندر سے ہندوانہ رسم و رواج کو ختم نہیں کر سکے۔

کھسرا جب گھنگھرو کو اپنے پاؤں میں باندھے گا تو وہ زمین پر بیٹھ کر اپنی دونوں لاتوں کو جسم کے آگے لے آئے گا۔ اس کے بعد وہ گھنگھرو کے سیٹ کو پکڑ کر انہیں چھوتے ہوئے اپنے کانوں تک ہاتھ لیجا کر دل ہی دل میں دعا کرتا ہے کہ پروردگار میری ان گھنگھروؤں کے سامنے لاج رکھنا۔ کیونکہ اس کی آواز ہی میرے رزق میں اضافے کا باعث ہے۔ اس رسم سے فراغت کے بعد کھسرا پہلے دائیں پاؤں اور بعد ازاں بائیں پاؤں میں گھنگھرو باندھے گا۔ گھنگھرو باندھنے کے بعد کھسرا رقص کے آغاز سے قبل محفل میں موجود گرو، دیگر کھسروں اور طبلچی سے باقاعدہ اجازت طلب کر کے دائرے یا محفل میں ناچ والی جگہ پر جم کر کھڑا ہو جائے گا۔ کھسرے کو کھڑے دیکھ کر طبلچی آہستہ آہستہ طبلے پر تھاپ دے گا۔ جس کے بعد کھسرا گھنگھرو کے ذریعے انتہائی زوردار آوازیں پیدا کرتے ہوئے اپنے دونوں پیروں کو میوزک

اور گانے کے بول سے ہم آہنگ کرتے ہوئے تیزی سے رقص کا آغاز کر دیتا ہے۔ قارئین کے لئے یہ امر انتہائی دلچسپی کا باعث ہوگا کہ اگر کوئی کھسرا گھنگھرو باندھ کر رقص کرے تو پھر اس کی تمام تر توجہ گھنگھروؤں سے پیدا ہونے والی جھنکار کی طرف ہوتی ہے۔ اس جھنکار کی مدد سے وہ دوسرے آلات موسیقی کی آوازوں کو سر تال میں رقص کے ذریعے بیان کرتے ہوئے اپنے فن کا مظاہرہ کرتا ہے۔

کھسرا اصلی ہو یا دو نمبر رقص کرنے والے ہر کھسرے کے پاس گھنگھروؤں کی جوڑی موجود ہوتی۔ یہ الگ بات ہے کہ اس جوڑی میں کتنے گھنگھرو موجود ہیں؟ گھنگھروؤں کی تعداد میں کمی بیشی کی وجہ یہ ہے کہ مضبوط اور بھاری جسم والے کھسرے زیادہ گھنگھروؤں کی جھنکار پر رقص کرنا پسند کرتے ہیں۔ جبکہ نرم و نازک، صنف نازک کھسرے تھوڑے گھنگھروؤں والی جوڑی پر بہتر رقص کا مظاہرہ کر سکتے ہیں۔ گھنگھرو تیار کرنے والے ایک فنکار کا کہنا ہے کہ میں عرصہ دراز سے یہ کام کر رہا ہوں۔ نہ صرف لاہور بلکہ ملک بھر کے کئی کھسرے اپنے لئے گھنگھرو میری دکان سے خریدتے ہیں۔ کھسرے گھنگھروؤں کا سیٹ خریدتے وقت اس امر کا مکمل لحاظ رکھتے ہیں کہ گھنگھرو کی تیاری میں کونسی دھات استعمال کی گئی اور اس دھات سے آوازیں کیسی پیدا ہوں گی۔ گھنگھرو جس کپڑے یا چمڑے پر ٹانکے گئے ہیں اس کا معیار کیسا ہے۔ پاؤں میں باندھ کر کتنا عرصہ گھنگھرو ناچنے میں میری مدد کر سکتے ہیں۔ اگر گھنگھروؤں کی جوڑی انہیں پسند آ جائے تو پھر اس کی قیمت ادا کرتے ہوئے بحث نہیں کرتے۔ اگر گھنگھرو پسند نہ آئیں تو پھر خواہ مخواہ میرا وقت ضائع کرتے ہوئے مال نہیں خریدتے۔ لیکن کیا کروں ان کی ایسی حرکات کو برداشت کرنا میری مجبوری ہے کیونکہ یہی لوگ تو میرے اصل گاہک ہیں۔

کھسرے اور محفلوں میں رقص

شادی بیاہ، ختنہ، سالگرہ غرضیکہ ہر خوشی کے موقع پر کھسرے رقص کے لیے آتے اور بلائے جاتے ہیں۔ ایسے موقع پر کھسرے ویل کی صورت میں ودھائی لیتے ہیں ماضی قریب میں خوشی کے موقع پر کھسرے خود ہی رقص کے لیے آ دھمکتے تھے۔ شہروں میں یہ رجحان کسی حد تک کم ہو چکا ہے۔ کھسروں کو مختلف اوقات پر رقص کے لیے باقاعدہ بلانے والے لوگ بھی موجود ہیں۔ کھسروں کے رقص کو نہ تو مجرا قرار دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ذہنی آوارگی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ کھسروں کا رقص طوائف کی نسبت انتہائی کم خرچ عیاشی ہے۔ کھسرے جب بھی

کسی موقع پر رقص کرنے جاتے ہیں تو وہ محفل کے موڈ وغیرہ کے مطابق رقص کا آغاز کرتے ہیں۔ کھسرے اپنی نجی محفلوں میں کلاسیکل، کتھک رقص وغیرہ کو ترجیح دیتے ہیں جبکہ عام لوگوں کے درمیان رقص کرتے ہوئے نور جہاں کے گانوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ ممی ڈیڈی برگر گروپ والوں کی شادیوں اور دیگر تقریبات کے موقع پر کھسرے انڈین و انگلش گانوں کی دھنوں پر رقص کر کے نوٹ نکلوانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر کھسروں کو طے شدہ پروگرام کے تحت بلایا جائے تو کھسرے ڈیک، گانوں کی کیسٹوں اور ساؤنڈ سسٹم کے مطابق گانوں پر رقص کرتے ہیں۔ کئی شادیوں پر کھسروں کو مکمل گانوں پر رقص کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ اس لیے اچھے رقص کا مظاہرہ دیکھنے کو نہیں ملتا۔ اگر وہ اپنی مرضی کے گانوں پر رقص کریں تو ان کی رقص کے حوالے سے پرفارمنس دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ دیہاتی علاقوں میں کھسرے ڈھول کی تھاپ پر رقص کرتے ہوئے بھنگڑہ نما رقص کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ جبکہ شہری علاقوں میں پاپ رقص کو ترجیح دیں گے، بالخصوص فلم میں گانا جس طرح پکچرائز کیا گیا ہو اس کے انداز کی مکمل نقل کرتے ہیں۔ اگر کھسروں کو اپنی طبلچی اور ہارمونیم بجا کر رقص کرنا ہو تو گھنگھرو باندھ کر رقص کرتے ہیں۔ اگر کھسرا گھنگھرو باندھ کر رقص کر رہا ہے تو پھر اس کے پاؤں کی حرکت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ کھسرا گھنگھرو باندھ کر رقص کرے اور ساتھ بیٹھا گرو تالی بجا رہا ہو تو تالی کی آواز رقص، طبلے اور ہارمونیم کی آواز پر فوقیت رکھتی ہے۔ کھسروں کے حوالے سے ان کی نجی محفلوں کا تذکرہ کیا جائے تو یہ بات بہت حیران کن ہے کہ وہ ایسی محفلوں میں جس طرح کلاسیکل رقصوں کا مظاہرہ کرتے ہیں اگر اس کا مظاہرہ عام آدمی کے سامنے کیا جائے تو وہ پریشان ہو کر رہ جائے۔ لیکن وہ عام محفلوں میں کلاسیکل رقص بالکل نہیں کریں گے چہ جائیکہ ان سے فرمائش کی جائے۔ کھسروں کا کہنا ہے کہ عام لوگوں کی محفل میں کلاسیکل رقص کا مظاہرہ کرنے سے گریز کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہاں رقص کے فن کو سنجیدگی سے نہیں لیا جاتا۔ محفل میں موجود نوجوان کھسروں کو بہت زیادہ تنگ کرتے ہیں۔ انہیں بلا گلا درکار ہوتا ہے اور ان کی خواہش کے مطابق ہم ایسا کرتے ہیں۔ اگر ہم لوگ کلاسیکل رقص شروع کر دیں تو وہ ہمیں پندرہ منٹ بھی برداشت نہیں کریں گے۔ ویسے بھی کلاسیکل رقص کلاسیکل گانوں پر ہوتا ہے۔ یہاں موسیقی کی شدھ بدھ رکھنے والے کلاسیکل گانے سننے کو تیار نہیں تو نوجوان کیسے اس قسم کا گانا سنیں گے۔

عام محفل میں رقص کرنے والے کھسرے اکثر اوقات چھوٹے سے دائرے میں رقص کرتے ہیں۔ چھوٹے دائرے میں رقص کرنے سے کھسروں کے لئے قدم پھیلانا ناممکن ہوتا

ہے۔ اس لئے صرف جسم کی مختلف حرکات سے گانے پر رقص کرتے ہیں۔ یہ چیز کھسروں کے نزدیک رقص کی بے ادبی کے مترادف ہوتی ہے لیکن وہ ناچتے صرف اس لئے ہیں کہ بدلے میں انہیں رقم ملنے کی توقع ہوتی ہے۔ کھسرا ناچ کے دوران کوئی غلطی کرے تو گرو یا دوسرے کھسرے اسے اپنی فارسی چندرنا میں فوراً ٹوک دیں گے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ کھسرے ملکہ ترنم نور جہاں کے پنجابی گانوں پر رقص بہت ذوق وشوق سے کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ میڈم کے گانوں میں کلاسیکل رنگ موجود ہوتا ہے۔ اور کھسرے کے لئے قدم اٹھانا آسان ہو جاتا ہے۔ کھسرے جب کسی محفل میں جائیں تو وہ اکثر اس گانے کی دھن پر رقص کا آغاز کرتے ہیں:

''مینوں نوٹ وکھا میرا موڈ بنے''

یہ گانا ملکہ ترنم نور جہاں نے گایا تھا۔

اس گانے کے بعد کھسرے فرمائشی گانوں پر رقص کرتے ہیں۔ اگر ان کی اپنی مرضی کے مطابق گانے پر رقص کرنے کا موقع دستیاب ہو تو وہ عموماً ان گانوں پر ناچیں گے۔

''گھنگرو منگدے تیرا پیار''

''جیہڑے شیشے نوں ٹھکرا ندے نیں اور فیر دی پیار نے لگدے نیں''

''ابی کلے نہیں خراب اچھے سارے نے نواب
جدوں ہووے گا حساب اودوں ویکھ لاں گے''

''نیڑے آ آ ظالماں دے میں بجھ گئی آں''

''میرے دل دے شیشے وچ سجناں پئی وس دی اے تصویر تیری''

''اکھیو نی بدنام نہ کرنا''

''سنجاراو تیرا تک تک ہاری آں
دل دے میں بوہے کھولے نیناں دیاں باریاں''

''نیل کرائیاں نیلکاں میرا تن من نیلو نیل''

''ساری رات جاگاں گی، ساری رات جگاواں گی''

''وکھی شیشیاں والی جھلاں''

''ویکھی جاؤ تویاں جوانیاں دا مجرا''

بازار میں ایک کیسٹ ''محفل مجرا'' کھسروں کی پسند پر مبنی ہے۔

تقریب ختم ہونے کے بعد جب وہ گھر واپس پہنچتے ہیں تو گرو اپنے چیلوں سے کہتے

ہیں کہ مر جانیو ایدھر آؤ تھک گئی آں۔ جس کے بعد چیلے اپنے گرو کو اس وقت تک دباتے رہیں گے جب تک وہ انہیں خود نہ منع کرے۔

شادی کی رسومات

کھسرے کی نجی زندگی کا تذکرہ اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کھسروں کی شادی میں ہونے والی رسومات کا ذکر نہ کیا جائے۔ شادی کا ذکر مختلف مقامات پر موجود ہے۔ شادی کی وجوہات کو جانے بغیر اس باب کو پڑھنے کا لطف نہیں آئے گا۔ عورت کی طرح مرد کے ساتھ ایجاب وقبول کرنے کے بعد گھریلو زندگی گذارنے کی خواہش کھسروں کے اندر عورت سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کھسرے شادی کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ اس اہمیت کی بنا پر کھسرے شادی کی تقریب کو اپنے لئے سب سے بڑی خوشی تصور کرتے ہیں۔ کھسرے کی شادی کی چار بڑی رسومات مایوں بیٹھنا، تیل مہندی، بارات اور نکاح ہیں۔ انہی چار بڑی رسومات کی ادائیگی کے لئے کھسرے بھرپور انداز میں تیاری کرتے ہیں۔

شادی کی رسومات کا آغاز اس وقت ہوگا جب دولہا یعنی گریہ یا پارک اپنی ہونے والی دلہن کے ساتھ صیغہ پڑھوانے کے لئے دن کا تعین کرتا ہے۔ دلہن کی جانب سے شادی کا دن طے کرنے کے لئے اس کا گرو جبکہ دولہا کی جانب سے اگر کوئی اس کا عزیز موجود ہو تو سب سے بہتر ورنہ کسی دوسرے گرو کو دولہا کی ماں بنا کر سامنے کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ دولہا اور دلہن کی خود ساختہ مائیں اپنے اپنے بچوں سے پوچھ کر مرضی کا دن طے کرتے ہیں۔ وقت طے کرتے وقت عموماً اس امر کا خیال رکھا جاتا ہے کہ شادی کی تقریب رات کے اندھیرے میں ہو۔ اس موقع پر دولہا اور دلہن دونوں اپنی ساس ماؤں کو قیمتی شال کا تحفہ پیش کرتے ہیں۔ اگر دولہا دلہن مالی طور پر خوشحال ہوں تو اس تحفے کی نوعیت زیورات کی صورت میں بھی ہو سکتی ہے۔ شادی کا وقت طے کرنے والے روز ساتھی کھسرے کسی تقریب میں شرکت کے لئے نہیں جاتے۔ اس دن عام چھٹی تصور ہوتی ہے۔ اگر دلہن کے ہاں آ کر تاریخ طے کی گئی تو پھر دلہن والے دولہا والوں کی خاطر مدارت کریں گے، دوسری صورت میں دولہا والے قربانی کا بکرا بنیں گے۔ ہر دو صورتوں میں خرچہ دولہا اور دلہن کو خود برداشت کرنا پڑے گا۔ شادی کا روز طے ہونے کے بعد گرو کھسرے کی جانب سے شہر کے کھسروں کے لئے شرکت کا دعوت نامہ قاصد کے ذریعے الاچی بھجوا کر زبانی بھجوایا جاتا ہے۔ پیغام لے جانے والے کھسرے کا

تعین دلہن کی ماں یعنی گرو کرے گا۔ اس روز یہ بھی طے کیا جائے گا کہ شادی کی تقریب پر اٹھنے والے اخراجات دولہا یا دلہن میں سے کون برداشت کرے گا۔ اگر دولہا مالی طور پر مضبوط ہے تو وہ شادی کی رسومات پر اٹھنے والے تمام اخراجات کو برداشت کرنے کا وعدہ کرتے ہوئے پیشگی اخراجات کے لئے رقم اپنی ماں کی موجودگی میں ساس کے حوالے کرے گا۔ اخراجات کے سلسلہ میں دلہن کا پہناوا، زیورات، گرو مہمانوں اور سہیلیوں کو دیئے جانے والے تحائف کے علاوہ کھانے پینے، شراب وکباب، رقص کے لئے ساؤنڈ سسٹم، مووی میکر، فوٹوگرافر، مہمانوں کے بیٹھنے کے لئے تنبو قناتیں کرایہ پر حاصل کرنا اور دیگر ضروری مصارف شامل ہیں۔ اس موقع پر دلہن کو یہ استحقاق دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے ہونے والے دولہا سے شادی کے روز اپنی مرضی کے کپڑے لینے کی درخواست کر سکتی ہے۔ تاریخ طے کرنے کی تقریب کی یہ آخری رسم ہوگی۔ اس کے بعد دعائے خیر اور دولہا دلہن طے شدہ طریقہ کار کے مطابق سہاگ رات تک ایک دوسرے کو تنہائی میں نہیں مل سکتے۔

طے شدہ تاریخ سے ایک ہفتہ قبل دلہن کو مایوں بٹھایا جاتا ہے۔ مایوں کی رات کھسرے کی سہیلیاں ڈھولک بجا کر شادی کے گیت گا کر عورتوں کی طرح کھسرے کے جسم پر ابٹن ملتی ہیں۔ مایوں کے دوران دلہن کی سہیلیاں اس کے ساتھ مختلف قسم کے مذاق کرتی ہیں۔ مایوں میں بیٹھی دولہن کی پارٹی کے تمام کھسرے رات کے وقت اپنی سہیلی کی خوشی میں شرکت کے لئے گھر پہ موجود رہتے ہیں۔ جبکہ اسی دوران گرو مہمانوں کی خاطر مدارت میں مصروف رہتا ہے۔ گرو اپنے چیلے کے لئے کپڑوں کی تیاری، اشیائے سنگھار اور دیگر لوازمات کو پورا کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہو کر ہر آنے جانے والے کھسرے سے ان مسائل پر سیر حاصل گفتگو کرنے کے علاوہ دولہن کو دولہا کی جانب سے ملنے والے تحائف کی نمائش بھی کرے گا۔ مایوں کے دوران دلہن کی سہیلیاں شادی کے روایتی گیت گا کر خوشی کو دوبالا کرتی ہیں۔ واضح رہے کہ اسی دوران دلہن شرمانے کی اداکاری پر سب سے زیادہ زور دیتی ہے۔ اس کے علاوہ سہاگن اور سگھڑ کھسرے اپنی سہیلی کو بیوی کی حیثیت سے اس کے فرائض سے آگاہ کرتے ہوئے گھر ہستی کے لئے ضروری مشوروں اور تجاویز سے نوازتے ہوئے مختلف قسم کی باتیں کریں گے۔ ان تجربہ کار بیویوں کی باتیں سننے کے لئے نئے کھسرے بے تابی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خواہ مخواہ ان کی محفلوں میں گھسنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تجربہ کار کھسرے ایسے موقع پر نئے کھسروں کو خوب مزے لے کر انہیں اپنی سہاگ رات کے قصے سنانے کے علاوہ انہیں تاکید کریں گے کہ اگر اچھی زندگی گزارنا ہے تو پھر جلد از جلد مالدار لڑکا پھانس کر اس کے

گھر جا پہنچو۔ اگر دلہن کی عمر زیادہ اور دولہا کم عمر ہو تو بھ[illegible] مایوں کے دوران مختلف قسم کے اشاروں کے ذریعے دلہن کی خوش قسمتی پر رشک کا اظہار کریں گے۔ مایوں کی رسم میں کھسرے کی سہیلیاں فراغت کی صورت میں بھرپور انداز میں شرکت کریں گی۔ لیکن اگر ان کی مصروفیات پہلے سے طے شدہ ہوں تو پھر انہیں منسوخ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی۔ البتہ دلہن کے نزدیک ایسی سہیلیوں کی قدر ومنزلت بہت بڑھ جائے گی جو اپنی سہیلی کی خوشی کی خاطر اپنی طے شدہ مصروفیات کو بالائے طاق رکھ کر مایوں کی را[illegible] کے دوران اپنی سہیلی کے پاس موجود ہوتی ہیں۔ مایوں بیٹھنے کے ایام کے دوران دلہن [illegible] ماتا پکانا، کپڑے سینے جیسے اہم کاموں سے بھی آگاہ کیا جائے گا۔ قصہ مختصر ان ایام میں دلہن کے گھر چہل پہل دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ دلہن کی قریبی سہیلیاں دوسرے کھسروں کو جلانے کے لئے روزانہ مختلف لباس پہن کر محفل میں شرکت کرنے کی کوشش کرتی ہیں، اوپر ذکر کیے گئے ایسے چونچلے صرف امیر اور خوشحال دولہا اور دلہن کر سکتے ہیں۔ غریب کھسرا یا اس کا ہونے والا گر یہ صرف تیل مہندی اور بارات والے دن ہی تمام رسو[illegible]ت کو نمٹانے کی کوشش کرے گا۔

بارات کی آمد سے ایک روز قبل دولہا دلہن کے ہاں مہندی لے کر آئے گا۔ تاریخ طے کرنے والے دن اس کی ماں کا کردار ادا کرنے والے گرو کی پارٹی دولہا کے ساتھیوں کے طور پر دولہن کے گھر پہنچیں گے۔ تیل مہندی کی رسم میں شریک کھسروں کا جوش وخروش دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ مہندی کی رسم پر دولہا والوں کی آمد کے موقع پر دلہن کی پارٹی کی جانب سے گرو اپنے معزز مہمانوں کو گھر کے دروازے پر خوش آمدید کہتے ہوئے انہیں اپنی حیثیت کے مطابق پھولوں کے ہار، بسنتی دوپٹہ یا کوئی اور تحفہ پیش کرے گا۔ اس موقع پر گرو اور اس کے چیلے باری باری ہر مہمان سے گلے مل کر اسے اپنے ہاں خوش آمدید کہیں گے۔ استقبالی رسم سے فراغت پاتے ہی دلہن کی سہیلیاں مایوں بیٹھی دلہن کو گھیر لیں گی۔ جبکہ اس اثناء میں گرو کی جانب سے مہمانوں کی خاطر تواضع کا آغاز ہو گا۔ خاطر تواضع سے فارغ ہونے کے بعد دلہن کو کمرے سے باہر لا کر تقریب کے لئے بنے خصوصی سٹیج یعنی کرسی پر بٹھا دیا جائے گا۔ دولہا کو دلہن کے قریب بیٹھنے کی اجازت اس کی ماں دے گی۔ ماں سے اجازت ملتے ہی دولہا دولہن کے قریب بیٹھ کر دلہن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لے گا۔ جس کے فوری بعد لڑکے اور لڑکی والوں کے درمیان ناچ گانے کا مقابلہ شروع ہو گا۔ یہ مقابلہ کھانے کا اعلان ہوتے ہی ختم ہو جائے گا۔ کھسروں کے اس فنکشن میں اہل محلہ کو بھی دعوت دی جائے گی۔ مہمان کی حیثیت سے عام لوگ بھی شرکت کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر کھسروں نے اپنی خفیہ زندگی کے حوالے سے

طے شدہ رسم سرانجام دینا ہو تو عام مہمانوں سے معذرت کرتے ہوئے انہیں تقریب والی جگہ چھوڑنے کی ہدایت کی جائے گی۔ اس درخواست کے بعد اگر کوئی مہمان رخصت ہونے کے معاملے میں پس و پیش کا مظاہرہ کرے تو کھسرے اسے بازو سے پکڑ کر دروازے تک خود چھوڑ آئیں گے۔ کھانے کے بعد دوبارہ رقص کا آغاز ہو گا۔ اس موقع پر مہمانوں کے لئے شراب، چرس اور دیگر نشوں کا وافر مقدار میں انتظام کیا جاتا ہے۔ مہمانوں کے لئے شراب سرعام پیش نہیں کی جاتی بلکہ شراب پینے والے کھسروں اور مہمانوں کو الگ جگہ پر پہنچا کر ام الخبائث پیش کی جاتی ہے۔ البتہ چرس بھرے سگریٹ سرعام پیئے جا سکتے ہیں۔ مہندی کی تقریب رات گئے تک جاری رہے گی۔ سردیوں کے دوران ہونے والی شادی کے دنوں میں رقص کے لئے ٹینٹ وغیرہ لگائے جاتے ہیں جبکہ گرمیوں کے دنوں میں صرف کرسیوں سے کام چلایا جا سکتا ہے۔

مہندی کی رسم کے دوران دولہا کے ساتھ آنے والے کھسرے بہن کا کردار ادا کرتے ہوئے دلہن کے ہاتھ پر مہندی رچائیں گے۔ مہندی رچانے کے بعد دولہا کی بہنیں بھابھی سے اپنا لاگ وصول کریں گے۔ یہ بھابھی کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ اپنی نندوں کو کتنا لاگ ادا کرے۔ لاگ ملتے ہی نندیں ایک طرف ہو کر بیٹھ جاتی ہیں۔ اور گرو یعنی ماں دولہا کے سر پر ہاتھ رکھ کر قسم اٹھائے گی کہ میرا بیٹا اپنی ہونے والی دلہن کے ہر دکھ سکھ کو اپنا دکھ سکھ سمجھے گا۔ اس کے بعد اگر دولہا صاحب حیثیت ہو تو وہ اپنی ماں کے ہاتھوں پر رقم رکھے گا۔ غریب دولہا کھڑا ہو کر اپنی ماں کے عہد کو دہرائے گا۔ مہندی کی رات کی یہ سب سے آخری رسم ہوتی ہے۔ اس کے بعد دولہا والے اجازت طلب کرتے ہوئے واپسی کی راہ لیں گے۔ دولہا والوں کے رخصت ہونے کے بعد "کنواری" دلہن اپنی سہیلیوں کے اعزاز میں ناچے گی۔ ناچنے کے دوران دلہن کلاسیکل رقص کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے فن کو منوانے کی کوشش کرتی ہے کیونکہ اسے علم ہے کہ صیغہ پڑھنے کے بعد اسے محفل میں موجود سینئر ترین گرو کی ہدایت پر کلاسیکل رقص کا مظاہرہ کرنا ہو گا۔ اگر وہ اس امتحان میں کامیاب ہو گئی تو گرو شاباش دے گا ورنہ دوسری صورت میں۔۔۔۔۔

مہندی کی رات کے اختتام کے بعد دلہن کی سہیلیاں اسے کمرے تک پہنچا کر آرام کرنے کی ہدایت کریں گی۔ کمرے میں پہنچنے کے بعد دلہن لباس تبدیل کر کے گرو کے قدموں کو علامتی طور پر چوم کر سونے چلی جائے گی۔ اگلے روز دلہن کو نیند سے بیدار کر کے نہلایا جائے گا۔ دلہن کو نہلانے کا فریضہ اس کی سب سے قریبی سہیلی سرانجام دے گی۔ دلہن

کی پارٹی کے کھسروں کے لئے آج کا دن سب سے زیادہ مصروفیت والا دن ہے۔ آج کے دن انہوں نے باراتیوں کے بیٹھنے سے لے کر ان کی تواضع تک کے مراحل کو طے کرنا ہے۔ جبکہ اسی دوران شادی کے روز کے لئے تیار کروائے گئے خصوصی ملبوسات کو پہن کر ان کی نمائش بھی کرنا ہے۔ اگر دولہا یا دلہن صاحب استطاعت ہو تو پھر کرائے پر لوگوں کی خدمات حاصل کر کے کھسروں کی گلا خلاصی کروائی جا سکتی ہے۔ دوسری صورت میں انہیں ضروری کاموں سے نجات نہیں ملے گی۔ دلہن کو نہلانے کے بعد اس کی قریبی سہیلی اس کا میک اپ کرے گی۔ اگر دلہن کے پاس پیسے موجود ہیں تو وہ آج کے دن کسی بیوٹی پارلر سے دلہن بننے کو ترجیح دے گی۔ دلہن کی بیوٹی پارلر سے آمد کے بعد دلہن کی جانب سے بلائے گئے مہمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گا۔ جن کا استقبال کرنے کے لئے دلہن اور اس کی ماں دروازے سے چمٹ کر کھڑی ہو جائیں گی۔ ہر آنے والے مہمان کا سواگت پھولوں کے ہاروں سے کیا جائے گا۔ واضح رہے کہ پھولوں کے ہار صرف کھسرے مہمانوں کو پیش کئے جاتے ہیں دوسرے مہمانوں کے لئے کھسروں کی مسکراہٹ کافی ہے۔ مہمانوں کے بیٹھنے کے لئے تقریب گاہ کے اندر کرسیاں موجود ہیں۔ دلہن کی سہیلیاں مہمانوں کو نشستوں تک پہنچانے کا فریضہ انجام دیں گی۔ دولہن اور دولہا کے بیٹھنے والی جگہ کے قریب ہی صیغہ پڑھانے والے سینئر ترین کھسرے کے لئے کرسی رکھی جائے گی۔ اس کرسی پر کھسرے کسی دوسرے مہمان (خواہ کھسرا ہی کیوں نہ ہو) کو بیٹھنے کی اجازت ہرگز نہیں دیں گے۔ صیغہ پڑھانے کا فریضہ وہ کھسرا سرانجام دے گا جو عمر اور تجربہ کے لحاظ سے سب سے سینئر گرو تصور کیا جاتا ہے۔ صیغہ پڑھانے والے گرو کی آمد پر دلہن لڑکی اسی کا ہاتھ پکڑ کر اسے اس کی نشست تک پہنچائے گی جبکہ کھسرے کی ماں دروازے پر کھڑی مہمانوں کو خوش آمدید کہے گی۔ سینئر ترین گرو کی آمد کے بعد محفل میں موجود تمام کھسرے اس کی خدمت میں سلام عرض کریں گے۔ سلام نہ کرنے والے کھسرے کو بعض صورتوں میں محفل سے نکل جانے کا حکم دے دیا جاتا ہے۔ بارات کی محفل میں بھی گرو سب کی آنکھ کا تارا بنا ہو گا۔ گرو کے نشست سنبھالنے کے بعد اس کے ارد گرد موجود کرسیوں پر بیٹھنے کے لئے دولہا اور دولہن کی ماں کے لئے کرسیاں خالی رکھی جائیں گی۔ پہلے مہمان کی آمد کے ساتھ ہی کھسرے کی سہیلیاں ہار سنگھار کر کے رقص کا آغاز کر دیتی ہیں۔ دلہن کی سہیلیوں کی جانب سے ہونے والا رقص کا یہ مظاہرہ طلوع فجر تک مسلسل بغیر کسی وقفہ کے جاری رہتا ہے۔

بارات کی آمد کے موقع پر تمام کھسرے کھڑے ہو کر دولہا والوں کا استقبال کرتے

ہیں۔ اور جب تک دولہا اپنی نشست نہ سنبھال لے کھسرے کھڑے رہیں گے۔ اس لئے شرارتی کھسرے دولہا کو پکڑ کر فوراً بٹھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ تمہاری وجہ سے پوری محفل ذلیل ہو رہی ہے۔ شادی کے روز رقص کی محفل کے دوران کھسروں کے علاوہ عام لوگوں کو بھی شرکت کی اجازت ہوتی ہے۔ عام لوگوں کو اجازت دینے کے متعلق ایک کھسرے نے بتایا کہ آپ کو علم ہے کہ ہمارا دھندہ ہی ویل سے وابستہ ہے۔ اگر ویل ملے تو ہم خوش ورنہ ناراض ـــــ اب کوئی کھسرا دوسرے کھسرے کو ویل دینے سے رہا۔ لہٰذا اس کمی کو دور کرنے کے لئے عام لوگوں کا سہارا لیا جاتا ہے۔ اگر شادی کے فنکشن میں خوشحال لوگ موجود ہوں تو پھر شادی میں شرکت کے لئے اٹھنے والے اخراجات اسی روز وصول کر لئے جاتے ہیں۔ لیکن واضح رہے کہ عام لوگوں کو کھسروں سے الگ بٹھایا جاتا ہے۔ صرف دولہا یا مختلف کھسروں کے گرو یہ حضرات کھسروں کے ساتھ بیٹھ سکتے ہیں۔

بارات کی آمد کے فوری بعد دولہا اور دولہن کو ایک دوسرے کے ساتھ بٹھایا جاتا ہے۔ ایک دوسرے کے قریب بیٹھے دولہا اور دلہن شرمائی کن اکھیوں سے بات چیت کرنے کی کوشش کریں گے۔ اگر اسی دوران کسی دوسرے کھسرے نے انہیں مذاق کا نشانہ بنایا تو دولہن اٹھ کر دوسرے مہمانوں کا حال پوچھنے لگے گی۔ دلہن کے اٹھنے کے بعد دلہن کی سہیلیاں دولہے کو گھیر کر اس کے ساتھ ہنسی مذاق کریں گی۔ اگر دولہا خوش مزاج ہے تو محفل کا رنگ دیکھنے والا ہو گا ورنہ دوسری صورت میں کھسرے دولہے کے قریب بھی نہیں پھٹکتے۔ البتہ دلہن کی ماں بار بار اپنے داماد کی بلائیں لے گی۔ دولہا شرارت کے موڈ میں ہو تو وہ ناچنے والے کھسروں کو گود میں بھر کر بیٹھنے کی کوشش کرے گا تاکہ اس کی دلہن چڑ کر اس کے قریب جم جائے۔ لیکن اس موقع پر دلہن دولہے کی حرکتیں نظر انداز کرتی ہے۔ نجانے بعد میں بیچارے دولہے پر کیا بیت رہی ہو گی اللہ بہتر جانے۔ ناچ گانے کی محفل کے دوران دلہن اپنی سہیلیوں کو پکڑ پکڑ کر الگ لے جا کر ان کی شراب، چرس اور دیگر اشیاء سے خاطر تواضع کرتی ہے۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے عرض ہے کہ شادی والے دن دلہن کو چلنے پھرنے کی مکمل اجازت ہوتی ہے۔ اس روز صرف گرو مختلف ذمہ داریوں کی وجہ سے مصروف نظر آتا ہے۔ یہ امر انتہائی دلچسپ ہے کہ گرو کھانے پینے اور دیگر لوازمات کا انتظام صرف ان مہمانوں کے لئے کرتا ہے جن کے ساتھ برادری کی سطح پر لین دین ہو۔ یعنی شادی کے دن کھانے پینے کا شرف صرف کھسروں کو نصیب ہو گا باقی مہمانوں کو ایسی اشیاء کے قریب جانے کی بھی اجازت نہیں ہو گی۔ البتہ اگر کوئی مہمان اپنے ساتھ شراب وغیرہ لے آئے تو اسے پینے سے منع نہیں کیا جائے گا۔ اگر کھانے کا

انتظام دولہا نے کیا ہے تو پھر یہ اس کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ دلہن کی سہیلیوں، مہمانوں اور باراتیوں کے علاوہ عام مہمانوں کے لئے کھانا تیار کروائے۔ کھسرے شادی کے روز کھانے کا انتظام خود کرنے کی بجائے ہوٹل سے کھانا منگواتے ہیں۔

شادی کے روز سب سے اہم رسم صیغہ یعنی نکاح ہے۔ اس رسم کا آغاز ہونے سے قبل ماں دلہن کو پکڑ کر دولہے کے قریب بٹھائے گی۔ جس کے بعد محفل میں ناچنے والے کھسروں کو دولہے کی ماں ناچنے سے منع کرتے ہوئے قریب بلائے گی۔ ناچ کا اختتام ہوتے ہی میزبان گرو کھسرا محفل میں موجود تمام مہمانوں کو درخواست کرے گا کہ اب رسومات کا آغاز ہونے والا ہے لہٰذا آپ حضرات تشریف لے جائیں۔ عام مہمانوں کے رخصت ہوتے ہی دلہن کی ماں سینئر ترین گرو سے درخواست کرے گی کہ وہ بچے اور بچی کا صیغہ ادا کرنے کی رسم کا آغاز کریں۔ کھسروں کی زندگی میں صیغہ سے مراد نکاح ہے۔ صیغہ کے الفاظ ادا کرنے سے قبل صیغہ پڑھانے والا گرو دولہا اور دلہن کے قریب بیٹھ کر ان سے پوچھے گا کہ آپ جس بندھن میں گرفتار ہو رہے ہیں کیا آپ کو اس کی نزاکت کا احساس ہے؟ جواب ملنے کے بعد گرو ان سے پوچھے گا کہ تم کن شرائط کی بنا پر ایک دوسرے کو قبول کر رہے ہو جواب ملتے ہی گرو صیغہ کا آغاز کر دے گا۔ کھسروں کی شادی کی مختلف وڈیو فلمیں دیکھنے کے بعد پتہ چلا کہ صیغہ کے الفاظ پہلے سے طے شدہ شرائط کے مطابق بولے جاتے ہیں۔ صیغہ کے الفاظ بولنے سے قبل گرو محفل میں موجود تمام گروؤں کو اپنے قریب بٹھانے کے بعد ان سے اجازت طلب کرتا ہے۔ پھر گرو صیغہ کا آغاز کرتے ہوئے دلہن سے پوچھتا ہے۔

گرو: کاکی دس توں کہدی چیلی ایں۔

دلہن: امی نادرہ دی چیلی آں۔ اگر جواب نفی میں ہو تو گرو دلہن کی ماں کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے قریب لا کر دلہن کو اس کی شاگردی اختیار کرنے کی دعوت دے گا۔ جس کے بعد دلہن ماں کی شاگردی اختیار کر کے خاموشی سے بیٹھ جائے گی۔

گرو: کاکا تینوں پتہ اے توں کاکی مہوش نوں اپنے نال رکھن دا عہد کردا پیا ایں۔

دولہا: جی ہاں۔

گرو: توں کڑی دا سارا خرچہ چکیں گا۔

دولہا: جی ہاں میں ہر دکھ سکھ دا ذمہ دار آں۔

گرو: دلہن سے مخاطب ہے۔ کاکی توں سن لیا منڈا کیہ کہندا اے۔

دلہن: جی ہاں۔

گرو تو ں دس کوئی ضروری گل جو ایس موقعے تے لاڑے کولوں پچھنی ہووے۔
دلہن: نہیں امی جی۔ ساریاں گلاں امی پہلے طے کرلئیاں سن۔
گرو: اوہناں دے متعلق ساری بھیتاں تے کاکیاں نوں دس۔
دلہن تفصیل سے آگاہ کرے گی۔
گرو۔ دولہا سے مخاطب ہے: کاکا ویکھ اج توں اینہوں قبول کر کے نویں ذمہ داری چک رہیا ایں۔ جنہوں چکدیاں زمانہ ڈردا اے۔ اگر تو کل کلاں نوں کڑی دا ساتھ چھڈ دینا اے تے اج دس دے۔ تا کہ کل نوں ایہہ خوار نہ ہووے۔
دولہا کی جانب سے جواب: امی جی تسی پریشان نہ ہووو میں اینوں کدی تتی ہوا وی نئیں لگن دیاں گا۔ ایہہ ہمیشہ میرے نال رہوے گی۔
گرو: دولہا کے الفاظ سنتے ہی دلہن کا ہاتھ پکڑ کر دولہا کے ہاتھ میں دیدے گا۔ جس کے بعد وہ ہاتھ اٹھا کر نئے جوڑے کے خوشگوار مستقبل کی دعا کروائے گا۔ دعا کے مکمل ہوتے ہی سلامت رہو کا شور وغوغا بلند ہو گا۔ دلہن کھڑی ہو کر گرو کے پاؤں چھونے کے بعد ماں کے گلے لگ کر خوب مسکرائے گی جبکہ اسی دوران موقع پر موجود تمام کھسرے نئے شادی شدہ جوڑے کو مبارکباد دینے کے علاوہ سلامی دینا شروع کریں گے۔ سلامی وصولتے وقت دلہن کی قریبی سہیلی سلامی دینے والوں کا نام کاپی میں درج کرتی جائے گی۔ دوسری پارٹیوں سے تعلق رکھنے والے کھسرے عموماً نقدی کی صورت میں سلامی دیتے ہیں۔ جبکہ گروہ میں شامل کھسرے اپنی سہیلی کو نقدی کے علاوہ زیورات، کپڑوں، جوتوں اور اشیائے میک اپ کی صورت میں بھی مختلف تحائف سے نوازتے ہیں۔ سلامی وصولنے کی رسم سے فراغت کے بعد دولہا اور دلہن کی جانب سے محفل میں شریک تمام گرووں کے لئے سوٹ پیش کئے جائیں گے۔ گرووں سے ملنے والے کپڑوں کو دولہا کی ماں تمام کھسروں کو کھول کر دکھائے گی۔ سوٹ دیتے وقت اس امر کا خیال رکھا جاتا ہے کہ سب سے پہلے تحفہ صیغہ پڑھانے والے گرو کو بعد میں تجربہ کے لحاظ سے ترتیب ہوگی۔ اگر کسی سینئر کھسرے گرو کو جونیئر گرو کے بعد تحفہ پیش کیا جائے تو وہ اسے اپنی توہین سمجھتے ہوئے محفل سے جانے کی دھمکی دیتا ہے۔ جس کے بعد دولہن کی ماں اسے منائے گی۔ اگر دلہن کی ماں اس مشن میں ناکام ہوگئی تو پھر سینئر ترین گرو صورتحال پر قابو پانے کے لئے اپنا کردار ادا کرے گا۔ عموماً سینئر ترین گرو کی کسی بات کو ٹالا نہیں جاتا۔ اس رسم کے اختتام کے بعد گرو کی اجازت سے دلہن دولہا کی جانب سے شادی کے روز ملنے والے تحائف کو اپنی سہیلیوں کے سامنے پیش کرتی ہے کہ خاوند نے مجھے یہ تحائف دیئے ہیں۔ دلہن اس

رسم کو ادا کرتے وقت بہت خوش دکھائی دیتی ہے۔ اگر دولہا امیر ہے تو ملنے والے تحائف کی مالیت ہزاروں میں نہیں لاکھوں میں ہوگی۔ اگر دولہا غریب ہے تو پھر دولہن اپنے زیورات کی نمائش کر کے اس رسم کو نبھانے کی کوشش کرتی ہے۔ اس رسم کے بعد دلہن کی سہیلیاں شیشے کے گلاس میں دودھ پلائی کی رسم ادا کریں گی۔ دودھ پلائی کی رسم میں دولہا آدھا گلاس دودھ پی کر دلہن کے حوالے کر دیتا ہے۔ دولہے کے جوٹھے دودھ کو دلہن پی کر خالی گلاس دولہا کو لوٹائے گی۔ خالی گلاس کو واپس کرتے وقت دولہا کچھ نہ کچھ رقم دلہن کی سہیلیوں کو ضرور ادا کرے گا۔ لیکن عموماً اس رسم کے دوران دلہن کی سہیلیاں دولہے سے رقم لینے سے انکار کر دیتی ہیں۔ دودھ پلائی کی رسم کے بعد دوبارہ ناچ گانے کی محفل کا آغاز ہوگا۔ اس محفل میں عام لوگوں کو شرکت کی اجازت نہیں ہوتی۔ ناچ گانے کی محفل کا آغاز کسی گرو کے رقص سے ہوگا۔
گرو کے رقص کے بعد محفل میں موجود سب سے سینئر ترین گرو دلہن کو حکم جاری کرتا ہے کہ وہ ناچ کر دکھائے۔ اب یہ گرو کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ دلہن کو کیسا ناچ کرنے کو کہے گا۔ اگر دلہن گرو کے اس امتحان میں سرخرو ہوگی تو گرو اسے شاباش دینے کے علاوہ انعام بھی دے گا۔ اور اگر دلہن گرو کی مرضی کے مطابق رقص کا اچھا مظاہرہ کرنے میں ناکام ہوئی تو گرو اسے بری طرح ڈانٹتے ہوئے دلہن کے گرو کو تاکید کرے گا کہ وہ کاکی کو رقص از سر نو سکھائے۔ اس رسم کے بعد ناچ گانے کی محفل جاری رہتی ہے جبکہ دلہن اچانک غائب کر دی جاتی ہے۔ دلہن کے غائب ہونے کے چند لمحات بعد دولہا بھی غائب ہو جائے گا۔ دونوں کے غائب ہونے کے بعد جونیئر کھسرے بھی محفل میں رقص کا مظاہرہ کرنے کے لئے کود پڑتے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف دولہا اور دلہن اپنی اپنی ماؤں کی معیت میں اس کمرے تک رسائی حاصل کرتے ہیں جہاں انہیں سہاگ رات گزارنی ہے۔۔۔ سہاگ رات میں کیا ہوگا اس کے متعلق۔۔۔

وقت اجل

انسانی زندگی کی سب سے ٹھوس حقیقت موت ہے۔ ہر کس و ناکس کو اس کا ذائقہ چکھنا پڑتا ہے۔ انسانی زندگی کی سب سے اہم حقیقت کی حیثیت سے اس موضوع کے حوالے سے بہت کچھ لکھا جا چکا اور بہت کچھ لکھا جائے گا۔ جس طرح ہر انسان کو یقین ہے کہ وہ ایک دن فانی دنیا کو چھوڑ کر چلا جائے گا۔ اسی طرح اس کا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ موت انسان کو مطلع کر کے اس کی روح قبض نہیں کرتی۔ موت کس وقت کس حالت میں آئے گی اس کے متعلق حضرت انسان کچھ نہیں جانتا۔ لیکن حضرت انسان کی ایک صنف جسے کھسرا کہہ کر پکارا

جاتا ہے کو جاننے والے اس کے اس دعویٰ کے متعلق ضرور جانتے ہوں گے کہ کھسرے کو اپنی موت کا پتہ چل جاتا ہے کہ وہ بہت جلد دنیا سے رخصت ہونے والا ہے؟ کھسروں کا کہنا ہے کہ موت کا وقت قریب آنے سے قبل کھسرے کے پیٹ میں ناف کے مقام پر درد کا آغاز ہوتا ہے جو بتدریج پورے جسم میں پھیل جاتا ہے۔ جب بھی کسی کھسرے کے ناف کے قریب درد ہو تو ہمارا ایمان ہے کہ اب اس کے زندہ بچنے کا کوئی امکان نہیں۔ اور آج تک ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا کہ کسی کھسرے کی ناف سے درد کا آغاز ہوا اور وہ جانبر ہو گیا ہو۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ ناف میں درد شروع ہونے کے بعد اس امر کا یقین نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کتنی دیر اور زندہ رہے گا؟ لیکن اگر کسی کھسرے کو ایسا درد شروع ہو تو پھر ایک دو دن تو بہت زیادہ بعض اوقات چند گھنٹوں میں زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ کھسروں کے اس دعویٰ کو جھٹلانے کے لئے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں۔ البتہ ماہرین میڈیکل سائنس، حکیم اور سیانے لوگ اس معاملہ پر کسی قسم کی تحقیق کریں تو انسانی زندگی کے حوالے سے کسی بڑی تبدیلی کا قبل از وقت پتہ چلانا ممکن ہو سکتا ہے۔ واضح رہے کہ موت کے وقت کے حوالے سے یہ دعویٰ پیدائشی کھسروں نے کیا ہے۔ جبکہ دو نمبر کھسروں نے اس بابت بات چیت کرنے سے انکار کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ موت کا وقت، طے ہے تو پھر ہم کیوں مغز ماری کرتے پھریں۔ پیدائشی کھسروں سے پوچھا گیا کہ درد کا آغاز اچانک یا کسی مخصوص خوراک کے کھانے سے ہوتا ہے؟ کھسروں کا کہنا تھا کہ آپ جانتے ہوں گے کہ پیدائشی کھسرے چاول نہیں کھاتے۔ اگر کوئی کھسرا چاول کھائے بھی تو صرف چکھنے کی حد تک۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ چاول کھانے سے کھسرے کی ناف میں درد کا آغاز ہوتا ہے۔ اسی لئے کھسرے چاول کے قریب نہیں جاتے۔ آگے اللہ بہتر جانتا ہے کہ کس بناء پر درد شروع ہوتا ہے۔ ہماری زندگی میں ظاہرا یہی ایک سبب ہے۔ اگر کسی کھسرے کے پیٹ میں ناف کے مقام سے درد کا آغاز ہو تو کھسرا فوراً اپنے گرو یا پسندیدہ سہیلی کو اس کے متعلق آگاہ کرتا ہے۔ جس کے بعد جنگل میں آگ کی طرح یہ خبر کھسروں کی برادری میں پھیل جائے گی۔ جبکہ درد زدہ کھسرے کی سہیلیاں اپنے رسم و رواج کے مطابق اس کی چارپائی کے اردگرد کھڑے ہو کر آنسو بہاتے ہوئے اس کی زندگی اور صحت یابی کے لئے دعا کرتے ہیں۔ جبکہ گرو یا سینئر کھسرے اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ درد کا آغاز کس مقام سے ہوا۔ اگر درد کا آغاز واقعی ناف سے ہو تو پھر وہ ہونے والے مردے کے کفن دفن کا انتظام شروع کر دیں گے اگر درد کسی اور مقام سے شروع ہو تو مریض کو مرض کی نوعیت کے مطابق دوا دارو کر کے درد کی شدت کم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اگر گرو اس درد میں مبتلا

ہو جائے تو وہ اپنے تمام چیلوں کو اکٹھا کر کے اپنے بعد پارٹی کی ذمہ داری سنبھالنے والے چیلے کو اپنے ہاتھوں سے گرو کا علامتی نشان سونپتے ہوئے گھر کی چابی اور مال و اسباب کے علاوہ لین دین سے آگاہ کرتا ہے۔ لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ گرو کو اتنی باتیں کرنے کا موقع ملے۔ یہاں اس امر کی بھی وضاحت ضروری ہے کہ گرو کا علامتی نشان گرو کے مرنے کے بعد اس کا جانشین کسی سینئر گرو کے ذریعے پاؤں یا ہاتھ پر بندھواتا ہے۔ (جانشینی کی رسم کا ذکر اگلے صفحات میں موجود ہے) کھسروں کے نزدیک ان کی موت کے عام آدمی کے علم میں نہ آنے کی اصل وجہ یہی ہے۔

کھسرے کا جنازہ

کھسرے کی معاشرت سے واقف حضرات سے پوچھا جائے کہ کیا آپ نے کبھی کھسرے کے جنازے میں شرکت کی تو ان کا جواب نفی میں ہونے کے باوجود کھسروں کے جنازے اور دفنانے کے مراحل سے متعلق حیرت انگیز انکشافات لئے کھڑا ہو گا۔ ان حیرت انگیز معلومات کا مالک ہونے کے باوجود ان کے کسی دعوے پر یقین کرنا انتہائی مشکل امر ہوتا ہے۔ کھسرا پیدائشی ہو یا دو نمبر مرنا بہرحال سب کو ہے۔ جب موت آئے گی تو اس کے دفنانے کے مراحل بھی پیش آئیں گے۔ یہی وہ مراحل ہیں جنہیں کھسرا عام آدمی کی نظر سے چھپا کر رکھتا ہے۔ کیا ایسا ممکن ہے کہ عام آدمی کی نظر سے ان کے علاقے میں ہونے والے کھسرے کی ہلاکت پوشیدہ رہے؟ اگر بغور جائزہ لیا جائے تو ایسا ممکن نہیں لیکن اس کے باوجود کھسروں بالخصوص پیدائشی کھسروں کی زندگی کا یہ پہلو عام آدمی کی نظر سے پوشیدہ ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ پیدائشی کھسرا عام آدمی سے میل جول کو گھریلو سطح تک نہیں لاتا۔ اور جب تک کسی فرد کی سماجی زندگی میں کسی انسان کا گذر نہ ہو تو یہ ممکن نہیں کہ آپ اس کے دکھ میں شرکت کا اعزاز حاصل کر سکیں۔ آپ اپنے گرد و پیش نظر دوڑائیں تو آپ کو اندازہ ہو گا کہ اگر کسی گھر میں کوئی شخص فوت ہو جائے تو اس کی موت کی اطلاع عام آدمی تک اسی صورت میں پہنچے گی جب اس کی باقاعدہ تشہیر کی جائے۔ عام آدمی سے میل جول نہ رکھنے والا ٹولہ اس موت کی خبر سے آگاہ کرنے کے لئے تشہیر کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ کھسرے کی موت عام آدمی کی نظر سے پوشیدہ رہتی ہے۔

کھسرے کے جنازے اور اسے قبر تک پہنچانے کے مراحل کے متعلق عام لوگوں میں یہ تصور ہے کہ کھسرے کا جنازہ کبھی سامنے دروازے سے نہیں نکالا جاتا۔ دیوار پھاڑ کر کھسرے

کا جنازہ قبرستان تک لے جایا جاتا ہے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ کھسروں کے قبرستان عام آدمی سے الگ ہوتے ہیں۔ لیکن یہ بات اس لئے دل کو نہیں لگتی کہ پورے پاکستان میں ایک بھی ایسا قبرستان نہیں ہے جو کھسروں کے لئے مخصوص ہو۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ کھسرا فوت ہو جائے تو اس کی میت کو سیدھا کھڑا کر کے کھسرے قبرستان تک لے جاتے ہیں۔ ایسا بھی ممکن نہیں۔ کچھ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ جب کھسرے کی موت کا وقت قریب آ جائے تو انہیں پتہ چل جاتا ہے اس لئے وہ کھسرے کے مرنے تک قبرستان میں بیٹھ جاتے ہیں۔ ایسا بھی ممکن نہیں۔ کیونکہ اگر کھسروں کی ٹولی قبرستان میں ڈیرہ جما کر بیٹھ جائے تو وہ عام آدمی کی نظر سے بچ نہیں پاتی۔ خود کھسروں کی جانب سے مردے کے جنازے اور دفنانے کے متعلق اس قسم کا اشارہ ملا ہے۔ وقت اجل والا باب پڑھنے سے آپ اس امر کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ کھسرے مرنے والے کی میت کو ویرانے میں قبر کھود کر دفناتے ہیں۔ ایسا بھی ممکن نہیں۔ کیونکہ ایک دو بار تو ایسا ممکن ہے لیکن مستقلاً اس حرکت کو نہیں اپنایا جا سکتا۔ کچھ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ کھسروں کو گھر کے صحن میں دفنایا جاتا ہے۔ غرضیکہ جتنے منہ اتنی باتیں والا معاملہ ہے۔ لیکن یہ کوئی نہیں جانتا کہ جنازہ کیسے ہوتا ہے۔

جب کھسروں سے اس بابت پوچھا گیا تو کھسروں کی اکثریت نے سوال کے جواب میں خاموشی اختیار کی۔ جبکہ جن کھسروں نے جواب دیا ان کی بات پر یقین کرنا ممکن نہیں۔ لیکن ایک بات طے ہے کہ کھسرے عام آدمی کی نظر سے اپنا جنازہ چھپانے کی کوشش اس لئے کرتے ہیں کہ ان کی بزرگی کا جو تصور معاشرے میں جڑ پکڑ چکا ہے اس پر کسی قسم کی زد نہ آئے۔ لیکن اگر حالات کا بغور جائزہ لیں تو جنازہ کو پوشیدہ رکھنے کے اسباب تلاش کرنے کے بعد اس کے طریقہ کار کے متعلق بہتر اور درست رائے قائم کرنا ناممکن نہیں۔ پیدائشی کھسرے آبادی سے دور رہائش اختیار کرتے ہوئے دینی و دنیاوی کام سرانجام دیتے ہیں۔ آبادی سے دور رہنے والے کھسروں کی زندگی اور موت کے متعلق عام آدمی کو آگاہی نہ تھی۔ اس لئے یہ روایت جڑ پکڑتی گئی کہ کھسرے کے جنازے کا کسی کو علم نہیں۔ اب ہمارا معاشرتی سیٹ اپ ایسا ہے کہ ہم سنی سنائی باتوں پر یقین کرنے کو ہر وقت آمادہ ہوں گے۔ لیکن کبھی اتنی تکلیف نہیں کریں گے کہ سنی سنائی بات کی اصل حقیقت جاننے کے لئے گہرائی میں اترنے کی ضرورت محسوس کریں۔ یہی وجہ ہے کہ کھسرے کی زندگی کے تمام پہلوؤں سے آگاہ افراد بھی اس ایک معاملے میں اپنی لاعلمی کو ظاہر کرتے قطعاً ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ کھسرا ماورائی مخلوق نہیں کہ اس کا آخری سفر لوگوں کی نظر سے پوشیدہ رہے۔

پیدائشی کھسروں کی اکثریت دینی شعائر کی پابند ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے مرنے والوں کی آخری رسومات کی ادائیگی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ملتان کے ایک کھسرے شہباز کے متعلق مشہور ہے کہ وہ دینی فرائض کی ادائیگی میں قطعاً کوتاہی کا مظاہرہ نہیں کرتا۔ یہی وہ کھسرا ہے جو اپنی برادری کے مرنے والوں کی آخری رسومات کے دوران میت کو غسل دینے کے علاوہ نماز جنازہ بھی پڑھاتا ہے۔ واضح رہے کہ شہباز کھسرے کے حوالے سے کسی دوسرے کھسرے نے اس امر کی تصدیق نہیں کی۔ لیکن شہباز کی زندگی کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اس قسم کے فرائض ادا کرتا ہے۔ شہباز کے ٹھکانے پر جانے والے ایک دوست کا کہنا ہے کہ اس کے ڈیرے پر لٹھا نما سفید کپڑا، اگر بتیاں، عطر، کافور اور آخری رسومات میں استعمال ہونے والی اشیاء ہر وقت موجود ہوتی ہیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کھسرے مردہ دفناتے کس وقت ہیں؟ اس متعلق کھسروں یا ان کے قریب رہنے والے افراد کی زبانی کسی قسم کی معلومات ہمیں حاصل نہ ہو سکیں۔ لیکن یہ کہنا غلط نہیں ہے کہ کھسرے مردے کو دفنانے کے لئے رات کا وقت ہی منتخب کرتے ہیں۔ جنازہ قبرستان تک پہنچانے کے لئے کھسرے اپنا روایتی انداز ترک کر کے مردوں کے لباس میں قبرستان تک پہنچتے ہیں۔ یہ دعویٰ اسی تناظر میں کیا گیا ہے کہ کسی بھی قبرستان کے گورکن یا انتظامیہ کے کسی فرد نے اس امر کی تصدیق نہیں کی کہ مردہ دفنانے کے لئے کسی کھسرے نے ان سے رابطہ کیا ہو۔ قبرستان کا ریکارڈ چیک کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں دفن ہونے والے افراد کی جنس مرد یا عورت ہی تحریر کی جاتی ہے۔ اگر کھسرے عورت کے نام سے اپنا مردہ دفناتے ہیں تو پھر کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ قبرستان میں دفن ہونے والی تمام عورتیں واقعی عورتیں ہیں۔ لیکن ساتھ ہی اس امر کی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ کھسروں کی زندگی کا جائزہ لینے سے یہ بات سامنے آئی کہ وہ مردے کو دفناتے وقت اس کی پیدائشی جنس کو ہی استعمال کرتے ہیں۔

کھسروں کی قبرستانوں میں سرگرمیوں کا جائزہ لینے کے لئے ہم نے لاہور کے ایک قبرستان میں کام کرنے والے ایک گورکن جس نے نام پوشیدہ رکھنے کی شرط پر اس موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی، سے کی جانے والی گفتگو انٹرویو کی صورت میں پیش خدمت ہے۔

سوال: آپ کتنے عرصے سے بطور گورکن کام کر رہے ہیں؟

جواب: مجھے یہ کام کرتے ہوئے 20 سال سے زائد عرصہ بیت چکا ہے۔ قبریں کھودنا ہمارا خاندانی کام ہے۔ میرے دادا اور والد صاحب بہت اچھے گورکن تصور کئے جاتے تھے۔

سوال: کیا آپ نے کبھی کسی کھسرے کا جنازہ دیکھا؟

جواب: جی نہیں۔ آج تک ایسا اتفاق نہیں ہوا۔

سوال: کیا آپ انجان لوگوں کے کہنے پر قبر تیار کرتے ہیں؟

جواب: انجان لوگوں سے کیا مراد ہے؟ جس قبرستان میں، میں کام کر رہا ہوں یہاں کا انتظام و انصرام ایک کمیٹی نے سنبھال رکھا ہے۔ کمیٹی کی اجازت کے بغیر قبر کھودنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر کمیٹی کی اجازت سے قبر کھودی گئی تو پھر ہم یہ نہیں پوچھتے کہ مرنے والا کون ہے؟ اگر اہل علاقہ میں سے کوئی آدمی جنازے میں شامل ہے تو پھر ہمیں پتہ چل جاتا ہے کہ مرنے والا کون ہے۔ دوسری صورت میں ہم لاعلم ہوتے ہیں۔ لیکن ایسا اتفاق آج تک نہیں ہوا کہ قبرستان میں جنازہ آیا ہو اور جنازے میں شامل شرکاء میں ہمارے جاننے والے موجود نہ ہوں۔

سوال: کبھی ایسا اتفاق بھی ہوا کہ کمیٹی یا گورکن کی مدد کے بغیر کوئی قبر تیار کی گئی ہو؟

جواب: اس قبرستان میں آج تک ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔

سوال: کیا آپ کی کھسروں سے واقفیت ہے؟

جواب: جی ہاں کیوں نہیں۔ میں کافی کھسروں کو جانتا اور پہچانتا ہوں۔

سوال: آپ نے ان کھسروں کو عورتوں یا مردوں کے لباس میں دیکھا؟

جواب: اکثر عورت کے لباس ہی میں ملاقات ہوئی ہے۔ البتہ ایک دو کھسرے ایسے ہیں جو مرد کے لباس میں مجھے ملے۔

سوال: کیا آپ جاننے والے کھسروں کو ہر روپ میں پہچان لیں گے؟

جواب: جی نہیں۔ کیونکہ ان کھسروں سے میری ملاقات اکثر رات کے اندھیرے میں ہوتی ہے۔ جب وہ چرس وغیرہ پینے کے لئے قبرستانوں میں گھستے ہیں۔

سوال: کیا واقعی وہ صرف چرس پینے کے لئے قبرستانوں کا رخ کرتے ہیں؟

جواب: ان کو اس سے اچھی جگہ نہیں مل سکتی اس لئے وہ قبرستان کا رخ کرتے ہیں۔

سوال: آپ ہمارا مقصد نہیں سمجھے ہمارا کہنا یہ ہے کہ وہ یہاں جنسی بے راہروی کو فروغ تو نہیں دیتے؟

جواب: اللہ بہتر جانتا ہے۔ اگر ہم کسی کو ایسی حرکت کرتے دیکھ لیں تو پھر اس کی خیر نہیں ہوتی۔

سوال: کیا آپ کو کبھی یہ شبہ نہیں ہوا کہ اس جنازے کے شرکاء کی حرکات و سکنات عام

آدمی سے مختلف ہیں؟

جواب: ایک بار شبہ ہوا تھا کہ جنازے کے شرکاء نارمل انسان نہیں۔ انہیں دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ یہ لوگ کھسرے ہیں۔ لیکن انہیں تمام رسومات ادا کرتے دیکھ کر مزید تحقیق کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔

سوال: کیا آپ کے دادا یا والد صاحب نے آپ کو بتایا کہ انہوں نے کھسرے کی قبر کھودی تھی؟

جواب: میرے علم میں ایسی کوئی بات نہیں۔ لیکن میں اپنی ماں سے پوچھ کر آپ کو بتا سکتا ہوں۔ جب دوبارہ گورکن سے ملاقات ہوئی تو اس نے بتایا کہ اس کی ماں کو بھی کسی ایسے واقعہ کا علم نہیں۔

سوال: اگر آئندہ کبھی آپ کو محسوس ہو کہ جنازے کے شرکاء کا رویہ عام انسانوں جیسا نہیں تو کیا آپ ان کی مکمل چھان بین کریں گے؟

جواب: میں شاید ایسا نہ کرتا۔ لیکن آپ سے گفتگو کرنے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ اگر آئندہ کبھی مجھے شبہ ہوا تو میں حقائق کو جاننے کی بھرپور کوشش کروں گا۔

گورکن سے بہت سے معاملات پر گفتگو کی گئی لیکن صفحات کی کمی کی وجہ سے غیر ضروری حصے حذف کر دیئے گئے۔ اگر آپ کے علم میں کھسروں کے جنازے اور کفن دفن کے عمل کے متعلق کسی قسم کی معلومات ہوں تو ہمیں ضرور آگاہ کیجئے گا تاکہ کھسروں کی سماجی زندگی کا یہ پہلو بھی بے نقاب کیا جا سکے!

گرو اور چیلا: باہمی تعلقات

گرو اچھا وہ جو اپنے چیلوں کے حقوق کی حفاظت کر سکے۔ چیلا اچھا وہ جو گرو کی ہر بات مانے۔ اکثر کھسرے گرو کے حکم کو مانتے ہوئے اپنی جان دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ جبکہ گرو بھی اپنے بچوں کے لئے جان دینے سے دریغ نہیں کرتا۔ گرو اپنے چیلوں کے حقوق کی حفاظت کیسے کرتا ہے؟ یہ ایسا سوال ہے جس کا جواب ان کی زندگی کا بغور جائزہ لینے سے بآسانی مل جاتا ہے۔ گرو اپنے بچوں کو زمانے کی اونچ نیچ، لوگوں کے رویئے، پیسے اکٹھے کرنے اور ناز و ادا کی تربیت دیتا ہے۔ گرو ہی اپنے بچوں کی جانب سے برادری کے دکھ سکھ میں لین دین کرتا ہے۔ برادری کے دکھ سکھ میں شرکت کرتے ہوئے گرو اپنے بچوں کو ایک ہی معیار اور مقام کے حوالے سے پہچان دیتا ہے۔ جبکہ بچے بھی اپنے گرو کو ہر مقام پر اپنے لئے سب سے بہتر راہنما قرار دے کر

اپنا معاملہ گرو کی صوابدید پر چھوڑ کر پیچھے ہٹ جائیں گے۔ اب گرو کی مرضی ہے کہ وہ جیسے چاہے جس طرح چاہے ان کے حوالے سے معاملات طے کرے۔ اگر گرو کے لئے وہ سب کچھ کر سکتے ہیں تو پھر ایسا کیوں نہیں ہوتا جب بھی کسی فنکشن میں کوئی شخص گرو کے ساتھ بدتمیزی کرے تو وہ لڑائی مار کٹائی کیوں نہیں کرتے۔ اس حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے ایک کھسرے نے بتایا کہ جب ہم گھر سے باہر نکلتے ہیں تو ہمیں یقین ہوتا ہے کہ آج کا دن اچھا نہیں گزرے گا۔ آج پھر ہمیں کوئی نہ کوئی ضرور چھیڑے اور تنگ کرے گا۔ اسی لئے ہم گھر سے باقاعدہ تیار ہو کر نکلتے ہیں کہ اگر ہمیں کسی پیچیدہ صورتحال کا سامنا کرنا پڑا تو ہمارا ردعمل کیا ہوگا۔ ہمارے لئے یہ امر انتہائی تکلیف دہ ہوتا ہے کہ کوئی شخص گرو کی بے عزتی کرے۔ ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہم ایسے شخص کو موقع پر ہی پکڑ کر جوتے ماریں۔ لیکن باز اس لئے رہتے ہیں کہ اگر ایسا ایک بار ہو تو ہم کچھ کریں۔ یہاں تو روزانہ ایسی صورتحال کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایک دفعہ میرے سامنے ایک شخص نے شادی کی تقریب میں گاتے ہوئے گرو کو زبردستی پکڑ کر بوسہ لیا۔ جس پر گرو نے بہت برا منایا۔ گرو کا غصہ دیکھ کر ہم نے اس شخص کو برا بھلا کہا تو شادی میں شریک افراد اسلحہ نکال کر کھڑے ہو گئے۔ اور ہمیں وہاں سے بھاگتے بنی۔ اس رات میں اور گرو گھر آ کر بہت روئے کہ ہم اتنے بے بس کیوں؟ یہاں تو ہر شخص ہمارا مذاق اڑا رہا ہے ہم ہیں کہ مذاق کا جواب نہیں دے سکتے۔ اگر اس دن ہم اس شخص کو مارتے تو آج ہم میں سے شاید کوئی ایک سہیلی زندہ نہ ہوتی۔ موت بہرحال خطرناک چیز ہے۔ اس لئے ہم گھر سے باہر ایسے معاملات کو نظرانداز کرتے ہیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ برادری کے لین دین میں کوئی گرو یا دوسری سہیلی ہماری یا ہمارے گرو کی بے عزتی کرے تو ایسا ممکن نہیں۔ ہم اس کی گردن توڑ دیں گے۔ اسی نے بتایا کہ آج سے چند سال قبل شاہدرہ میں ایک تقریب کے دوران سوٹ لینے دینے کے مسئلہ پر ہمارے گرو اور دوسرے گرو میں ٹھن گئی۔ اس موقع پر ہم سب آگے بڑھے اور گرو کی مدد کی۔ گو اس موقع پر باقاعدہ لڑائی کا میدان نہیں سجا۔ لیکن باتوں باتوں میں جو کچھ ہوا وہ بھی کسی لڑائی سے کم نہیں تھا۔ اس موقع پر ایک سینئر گرو نے مداخلت کر کے معاملہ ٹھنڈا کیا۔ ورنہ وہ جوتیاں چلتیں کہ خدا کی پناہ۔ بالکل اسی طرح گرو بھی برادری میں ہمارے حوالے سے ہونے والے معاملات میں کسی قسم کی لچک کا مظاہرہ نہیں کرتا۔ یہی چیز ہمیں برادری کی نظر میں سرخرو کرتی ہے۔

گرو کے جتنے چیلے ہوں ان کے تمام معاملات میں حتمی اور فیصلہ کن کردار گرو ہی ادا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ چیلوں کے درمیان لڑائی کی صورت میں بھی آخری فیصلہ گرو کریگا۔ ساتھ ہی یہ بتانا بھی انتہائی ضروری ہے کہ کھسرے اپنے حق کے لئے لڑنے سے گریز نہیں کرتے۔ نہ کسی دباؤ

سے خوفزدہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ اپنے حق کے لئے جان دینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ کھسرے بیرونی دنیا پر اپنا کوئی حق تسلیم نہیں کرتے۔ برادری کے رسم و رواج کے مطابق جو چیز ان کا حق بن جائے اسے کوئی دوسرا نہیں چھین سکتا۔ اگر کوئی ایسا کرنے کی کوشش کرے تو متعلقہ کھسرے ایسے معاملات کو فوراً گرو کی عدالت میں پیش کرتے ہیں۔ گرو حالات کا جائزہ لے کر فوری فیصلے کرے گا۔ اگر گرو فیصلہ کرتے ہوئے کسی قسم کے تساہل کا مظاہرہ کرے تو اس کے گروہ کا شیرازہ بکھرنے میں قطعاً دیر نہیں لگتی۔ اگر کسی کھسرے کے ساتھ کسی دوسرے گروہ سے کوئی کھسرا زیادتی کرے تو کھسرے آپس میں لڑنے سے دریغ نہیں کرتے۔ بعض اوقات ایسے معاملات میں کھسرے شدید زخمی بھی ہو جاتے ہیں۔ جن کے علاج معالجہ کے لئے پوری برادری اکٹھی ہو گی۔ برادری کے دوسرے گروہ کے ساتھ ہونے والے جھگڑے کو بھی بالآخر گروؤں کی محفل میں زیر بحث لایا جاتا ہے۔ گروؤں کی یہ کمیٹی ایک غیر جانبدار گرو اور دو متعلقہ حریفوں کے گروؤں پر مشتمل ہوتی ہے۔ جھگڑے کو نمٹانے کے لئے یہ کمیٹی جو فیصلہ کرے اسے تسلیم کیا جاتا ہے۔ اختلاف کرنے والے کھسرے کو برادری سے بھی نکالا جا سکتا ہے۔ اگر اس صورت میں بھی گرو معاملہ سلجھانے میں ناکام ہو جائے تو پھر وہ اور گرو کے دوسرے سینئر گروؤں کو پیغام بھجوا کر بلائے گا اور ان کی عدالت میں معاملہ پیش کرے گا۔ ایسی محفل میں دونوں متعلقہ فریقوں کے گرو بطور وکیل اپنا کیس پیش کریں گے۔ سینئر گرو دونوں فریقوں کے دلائل سن کر حتمی فیصلہ دیں گے۔ اس قسم کے فیصلوں کی اطلاع پوری برادری کو دی جائے گی۔ کھسروں کی خفیہ زندگی میں ایسے بہت کم واقعات پیش آئے ہیں جب کوئی گرو معاملہ نہیں نمٹا سکا۔

گرو اور چیلے کے درمیان تعلقات میں کشیدگی اس وقت پیدا ہوگی جب کوئی گرو کسی چیلے کو اپنے بہت قریب رکھتا ہے اور اس کے دوسرے چیلوں کی نسبت زیادہ لاڈ اور نخرے برداشت کرتا ہے۔ گرو بنیادی طور پر کھسروں کی زندگی میں ماں کا کردار ادا کرتا ہے۔ ہماری ماؤں کا معمول ہے کہ وہ کسی بھی ایک بچے یا بچی کو دوسرے بچوں کی نسبت بہت چاہتی ہیں۔ بالکل ایسے ہی کھسرا گرو بھی اپنے کسی ایک چیلے کو بہت چاہتا ہے۔ گرو ایسے چیلے کو اپنی زیادہ محبت اور شفقت سے نوازتے ہیں جو خوبصورت، تابعدار اور فرمانبردار ہو۔ اس چیز کو دیکھ کر دوسرے کھسرے غصہ اور حسد محسوس کرتے ہیں۔ غصہ میں آ کر وہ ای جی، سے مختلف شکوے شکایات کرتے ہیں۔ اور بعض اوقات ناراض ہو کر کئی کئی دن امی سے منہ پھلائے رکھتے ہیں۔ امی اپنے بچے کی ایسی حرکات کا فوراً نوٹس لے کر انہیں رام کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ لیکن بعض اوقات یہی حسد کا جذبہ کھسروں کو گرو کی نظر میں معتبر بننے میں مدد دیتا ہے۔ وہ گرو کی قربت حاصل کرنے کے لئے انتہا درجے کی تابعداری اور

فرمانبرداری کا مظاہرہ کرتے ہیں اور مختلف حیلوں بہانوں سے ماں کے قریب ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر ایسے عالم میں امی بچے کو بھر پور توجہ دے تو وہ دوسرے کھسروں کو چڑانے کے لئے انہیں ماں کی باتیں سنا کر مزے لیتا ہے۔

گرو اپنے چیلوں کے لئے خوراک، کپڑے، رہائش اور کھانے پینے کا انتظام بھی کرتا ہے۔ اس مقصد کے لئے گرو کو اس کے چیلے ماہوار بنیادوں پر رقم ادا کرتے ہیں۔ گرو اس رقم سے گھر کے لئے پورے ماہ کا سودا سلف خرید کر رکھے گا۔ اس کے علاوہ وہ اپنے آبائی علاقوں میں آباد کھسرے گرو کے ہمراہ مہینہ شروع ہوتے ہی دکان پر جا کر سودا کی لسٹ تھمائیں گے اگر دکاندار انہیں کوئی چیز مفت دے دے تو وہ اسے خوشی سے قبول کر لیتے ہیں۔ گلشن راوی لاہور کے علاقہ میں مقدس پارک میں مکھو نامی کھسرے کے شاگرد اسی طرح پورے ماہ کا راشن اکٹھا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ دکان پر جائیں گے اور بتائیں گے کہ ہمیں فلاں صابن اتنی مقدار میں درکار ہے دکاندار اپنی خوشی سے انہیں چیز تھما دیتا ہے۔ علاقے کی تمام دکانوں سے مال اکٹھا کرنے کے بعد جو سودا بچ جاتا ہے اسے نقد رقم دے کر خریدا جاتا ہے۔ نقد رقم سے سودا گھر میں لا کر باقاعدہ مینو تشکیل دیا جاتا ہے۔ ہر اچھے کھانے والے گرو کے گھر باورچی ملازم ہوتا ہے جو ضرورت کے مطابق سبزی گوشت اور اس قسم کی اشیاء خرید کر ہانڈی روٹی تیار کرتا ہے۔ گرو اپنے چیلوں کے لئے خوراک ان کی مرضی کے مطابق تیار کرواتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر کسی چیلے کا گریہ بھی ان کے ساتھ رہائش پذیر ہے تو پھر وہ چیلہ گریہ کی مرضی کے مطابق اپنے ہاتھ سے کھانا تیار کرتا ہے۔ کھسروں کے نزدیک گریہ کی خدمت کرنا سب سے اہم اور افضل ترین کام ہے۔ اگر گریہ کہیں گیا ہوا اور واپس آئے تو کھسرا اس کے جوتے تک خود اتارے گا۔ اور موسم کے مطابق فوری طور پر اس کے کھانے کا انتظام کرے گا۔ گریہ کے آنے کے بعد ہی کھانا کھائے گا۔ اگر گریہ گھر پہنچ گیا اور کھسرا موجود نہیں تو پھر گرو گریہ کی خاطر تواضع کرے گا۔ گریہ کی خاطر تواضع کرتے ہوئے گرو مکمل طور پر اپنے آپ کو ساس کے روپ میں ڈھال لیتا ہے۔ وہ اس دوران گریئے سے ایسے سوالات اور بات چیت کرے گا جو ہمیشہ ایک ساس اپنے داماد سے کرتی ہے۔ گھر کا بجٹ بنانے کے بعد گرو کی ذمہ داری ختم نہیں ہوتی۔ وہ اپنے چیلوں کے مزاج کے مطابق ان کے لئے باہر جانے اور مختلف تقریبات میں ان کی شمولیت کے لئے موقع تلاش کرتا ہے۔

کھسروں کی برادری کے ہونے والے کسی بھی فنکشن میں کوئی کھسرا اس وقت تک شرکت نہیں کرے گا جب تک اس کے گرو کو اس کی باقاعدہ اطلاع نہ دی جائے۔ گرو کو اطلاع ملنے کے بعد کھسرے اپنی مرضی سے اس تقریب میں جا سکتے ہیں۔ اگر وہ نہ جانا چاہیں تو گرو انہیں مجبور نہیں

کرتا۔ لیکن اگر تمام پارٹی اکٹھی ہو کر برادری کی تقریب میں گئی تو گرو سب سے آگے ہوگا۔ گرو کے استقبال کو تمام پارٹی کا استقبال تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر کسی ایک پارٹی کے تمام کھسروں کو انفرادی طور پر خوش آمدید کہا جائے اور دوسری پارٹی کو نظرانداز کیا جائے تو کھسرے اس کا برا مناتے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر کوئی پارٹی ناراض ہو کر جانا چاہے تو میزبان پارٹی ان سے معافی طلب کرے گی۔ معافی تلافی کے بعد وہ پارٹی دوبارہ دروازے تک جائے گی اور ان کا نئے سرے سے استقبال ہوگا۔ لیکن اس بار استقبال میں نئی چیز یہ شامل ہوگی کہ میزبان تمام کھسروں کا استقبال کرتے ہوئے ان کا منہ چومے گا۔ جواباً وہ بھی اسی قسم کے ردعمل کا مظاہرہ کریں گے۔

گرو عید تہوار کے موقع پر برادری کے ساتھ لین دین کرتے ہوئے اجتماعی اور انفرادی طور پر اپنے چیلوں کی جانب سے نمائندگی کرتا ہے۔ عید تہوار پر کھسرے اپنے گرو کو چوڑیوں، میک اپ کا سامان، لباس، کھانے پینے کا سامان اور دیگر تحفے تحائف دیں گے۔ بدلے میں گرو عید یا خوشی کے موقع پر اپنے چیلوں کو نقدی یا کسی اور صورت میں تحائف سے نوازے گا۔ گرو کی نظر میں چیلے کی جانب سے اس تحفے کی سب سے زیادہ قدر کی جاتی ہے جس نے گرو کی ضرورت کے مطابق اسے تحفہ دیا۔ گرو دوسرے گروہ کو تحفہ دیتے ہوئے اس امر کا خیال رکھے گا کہ اس پارٹی نے فلاں موقع پر مجھے یا میرے بچوں کو کس قسم کے تحفے دیئے تھے۔ پہلی بار تحفہ دینے کی صورت میں اس امر کا خیال رکھا جاتا ہے کہ تحفہ لینے والی پارٹی کی مالی صورتحال کیسی ہے۔ اگر وہ مہنگے تحفے کے بدلے میں مہنگے تحفے لے کر دے سکتی ہے تو گرو ایسا ہی تحفہ انہیں دے گا۔ اگر وہ صاحب استطاعت نہ ہوں تو ان کی حیثیت کے مطابق کم تر تحفہ دیا جائے گا۔ کھسروں کے ہاں لین دین میں اس امر کی بہت اہمیت ہے کہ اگر فریق اول نے دوسری پارٹی کی خوشی میں 100 روپے دیئے تو آئندہ ان کی تقریب میں اس کی پارٹی کو یہ رقم دوگنا کر کے لوٹانا ہوگی۔ گرو دوسری پارٹیوں کو دیئے جانے والے اجتماعی و انفرادی تحفوں کی لسٹ بھی سنبھال کر رکھتا ہے تاکہ بوقت ضرورت کام آئے۔ اگر کسی سطح پر کسی کھسرے نے انفرادی طور پر تحفہ دیا تو اس کا جواب بھی انفرادی حیثیت میں دیا جائے گا۔ اگر کھسرے کے اس خلوص کے جواب میں پارٹی ایسے رویئے کا مظاہرہ نہ کرے تو گرو فوراً دوسری پارٹی سے شکوہ کرتے ہوئے ناراض ہو جائے گا۔ کہ تم نے میری بچی کا استحقاق مجروح کیا۔ اسی طرح کھسروں کی زندگی میں گرو ان کے دیگر اہم معاملات کے نمٹانے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر گھر میں پورے ہفتے کا راشن سٹور کر لیا گیا۔ لیکن اس کے باوجود کھانا باہر سے منگوایا گیا تو گرو اپنے پلے سے خرچ کر کے فوری طور پر کھانا منگوائے گا۔ لیکن بعد میں وہ اپنے تمام چیلوں سے یہ رقم برابر تقسیم کر کے اکٹھی کرے گا۔

بعض اوقات تک چڑھے، غصیلے اور امیر کھسرے کسی معاملے پر گرو سے ناراض ہو کر بدتمیزی کا مظاہرہ کریں تو گرو انہیں جرمانہ کر دیتا ہے۔ جرمانے کی رقم کا تعین کرنا گرو کی صوابدید پر منحصر ہے۔ گرو اپنے چیلے کی حیثیت کے مطابق اسے جرمانہ کرتا ہے۔ اگر چیلا غریب ہے تو بدتمیزی کی مد میں جرمانہ 5 سو سے ہزار روپے تک ہو سکتا ہے۔ اگر چیلا امیر ہے تو پھر جرمانہ کی رقم دس ہزار سے لے کر پچاس ہزار تک ہو سکتی ہے۔ گرو چاہے جتنا جرمانہ کرے چیلے کو ادا کرنا ہوگا۔ غریب کھسروں کا موقف ہے کہ وہ اس قسم کی بدتمیزی کرنے کی جسارت نہیں کر سکتے کہ بدلے میں جرمانہ ہوگا۔ جرمانہ ادا کرنے کی ہمت نہیں۔ اکثر امیر کھسرے ہی گرو سے بدتمیزی کرتے ہیں۔ اور جب تک چیلے جرمانے کی رقم ادا نہ کریں برادری، سہیلیاں اور امی جی ان سے بات چیت نہیں کرتیں۔ جرمانے کی رقم ادا کرنے کے لئے چیلے کو ایک خاص مدت دی جاتی ہے۔ اگر اس مدت میں وہ رقم ادا نہ کر سکے تو اسے گھر سے نکال دیا جاتا ہے۔ پھر واپسی اس وقت ہوگی جب وہ جرمانہ ادا کرے گا۔

اگر کھسروں کی کوئی پارٹی اجتماعی طور پر گرو کی قیادت یا اس کے بغیر کسی تقریب میں ناچ گا نا کر کے ویل کی صورت میں رقم اکٹھی کرے تو گھر واپس آ کر اسے گرو کے قدموں میں ڈھیر کر دیا جاتا ہے۔ (واضح رہے کہ ویل کی رقم کو کھسرے ہمیشہ اپنے گرو کے سامنے زمین پر رکھتے ہیں) جس کے بعد گرو رقم گن کر سب میں برابر تقسیم کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس رقم میں سے گرو بھی اپنا حصہ وصول کرتا ہے۔ گرو ویل کی رقم تقسیم کرتے ہوئے پہلا حصہ ان کھسروں کو ادا کرے گا جو تقریب میں ناچے نہیں۔ بلکہ ویلیں اکٹھی کرتے رہے۔ گرو ایسے کھسروں کو ناچنے والے کھسروں کی نسبت آدھا حصہ ادا کرتا ہے۔ گرو اپنے حصے کی کتنی رقم وصول کرے گا۔ اس کا باقاعدہ تعین نہیں۔ لیکن یہ بات طے ہے کہ گرو کی تقسیم پر اعتراض نہیں کیا جاتا۔ اگر کوئی چیلہ اعتراض کرے تو دوسرے کھسرے اس کا برا مناتے ہیں۔ اس رسم کو "نجرا" بھی کہتے ہیں۔

گرو کے فرائض میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ وہ اپنے چیلے کے ہونے والے گریہ کے معاملات کا جائزہ لے کر اسے مشورہ دے کہ وہ اس کے ساتھ زندگی گزارے یا نہیں۔ اس سلسلے میں جب کوئی چیلہ کسی شخص کو گریہ یا پارک بنانے کی سوچتا ہے تو وہ اس کا ذکر امی جی سے کرے گا۔ امی جی گریہ سے ملاقات کر کے اس کی سوچ، مالی حیثیت اور دوسرے معاملات کا جائزہ لیتی ہے۔ امی جی بعض اوقات اپنے دوسرے چیلوں کے ذریعے اس شخص کے متعلق معلومات اکٹھی کرتی ہیں کہ لڑکے کا کردار کیا ہے؟ اور وہ میری بچی کے لئے کس حد تک سودمند ثابت ہو سکتا ہے۔ گریہ کی عادات کے مطابق کھسرے کو گرو مشورہ دے گا کہ تمہیں کنڈی کیسے لگانی ہے؟ گرو کے مشورے کو نظر انداز کرنے والے کھسروں کو ان کی برادری میں اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھا جاتا۔ گریہ کے

حوالے سے کھسرے کا گرو بالکل وہی کردار ادا کرتا ہے جو کہ ایک ماں اپنی بچی کے رشتے کے حوالے سے ادا کرتی ہے۔ ماں کا یہ رول کھسروں کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہوتا ہے۔ چیلے کی نظر میں اچھا گرو وہی قرار پائے گا جو اپنے چیلے کو گریہ کے حوالے سے ایسے مشوروں سے نوازے جو مستقبل میں اس کے کام آئیں۔

گرو اور چیلے کے باہمی تعلقات میں وقت کے ساتھ ساتھ گہرائی آتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آتا ہے جب گرو کی عدم موجودگی میں اس کا چیلہ بھی وہ تمام فرائض سرانجام دیتا ہے جو گرو دیتا ہے۔ گرو کی عدم موجودگی ایسی صورت میں سامنے آتی ہے جب گرو کسی میلے ٹھیلے میں شرکت کے لئے اپنے مقام سے باہر چلا جائے۔ عدم موجودگی میں وہ اپنے سب سے ہونہار اور فرمانبردار چیلے کو اپنا قائم مقام نامزد کرتا ہے۔ اس سلسلے میں پہلوٹھی کے چیلے کو خاص اہمیت دی جاتی ہے۔ عدم موجودگی میں فرائض سرانجام دینے والے چیلے کے تمام فیصلوں کو گرو تسلیم کرتے ہوئے ان کی توثیق کرتا ہے۔ لیکن ایسے معاملات میں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی جہاں برادری کے ساتھ لین دین کرنا ہو۔ برادری کے ساتھ لین دین برادری کے اصولوں اور پارٹی کی برابری کی سطح پر اہمیت سے مشروط ہے۔

اسی طرح اگر کسی کھسرے نے گریہ یا عاشق سے تعلق قائم کر لیا تو پھر وہ اس پر اپنا حق جتاتا ہے۔ اگر کوئی دوسرا کھسرا اس پر بری نظر ڈالے، اس کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کرنے کی کوشش کرے یا فری ہونے کی کوشش کرے تو کھسرے بہت سخت برا مناتے ہیں۔ ایسے واقعہ کی گرو کو اطلاع کی جاتی ہے۔ اگر گرو کا کوئی چیلہ اس حرکت میں ملوث ہے تو وہ اسے باز رکھنے کی کوشش کرے گا۔ اگر کسی دوسرے گرو کا چیلا ایسی حرکت کر رہا ہے تو گرو باقاعدہ شکایت لے کر اس کے پاس جائے گا اور درخواست کرے گا کہ وہ اپنے چیلے کو اس حرکت سے روکے۔ اپنے چیلے کے اس حق کو محفوظ رکھنے کا کام بھی گرو کے حصے میں آتا ہے۔ گرو ایسے معاملات میں کسی قسم کے تساہل، سستی اور غفلت سے کام نہیں لیتے۔ ایسی اطلاع ملتے ہی گرو کارروائی کا آغاز کر دیتا ہے۔

اگر کوئی عاشق گرو کے ڈیرے پر جا کر کسی کھسرے سے دل بہلانا چاہے تو ڈیرے پر چیلے کے ساتھ وقت گذارنے کی اجازت گرو دے گا۔ اس موقع پر وہ گاہک سے ریٹ بھی خود طے کرے گا۔ گرو ڈیرے پر جا کر کھسرے کے ساتھ وقت گذارنے کے عوض ہر قسم کا تحفظ فراہم کرے گا۔ اسی طرح گرو گاہک کے لئے تنہائی کا انتظام بھی کرے گا۔ اگر گرو کسی چیلے کا ریٹ طے کر کے اسے گاہک کی خدمت پر مامور کرے تو چیلے انکار نہیں کرتے۔ بلکہ اسے اعزاز سمجھا جاتا ہے۔

گرو کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ اپنے چیلے کو رقص، جنس اور دوسرے ایسے تمام امور سے

آگاہ کرے جو مستقبل میں اس کے پیشے کی بنیادی ضرورت ہیں۔ گرو اور چیلے کے باہمی تعلقات میں پائی جانے والی ہم آہنگی اور مضبوطی کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب ہم ایک گرو کے ڈیرے پر مہمان بن کر پہنچے تو گرو نے ہمیں دیکھتے ہی اٹھ کر خوش آمدید کہا۔ گرو کے اس فعل کو دیکھتے ہی گھر میں موجود تمام چیلے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے مخصوص انداز میں ہم سے سلام دعا کرنے کے بعد کمرے سے چلے گئے۔ انہوں نے باہر جا کر کچن میں کام کرنے والی اپنی ایک سہیلی کو اطلاع دی کہ گرو کے مہمان آئے ہیں تو وہ کام چھوڑ کر فوراً کمرے میں پہنچیں اور ہمیں سلام کر کے واپس چلی گئیں۔ گرو نے ہماری خاطر مدارت کے لئے چیلوں کو کچھ نہیں کہا۔ اچانک چند لمحات بعد ہی ہماری خاطر تواضع کے لئے چیلے ایک ٹرے میں مٹھائی اور پھل سجا کر لے آئے۔ ہم ابھی ان کے ساتھ انصاف کر رہے تھے کہ بوتلیں آ گئیں۔ ہمارے ایک دوست نے بوتل پینے سے انکار کیا تو چیلے نے سامنے سے بوتل اٹھانے کی بجائے کہا کہ میں ابھی چائے لاتی ہوں۔ چائے سے منع کرنے کے باوجود وہ ہم سب کے لئے تھرماس میں چائے بھر کر لے آیا۔ اسی اثنا میں گرو سے گفتگو کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوا۔ بات طول پکڑتی گئی کہ رات کے کھانے کا وقت ہو گیا۔ گرو نے چیلوں کو مخصوص انداز میں اشارہ کیا۔ ہمیں اس اشارے کی سمجھ نہیں آئی۔ ہم سمجھے کہ گرو ہم سے جان چھڑانا چاہتا ہے۔ یہ محسوس کر کے ہم نے اجازت چاہی تو گرو نے کہا کہ حضور تشریف رکھیے بچیاں کھانے کا انتظام کر رہی ہیں۔ کھانا کھا کر تشریف لے جایئے گا۔

کھانے کے بعد گرو کے حکم پر رقص کی محفل کا دور چلا۔ پہلے تو کھسروں نے انڈین گانوں کی دھنوں پر رقص کا مظاہرہ کیا۔ لیکن جب ہم نے گرو سے کہا کہ ہم کلاسیکل رقص کا مظاہرہ دیکھنا چاہتے ہیں تو وہ ہنس دیا۔ اس نے کھسروں کو ہاتھ اٹھا کر رقص سے روکا اور ہاتھ پر ہاتھ مار کر مخصوص انداز میں تالی بجائی جس کے بعد چیلوں نے پاؤں میں گھنگھرو اور ہندوانہ انداز میں چادر کو ٹانگوں کے درمیان سے گزار کر کندھوں تک لپیٹ کر کلاسیکل گانوں کی دھنوں پر رقص شروع کر دیا۔ رقص کے دوران گرو اور ہم صوفوں پر بیٹھے رہے جبکہ کھسرے زمین پر بیٹھ کر رقص دیکھتے رہے۔ رقص کے دوران گرو ہمیں کلاسیکل رقص کے اسرار و رموز سمجھاتے رہے۔ اور جب کوئی کھسرا غلط قدم اٹھاتا یا رقص کے آداب کے منافی حرکت کرتا تو گرو اسے انہیں فوراً اشارے سے روک دیتا۔ دائرے میں رقص کرنے والے چیلوں کو جب گرو بغور دیکھتا تو وہ اپنی نگاہیں جھکا لیتے۔ اور اس کے بعد ان کے رقص کا انداز بالکل تبدیل ہو جاتا۔ غرضیکہ گرو کے گرد گھومتے ہوئے وہ اپنی زندگی کا ایسا محور تشکیل دیتے ہیں جو انہیں گھر، خاندان اور برادری کا تحفظ دیتا ہے۔

گرو کے گرد گھومنے والی زندگی میں گرو ایک ایسے مقام پر کھڑا کر دیا جاتا ہے جہاں اس کے

مرتبے اور مقام کو چیلے یا کوئی اور فرد چیلنج نہیں کر سکتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ گرو کی زندگی میں کوئی چیلا اپنی الگ پارٹی تشکیل نہیں دے سکتا۔

گرو کے لئے عمر کی شرط: گدی

کھسروں کے ہاں گرو بننے کے لئے عمر کی شرط نہیں۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ وہ کھسرے کے فن میں پختہ کار اور اہم مسائل کو سمجھنے کی صلاحیت سے مالا مال ہو۔ ویسے بھی گرو گدی کو منتقل کرنے کے لئے پہلوٹھی کے چیلے کو سب سے زیادہ اہمیت اور اولیت دیتا ہے۔ پہلوٹھی کے چیلے سے مراد یہ ہے کہ ایسا کھسرا جس نے گرو کی سب سے پہلے اطاعت قبول کی اور کبھی بھی اس کے حکم کو قبول کرنے سے انکار نہ کیا ہو۔ عموماً ایک گرو کے 40 سے 50 تک شاگرد ہوتے ہیں۔ اگر ان چیلوں میں سے کئی کھسرے پہلوٹھی کے چیلے سے عمر میں بڑے بھی ہیں تو درجے کے حوالے سے وہ کم تر درجے کے مالک قرار پائیں گے۔ گرو بننے کے لئے دو تین مراحل ہوتے ہیں۔ پہلا مرحلہ کسی گرو کی شاگردی دوسرا اس کی اطاعت کرنا۔ اور تیسرا مرحلہ استاد یا گرو کے مرنے کے بعد اس کی آخری رسومات پر اٹھنے والے اخراجات کو تن تنہا برداشت کرنا۔ پہلی دو شرائط پر اکثر کھسرے پورے اترتے ہیں۔ بہت کم ایسا دیکھنے اور سننے میں آیا کہ کسی چیلے نے گرو سے بغاوت کر کے نیا گروہ تشکیل دیا ہو۔ اگر کسی گرو نے اپنے کسی چیلے کو غلطی کی بنا پر ناراض ہو کر گروہ سے نکال دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اب کوئی دوسرا گروہ بھی اسے قبول نہیں کرے گا۔ اگر دوسرا گروہ اسے قبول کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نئے گرو اور پرانے گرو کے درمیان باقاعدہ طبل جنگ بج چکا ہے۔ اگر نافرمان چیلے کو نئے گرو نے بھی قبول نہیں کیا تو وہ اپنا گروہ بنانے کی کوشش کرے گا۔ اگر وہ گروہ بنانے میں کامیاب ہو گیا تو پھر وہ بھی گرو کے مقام تک پہنچ جائے گا۔ دوسرے گرو اس کے اس حق کو باقاعدہ تسلیم کرتے ہوئے اسے دھندہ چلانے کے لئے علاقہ بھی تقسیم کر کے دیں گے۔ گرو کے مرنے پر ایک چیلے کو کم از کم تین چار لاکھ روپے تک خرچ کرنا پڑتے ہیں۔ یہ رقم گرو کے دفنانے اور ختم کے علاوہ استاد کے افسوس کے لئے آنے والے مختلف کھسروں یعنی مہمانوں کی خاطر تواضع، کھانے پینے، رہائش کے علاوہ دیگر ضروریات پر خرچ ہو گی۔ اس کے علاوہ اس چیلے کو گدی کی صدارت سنبھالنے کی خوشی میں مبارکباد دینے والے کھسروں کو ان کی حیثیت کے مطابق سونے اور چاندی کے تحائف پیش کرنے پڑتے ہیں۔

پہلے شاگرد کے بعد جانشینی دوسرے شاگرد کو ملتی ہے۔ اس کے علاوہ کچھ خاندانی کھسرے بھی ہوتے ہیں۔ خاندانی کھسروں سے مراد ایسے رقاص جو کہ نسل در نسل اس دھندے سے وابستہ

ہیں اور شادی بیاہ اور خوشی کے دیگر مواقعوں پر عورت کا روپ دھار کر رقم اکٹھی کرتے ہیں۔ ایک دو شہروں میں اس قسم کی گدیوں کی موجودگی کی تصدیق ہوئی ہے۔ ایسی ہی ایک گدی بہاولنگر میں ہے جہاں معروف کھسرے حاجی منور مرحوم کی وفات کے بعد انکا بیٹا لطیف گرو بنا ہے۔ حالانکہ وہ حاجی منور کا پہلوٹھی کا چیلا نہیں تھا۔ لطیف بہاولنگر میں درزی کا کام کر رہا ہے۔ اس کی آئندہ نسل سے کوئی فرد اس سلسلہ کو جاری رکھنے پر تیار نہیں۔ اس قسم کی گدیوں کو باپ بیٹے کی وراثتی گدی کہتے ہیں۔ خاندانی کھسرے اپنے چیلوں کو ان کی کارکردگی کی بنیاد پر گرو بننے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ دو نمبر کھسروں میں مرنے کے بعد گدی منتقل ہوگی جس کی وجہ سے ان کے ہاں نانی گرو، نانی ماں، یا بڑی ماں جیسے الفاظ استعمال نہیں ہوتے۔ خاندانی کھسروں میں ان الفاظ کا استعمال عام ہے۔ اگر کوئی گرو اپنی زندگی ہی میں چیلے کو گرو بننے کی اجازت دیتا ہے تو پھر نئے گرو کے چیلے گرو کے استاد کو نانی ماں یا بڑی ماں کا درجہ دے کر اسے انہی الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔

جب کوئی نیا گرو گدی سنبھالتا ہے تو اس کی باقاعدہ تاجپوشی کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ تاجپوشی کی رسم میں مختلف رسومات ہوتی ہیں اور بعض اوقات وہ اپنی سہولت کے مطابق ان رسومات میں ردوبدل بھی کر لیتے ہیں۔ لیکن ایک معاملہ ایسا ہے جس پر کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں کی جاتی وہ یہ کہ مرنے والے گرو کی حیثیت کی پہچان کڑا یا کوئی اور امتیازی نشان ہوتا ہے۔ جو استاد کے مرنے کے بعد اس کے جسم سے اتار لیا جاتا ہے۔ ایک عینی شاہد کے مطابق جس نے ایک رسم تاجپوشی میں شرکت کی تھی اس تقریب میں مرنے والے گرو کے بائیں پاؤں میں ایک چاندی کا کڑا تھا جو کہ حضرت لعل شہباز قلندرؒ سیہون شریف کے دربار سے لایا گیا تھا۔ وہ کڑا محفل میں موجود سب سے سینئر گرو نے نئے گرو کے بائیں پاؤں میں پہنایا جس کے بعد مرنے والے گرو کے گروہ میں شامل تمام چیلوں نے نئے گرو کے ہاتھ پکڑ کر اطاعت قبول کی اور اسے اپنی وفاداری کا یقین دلاتے ہوئے اسے اپنا سب کچھ قرار دیا۔ نئے گرو نے اپنے ہر چیلے کا منہ چوم کر اسے اپنی حیثیت کے مطابق تحفہ دیا۔ اکثر گروؤں کی امتیازی حیثیت کا خصوصی نشان کڑا ہوتا ہے۔ جو کسی نہ کسی درگاہ سے لایا جاتا ہے۔ بعض گدیوں کے گروؤں کے پاس ایسے کڑے بھی موجود ہیں جو پچھلے تین چار سو سالوں سے نسل در نسل ان کے پاس چلے آرہے ہیں۔ ایسے کڑوں کی استاد اپنی جان سے بھی بڑھ کر حفاظت کرتے ہیں۔ بعض کھسرے رات کے وقت سوتے ہوئے ایسے کڑوں کو اتار کر اپنے سرہانے رکھ لیتے ہیں۔

مرنے والے کھسرے کی جائیداد ہو تو اسے بھی سینئر چیلا سنبھالے گا۔ اگر کھسرے کا کوئی علاقے کا دوسرا گرو انتظام و انصرام سنبھال کر اس پر قابض ہو جائے گا۔ ایسا

بہت کم ہوا ہے کہ کسی کھسرے کے مرنے کے بعد اس کی جائیداد یا مال و دولت کو حکومت یا کسی اور ادارے نے سنبھالا ہو۔ اگر کسی کھسرے کو اپنی زندگی میں کسی قسم کا شبہ محسوس ہو کہ اس کے مرنے کے بعد جائیداد پر لڑائی جھگڑے شروع ہو جائیں گے تو وہ اپنی زندگی میں ہی وصیت کر کے جائیداد کا کنٹرول اپنے پسندیدہ چیلے یا ولی عہد کے حوالے کر دے گا۔

کھسرے اور حسد

ایک دوسرے سے حسد یا رشک کرنا انسانی فطرت کا مستقل حصہ ہے۔ بالخصوص عورتوں میں ایک دوسرے سے حسد کا جذبہ مرد کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ عورتوں سے متاثر ہو کر ان جیسی زندگی اپنانے والے مردوں میں بھی ایک دوسرے سے حسد کا جذبہ عورتوں سے بڑھ کر پایا جاتا ہے۔ کھسرے آپس میں حسد کرنے کی کوئی خاص وجہ نہیں جانتے۔ کھسرے ایک دوسرے کے حسن، جسمانی خدوخال، نین نقش، بول چال کی حرکات وسکنات، آنکھوں، بالوں اور عورتوں والی حرکات سے بری طرح حسد محسوس کرنے کے علاوہ اظہار کرنے سے نہیں شرماتے۔ ایک دوسرے سے حسد کرتے ہوئے کھسرے آپس میں تبادلہ خیالات کرتے ہوئے انتہائی گھٹیا اور فحش فقرات کا استعمال بھرپور طریقہ سے کرتے ہیں۔ اگر کسی تقریب میں کھسرے گرو کے بغیر شرکت کریں تو آمدنی کی تقسیم پر بری طرح حسد کرتے ہوئے اعتراضات کریں گے۔ ایک گرو کے چیلے دوسرے گرو کے چیلوں کے خلاف حسد کے جذبہ کے زیر اثر شدید پراپیگنڈہ کرتے ہیں۔ کھسرے ایک دوسرے سے حسد کرتے ہوئے جو تبصرے کرتے ہیں، ایک تبصرہ ملاحظہ کیجئے۔

منظر: بند کمرے میں گرو کے زانوؤں پر سر رکھے چیلا اٹھکیلیاں کر رہا ہے

کھسرا: امی جی، آج آپ نے دیکھا کہ گرو ارم کا کراچی سے آیا ہوا چیلا کیسے میک اپ کر کے اترا رہا تھا۔ "منہ نہ متھا جن پہاڑوں لتھا" اللہ نے گوری چمڑی کیہ دتی اے اویں ای اترائندا پھردا اے۔

گرو: کا کی دل برا نہ کر تیرے اچ کیہڑی کمی اے۔ راتی توں ویکھیا نئیں خوشبو دا یار تینوں کیویں اکھاں پاڑ پاڑ کے ویکھ رہیا سی۔

کھسرا: ہائے اللہ امی کدوں میں تے نئیں ویکھیا۔

گرو: چل اونتر یے۔ جدوں ویکھنا ہوندا اے او دوں ویکھدی نئیں۔ بعد اچ روندی ایں۔

چیلا: امی جی تسی او دوں مینوں دس دیاں تے میں اوہنوں پھڑ کا کے رکھ دیندی۔

یہ تو ایک ڈرامائی سین ہے جو ایک گرو اور چیلے کے درمیان پیش ہوا۔ جبکہ کھسرے ایک

دوسرے سے حسد کرتے ہوئے ان کے متعلق ایسی ایسی افواہیں پھیلاتے ہیں کہ بندہ حیران رہ جاتا ہے۔ ایسی افواہوں میں اس وقت زور آ جاتا ہے جب کسی کھسرے پر کوئی امیر آدمی مہربان ہو جائے۔ اور آدمی بھی ایسا ہو جس پر کئی کھسروں کی نظر ہو۔ ایسے ہی ایک خوبصورت کھسرے پر ایک بڑا امیر آدمی عاشق ہوا تو کھسروں نے حسد کے مارے یہ افواہ پھیلا دی کہ کھسرا چوری چکاری کرتا ہے۔ اسے آتشک اور سوزاک کا مرض ہے۔ اس کا ایک اور بھی عاشق ہے۔ جس کے ساتھ یہ اکثر راتیں گذارتا ہے اور یہ اس کے پیسے لے کر بھاگ جائے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔

ایک کھسرے کا حسد کے بارے میں کہنا ہے کہ جب وہ لڑکا تھا تو اس وقت تک اسے محسوس نہیں ہوتا تھا کہ میں کس سے حسد کرتا ہوں۔ آج ایسے لگتا ہے کہ مجھے دنیا کی ہر عورت سے حسد ہے۔ شاید اس کی وجہ میرے اردگرد کا ماحول ہے۔ جب کوئی میرے متعلق حسد پر مبنی باتیں کرے تو میں بھی توڑ کرنے کے لئے اس کے خلاف پراپیگنڈہ کروں گی۔ اور یہی حسد کی اصل وجہ ہے۔

طوائف اور کھسرا

کھسرے نے حالات کے جبر کے تحت عورت کا روپ دھارا۔ عورت کے روپ میں پیدائشی نامرد ہیجڑوں نے ناچ گانے اور مستانہ اداؤں کو نیا رخ عطا کیا۔ کھسرے نے عورت سے متاثر ہو کر عورت کا روپ تو بھر لیا۔ لیکن یہ بات ایک تلخ حقیقت کے طور پر ہمارے سامنے ہے کہ آج کا کھسرا ہیرامنڈی میں بیٹھی طوائف کی نقل کر رہا ہے جبکہ ماضی کا کھسرا شریف گھرانوں کی عورتوں کی نقل کر کے خوشی محسوس کرتا تھا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ طوائف بہرحال عورت ہے۔ جبکہ کھسرا بہرحال دو نمبر عورت کا بھی مقام نہیں رکھتا۔ اگر آج لاہور میں بیٹھی طوائف ہیرامنڈی کی باسی کہلا کر خوشی محسوس کرتی ہے تو طوائف کے ہمسائے میں آج کے کھسروں نے ڈائمنڈ مارکیٹ کے طور پر اپنی نئی دنیا بسالی ہے۔ عورت رات کو ناچ رہی ہے کھسرا راتوں کو جاگ کر معاشرے کو تباہ کر رہا ہے۔ ہیرامنڈی میں بیٹھی طوائف اور کھسرے کا باہمی میل جول پرانا نہیں۔ طوائفوں کے بقول آج کا کھسرا ہم سے بہتر رقاص، میک اپ آرٹسٹ، لباس اور فیشن کو سمجھنے والا ہے۔ وہ اس سلسلے میں رجحانات اور طور طریقوں کو سمجھنے میں ہماری مدد کرتے ہیں۔ جبکہ کھسروں کا کہنا ہے کہ ہم ہیرامنڈی کی طوائف سے ناز و ادا، بول چال، بیٹھنے اٹھنے کا ڈھنگ سیکھ رہے ہیں۔ کھسروں کے بقول ہیرامنڈی میں بیٹھنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اب ہم زیادہ سے زیادہ مال اکٹھا کر سکتے ہیں۔ ہیرامنڈی میں ہر طوائف کے گھر کسی نہ کسی کھسرے کا آنا جانا ہے۔ اور ان گھروں میں آنے والے کھسرے لڑکیوں کو رقص، میک اپ، فیشن، لباس کے چناؤ اور مرد کی نفسیاتی کمزوریوں سے

آگاہ کرتے ہیں۔ ہیرامنڈی کی طوائفیں کھسروں کی بے حد عزت کرتے ہوئے انہیں وہ مقام دیتی ہیں جس کہ عام زندگی میں سوچنا بھی محال ہے۔ ہمارے معاشرے کا یہ حیران کن موڑ ہے کہ برائی کے علمبردار دونوں صورتوں میں ایک دوسرے سے تعاون کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ جبکہ نیکی کی علمبردار قوتیں باہم برسرپیکار ہیں۔ لاہور اور کراچی میں کھسرے ہیرامنڈیوں کے باسی بن چکے ہیں جبکہ دوسرے شہروں میں صورتحال اتنی بری نہیں ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ان شہروں میں بھی موجود بدکار عورتیں اور کھسرے آپس میں باہمی رابطے کے ضرور قائل ہو چکے ہیں۔ کھسرے کے حوالے سے یہ بات بھی قابل غور ہے کہ کھسرے طوائفوں کو گاہک پھنسا کر دیتے ہیں۔ یعنی کھسرے عورت کے دلال بھی بن چکے ہیں۔ طوائف یا ہیرامنڈی کا کوئی اور باسی یہ حیثیت تسلیم کرے یا نہ کرے لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہیرامنڈی میں آباد 20 کھسرے ایسے ہیں جو عورت کی دلالی کر رہے ہیں۔ بدلے میں وہ ایسی عورتوں کے ساتھ چند لمحات گذار کر اپنے مردانہ جذبات کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

بدصورت اور بوڑھے کھسرے

حسن اور ادا ہی دو ایسی چیزیں ہیں جو کھسرے کے لئے مال اکٹھا کرتی ہیں۔ جبکہ گرو ہونا ایسی صورت ہے جس میں حسن اور ادا نہ ہونے کے باوجود کھسرا کبھی مالی تنگدستی کا شکار نہیں ہوتا۔ اس کے چیلے روزی روٹی کا بندوبست کر لیتے ہیں۔ کھسروں کے پاس حسن اور ادا نہ ہو تو ان کے مقدر میں خواری لکھی جاتی ہے۔ کھسرے اسی لئے حسین سے حسین نظر آنے کے لئے میک اپ اور دیگر مصنوعی سہاروں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ بعض اوقات کوئی ماٹھا کھسرا کسی غلطی کی بنا پر اپنی ڈار سے بچھڑ جائے تو اسے کوئی دوسرا اگرو قبول نہیں کرتا۔ اگر بھوک غالب آ جائے تو ایسے کھسرے کا شاگرد بننے کو بھی کوئی تیار نہیں ہوگا۔ جبکہ بعض کھسرے بڑھاپے میں اکیلے اور تنہا رہ جاتے ہیں۔ ان کی زندگی کیسے گذرتی ہے؟ کھسروں کی نجی زندگی کے حوالے سے یہ رخ انتہائی بھیانک اور دردناک ہے۔ اس قسم کے کھسروں کے لئے زندگی گزارنا عذاب سے کم نہیں۔ ان کھسروں کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ نہ تو وہ اپنے دوستوں سے مل سکتے ہیں اور نہ ہی معاشرے میں جذب ہو کر اپنا وقت گذار سکتے ہیں۔ ایسی حالت میں کھسرے اکثر بھیک مانگ کر گذارہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن یہ کھسرے دوسرے کھسروں کی حدود میں مداخلت نہیں کر سکتے نہ کسی خوشی کے موقع پر ناچ گا کر رقم اکٹھی کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی کھسرا اس قسم کی حرکت کرنے کی کوشش کرے تو دوسرے کھسرے اس کو مار مار کر برا حال کر دیں گے۔ لہٰذا ان کے لئے سب سے بہتر راہ یہ ہوتی

ہے کہ وہ کھسروں میں سے کسی کھسرے کی نوکری کر کے اپنے لئے سر چھپانے کا آسرا تلاش کر لے۔ اگر کھسرا اپنی غلطی سے تائب ہو جائے کھسرے کا گرو اسے قبول نہ کرے تو دوسرے کھسرے اسے قاصد کی حیثیت دے دیتے ہیں۔ قاصد کے طور پر وہ ناچ گا نا نہیں کر سکے گا۔ لیکن کھسروں کی خوشی غمی کے پیغامات لے کر پوری برادری میں جائے گا جہاں اسے بدلے میں کچھ نہ کچھ رقم، کپڑے اور تحفے تحائف مل جائیں گے۔ جن کی مدد سے وہ اپنی گذر اوقات کرتا ہے۔ جبکہ بوڑھے کھسرے کو جو کہ لاوارث ہو کھسرے گذر اوقات کے لئے اتنی اجازت دیتے ہیں کہ وہ اپنے شہر کے ہر علاقے میں بھیک مانگنے کے علاوہ شہر کی حدود میں پیغامات وغیرہ لے جا سکتا ہے۔ اگر کسی شادی یا خوشی کی تقریب میں ناچنے والے کھسروں کے ساتھ جائے یا وہ وہاں پہلے سے موجود ہو تو کھسرے آمدن میں سے کچھ نہ کچھ رقم اس کے ہاتھ پر بھی رکھیں گے۔ لیکن اس کے لئے شرط ہے کہ وہ ایسی تقریبات میں خود حاضر ہو۔ ورنہ دوسری صورت میں اسے پھوٹی کوڑی تک نہیں ملتی۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ اگر بوڑھا کھسرا مر جائے تو دوسرے کھسرے اس کی جائیداد پر قبضہ کرنے کے لئے فوراً حاضر ہو جائیں گے۔

کھسرے اور فلمیں

جس طرح بلیو فلمیں کھسرے کی زندگی کا لازمی حصہ ہیں اسی طرح پاکستانی، ہندوستانی اور پنجابی فلموں کے علاوہ مختلف ڈرامے اور فیشن شوز سے متعلق ٹی وی پروگراموں کو بھی وہ بہت ذوق و شوق سے دیکھتے ہیں۔ کھسرے اپنی پسندیدہ فلم دیکھتے ہوئے عام معمول سے زیادہ خوش اور مطمئن ہوتے ہیں جبکہ بلیو فلمیں دیکھ کر جنسی لذت حاصل کرتے ہیں تو عام فلموں کو دیکھ کر وہ مختلف اداکاراؤں کے جسم، نین نقش، فیشن، لباس، جوتے، میک اپ اور ہیئر کٹنگ کے اسٹائل دیکھ کر اسے اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کھسروں کے نزدیک یہ امر انتہائی اطمینان بخش اور لذت آمیز ہوتا ہے جب وہ اپنی پسندیدہ اداکارہ یا اداکار کو پردۂ سکرین پر دیکھتے ہوئے ان کے جسمانی اعضاء کو برہنہ یا نیم برہنہ حالت میں دیکھیں۔ اس قسم کے منظر کے دوران کھسروں کی حالت اضطراری کیفیت اختیار کر لیتی ہے اور وہ ایک دوسرے سے چٹ چٹ جاتے ہیں۔ جونیئر کھسرا اسینئر کھسرا یعنی باجی کو صورتحال کے متعلق بتائیں گے۔ باجی تسلیاں دے گی۔ اگر امی جان بھی فلم دیکھ رہی ہوں تو پھر اس کا منظر اور بھی دلچسپ ہو گا۔ ایک گرو کے ڈیرے پر کھسروں کے ساتھ بیٹھ کر ہمیں یونس ملک کی پنجابی فلم شیر خان دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس فلم میں سلطان راہی کے ساتھ انجمن پر گانا میں چڑھ می چہارے عشق دے فلمایا گیا۔ انجمن نے اس گانے کی دھنوں پر اور لے پر جو ہیجان انگیز

اور شرارت آمیز رقص کیا اسے دیکھتے ہوئے کھسرے پاگل ہوئے جا رہے تھے۔ انجمن کی آنکھوں، گالوں، ہونٹ، دانتوں، چھاتیوں، لمبے قد، خوبصورت بالوں، موٹی موٹی رانوں، آدھے ننگے پیٹ کو دیکھ کر کھسرے آپس میں جو تبصرے اور فقرے کس رہے تھے انہیں سپرد قلم کرنے کا مطلب آ بیل مجھے مار والی کیفیت سے دوچار ہونا ہو گا۔ بہر حال کھسرے فلم دیکھتے ہوئے جس قدر خوش ہوتے ہیں اس کا اندازہ کرنا ناممکن ہے۔ کھسرے ایسے اداکار کی فلم جوش و خروش سے دیکھتے ہیں جو اپنی مردانگی اور وجاہت کی بناء پر عورتوں کا مقبول ترین ہیرو ہے۔ ایسے ہیرو کی فلم دیکھتے ہوئے کھسرے خواہش کرتے ہیں کہ کاش کہ میں اس کی بیوی، داشتہ یا سہیلی ہوتی۔ تو میں اس کے تمام دکھ درد اپنے اندر سمیٹ کر اسے ہر غم سے بے نیاز کر دیتی۔ لیکن ہائے اللہ میری قسمت کہ میں اسے قریب سے چھونے کا موقع بھی حاصل نہیں کر سکتی۔ بے تکلف سہیلیاں یعنی کھسرے اس موقع پر خوبصورت ہیرو کو دیکھ کر آپس میں ایک دوسرے کے محبوب، عاشق، گریہ، خاوند، پارک وغیرہ کے جسمانی اعضاء پر بھی ایسے خوبصورت انداز میں تبصرے کرتے ہیں کہ ان کی دنیا سے نامانوس افراد انہیں سن کر ویسے ہی شرم سے پانی پانی ہو جائیں۔ کھسرے اپنے گریہ یا عاشق کے ساتھ تنہائی میں فلم دیکھنا اچھا سمجھتے ہیں اور فلم دیکھنے کے دوران ان کے درمیان جس قسم کی گفتگو ہو گی اس میں خالص ترین ذاتی مسائل کو چھوڑ کر جو میاں بیوی کی حیثیت سے ان کے درمیان طے پائے ہیں باقی تمام معاملات پر نجی محفلوں میں زبردست قسم کے تبصرے کرتے ہیں۔ فلم دیکھتے ہوئے کھسروں کے منہ سے اچھے، مناسب اور فحش گوئی سے پاک الفاظ بہت کم سننے کو ملیں گے۔ وہ ہر دوسرے فقرے میں کسی نہ کسی ننگی گالی کا استعمال ضرور کرتے ہیں۔ کھسروں کے ہاں رات کے وقت سینما میں جا کر فلم دیکھنے کا رجحان بھی سامنے آیا ہے۔ سینما جانے کی شرط صرف اتنی ہے کہ کوئی انتہائی کامیاب فلم چل رہی ہو اور اس کا پرنٹ ویڈیو فلم کی صورت میں مارکیٹ میں دستیاب نہ ہو۔ اگر گاہک، عاشق، گریہ، محبوب اور شکار ساتھ ہو تو پھر انہیں سینما جانے پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ جہاں اگلی قطاروں میں بیٹھ کر فلم دیکھنے کو ترجیح دیں گے۔ اور اسی دوران اپنے ساتھ موجود افراد کو جس حد تک ممکن جنسی لذت فراہم کی جا سکتی ہو ضرور فراہم کریں گے۔ اگر کھسرے کے ساتھ لطف اندوز ہونے کے لئے سینما میں دو یا دو سے زائد افراد ہوں تو پھر وہ باکس میں بیٹھنا پسند کریں گے۔ (سینما ہال کے اندر باکس ایک ایسے چھوٹے کمرے کو کہتے ہیں جس میں 4 یا 5 افراد کے بیٹھنے کی گنجائش موجود ہو) سینما ہال کے باکس میں کھسرے اپنے عاشقوں کے ہمراہ جن سفلی جذبات کا مظاہرہ کرتے ہیں انہیں دیکھ کر یورپ کی بلیو فلموں کے وہ ہیرو اور ہیروئنیں بھی شرما جائیں جو علی الاعلان اپنے جسم کی ہر جگہ نمائش کرنا پسند

کرتے ہیں۔ کھسروں کا کہنا ہے کہ فلم دیکھے بغیر انہیں سکون نہیں ملتا۔ اور اصل سکون اس وقت ملے گا جب ہماری خدمات سے فائدہ اٹھانے کے لئے کوئی نہ کوئی فرد ہمارے ساتھ موجود ہو۔

ریما جان اور نوری

نگار خانوں کی دنیا سے تعلق رکھنے والوں کے لئے ریما جان نامی کھسرے کا نام یقیناً اجنبی نہیں۔ جبکہ عام آدمی کے لئے ریما جان یقیناً اجنبی نام ہوگا۔ ریما جان دو تین سال قبل باری سٹوڈیوز میں قائم آرٹ اکیڈمی میں تربیت حاصل کرنے کے لئے آیا۔ ریما جان پہلے دن اس اکیڈمی میں پینٹ شرٹ میں ملبوس لمبے لمبے بالوں کو بکھیرتے ہوئے آیا۔ اس اکیڈمی میں داخلہ لینے کے بعد دوسرے روز وہ کھسروں والے بھیس میں پہنچا۔ ریما جان زنانہ لباس میں خوبصورت ترین لڑکیوں سے زیادہ خوبصورت نظر آ رہا تھا۔ اس روز باری سٹوڈیو کے کسی فلور پر مشہور فلمسٹار ریما کی فلم کی شوٹنگ جاری تھی۔ شوٹنگ کے دوران ریما جان وہاں پہنچا تو لوگ مڑ کر اسے دیکھنے لگے۔ یہی وہ دن تھا جب ریما جان کی شہرت جنگل میں آگ کی طرح تمام سٹوڈیوز میں پھیل گئی۔ اس کے اگلے روز سٹوڈیوز میں چکرانے والا ہر دوسرا آدمی ریما جان نامی کھسرے کے مقام کو تلاش کر رہا تھا۔ ریما جان کو اس روز تک اندازہ نہیں تھا کہ وہ سٹوڈیوز میں مشہور ہو چکا ہے۔ ریما جان اداکاری کی تربیت حاصل کر رہا تھا تو اکیڈمی کے کمرے کے باہر ایک یاد نہیں کئی افراد اس کی شکل دیکھنے کو بے تاب تھے۔

ریما جان کی اسی شہرت نے اسے فلموں میں کام کرنے کا موقع فراہم کیا۔ ریما جان اس وقت تک دو تین فلموں میں لڑکی کے کردار میں اپنی پرفارمنس کا لوہا منوا چکا ہے۔ پردۂ سکرین پر اسے دیکھنے والے ہرگز یہ نہیں کہہ سکتے کہ سامنے نظر آنے والی مورت لڑکی نہیں کھسرا ہے۔ (جن فلموں میں ریما جان نے کام کیا ان کا نام بوجوہ تحریر نہیں کیا گیا) ریما جان نے فلموں سے شہرت حاصل کرنے کے بعد موت کے کنوؤں میں ناچنے کا دھندہ شروع کیا۔ اس دھندے میں ریما جان نے راتوں رات لاکھوں روپے کمائے۔ آج ریما جان کا شمار امیر ترین کھسروں میں ہوتا ہے۔

کہتے ہیں کہ بعض اوقات شہرت بھی وبال جان بن جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح یہ شہرت ریما جان کے لئے وبال جان ثابت ہوئی۔ ماہ اکتوبر 2001ء کی بات ہے کہ ریما جان ایک تقریب میں شرکت کے لئے سیالکوٹ پہنچا۔ جہاں اس کی شہرت آمد سے پہلے ہی پہنچ چکی تھی۔ وہاں ریما جان کے ایک عاشق نے اسے اپنے ساتھ وقت گذارنے کے لئے کہا۔ ریما جان نے اس عاشق کو ڈانٹ کر بھگا دیا۔ ریما جان کا عاشق اپنی توہین برداشت نہ کر سکا۔ اس نے اپنے چند ساتھیوں کی

مدد سے ریما جان کو اغواء کر کے اس کا سر مونڈھنے کے علاوہ بھوئیں بھی صاف کر دیں۔ ریما جان آج کل سید پور لاہور کے ایک گھر میں بیٹھا اپنی قسمت کو رو رہا ہے۔ کہ برا ہو اس شہرت کا جس نے میرا دماغ خراب کیا اور اسی خرابی کی وجہ سے یہ دن دیکھنا نصیب ہوا۔

ریما جان کی طرح لاہور کے نگار خانوں میں کئی اور کھسروں نے بھی کافی شہرت پائی۔ ان میں بابرہ شریف اور نیلی کا سابق سیکرٹری ظہور مدھو مرحوم کے علاوہ نوری اور خوشبو کے نام سرفہرست ہیں۔ ظہور مدھو بابرہ شریف کی فلمی دنیا سے علیحدگی کے بعد نیلی کے ساتھ سیکرٹری کی حیثیت سے کام کرنے لگا۔ نیلی کے ساتھ کام کرتے ہوئے ایک دفعہ ان کا جھگڑا ہو گیا۔ اس جھگڑے کی اخبارات میں بہت خبریں شائع ہوئیں۔ ان دنوں ظہور کے متعلق کسی کو پتہ نہیں تھا کہ وہ ایک اچھا میک اپ آرٹسٹ بھی ہے۔ اس نے نیلی سے علیحدگی کے بعد سٹوڈیوز میں اس حیثیت سے کام شروع کیا۔ مدھو کے میک اپ کی شہرت بہت جلد سٹوڈیوز سے نکل کر لاہور کے گلی کوچوں تک پھیل گئی۔ بعد ازاں ساری زندگی اس نے یہ کام جاری رکھا۔ اس کا انتقال پچھلے سال ہوا۔

ظہور کے بعد کئی کھسروں نے میک اپ آرٹسٹ کے طور پر کام شروع کیا۔ جن میں سے مون نامی کھسرا اپنے کام کے حوالے سے بہت زیادہ شہرت حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ مون پرائیویٹ پروڈکشن کے تحت تیار ہونے والے اکثر ڈراموں اور فلموں میں میک اپ آرٹسٹ کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔ فلم انڈسٹری کی نئی اور معروف اداکارائیں زارا شیخ، وینا ملک، نرما اور کئی دوسری اداکارائیں کھسرے میک اپ آرٹسٹوں سے میک اپ کروانے کو ترجیح دیتی ہیں۔ زارا شیخ کے متعلق مشہور ہے کہ اس کا میک اپ کرنے کے لئے اگر کھسرا آرٹسٹ سیٹ پر موجود نہیں تو وہ شوٹنگ ادھوری چھوڑ کر واپس چلی جائیں گی۔

علاوہ ازیں نگار خانوں کی دنیا میں آج کل خوشبو اور نوری پر مشتمل کھسروں کی ایک جوڑی کا مکمل قبضہ ہے۔ نوری اور خوشبو عرصہ دراز سے اکٹھے رو رہے ہیں۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ اگر نوری سٹوڈیوز میں عورت کا لباس پہنے موجود ہے تو پھر خوشبو بھی ارد گرد موجود ہوگی۔ اگر نوری پینٹ شرٹ پہن کر جلوے بکھیرتا پھر رہا ہے تو پھر خوشبو کسی ضروری کام سے کہیں اور چلی گئی ہے۔ نوری ابتداء میں سٹوڈیوز میں پھرنے والے ایک ڈائریکٹر کے ساتھ پندرہ سال گذار چکی ہے۔ لیکن آج کل دونوں کا آمنا سامنا ہو جائے تو علیک سلیک کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ نوری اور خوشبو کے متعلق مشہور ہے کہ وہ آج کل فلمسٹار نرما پر بہت مہربان ہیں۔ نرما نے سٹیج پر گانوں کی دھنوں پر رقص کرنے کا جو سلسلہ شروع کیا اس کا آئیڈیا بنیادی طور پر نوری نے اسے دیا تھا۔

نوری کو فلم انڈسٹری میں سیکس کے بادشاہ کے طور پر کافی شہرت مل چکی ہے۔ نو آموز

اداکارائیں فلم انڈسٹری میں تیزی سے ترقی کے زینے طے کرنے کے لئے اس کے دربار میں سلامی ضرور دیتی ہیں۔ اگر نوری کسی لڑکی پر مہربان ہو جائے تو وہ بہت کم وقت میں اپنی سیکسی اداؤں کے بل بوتے پر فلم بینوں کے دلوں پر راج کرے یا نہ کرے فلم ڈائریکٹروں اور پروڈیوسروں کی منظور نظر ضرور بن جائے گی۔ نوری بنیادی طور پر اخلاق باختہ اور فحش گوئی پر یقین رکھنے والا کھسرا ہے۔ اس کی سٹوڈیوز میں پھرنے والے ہر بندے سے واقفیت ہے۔ اسی واقفیت کے بل بوتے پر وہ انہیں مختلف جگتوں اور شرارتوں کے تحفے دیتا ہے۔

کھسرے اور خرچ

اخراجات کے حوالے سے کھسروں پر انسانی نفسیات کا گہرا اثر ہے۔ اگر ان کے پاس وافر مقدار میں رقم موجود ہو تو وہ اسے خرچ کرتے ہوئے قطعاً ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ کھسرے رقم خرچ کرنے کے لئے زیادہ تر ایسی اشیاء کی خریداری پسند کریں گے جو ان کے حسن میں مزید اضافے کا باعث بن سکتی ہوں۔ غریب اور بدصورت کھسرے اپنے برے دنوں کے لئے بچت کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ جبکہ امیر اور خوبصورت کھسرے جتنی رقم لیں ہاتھ لگتے ہی اسے خرچ کرنے میں دیر نہیں کرتے۔ کھسروں کے ہاں ایسا کھسرا بہت امیر اور خوش نصیب تصور ہوتا ہے جس کی سنگھار میز پر ہر قسم کی آئیٹم موجود ہو۔ امیر کھسرے کی سنگھار میز پر مارکیٹ میں دستیاب ہر قسم کے زنانہ پرفیومز اور خوشبوئیں موجود پائی جاتی ہیں۔ رقم خرچ کرنے کے بعد کھسرے جو چیز حاصل کرتے ہیں اس کی دوسروں کے سامنے تشہیر کر کے وہ اپنی ذہنی تسکین کا سامان فراہم کرتے ہیں۔

اسی طرح جب کھسرے کے پاس کافی رقم اکٹھی ہو جائے تو وہ سفر کے لئے عموماً ٹیکسی رکشہ یا ایسے ہی کسے اور ذریعے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہوٹلوں میں جا کر کھانا کھائیں گے۔ اور بھاری ٹپ دے کر رخصت ہوں گے۔ کھسروں کے قریب پیسہ کمایا اس لئے جاتا ہے کہ اسے خرچ کیا جائے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی خیال رکھا جاتا ہے کہ مستقبل میں بھی ہمیں کسی پیچیدہ صورتحال کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ گرو فضول خرچی کرنے والے چیلوں کو ایسی حرکات سے روکنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے نہ ماننے پر انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ گرو اکثر اپنے چیلوں کو ہدایت کرتے ہیں کہ عیاشی کرنی ہے تو اپنی رقم کی بجائے عاشق کی رقم خرچ کرو۔ گرو کی ہدایت کے مطابق اگر انہیں کوئی عاشق ہاتھ لگ جائے تو پھر کھسروں کے خرچ کرنے کے انداز یکسر تبدیل ہو جاتے ہیں۔ ہمیں ایک کھسرے نے بتایا کہ وہ ماہانہ 15 ہزار روپے کماتا ہے۔ 15 ہزار روپے میں سے 5 ہزار گھر

کے، باقی رقم میں سے 6 ہزار کے قریب میرے کپڑوں کے، اور 4 ہزار یعنی بچ جانے والی رقم کو میں ہوٹلوں ٹیکسیوں پر سفر کرتے ہوئے خرچ کرتا ہوں۔ اور جب میرے ساتھ عاشق ہو تو میں ایک ہفتے میں 4 ہزار سے زائد رقم سفر کی مد میں خرچ کرتا ہوں۔ جبکہ ہوٹلوں میں کھانے پینے کا تو کوئی حساب نہیں۔

کھسرا اپنی رقم خرچ کرتے ہوئے کچھ محسوس نہیں کرتا لیکن رقم خرچ ہو جانے کے بعد وہ اس کا ماتم ضرور کرتا ہے۔ رقم خرچ کرنے کے بعد اسے یاد آتا ہے کہ میں نے تو فلاں ضروری کام کرنا تھا، اب کیا ہوگا؟

کھسروں کی برادری میں ایسے کھسرے کو کنجوس مکھی چوس قرار دیا جاتا ہے جو رقم ہونے کے باوجود اسے خرچ نہیں کرتا۔ یا اپنی ذات کے لئے کچھ حاصل نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ اگر کسی کھسرے نے کسی قسم کا شوق پال رکھا ہے تو وہ اپنے اس شوق کو پورا کرنے کے لئے ہر قسم کے اخراجات بخوشی کرتا ہے۔ لاہور کے ایک کھسرے کو کبوتر بازی کا بہت شوق ہے۔ اس کے پاس کبوتروں کی بڑی تعداد موجود ہے۔ وہ اپنے کبوتروں کی خوراک پر روزانہ سینکڑوں روپے خرچ کرتا ہے۔ اس نے کبوتروں کی دیکھ بھال کے لئے باقاعدہ ویٹرنری ڈاکٹر کی خدمات حاصل کر رکھی ہیں۔ اسی طرح ایک کھسرے کو جمنازیم جانے کا بہت شوق ہے۔ وہ اکثر لاہور کے اہم اور معروف جمنازیمز میں جا کے ورزش کرتا ہے۔ اس شوق کی خاطر وہ بھاری سے بھاری فیس ادا کرتا ہے۔ ساتھ ہی اس نے اپنے گھر میں بھی کئی قسم کی ورزش والی مشینیں اکٹھی کر رکھی ہیں۔ کراچی کے ایک کھسرے کے متعلق مشہور ہے کہ اسے زیورات اکٹھا کرنے کا شوق ہے۔ اس شوق کی خاطر وہ پورے ملک کا دورہ کرتا ہے جہاں سے اسے پرانے انداز کے زیور دستیاب ہوں انہیں منہ مانگی قیمت پر خرید لیتا ہے۔

کئی کھسروں کا شوق ہے کہ وہ اپنے محبوب کو قیمتی تحفے دیں یا ان پر لمبی رقم خرچ کریں انہیں عیاشی کرائی جائے۔ اس شوق کے ہاتھوں مجبور ہو کر کئی کھسرے اپنا سارا مال اپنے محبوب پر خرچ کر چکے۔ قصور سے تعلق رکھنے والا ایک کھسرا عرفان بھی اسی حوالے سے خاص شہرت رکھتا ہے۔ اس کا محبوب ایک بار وعدہ کے مطابق قصور نہیں پہنچا تو اس نے گاڑی کرائے پر حاصل کی اور محبوب کے پیچھے بہاولپور جا پہنچا۔ جہاں محبوب سے ملاقات نہ ہو سکی تو وہ اس کے آبائی گھر چلا گیا۔ وہاں سے مایوس ہو کر وہ واپس بہاولپور آیا۔ جہاں اس کی محبوب سے ملاقات ہوئی اس نے اسے بتایا کہ میں نے تمہارے لئے سپیشل مٹھائی تیار کروائی تھی۔ لیکن تم نہیں پہنچے۔ اس کے خراب ہونے کا امکان تھا اس لئے میں اسے لے کر آیا ہوں۔ اس کے دوست نے کہا کہ تم نے اتنا تردد کیوں کیا؟ تو وہ کہنے

لگا کہ میں نے یہ چیز تمہارے لئے تیار کروائی تھی۔ اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں زندہ رہوں اور یہ چیز تم نہ کھاؤ۔ دوست نے کہا کہ سیر مٹھائی کے لئے اتنا خرچ تو اس نے کہا کہ دوستوں کی خدمت کرنا میرا شوق ہے۔ تے شوق دا کوئی مل نئیں۔ ان واقعات سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کھسروں کے پاس رقم ہو تو وہ اسے خرچ کرنے کے لئے کیسے کیسے بہانے تراشتے ہیں۔ اگر ایسے دنوں میں جب کسی کھسرے کے پاس رقم موجود ہو تو آپ ان سے قرض حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ بات طے ہے کہ وہ آپ کو قرض دینے سے انکار نہیں کریں گے۔ فوراً رقم دیں گے۔ لیکن ان سے رقم حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ کھسرے کے دوست ہوں۔ ورنہ وہ ٹھینگا دکھانے سے قطعاً شرمائے گا نہیں۔

کھسرے اور چانپی

انسان تھکاوٹ کا شکار بن جائے تو اس کا دل چاہتا ہے کہ کوئی اس کے تھکے جسم کو دبا دے یا سر اور جسم کی مالش کر دے۔ بعض لوگ تو جسم کی مالش کروانے کے عادی ہوتے ہیں۔ تھکاوٹ کے بعد جسم کی مالش کروانا تو کسی حد تک ضرورت قرار دی جا سکتی ہے۔ لیکن کھسروں کے نزدیک جماع کرنے والے فرد کے جسم کی مالش کرنا اس کی خدمت کا صلہ قرار پاتی ہے۔ کھسروں کو جب سیکس سے لطف اندوز ہونے کے طریقے بتائے جاتے ہیں تو انہیں اس امر کی باقاعدہ تربیت دی جاتی ہے کہ جسم کی مالش کرنے کے بنیادی اصول کیا ہیں؟ اور وہ کون سے طریقے ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان کو مباشرت پر آمادہ کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ یہ بھی حقیقت ہے کہ کھسرے کو ضرورت کے وقت جنسی لذت سے لطف اندوز ہونے کے لئے کبھی کبھار شکار نہیں ملتا۔ یہ کیفیت کسی بھی کھسرے کے لئے انتہائی اذیت ناک ہوتی ہے۔ اس قسم کی صورتحال سے دوچار ہونے والے کھسرے کی حالت اس امر کی متقاضی ہوتی ہے کہ وہ فوراً شکار تلاش کرے اور اپنے جنون کو ٹھنڈا کرے۔ بعض اوقات اس کے برعکس صورتحال کا سامنا بھی ہو سکتا ہے کہ کھسرا کسی فرد سے جنسی لذت حاصل کر رہا ہے۔ اور اس شخص نے کھسرے کو بہت زیادہ اطمینان بہم پہنچایا ہے تو وہ اسے دوبارہ برائی پر آمادہ کرنے کے لئے اس کی چانپی کرنے کی کوشش کرے گا۔ کھسروں کا کہنا ہے کہ اس قسم کی صورتحال میں ہمارا یہ نسخہ اکثر کامیاب رہتا ہے۔ جہاں تک پہلی صورت کا تعلق ہے تو اس کے متعلق کھسروں کا کہنا ہے کہ ہم مالشیے کے روپ میں اپنا شکار تلاش کرتے ہیں اور ایسا کرنے سے اکثر کامیابی ملتی ہے۔ آپ نے اکثر سنا اور پڑھا ہو گا کہ فلاں علاقے میں مالشیا مالش کروانے والے کو بے ہوش کر کے لوٹ کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ ایک سابق کھسرے نے اس قسم کی خبروں کے پس

منظر کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ ان واقعات کا زیادہ کردار کھسرے ادا کرتے ہیں۔ جو شکار کی تلاش میں ہوتے ہیں۔ اگر مالش کروانے والا ان کی ضرورت کے مطابق برائی کرنے سے انکار کرے تو کھسرے اسے اپنی تضحیک قرار دیتے ہوئے متعلقہ فرد کے خلاف انتقامی کارروائی کرتے ہوئے اسے بے ہوش کر کے مال و اسباب لوٹ کر فرار ہو جاتے ہیں۔ متاثرہ فرد آئندہ کبھی اس مالشیے کو تلاش بھی نہیں کر پائے گا۔ کیونکہ اب وہ مالشیے کے روپ میں جلد مارکیٹ میں واپس نہیں آئے گا اگر آئے گا بھی تو آئندہ کسی اور علاقے میں واردات ڈا۔ ۔ ۔ بق کھسرے کے بقول مالش کروانے کے شوقین شہریوں کو میرا ذاتی مشورہ (بلا فیس) ہے کہ اپنے واقف کار مالشیے کے علاوہ چانپی کروانے سے گریز کیا کریں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آپ کر بہرے کا نشانہ بن جائیں۔ شاید آپ جانتے نہیں کہ انسانی جسم میں چودہ سے زائد ایسے مقامات ہیں جنہیں دبانے سے انسان بے ہوش اور 15 سے زائد ایسے مقامات ہیں جن کے دبانے سے انسان کے جنسی جذبات بھڑک سکتے ہیں۔ آپ کو شاید ان مقامات کا علم نہ ہو لیکن کھسروں کو ان کا بخوبی علم ہے۔

کھسرا، فحش فلمیں اور تصاویر

کیبل نیٹ ورک کے عام ہو جانے کے بعد ویڈیو فلموں کو کرائے پر دینے کا کام کرنے والوں کی آمدن کا زیادہ تر انحصار بلیو فلموں پر ہے۔ ویڈیو فلموں کی دکانوں کا سروے کرنے سے یہ حقیقت سامنے آئی ہے کہ کھسرے بلیو فلمیں بہت ذوق و شوق سے دیکھتے ہیں۔ وہ اکثر اس قسم کی تازہ ترین ریلیز ہونے والی فلمیں حاصل کرنے کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ کھسروں کے متعلق یہ بات بتانا انتہائی ضروری ہے کہ عام دکانوں سے اس قسم کی فلمیں کرایہ پر حاصل نہیں کرتے بلکہ اس مقصد کے لئے ان کا مخصوص دکانداروں سے رابطہ ہے۔ کھسرے ان دکانوں پر جا کر خاموشی سے نئی فلم لے کر باہر نکل آتے ہیں۔ بعض اوقات دکاندار خود ہی نئی آنے والی فلم کا پرنٹ کھسروں کے ٹھکانے تک پہنچا دیتا ہے۔ کھسرے زیادہ تر ایسی فلمیں دیکھنا پسند کرتے ہیں جن میں اغلام بازی کے مناظر عام ہوں۔ اگر کوئی فلم صرف ہم جنس پرست مردوں پر شوٹ کی گئی ہو تو وہ ان فلموں کا کرایہ زیادہ ادا کرتے ہیں کیونکہ دکانداروں کا کہنا ہے کہ ہم نے فلم صرف آپ کے لئے خریدی ہے۔ کئی دکانداروں نے انٹرنیٹ سے ہم جنس پرست مردوں کی فحش فلمیں ڈاؤن لوڈ کر رکھی ہیں۔ دکاندار اس قسم کی تصویریں کھسروں کے ہاتھوں کافی اچھی قیمت پر فروخت کر دیتے ہیں۔ ایک دکاندار کے مطابق کھسرے ایک ماہ میں اوسطاً 9 بار فحش بلیو فلمیں دیکھتے ہیں۔ اگر فلم انہیں پسند نہ

آئے تو وہ دکاندار کو بتا دیتے ہیں کہ یہ فلم کس حوالے سے کمزور ہے اور آئندہ وہ ان کے لئے کس قسم کی فلم لائے۔ لیکن میرا اصول ہے کہ اگر کسی کھسرے نے ایک بار کوئی فلم دیکھ لی ہے تو میں دوبارہ کبھی اسے وہ فلم نہیں دوں گا۔

ہال روڈ پر کام کرنے والے ایک کمپوزر آپریٹر نے ہمیں بتایا کہ ایک دفعہ ایک کھسرا کسی لڑکے کی تصویر لے کر میرے پاس آیا کہ اس کی ننگی تصویر تیار کر دو۔ میں نے انکار کیا تو اس نے وجہ پوچھنے کی بجائے فوراً کہا کہ تم جتنے پیسے کہو گے میں ادا کروں گی لیکن اس کی ننگی تصویر بنا دو میں نے کہا کہ ایسا ممکن نہیں تو وہ کہنے لگا کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ میری ایک سہیلی نے مجھے بتایا ہے کہ کمپیوٹر کے ذریعے آپ جس کی چاہیں ننگی تصویر بنوا سکتے ہیں۔ تو پھر تم کیسے کہتے ہو کہ ایسا ممکن نہیں۔ میرے صاف انکار سے مایوس ہو کر وہ چلا گیا۔ یہ سن کر ہم حیران رہ گئے کہ کھسرے کیا کرتے پھر رہے ہیں اور اس کا ننگی تصویر بنوانے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ جب اس مسئلے پر ہم نے ایک کھسرے سے پوچھا تو اس نے جواباً کہا کہ ہو سکتا ہے کہ وہ لڑکا اسے پسند ہو اور لڑکا اسے ناپسند کرتا ہو۔ اب وہ اپنی ذہنی تسلی کے لئے اس کی ننگی تصویر بنوا کر اپنے پاس رکھنے کا خواہاں ہو۔ اس نے مزید بتایا کہ کھسرے اپنی برہنہ تصویریں کھنچوانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ اس قسم کی تصاویر وہ خود کھینچتے ہیں اور بعد ازاں انہیں دیکھ کر آپس میں تبصرے بھی کرتے ہیں۔ لاہور ہیرا منڈی میں رہائش پذیر ایک کھسرے کے پاس ننگی تصاویر کا کافی بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ اس قسم کی تصاویر کو دیکھ کر کھسرے اپنے جسم کو مزید خوبصورت اور دل کش بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

کھسرا اور دلال

بازارِ حسن کی طوائف کی کامیابی کا اصل راز وہ شخص ہے جسے اردو اور پنجابی میں دلال کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ روزانہ رات کو وہی طوائف دولت میں کھیلے گی جس کا دلال اپنی پیشہ وارانہ ذمہ داری کو بہتر طریقے سے سرانجام دے ورنہ دوسری صورت میں خوبصورت ہونے کے باوجود بھی طوائف اپنے مستقل گاہک کے علاوہ کسی اور کا منہ نہیں دیکھ سکتی۔ دلال کے زور پر پیسہ کمانے والی عورت اور کھسرے کی موجودہ زندگی میں کوئی خاص فرق نہیں۔ آج کا ماڈرن کھسرا بھی دلال کی خدمات حاصل کر کے اپنا آپ بیچ رہا ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب جاننے کے لئے بہت سے کھسروں سے بات چیت ہوئی۔ کھسروں سے حاصل ہونے والی معلومات انہی کے الفاظ میں آپ تک پہنچائی جا رہی ہیں۔

برلب سڑک کھڑے ہو کر شکار یا گاہک کی تلاش میں رہنے والے ایک کھسرے کا کہنا تھا کہ

اگر دلال ہوتا تو میں یوں سڑک پر ذلیل و خوار کیوں ہوتی؟ ایک تقریب میں ناچنے والے کھسرے سے گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا تو اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا جی ہاں ہمارے بھی دلال ہیں لیکن ان کا اسٹائل ذرا وکھری ٹائپ کا ہے۔ کیسے؟ تو اس کا کہنا تھا کہ ہمارا دلال کوئی ایک فرد نہیں بلکہ ہر وہ شخص ہے جو اپنے کسی دوست کے لئے ہماری خدمات حاصل کرنے کے لئے رابطہ کرے۔ بعض اوقات ایسے افراد بھی ہمارے دلال کے طور پر کام کرتے ہیں جنہیں خود علم نہیں ہوتا کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟ مثلاً اگر کوئی صاحب ہمیں کسی تقریب میں بلائیں اور ہم جائیں تو اسے آپ کیا کہیں گے؟ کیونکہ آرگنائزر تو ہمیں صرف تقریب میں بلا رہا ہے جبکہ وہاں شرکت کرنے والے ایک نہیں کئی افراد ہمارے جسموں سے پیار کرنے والے ہوتے ہیں۔

کئی ایسے کھسرے ملے جن کا کہنا تھا کہ گرو بھی اپنے چیلوں کا دلال ہوتا ہے۔ لیکن وہ ہمیں بدنام نہیں کرتا۔ نہ ہی گھر سے باہر نکل کر ہمارے لئے گاہک تلاش کرے گا۔ وہ صرف ایسے گاہکوں کے لئے بطور دلال کام کرے گا جو ہمارے ٹھکانے پر رجوع کرتے ہیں۔ ایک کھسرے نے بتایا کہ عام کھسرا دلال رکھنے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ البتہ خوبصورت اور امیر کھسرے سیکرٹری کے روپ میں باقاعدہ دلال پال سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس اتنا وقت نہیں کہ وہ اپنے طلب گاروں سے اکیلے نمٹ سکیں۔ اس لئے وہ سیکرٹری رکھ کر زندگی میں توازن برقرار رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کھسروں کے سیکرٹری ان کی دن بھر کی مصروفیات کے اوقات کار طے کرنے کے علاوہ "باس" کو زیادہ سے زیادہ شہرت دلوانے کے لئے بھی مختلف ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔ ایسے سیکرٹری کو معاوضہ کے طور پر باقاعدہ تنخواہ ادا کی جاتی ہے۔

اس وقت پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں کھسروں کی بکنگ کے لئے کئی ادارے کام کر رہے ہیں۔ یہ ادارے بظاہر رقص اور گانے کے لئے کھسروں کی بکنگ کرتے ہیں لیکن پس پردہ جو کچھ ہو رہا ہے؟ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ ادارے خوبصورت کھسروں کی بکنگ کے زیادہ پیسے وصول کرتے ہیں خواہ انہیں رقص نہ کرنا آتا ہو۔ اور اگر کھسرا بدصورت اور شکل و صورت کا ماٹھا ہے تو اس کی بکنگ سے گریز کریں گے خواہ وہ کتنا ہی اچھا رقاص کیوں نہ ہو۔ ان اداروں کی جانب سے اخبارات میں اشتہارات شائع ہوتے رہتے ہیں کہ بہترین میوزیکل فنکشن کروانے کے لئے ہماری خدمات حاصل کریں۔ کھسروں کے قریب یہ دلالی کا جدید ترین اور مہذب انداز ہے؟ ایسے ادارے کسی بھی تقریب میں شرکت کرنے کے عوض آرگنائزرز سے کھسروں کی حفاظت کی ضمانت بھی طلب کرتے ہیں اور ایسا کام صرف دلال ہی کر سکتا ہے۔

نشہ اور کھسرے

ایک محتاط اندازے کے مطابق اس وقت پاکستان بھر میں 50 لاکھ سے زائد مرد و خواتین مختلف نشے کر رہے ہیں۔ اینٹی نارکوٹکس فورس کے اعداد و شمار کے مطابق اس شرح میں ہر سال انتہائی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ عام شہریوں کے برعکس کھسروں کی 99 فیصد تعداد نشے کی لت کی عادی ہے۔ کھسروں میں چرس پینا اور رات کو سوتے وقت ویلیم اور ایٹی وَن سکون آور ادویات کھانے کا رجحان خطرناک حد تک مقبول ہے۔ ایک کھسرا اوسطاً روزانہ 10 سے 12 سگریٹ چرس کے پیتا ہے۔ کھسرے چرس ایٹی وَن اور ویلیم وغیرہ کی بڑی مقدار اپنے پاس محفوظ رکھتے ہیں تاکہ ایمرجنسی میں کام آئے۔ ہیرا منڈی میں کھسروں کے ٹھکانوں پر نہ صرف چرس سرعام پی جاتی ہے بلکہ اس کی فروخت بھی سرعام ہوتی ہے۔ یہ دھندہ پولیس کی سرپرستی میں زوروں پر ہے۔ کھسروں میں تیسرے نمبر پر مقبول نشہ شراب ہے۔ کھسرے اپنی نجی محفلوں اور مختلف فنکشنز میں کھل کر شراب نوشی کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ کھسروں کی بہت کم تعداد اپنے پلے سے شراب خرید کر پیتی ہے۔ البتہ جو کھسرے مالی طور پر بہت خوشحال ہوں وہ کھسروں کی برادری میں اپنا سر اونچا رکھنے کے لئے شراب کا کھل کر استعمال کرتے ہیں۔ امیر کھسروں کے ٹھکانوں پر جانے والے افراد بھی ام الخبائث سے خوب لطف اندوز ہوتے ہیں۔ کھسروں میں مال مفت کے طور پر شراب کا نشہ اس لئے مقبول ہے کہ وہ جب کسی فنکشن میں شرکت کے لئے جاتے ہیں تو ایسی تقریبات میں میزبان کی جانب سے ان کی خدمت میں شراب پیش کی جاتی ہے۔ بوڑھے اور ادھیڑ عمر کھسروں میں طوائفوں کی طرح افیون کا نشہ بھی سند قبولیت رکھتا ہے۔ نوجوان کھسرے اپنے اپنے گرو یہ ، خاوند یا محبوب کے لئے افیون خرید کر اپنے پاس رکھتے ہیں۔ جب بھی وہ اپنے عاشقوں کے ساتھ وقت گذاریں تو انہیں افیون کھانے پر مجبور کرتے ہیں کیونکہ افیون کا نشہ کرنے سے ان کی جنسی صلاحیت میں اضافہ ہونے سے کھسرے کے سفلی جذبات کی تسکین ہوتی ہے۔ اس کتاب کی تیاری کے دوران جب ہم ہیرا منڈی لاہور میں واقع ایک گرو کے ڈیرے پر حقائق جاننے کے لئے پہنچے تو یہ جان کر حیران رہ گئے کہ کھسرے بچوں کو بھی شراب، چرس اور دیگر نشے فراہم کر رہے تھے اور بچے بھی بہت ذوق و شوق سے ان سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ کھسروں کے چاہنے والوں میں بھی نشہ کرنے کا رجحان دیگر شہریوں کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کھسرے اپنے چاہنے والوں کو جوابی التفات سے اسی صورت میں نوازتے ہیں کہ اگر وہ نشے کی حالت میں ہوں۔ باری سٹوڈیوز کے فلور نمبر 1 پر ایک کھسرے کی سالگرہ کی تقریب منائی گئی۔ اس تقریب میں

70 سے زائد افراد شریک تھے۔ ان افراد کی خاطر مدارت کے لئے نوجوان کھسرے کے عاشق نے جہاں کھانے پینے کا بہترین انتظام کر رکھا تھا وہیں پر حاضرین محفل کے لئے شراب اور چرس وافر مقدار میں موجود تھی۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اس محفل میں شریک افراد نے 50 سے زائد ولایتی شراب کی بوتلیں ایک ہی نشست میں ختم کر ڈالیں۔ جبکہ چرس بھرے سگریٹوں کے دھوئیں سے وہاں سانس لینا بھی دوبھر ہو چکا تھا۔ نشہ کے عادی ایک کھسرے کا کہنا ہے کہ میں اس وقت تک رقص نہیں کر سکتا جب تک مجھے چرس بھرا سگریٹ پینے کو نہ ملے۔ ایک کھسرے سے پوچھا گیا کہ اگر آپ کو چرس نہ ملے تو پھر آپ کیا کرتے ہیں تو اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ چرس نہ ملے۔ چرس تو ہر جگہ ہر وقت مل سکتی ہے جبکہ ہم تو چرس بیچنے والوں کے پکے گاہک اور قیمت بھی منہ بولی ادا کرتے ہیں تو پھر چرس ہر حالت میں دستیاب ہو گی۔ بہرحال اگر کبھی چرس نہ ملی تو پھر آپ کے سوال کا جواب ضرور تلاش کروں گا۔ کھسروں کا کہنا ہے کہ وہ ذہنی تناؤ، پریشانی اور تھکاوٹ کو دور کرنے کے لئے نشہ کرتے ہیں۔ جب ایک نوجوان کھسرے (عمر 16 سال) سے نشہ کرنے کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے بتایا کہ وہ دس سال کی عمر سے مختلف نشے کر رہا ہے۔ اور اسی نشے نے آج مجھے اس حالت میں پہنچایا ہے کہ میں جنسی لذت کے حصول کے لئے کھسرا بنا پھرتا ہوں۔

تھیٹر، موت کا کنواں اور سرکس

پاکستان کے میلوں ٹھیلوں کی کامیابی کی شرط یہ ہے کہ میلے میں کتنے موت کے کنوئیں اور سرکسیں ہیں۔ پاکستان کے بڑے بڑے میلوں میں موت کے کنوئیں اور سرکسوں کی تعداد دو یا دو سے زائد ہوتی ہے۔ موت کے کنوئیں اور سرکس میں کام کرنے والے ہنرمندوں کے ساتھ کھسروں کی ایک ڈار لازمی ہوتی ہے۔ اسی طرح میجک تھیٹرز وغیرہ میں ایک جادوگر کے علاوہ عورتیں اور کھسرے ہی کام کرتے ہیں۔ موت کے کنوئیں والے، تھیٹرز والے اور سرکسوں کے مالکان کھسروں سے باقاعدہ معاہدہ طے کر کے انہیں اپنے ادارے کی طرف ناچنے کا موقع دیتے ہیں۔

لکی ایرانی سرکس میں کام کرنے کے لئے کھسرا خود منتیں سماجتیں کرتا ہے جبکہ دوسرے اداروں سے وہ ایڈوانس رقم لے کر ان کے ساتھ سفر کرتے ہوئے ناچے گا۔ موت کے کنوئیں اور تھیٹرز کی کامیابی کی بنیادی شرط یہ ہے کہ اس میں ناچنے والے کھسرے کس قدر خوبصورت اور نوجوان ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس طرح کے ادارے چلانے والے فلم پروڈیوسروں کی طرح ان

فنکاروں کے دروازوں پر نوٹ لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ مالک کو جب، کسی نئی کھسرے کے حسن و ادا کی خبر ملتی ہے تو وہ فوراً اسے بک کرنے کے لئے ان کے دروازے پر پہنچ جائے گا۔ کہیں مجھ سے پہلے قیمتی دانے کو کوئی دوسرا نہ لے اڑے۔

موت کے کنوئیں تھیٹر اور سرکس میں ناچنے والے کھسرے مالکان سے باقاعدہ معاہدہ کرتے ہیں کہ انہیں کیمپ میں رہتے ہوئے کسی سے ملنے جلنے سے نہیں روکا جائے گا۔ اگر خدانخواستہ کوئی جھگڑا رونما ہو تو تحفظ کی فراہمی مالک کے ذمہ ہونے کے علاوہ نقصان کی صورت میں وہ کھسرے کو ہرجانے کے طور پر کچھ رقم بھی ادا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر کھسرا بہت خوبصورت ہے اور اس کے چاہنے والوں کی بڑی تعداد پائی جاتی ہے تو وہ مالکان کو بلیک میل کر کے اپنے دوسرے ماٹھے ساتھیوں کو بھی پیشگی معاوضہ دلواتا ہے۔ مالکان اسے کھسرے کا ظلم تصور کرتے ہیں۔ کھسرے ویل کی صورت میں ملنے والی رقم میں سے ایک روپیہ بھی مالک کو ادا نہیں کرتے۔ ویل کی تمام رقم کھسرے کی ملکیت تصور کی جاتی ہے۔

مالکان کے ساتھ معاہدہ کرتے وقت کھسرے اس امر کا خیال بھی رکھتے ہیں کہ دیہاتی و شہری علاقے کی بناء پر رقم میں کتنی کمی بیشی کی جا سکتی ہے۔ اس میں سب سے حیران کن بات یہ ہے کہ دیہاتی علاقے میں پرفارمنس کا مظاہرہ کرنے کے عوض کھسرا شہری علاقوں میں پرفارمنس دینے کی نسبت کہیں زیادہ معاوضہ وصول کرتا ہے۔ کھسروں کا کہنا ہے کہ شہروں میں اکثر ایسی تقریبات جاری رہتی ہیں جن میں کھسروں کو پرفارمنس کا موقع ملتا ہے۔ اس لئے مالکان ٹکٹ کا ریٹ کم رکھتے ہیں۔ جبکہ دیہاتی علاقوں میں سال میں ایک آدھ بار اس طرح کا میلہ لگتا ہے۔ جہاں مالک ٹکٹ مہنگے داموں بیچتا ہے۔ اگر مالک زیادہ پیسے کمائے گا تو پھر یہ ہمارا حق ہے کہ ہم اس آمدنی سے اپنا حصہ وصول کریں۔ دیہاتی علاقوں میں لوگ سارا سال ایسے میلوں ٹھیلوں کے منتظر رہتے ہیں جو ان کے علاقے میں منائے جاتے ہیں۔ دیہاتی لوگ ان میلوں میں اپنی سال بھر کی بچت کو ایک ہی رات میں خرچ کر کے واپس لوٹ جاتے ہیں۔ دیہاتیوں کے نزدیک سب سے بڑی عیاشی کھسروں کا رقص دیکھنا یا ان کے ساتھ چند لمحات گزارنا ہے۔ جس کا موقع انہیں کسی میلے میں شرکت کے دوران بھرپور انداز میں ملتا ہے۔

کھسرے دیہاتیوں کے ساتھ کچھ وقت گذارنے کے لئے مالکان سے باقاعدہ معاہدہ کرتے ہیں کہ ایک دن میں چار یا پانچ سے زائد شو نہیں چلائے جائیں گے۔ اگر زیادہ شو چلانا از حد ضروری ہو تو پھر اس کے لئے کھسروں کو طے شدہ معاہدے کے مطابق اضافی معاوضہ ادا کرنا [illegible] اس قسم کے اضافی شوز میں ناچنے سے انکار کرے تو مالک اسے ناچنے پر

مجبور نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی مالک اس قسم کے شوز میں کھسروں کو زبردستی ناچنے پر مجبور کرے تو تمام کھسرے فوراً بائیکاٹ کر کے واپسی کی تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ اس لئے کبھی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا کہ مالک نے زبردستی کسی کھسرے کو ناچنے پر مجبور کیا ہو۔ سہون شریف کے میلے میں آج سے کئی سال پہلے ایک موت کے کنوئیں کی انتظامیہ نے کھسروں کو زبردستی ناچنے پر مجبور کیا تھا۔ جس کے بعد اس کنوئیں میں کسی کھسرے نے پرفارمنس نہیں دی۔ یہاں تک کہ وہ موت کا کنواں مکمل طور پر بند کر دیا گیا۔

میلے ٹھیلے، عرس اور کھسرے

پاک پتن اور اس کے اردگرد ہر سال کئی میلے لگتے ہیں۔ ان میلوں میں سب سے زیادہ رونق حضرت بابا فرید الدین شکر گنجؒ اور پاک پتن کی نواحی بستی چمن پیر میں سید اصغر علی شاہ کے عرس کے دوران ہوتی ہے۔ حضرت بابا فرید الدین شکر گنجؒ کا عرس بین الاقوامی سطح پر مشہور ہے۔ اس عرس میں زائرین اندرون ملک و بیرون ملک شرکت کے لئے آتے ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق حضرت بابا فریدؒ کے عرس میں ہر سال کم و بیش 5 لاکھ سے زائد عقیدت مند شرکت کرتے ہیں۔ جنرل ضیاء الحق کے مارشل لاء کے نفاذ سے قبل پاک پتن میں میلوں ٹھیلوں کا عجیب و غریب رنگ ڈھنگ ہوا کرتا تھا۔ محرم الحرام کے مقدس ایام میں وہ طوفان بدتمیزی برپا ہوتا کہ اللہ کی پناہ۔ اس زمانے میں حضرت بابا فریدؒ کے عرس کے موقع پر بیک وقت تین تین سرکسیں، کئی موت کے کنوئیں، مداری اور ناچنے والے کھسروں کے غول در غول منڈلاتے نظر آتے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ بابا فریدؒ کی نگری میں فحاشی و عریانی کا سیلاب بے کراں امڈ آیا۔ مارشل لاء نافذ ہوتے ہی محرم الحرام کے مقدس ایام میں اس قسم کی خرافات پر پابندی عائد کر دی گئی۔ جس کے بعد سرکس موت کے کنوئیں اور کھسروں نے چمن پیر کی بستی کا رخ کر لیا۔ جہاں ہر سال مارچ کے آخری دنوں میں میلہ لگتا ہے۔

کھسرے حضرت بابا فریدؒ سے بے پناہ عقیدت رکھتے ہیں۔ اسی لئے ہر سال ملک بھر سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں کھسرے عرس کی تقریبات شروع ہوتے ہی پاک پتن میں ڈیرے جما لیتے ہیں۔ کھسرے عرس کے دوران بہشتی دروازہ گذرنے کے علاوہ ناچ گانے اور جسم فروشی کے ذریعے جو رقم اکٹھی کرتے ہیں اس کا عشر عشیر بھی انہیں کسی اور میلے میں شرکت کے ذریعہ حاصل نہیں ہوتا۔ پاک پتن میں یہ لوگ چٹی قبر، دربار عزیز مکی روڈ، قبرستان پیر سلطان، اور چوک فوارہ کے قریب مکان کرائے پر لے کر رہائش اختیار کرتے ہیں۔ ان علاقوں کے قریب دو بڑے

قبرستان ہیں جہاں وہ ساری رات ناچ گانے کے علاوہ دوسرا دھندہ بھی باآسانی جاری رکھ سکتے ہیں۔ پاک پتن کے رہائشی اس بات کی گواہی دیں گے کہ قبرستان میں رات کی سیاہی میں جو مناظر جنم لیتے ہیں انہیں دیکھ کر شیطان بھی اپنا منہ چھپاتا ہوگا۔ مقدس ایام اور مقدس کام میں شرکت کے لئے آنے والوں کا ایمان خراب کرنے کے لئے کھسرے وہاں جو کچھ کرتے ہیں اس میں انہیں پولیس کی سرپرستی بھی حاصل ہوتی ہے۔ ویسے بھی ہر کس و ناکس یہ تسلیم کرتا ہے کہ اگر پولیس اس طبقے پر سختی کرتی تو انہیں کبھی گندے افعال سرانجام دینے کی ہمت نہ ہو۔ بالکل اسی طرح شاہ کوٹ میں لگنے والے میلے کے موقع پر پاکستان بھر کے ہیجڑے اکٹھے ہو کر جو اندھیر نگری مچاتے ہیں اس کی کسی مہذب ملک سے مثال ملنا ناممکن ہے۔ پچھلے دنوں ایک پاکستانی نژاد امریکی شہری اپنی 32 سالہ زندگی میں پہلی بار پاکستان آیا۔ اس دوران اسے شاہ کوٹ کا میلہ دیکھنے کا موقع ملا۔ اس میلے سے واپسی کے بعد اس نے صرف اتنا تبصرہ کیا کہ اگر پاکستان میں یہ کچھ ہو رہا ہے تو پھر امریکہ کو جنسی آزادی کے حوالے سے برا بھلا کیوں کہا جاتا ہے؟ حالانکہ وہاں مذہبی تقریبات کے موقع پر اس قسم کی حرکت کرنے کا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔

نومبر کے شروع کے ایام میں سیہون شریف میں حضرت لعل شہباز قلندرؒ کا عرس منایا گیا۔ اس عرس کے دوران کھسرے جس قسم کی شرمناک حرکتیں سرعام کرتے ہیں۔ ان کی شہرت اب پاکستان کی حدود پھلانگ کر پوری دنیا میں پھیل چکی ہے۔ بیرونی دنیا میں اسے پاکستان میں ہم جنس پرستوں کا سب سے بڑا اڈہ قرار دیا جاتا ہے۔ حضرت لعل شہباز قلندرؒ کی تعلیمات اور کلام کو جاننے والے اس امر کی گواہی دیں گے کہ اللہ کے اس بندے نے ہمیشہ انسان کو برائی سے دور رہنے کی ہدایت کی۔ برائی سے بچنے کی ہدایت کرنے والے نیک بندے کے دربار کے اردگرد جو کچھ ہو رہا ہے اس کی روک تھام کرنا حکومت کے ساتھ ساتھ ہمارا بھی اخلاقی فرض بنتا ہے۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ ہم سب دوسرے کے فرض کی بات تو ضرور کریں گے لیکن خود اس پر عمل پیرا ہونے سے گریزاں رہتے ہیں۔

اگر آپ خانیوال کے قریب واقع ایک چھوٹے سے قصبے بابا عبدالحکیم میں حضرت بابا عبدالحکیم کے عرس میں شرکت کریں تو وہاں آپ یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے عام شہریوں سے زیادہ کھسرے موجود ہوں گے۔ کھسرے میلوں ٹھیلوں میں شرکت کیوں کرتے ہیں؟ یہ ایک سوال ہے جس کا جواب کھسرے کی زبانی سنیے۔

کھسرے کا کہنا ہے کہ اللہ کے نیک بندوں سے اچھا یا برا ہر شخص کو نسبت ہوتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہر شخص کے نزدیک اچھائی اور برائی کا معیار اس کی پسند ناپسند کی بناء پر تشکیل پاتا

ہے۔ مثلاً میں جنسی بے راہروی کو برا تصور نہیں کرتا۔ آپ کے نزدیک یہ گناہ عظیم ہے۔ میں بھی جانتا ہوں کہ یہ گناہ عظیم ہے جس کی پکڑ اللہ کے ہاں بہت شدید ہے۔ اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے باوجود میں برائی پر کیوں آمادہ ہوں؟ صرف اس لئے کہ میرے گردوپیش کے ماحول نے مجھے اس برائی کا لازمی حصہ قرار دے دیا۔ میں خود یا کسی اور بناء پر اس برائی کا عادی ہوا یہ الگ بحث ہے۔ لیکن تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجائی جاتی۔ آپ کو ان میلوں ٹھیلوں میں کھسروں کی شرکت پر اعتراض ہے۔ آپ ان لوگوں پر انگلی کیوں نہیں اٹھاتے جو یہاں آنے والے کھسروں کی برائی کے حوالے سے حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ مانا کہ ہم برے سہی۔ لیکن برا وہ بھی ہے جو ہمارے ذریعے دل بستگی کا سامان پیدا کرتا ہے۔ ہم تو آئے دربار پر عقیدت کی وجہ سے۔ جبکہ ہمارے پاس آنے والے لوگ دربار پر عقیدت مندی کا اظہار کرنے کے لئے نہیں آتے۔ وہ صرف ہمارے طلبگار ہیں۔ ہم کسی کے پاس نہیں جاتے وہ خود چل کر ہمارے پاس آتے ہیں۔

کھسرے کے اپنے سوال، اپنے جواب کا ہمارے پاس جواب نہیں۔ لیکن وہ جو کچھ کہنے کی کوشش کر رہا ہے اسے سمجھنے کے لئے اس معاشرے کے ناخداؤں کے پاس عقل اور شعور نہیں قانون نافذ کرنے والے اداروں کے پاس ان میلوں ٹھیلوں کے دوران وی، آئی، پی شخصیات کے پروٹوکول سے کوئی وقت بچے تو وہ اپنی ناک کے نیچے ہونے والے افعال بد کو روکنے کی کوشش کریں۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے عرض ہے کہ ہم تو بدستور پولیس کے رویے کے شاکی ہیں۔ لیکن آخری بات بھی ایک ایسے کھسرے نے کہی ہے جو معاشرے کو سلجھے طریقے سے طعنہ مارنے کی کوشش کر رہا ہے۔

کھسرے اور سیاست

جب کبھی ملک میں الیکشن کا دور دورہ ہو کھسرے بھی اس میدان میں اپنی صلاحیتوں کو منوانے کے لئے امیدوار کی حیثیت سے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اکثر کھسروں کا کہنا ہے کہ وہ الیکشن اس لئے لڑتے ہیں کہ لوگ تیسری جنس کی طرف متوجہ ہوں۔ اگر کسی علاقے میں کھسرا انتخابات میں قسمت آزمائی کرے تو پھر اس کے جلسے جلوسوں کا رنگ ڈھنگ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ انتخابات میں کھڑے ہو کر ایبٹ آباد کے ایک کھسرے نے بہت شہرت کمائی۔ لیکن اسے کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ ہم ایک ایسی شخصیت کا ذکر کرنے چلے ہیں جو پیدائشی طور پر ہیجڑہ ہے۔ لیکن اس کی اس معذوری کے متعلق اس کے خاندان کے چند لوگوں کو علم ہے۔ اس شخص نے اپنی اس معذوری کو کبھی منفی حرکتوں میں نام کمانے کے لئے استعمال نہیں کیا۔ اس شخصیت کا تعلق جنوبی

پنجاب کے ایک ایسے شہر سے ہے جہاں ذات برادریوں کا بہت زور ہے۔ انتخابات میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ان برادریوں کی مدد حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے باا‌ثر برادری سے محرومی کے باوجود ضلعی ہیڈکوارٹر کی میونسپل کمیٹی کے چیئرمین کا انتخاب جیتا۔ ان کی کامیابی کی اصل وجہ یہ تھی کہ وہ اپنی شرافت، ایمانداری اور اصول پسندی کی وجہ سے علاقے میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ انہوں نے نہ صرف اعلیٰ تعلیم حاصل کی بلکہ روزگار کے لئے ایک ایسے شعبہ زندگی کا انتخاب کیا جس میں بہت زیادہ حوصلہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

ان کے ایک دوست جو ان کی معذوری سے بخوبی آگاہ ہیں۔ انہوں نے ہمیں یہ بات اس لئے بتائی تاکہ عام آدمی کو یہ پیغام دیا جا سکے کہ پیدائشی طور پر مردانہ صلاحیتوں سے محروم ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ایسے مرد پر نسوانیت غالب آ جاتی ہے۔ اگر ایک پیدائشی ہیجڑہ والدین کی مدد سے معاشرہ میں اعلیٰ مقام حاصل کر سکتا ہے تو دوسرے ایسا کیوں نہیں کر سکتے؟ یقیناً یہ خبر ہیجڑوں کے لئے بہت بری خبر ہوگی کہ ان کے قبیل کا کوئی فرد چیئرمین بلدیہ کا الیکشن جیت کر کئی سال تک اس عہدے پر متمکن رہا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کھسرے اپنے اس ساتھی کا پتہ تلاش کر پاتے ہیں یا نہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ صاحب اپنے علاقے میں ایک کامیاب سیاستدان کے طور پر اپنی مستقل پہچان رکھتے ہیں۔

رشتے کروالو

خاندانی اور پیدائشی ہیجڑوں کے متعلق بہت سی باتیں ایسی ہیں جو ابھی تک پردہ راز میں ہیں۔ ان کھسروں کے معمولات زندگی کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ کوئی انہیں صاحب کردار گردانتا ہے تو کوئی انہیں اپنا ہم راز۔ کوئی ان کے ذریعے دعائیں کرواتا ہے اور کوئی انہیں برا سمجھ کر اپنے سے الگ کرتا ہے۔ بہرحال جو کچھ بھی ہو ان کی زندگی کے حوالے سے بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو قارئین کے لئے یقیناً نئی ہوں گی۔ ایسا ہی ایک پہلو ہمارے سامنے بھی موجود ہے جس کے متعلق ہمیں بھی اندازہ نہیں تھا۔ کھسروں کی زندگی پر کتاب لکھنے کے دوران ہم نے سینکڑوں لوگوں سے رابطہ قائم کیا۔ جنہوں نے اس سلسلہ میں ہمیں خاطر خواہ مواد اکٹھا کرنے میں مدد دی۔ ایسے ہی ایک روز ہماری ایک ایسے صاحب سے ملاقات ہوئی جو ٹوبہ ٹیک سنگھ کے رہنے والے تھے۔ ان کے ساتھ اس موضوع پر بحث کے دوران ہم نے کہا کہ کھسرے اخلاقی لحاظ سے معاشرہ کا بدترین انسانی روپ رکھتے ہیں۔ انہوں نے اس تاثر کی سختی سے نفی کرتے ہوئے پیدائشی اور دو نمبر کھسرے

میں تمیز روا رکھنے پر زور دیتے ہوئے بتایا کہ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں دو کھسرے فرہاد اور رانی بہت مشہور ہیں۔ ان میں سے رانی کے متعلق مشہور ہے کہ وہ پیدائشی کھسری ہے۔ ان کا علاقے بھر کے گھروں میں عام آنا جانا ہے۔ یہ دونوں جس وقت چاہیں کسی کے گھر جا سکتے ہیں۔ ان کے آنے جانے پر روک ٹوک کرنے والا کوئی نہیں۔ یہ دونوں ہمارے ہر دکھ سکھ میں شریک ہونے کے علاوہ کئی غریب گھرانوں کی حتی المقدور مدد بھی کرتے ہیں۔ آپ کو یہ سن کر حیرانی ہوگی کہ یہ دونوں رشتے کروانے کا کام بھی کرتے ہیں۔ اگر یہ کسی لڑکے یا لڑکی کے کردار کے حوالے سے یقین دہانی کرا دیں تو بچے یا بچی کے والدین آنکھیں بند کر کے یقین کر لیتے ہیں۔ اس یقین کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ دونوں صاحب کردار، پاکباز اور سچے ہیں۔ بداخلاقی انہیں چھو کر بھی نہیں گذری۔ بعض اوقات تو یہ خود والدین کو مطلع کرتے ہیں کہ تمہاری بچی یا بچہ جوان ہو چکا ہے۔ اب اس کی شادی کی فکر کرو۔ اگر تم پسند کرو تو میں فلاں گھرانے میں رشتے کی بات چلاؤں۔

ان صاحب نے کہا کہ کھسرے میرے نزدیک برے نہیں۔ برے وہ لوگ ہیں جو ان کے بھیس میں جنسی بے راہروی کو جنم دے کر انہیں بدنام کر رہے ہیں۔ حکومت اور سب سے بڑھ کر ہمارا اپنا فرض بنتا ہے کہ ہم ایسے لوگوں کا کڑا احتساب کریں جو ان بے چاروں کے نام پر اپنے مذموم مقاصد پورے کر رہے ہیں۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ فرہاد اور رانی کیا چیز ہیں تو میں خود اس کی زندہ مثال ہوں۔ میرا رشتہ بھی فرہاد نے کروایا تھا۔ آپ یقین جانیں کہ میرے والدین بھی اس رشتے کا پیغام ملنے سے قبل میرے سسر کو نہیں جانتے تھے کجا کہ میں نے یا میرے خاندان کے کسی فرد نے میری بیوی کو دیکھا ہوگا۔ اور آج میں سوچتا ہوں کہ اللہ بھلا کرے فرہاد کھسرے کا جس نے مجھے اتنی اطاعت شعار بیوی ڈھونڈ کر دی۔

کھسرے اور نور جہاں

کھسرے میڈم نور جہاں کے گانوں پر رقص بہت ذوق و شوق سے کرتے ہیں۔ پاکستان کے 99 فیصد کھسروں کی پسندیدہ گلوکارہ نور جہاں ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ نور جہاں نے کھسروں کے لئے ایک ایسی دنیا تشکیل دے دی ہے جہاں صرف ہمارا راج ہے۔ عورت بھی ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ان کا کہنا ہے کہ نور جہاں کے گانے بہت تیز دھنوں پر گائے گئے۔ ان تیز دھنوں پر صنف نازک رقص کا اچھا مظاہرہ نہیں کر پاتی جو کہ گانے کی ضرورت ہے۔ ویسے بھی نور جہاں نے کھسرے کو اپنا سیکرٹری رکھ کر ہمیں ایسی دنیا سے متعارف کروایا جہاں ہماری عزت کی جاتی ہے۔ اسی لئے ہم نور جہاں کے چاہنے والے ہیں۔

نور جہاں کی وفات پر کھسروں نے باقاعدہ ماتم اور سوگ منایا۔ ایک کھسرے لیلیٰ کا کہنا ہے کہ میڈم کے مرنے کا افسوس ہمیں ان کی اولاد سے بڑھ کر تھا۔ نور جہاں کے سوگ میں کھسروں کی اکثریت نے تین دن تک گانا بجانا اور رقص وغیرہ نہیں کیا۔ حتیٰ کہ عید والے دن بھی کئی کھسروں نے عید نہیں منائی۔ نور جہاں کی وفات کی اطلاع ملتے ہی کھسروں نے اپنی تمام معروفیات ترک کر کے باقاعدہ پھوڑی بچھائی۔ کھسرے ایک دوسرے سے مادام کی موت پر تعزیت کے لئے آتے جاتے رہے۔

اگر آپ کسی کھسرے کے ڈیرے پر جائیں تو وہاں گانوں کی کیسٹوں کی الماری میں نور جہاں کے کم وبیش تمام والیم دستیاب ہوں گے۔ اسی طرح نور جہاں کے گانوں کی ویڈیو کیسٹیں بھی ان کے ذاتی خزانے میں شامل ہیں۔ نور جہاں کی وفات کے موقع پر شائع ہونے والے تمام اخبارات کا ریکارڈ کھسروں کی تحویل میں انتہائی محفوظ حالت میں موجود ہے۔ نور جہاں کی تصویروں پر مبنی پوسٹرز، اشتہارات اور دیگر اس قسم کا مواد بھی انہوں نے سنبھال کر رکھا ہے۔

کھسروں کا کہنا ہے کہ نور جہاں کی وفات کے بعد اب صرف ہمارے لئے کوئی اچھا گانے والا موجود نہیں۔ اب دیکھنا ہے کہ نور جہاں کے خلاء کو کون پُر کرے گا۔ کچھ کھسروں کا کہنا ہے کہ نصیبو لعل کی آواز میں نور جہاں جیسا درد موجود ہے۔ لیکن وہ سروں پر مکمل کمان نہیں رکھتی۔ اس لئے نصیبو لعل کے گائے گانوں پر بھی اچھا رقص کرنے کو دل نہیں کرتا۔ کھسروں کا یہ بھی کہنا ہے کہ مادام کی بیٹی ظل ہما کی آواز اپنی ماں سے کافی ملتی جلتی ہے۔ لیکن ظل ہما نے کبھی سنجیدگی سے اس شعبے میں کام کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اگر ظل ہما سنجیدگی کا مظاہرہ کرے تو وہ ہمارے لئے دوسری نور جہاں ثابت ہو سکتی ہے۔ نور جہاں کے حوالے سے کھسروں کی پریشانی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اگر ان کے سامنے آپ نور جہاں کا نام لیتے وقت میڈم، مادام، ملکہ ترنم، جناب، مرحومہ جیسے الفاظ استعمال نہیں کرتے تو وہ فوراً آپ سے الجھ پڑیں گے۔ اس لئے آپ بھی کھسروں کے سامنے نور جہاں کا ذکر کرتے ہوئے محتاط رہیے گا ورنہ۔۔۔۔۔۔۔ ذمہ داری آپ پر ہوگی۔

کھسرے اور لڑائی

عموماً کھسرے لڑائی سے گریز کرتے ہیں۔ لیکن بعض صورتوں میں انہیں لڑائی کرنی پڑے تو دریغ نہیں کرتے۔ پیدائشی ہیجڑوں کے متعلق ایسی کوئی شہادت نہیں مل سکی کہ وہ کسی شخص کے ساتھ لڑے ہوں۔ البتہ دو نمبر کھسروں کے متعلق یہ تصور عام ہے کہ وہ ضرورت کے وقت لڑائی کرتے

ہیں۔ کھسروں کے بقول جب ہم گھر سے نکلیں تو ہمیں توقع ہوتی ہے کہ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آ سکتا ہے۔ اس لئے ہم گھر سے یہ طے کر کے نکلتے ہیں کہ باہر جا کر لڑائی نہیں کرنی۔ لیکن اگر ایسا ہو جائے کہ لڑائی ناگزیر ہے تو پھر ڈر کیسا۔ جو ہوگا سو دیکھا جائے گا۔ لیکن اپنے حق کے لئے جون کی چلچلاتی دھوپ میں کھسروں اور چند نوجوانوں کے درمیان اچانک ہونے والی لڑائی کا منظر ہم نے خود دیکھا۔ کھسروں کی ایک ٹولی ٹمپل روڈ سے گذ[illegible] رہی تھی۔ ایک نوجوان نے ان پر فقرہ کسا۔ جواباً انہوں نے بھی نوجوان کو فحش فقرے سے نوازا۔ اس فقرے کو سن کر نوجوان سے ضبط نہ ہو سکا۔ اس نے غصہ میں آ کر کھسرے کے منہ پر زور سے تھپڑ مار دیا۔ کھسرے نے تھپڑ کھاتے ہی نوجوان کو زور سے لات ماری جس کے بعد نوجوان سڑک پر گر گیا۔ اور اس کے 3 ساتھیوں نے آگے بڑھ کر کھسرے کو مارنا چاہا تو دوسرے کھسرے بھی میدان عمل میں کود پڑے۔ اس کے بعد جو منظر دیکھا اسے دیکھ کر جہاں ہم ہنسے وہیں یہ جان کر حیرانی ہوئی کہ کھسرے تو بہت اچھے لڑاکے ہیں۔ انہوں نے لمحوں میں تینوں جوانوں کا غرور خاک میں ملا دیا۔ نوجوان کو نیچے گرے دیکھ کر کھسرے تالی بجاتے ہنستے ہوئے چل دیئے۔ اس موقع پر ایک صاحب نے کھسروں پر تبصرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''بلے بھئی بلے'' اج تے شیر جواناں آ لا کم کیتا جے۔ بہر حال کھسروں کی زندگی میں لڑائی کے واقعات بہت کم پیش آتے ہیں۔ لیکن جب پیش آئیں تو یادگاری حیثیت کے حامل ہوتے ہیں۔ کھسروں کے متعلق یہ کہنا غلط نہ ہے کہ وہ دو صورتوں میں لڑائی بلکہ قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اولاً لڑائی کے بغیر چارہ نہیں ثانیاً جب کسی کھسرے کے گرو یا محبوب کو اس سے دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ لیکن شرط صرف اتنی ہے کہ ایسی حرکت کھسرے نے کی ہو۔

جن کھسروں کے متعلق مشہور ہو کہ لڑائی جھگڑے سے گریز کرتے ہیں ایسے کھسروں کو ان کی برادری نیک اور اچھا کھسرا تصور کرتی ہے۔ ایسے کھسرے اکثر بے بسی کی حالت میں فریق مخالف کو بددعا دے کر ڈرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر یہ طریقہ واردات کارگر ہو تو کھسرے شیر ہو جائیں گے اگر ناکام ہو تو خود بھاگ جائیں گے۔ گو ابھی تک کسی ایسے کھسرے سے ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہوا جس کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے مارشل آرٹس، جوڈو کراٹے وغیرہ سیکھ رکھے ہیں۔ کھسروں کا کہنا ہے کہ ہمیں اکثر ایسی جگہوں اور ویرانوں میں جانا پڑتا ہے جہاں بندہ نہ بندے کی ذات ہوتی ہے۔ اگر وہاں کوئی زیادتی کرے یا ہمارا معاوضہ چھینے کی کوشش کرے تو ایسی حرکت کرنے والوں کے لئے یہ جوہر ہمارے کام آتا ہے۔

پولیس کے مددگار

اکثر ایسی خبریں پڑھنے اور سننے کو ملتی ہیں کہ سڑک کنارے کھڑی فاحشہ عورت کو ساتھ لیجانے والے کو پولیس نے گرفتار کر کے مقدمہ درج کرلیا۔ اس قسم کے واقعات میں ایسی خبریں بھی منظر عام پر آ چکی ہیں کہ پولیس اہلکاروں نے عورتوں کی مدد سے لوگوں کو پھنسا کر نوٹ کمانے شروع کر دیئے۔ عورت کے حوالے سے ایسی خبریں تو منظر عام پر موجود ہیں۔ لیکن ایسی خبریں بہت کم سننے کو ملیں گی کہ پولیس اور کھسروں نے گٹھ جوڑ کر کے لوگوں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ کھسروں کے بقول پولیس اکثر ایسے لوگوں کو قابو کر لیتی ہے جو سڑک پر کھڑے ہم سے گفتگو کرنے کی کوشش کریں۔ بعض کھسرے باقاعدہ پولیس والوں سے مل کر اپنے لئے ایک دو شکار کرنے کے علاوہ انہیں بھی مال غنیمت حاصل کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ اسی طرح کا ایک واقعہ ہمیں کتاب کی تیاری کے دوران تھانہ گارڈن ٹاؤن کی حدود میں نہر کے کنارے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ایک 25 سالہ نوجوان موٹر سائیکل پر سوار فیروز پور روڈ سے نہر پر آ رہا تھا۔ جب وہ نوجوان لال پل سے رابعہ مارکیٹ کی طرف مڑا تو اچانک ایک کھسرا موٹر سائیکل کے سامنے آ گیا۔ نوجوان نے بہت مشکل سے حادثے سے بچایا۔ موٹر سائیکل کھڑی کر کے اس نے کھسرے کو گالیاں نکالنی شروع کر دیں۔ اس وقت رات کے دو بجے تھے۔ اسی اثنا میں تھانہ گارڈن ٹاؤن مجاہد اسکواڈ کی گاڑی وہاں آن پہنچی۔ پولیس جوانوں نے گاڑی سے اترتے ہی نوجوان کو دھر لیا۔ نوجوان نے شور مچایا کہ میرا اس کھسرے کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہیں۔ بلکہ یہ تو میری موٹر سائیکل کے آگے خود آیا تھا۔ لیکن پولیس والوں نے اس کی کوئی نہ سنی۔ جب پولیس والے اسے زبردستی گاڑی میں بٹھانے لگے تو نوجوان نے پولیس والوں سے کھ مکا کی کوشش کی۔ کافی بحث و تمحیص کے بعد پولیس اہلکاروں نے 400 روپے لے کر نوجوان کو جانے دیا۔ نوجوان کو چھوڑتے وقت انہوں نے اسے تاکید کی کہ آئندہ ایسا نہ کرنا۔ جبکہ کھسرے کو دو تین تھپڑ جڑ کر موقع واردات سے بھگا دیا۔ جب یہ واقعہ رونما ہوا تو ہم نقشہ شاپ وحدت روڈ کی طرف سے لال پل کی طرف آ رہے تھے۔ کھسرے اور نوجوان کا جھگڑا دیکھ کر ہم پل کی شمالی سمت میں کھڑے ہو گئے۔ واضح رہے کہ جب پولیس وہاں پہنچی تو گاڑی کی نیلی بتی بند تھی۔ بہر حال نوجوان کے رخصت ہوتے ہی پولیس گاڑی سروس روڈ پر چلتی ہوئی کیمپس کی طرف رواں دواں ہو گئی۔ جبکہ کھسرا گاڑی کے رخصت ہونے سے پہلے ہی دوبارہ سڑک پر جم کر کھڑا ہو گیا۔

پولیس کے مخبر

کھسرا پولیس کا مخبر ہے۔ اگر وہ پولیس کے لئے مخبری کا کام نہ کرے تو رات کے وقت اسے سڑک پر کھڑے ہو کر سرعام دعوت گناہ دینے کی اجازت ہر گز نہ دی جائے۔ کھسروں کا کہنا ہے کہ ہم مجبوری کے تحت پولیس کو سڑک اور علاقے میں ہونے والی ہر قسم کی غیر معمولی نقل و حرکت کی اطلاع فوراً دیتے ہیں۔ مثلاً ایک دفعہ مغلپورہ کے علاقہ میں کھڑے کھسرے نے دیکھا کہ ایک نیوٹا گاڑی والا ایک نوجوان سے شراب کی بوتل خرید کر گاڑی میں رکھ رہا تھا۔ اس نے فوراً پولیس کو اطلاع دی۔ ابھی وہ گاڑی تیسرا چوک ہی پار نہ کر سکی تھی کہ گاڑی کو پولیس اہلکاروں نے روک لیا۔ تلاشی پر گاڑی سے شراب برآمد ہوئی۔ کھسرے کے بقول پولیس والوں نے گاڑی والے سے کافی پیسے کمائے۔ اور مخبری کے عوض مجھے بھی 50 روپے بطور انعام دیئے۔ اس کے علاوہ سینکڑوں ایسے واقعات ہیں جن کی اطلاع ہم نے پولیس کو دی۔ کراچی، لاہور، راولپنڈی، سرگودھا، فیصل آباد، ملتان، بہاولپور، حیدرآباد اور دیگر کئی شہروں میں رات کے اندھیرے میں پھرنے والے کھسروں کی نظروں سے کوئی فرد نہیں چھپ سکتا۔ لیکن اس کے باوجود سڑکوں پر گاڑی چھیننے، راہزنی، قتل اور دیگر کئی جرائم جنم لیتے ہیں۔ کھسرے ایسے واقعات کی رپورٹ کیوں نہیں کرتے؟ یہ ایسا سوال ہے جس کا جواب پولیس اور کھسرے بہتر انداز میں دے سکتے ہیں۔ لیکن ہم اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ سڑک کے کنارے کھڑے کھسرے مختلف اوقات میں چہرے بدلتے ہیں۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ سڑک کنارے کھسرا موجود نہیں۔ آپس میں وقت کا تبادلہ کرنے والے کھسرے مستقل ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے علاقے میں کوئی دوسرا زنانہ یا کھسرا داخلت نہیں کر سکتا۔ اور اگر پولیس بھی کسی اجنبی کھسرے کو اپنے علاقے میں دیکھ لے تو وہ بھی انہیں فوراً دھر لے گی۔ ایسے میں ان دونوں کے روابط کے بارے میں مزید کچھ کہنا ضیع وقت کے مترادف ہوگا۔ اگر چھوٹے جرم کی مخبری کی جا سکتی ہے تو بڑے جرم کا ارتکاب کرنے والوں کا پیچھا کرنے کے لئے پولیس کھسروں کی مدد کیوں نہیں کر سکتی؟ اگر پولیس کھسروں سے روابط کی تردید کرتی ہے تو پھر حکام کو قوم کی اطلاع کے لئے یہ بتانا ہوگا کہ کھسرے رات کے اندھیرے میں سڑکوں پر کیوں کھڑے ہوتے ہیں؟

کھسرے، گاڑی، پابندی

راتوں کو سڑک کے کنارے کھڑے کھسرے آوازوں، اشاروں اور مختلف قسم کی حرکات کر

کے گاہک پھنسانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کھسروں کو اکثر رات گئے ایسے افراد ہمراہ لیجانے کی کوشش کرتے ہیں جو گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں پر سوار ہوتے ہیں۔ اگر کوئی کھسرا سڑک کنارے چلے جارہا ہے تو اس کے طلبگار ڈرائیور اسے دیکھتے ہی گاڑی کو آہستہ کرلیں گے اور کھسرے کے قریب پہنچ کر گاڑی کا شیشہ اتارنا شروع کردیں گے۔ اس حرکت کو دیکھ کر کھسرے کو یقین ہو جاتا ہے کہ بندہ کی جس کو تلاش تھی وہ گوہر مقصود میں ہی ہوں۔ لہٰذا وہ لپک کر گاڑی کا دروازہ کھول کر سوار ہو جائے گا۔ جس کے بعد بھاؤ تاؤ شروع ہوگا۔ اگر کھسرے کی مرضی کے مطابق ریٹ مل پایا تو گاڑی تیزی سے سفر کرتی ہوئی اندھیرے میں گم ہو جائے گی۔ اگر ریٹ طے نہیں ہوسکا تو پھر کھسرا چند لمحوں بعد دوبارہ سڑک کنارے کھڑا ہو جائے گا۔ یہی حرکت موٹر سائیکل والوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ موٹر سائیکل قریب آیا کھسرا بیٹھا معاملہ طے کر کے یہ جادہ جا والا منظر ہوگا۔

بعض اوقات کھسرے ساری رات سڑگشت کرتے رہتے ہیں۔ لیکن انہیں گاہک نصیب نہیں ہوتا۔ ایسے عالم میں کھسروں کی حالت دیدنی ہوتی ہے۔ کھسرا بے تابی سے کبھی ادھر آئے گا کبھی ادھر جائے گا۔ نظریں دوڑائے گا۔ دوپٹے کے کنارے موڑے گا۔ غرضیکہ عجیب ہیجانی کیفیت دیکھنے کو ملے گی۔ ایسے عالم میں کھسرا سڑک کے ایک طرف چہل قدمی کررہا ہے اور دوسری طرف کوئی گاڑی اچانک چلتے چلتے کھسرے کو دیکھ کر تھم جائے تو کھسرا ادھر ادھر دیکھے بغیر سڑک کو پار کر کے گاڑی کے قریب پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ گذشتہ سال دسمبر کی ایک ٹھٹھرتی رات میں ہم کیمپس پل کے پاس سے گذر رہے تھے کہ ایک منظر دیکھا کہ شمالی سمت جانے والی گاڑی جنوبی سمت میں کھڑے کھسرے کو دیکھ کر آہستہ ہوئی۔ کھسرے نے شکار کو دیکھ کر اچانک دوڑ لگائی۔ جب وہ پل کے عین وسط میں پہنچا تو دوسری طرف سے تیز رفتار ٹرک آ گیا۔ ٹرک کو دیکھ کر کھسرا حواس باختہ ہوگیا۔ ٹرک ڈرائیور عورت کو دیکھ کر ڈر گیا۔ دونوں کے خوف کی بناء پر جو منظر دیکھنے کو ملا اسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ بہر حال ٹرک ڈرائیور نے عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ٹرک فٹ پاتھ پر چڑھا دیا۔ جبکہ کھسرا بھاگ کر دوسری سمت پہنچا۔ حادثے کو وقوع پذیر ہوتے دیکھ کر کھسرے کا گاہک فوراً نو دو گیارہ ہو گیا۔ گاڑی کو دوسری سمت موجود نہ پا کر کھسرے کو شدید غصہ آیا اور وہ گاڑی والے کو گندی گالیاں نکالنے لگا۔ اسی اثناء میں ٹرک ڈرائیور بھی گاڑی کو فٹ پاتھ سے اتار کر گاڑی کو بند کر کے کھسرے کی طرف لپکا۔ کھسرے نے جونہی ٹرک ڈرائیور کو اپنی طرف آتے دیکھا تو دوڑ لگا دی۔ کھسرے کو دوڑتے ہوئے دیکھ کر غصے میں بھرا ٹرک ڈرائیور ہنس پڑا۔

کھسرے اکثر ایسی حرکتوں کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں۔ رات کو پولیس والوں کو دیکھ کر

کھسروں کے اندھیری جگہوں پر چھپنے کا منظر بھی عجیب رنگ لئے ہوتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پولیس والے کھسروں کو دور سے نہیں دیکھ سکتے۔ جبکہ کھسرے نیلی بتی دیکھ کر چھپ جاتے ہیں۔ پولیس کو بہر حال اس مسئلے کا حل تلاش کرنا ہوگا۔ کیونکہ اکثر جرائم پیشہ لوگ پولیس کی بتی دیکھ کر دوڑ لگا دیتے ہیں۔

رات کو کھسروں کی عادات کا مشاہدہ کرنے سے پتہ چلا کہ کھسرے گاہک کو پھنسانے کے لئے اندھیری جگہوں پر چھپ کر کھڑا ہونا پسند کرتے ہیں۔ جبکہ عشاق کو کھسروں کے برلب سڑک خفیہ ٹھکانوں کا بخوبی علم ہوتا ہے۔ جب کبھی انہیں ضرورت محسوس ہو تو وہ ب سے پہلے ایسے مقامات پر کھسروں کو تلاش کریں گے۔ عدم موجودگی کی صورت میں کہیں اور مارنے جائیں گے۔ کھسرے کو گاہک کی تلاش ہو تو وہ ارد گرد متلاشی نگاہوں سے دیکھتا ہوا گذرے گا۔ اگر وہ مزید ڈھونڈے یا گاہک کی تلاش میں نہیں تو سڑک کے کنارے فٹ پاتھ پر اتراتا ہوا گذرے گا۔ کھسروں کی اندھیرے میں کھڑی ہونے والی عادت پر ایک پولیس والے نے تبصرہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ عادت کھسروں کے لئے ایک بار بڑی مصیبت کا باعث بن چکی ہے۔ ہم نے پوچھا کہ وہ کیسے؟ تو اس نے بتایا کہ غالباً 1986 یا 1987 کی بات ہے کہ رات کے وقت وزیر اعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف اپنے حفاظتی اسکواڈ کے ہمراہ مین بلیوارڈ گلبرگ سے گذر رہے تھے جب ان کا قافلہ ہوم اکنامکس کالج کے قریب سے گذرنے لگا تو سب سے آگے جانے والی گاڑی نے یکدم زور سے بریک لگائی۔ جس کی بناء پر پیچھے آنے والی گاڑیاں ایک دوسرے سے ٹکرا گئیں۔ گو اس حادثے میں کسی قسم کا نقصان نہیں ہوا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ قافلے کی گاڑیوں کے درمیان ایک مخصوص فاصلہ رکھا جاتا ہے۔ وزیر اعلیٰ کے اسکواڈ میں شامل گارڈز تیزی سے نیچے اترے اور انہوں نے وزیر اعلیٰ کی گاڑی کو گھیر لیا۔ بعد ازاں جب اگلی گاڑی کے ڈرائیور سے اچانک بریک لگانے کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ ایک کھسرا اندھیرے میں سے نکل کر گاڑی کے آگے آ گیا۔ میں نے اسے بچانے کے لئے زوردار بریک لگائی۔ گاڑیوں کو ٹکراتے دیکھ کر کھسرا تیزی سے بھاگ کر قریبی جھاڑیوں میں چھپ گیا۔ اس واقعہ کے بعد اگلے دن وزیر اعلیٰ پنجاب نے آئی جی پنجاب کو طلب کر کے حکم دیا کہ پولیس کو ہدایت کی جائے کہ وہ کھسروں کو سڑک کے ارد گرد چلنے پھرنے سے روکے۔ پولیس والے دوست کے بقول لاہور کی تاریخ میں کھسروں کے لئے یہ سب سے مشکل اور نازک ترین دور تھا۔ جہاں کہیں کوئی کھسرا نظر آتا پولیس والے اسے پکڑ لیتے۔ یہاں تک کہ دن کی روشنی میں بھی کھسروں کو پکڑ لیا جاتا۔ اس دور میں پولیس والوں نے کھسروں سے خوب رقم اینٹھی۔ یہی وہ زمانہ ہے جب کھسرے پولیس والوں کو رات کے وقت چلنے پھرنے کا ٹیکس ادا

کرنے پر مجبور ہوئے اور آج تک پولیس کو ٹیکس ادا کر رہے ہیں۔

کھسروں کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کے لئے حکومتی سطح پر جاری ہونے والا یہ واحد آرڈر آج پولیس تھانوں کی فائل میں گم ہو چکا ہے۔ اگر پولیس اس زمانے کے وزیر اعلیٰ اور آئی جی کے حکم پر عمل کرے تو بہت سے لوگوں کا بھلا ہو سکتا ہے۔ لیکن افسوس کہ عوامی بھلائی کے احکامات پر عمل کرنے کے لئے پولیس کے پاس وقت نہیں۔

کھسرے اور پولیس کی تفتیش

ایک پولیس اہلکار نے ہمیں بتایا کہ وہ تھانہ گلبرگ میں تعینات تھا۔ ایک کھسرے نے شکایت درج کروائی کہ اس کے گھر سے زیورات چوری کر لئے گئے ہیں۔ اس نے چوری کا شبہ اپنے کھسرے دوستوں پر کیا۔ درخواست ملتے ہی ایس ایچ او صاحب نے درخواست کارروائی کے لئے ایک سب انسپکٹر کو مارک کر دی۔ سب انسپکٹر کی ہدایت پر ہم کھسرے کے دوستوں کو گرفتار کر کے تھانے لے آئے۔ حوالات میں کھسروں کو قید کرنے کے بعد جو منظر دیکھنے میں آیا وہ مجھے آج بھی یاد ہے۔ کئی کھسرے تھانے میں آ کر چیخنے چلانے لگے۔ جبکہ کئی کھسرے خالی پیٹتے ہوئے پولیس والوں کو شرم دلانے لگے کہ انہوں نے مظلوموں کو گرفتار کر کے بہت برا کیا۔ اب خدا پولیس سے نپٹے گا۔ کھسروں کے شور و غوغا سے تنگ آ کر انہیں حوالات سے نکال کر مختلف کمروں میں قید کر دیا گیا۔ جہاں ڈر کی وجہ سے انہوں نے شور مچانا بند کر دیا۔ رات کو تفتیش کے لئے کھسروں کو تھانے کے صحن میں اکٹھا کیا گیا تو ایس ایچ او صاحب بھی تشریف لے آئے۔ (ایس ایچ او بعد ازاں ایک اصلی پولیس مقابلے کے دوران شہید ہو گئے تھے خدا ان کی مغفرت کرے) انہوں نے کھسروں کے متعلق بہت سے قصے سن رکھے تھے۔ ایس ایچ او نے حکم دیا کہ سب کھسروں کو ننگا کر کے چھتر مارے جائیں۔ یہ حکم سنتے ہی کھسرے منتیں سماجتیں کرنے لگے کہ ان کے ساتھ ظلم نہ کیا جائے۔ وہ سب مل کر چوری کا ہرجانہ دینے کو تیار ہیں بہر حال ایس ایچ او کے حکم پر کھسروں کی شلواریں اتار لی گئیں۔ شلواریں اتاری گئیں تو پولیس والے یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہاں موجود کھسروں میں سے کوئی ایک کھسرا بھی پیدائشی یا زنانہ نہ تھا۔ تمام کھسرے مکمل طور پر مرد تھے۔ جبکہ ان میں ایک لڑکا ایسا بھی تھا جو کہ کھسرا نہیں بلکہ کھسرے کا گریہ تھا۔ یہ منظر دیکھنے کے بعد ایس ایچ او نے صحن میں عدالت لگائی اور کھسروں سے تفتیش شروع کی کہ وہ مکمل مرد ہیں تو پھر کھسروں کے بھیس میں کیوں پھر رہے ہیں؟ تو اکثر کھسروں نے جواب دیا کہ جناب ہم بدفعلی کروانے کے عادی ہیں۔ ویسے شکار پھنستا نہیں۔ ایسے آسانی سے شکار ہاتھ لگ جاتا ہے۔ یہ جواب سننے کے بعد ایس ایچ او

نے سب کھسروں کو پانچ پانچ چھتر مروا کر رہا کر دیا اور کہا کہ آئندہ میرے تھانے کی حدود میں نظر آئے تو الٹا لٹکا دوں گا۔ جس کے بعد اس علاقے میں سکون ہو گیا۔

نومبر 2001ء کے شروع ایام میں نیشنل ڈویلپمنٹ فنانس کارپوریشن کے اہلکاروں نے ایک قرض نادہندہ کو پکڑ کر تھانہ قلعہ گجر سنگھ پولیس کے حوالے کیا۔ جب پولیس نے اسے حوالات میں بٹھایا تو اس کے ملاقاتی کھسرے وہاں آن پہنچے۔ تب پولیس والوں پر انکشاف ہوا کہ قرض نادہندہ مرد نہیں بلکہ کھسرا ہے۔ اور اس کی ملاقات کو آنے والے کھسرے اس کے چیلے ہیں۔ اس کھسرے نے کارپوریشن سے 3 لاکھ کا قرضہ لے کر واپس نہ کیا۔ جب پولیس والوں نے مذاقاً اس کی چھترول کے لئے اسے ننگا کیا تو پولیس والوں پر انکشاف ہوا کہ یہ واقعی مرد ہے اور کھسرا بنا ہوا ہے۔ واضح رہے کہ اس کھسرے زاہد عرف زاہدی کے بیوی بچے بھی ہیں جو کہ باغبانپورہ کا رہائشی ہے۔

پولیس کانسٹیبل اور کھسرے کے درمیان مکالمہ

سین: ایک کھسرا رات کے آخری پہر ایک گلی میں دبے پاؤں خاموشی سے گزر رہا ہے کہ اچانک ایک کانسٹیبل کی اس پر نظر پڑ جاتی ہے۔ پولیس والا کھسرے کو اپنے قریب آنے کا اشارہ کرتا ہے۔ لیکن کھسرا اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھ جاتا ہے۔ کانسٹیبل غصے کی حالت میں بہت زور سے وسل بجاتا ہے۔ سیٹی کی آواز سن کر کھسرا اپنے مخصوص انداز میں ٹھمکا مار کر گھومتا ہے اور پولیس والے سے مخاطب ہوتا ہے۔

کھسرا: "ہائے وے ظالما ایہہ سیٹی نہ وجا۔ سیٹی وجا کے تے توں میرا دل کڈھ لیا اے۔

یہ الفاظ سن کر سپاہی کے چہرے پر مسکراہٹ کھل اٹھتی ہے لیکن کھسرے کو مزید ڈرانے کے لئے کہتا ہے:

پولیس والا: "اوئے حرامیا، ایس ٹائم کدھروں آ رہیا ایں"؟

کھسرا: "میں ٹھمکولا کر کے آئی ہوں" (ٹھمکولا کا مطلب ناچ کر آئی ہوں)

پولیس والا: "ٹھمکولے دے بچیا۔ سدھی طراں آ کھ کہ پج ٹپ کے آیا آں"۔

کھسرا ہاتھ نچاتے ہوئے سپاہی کے سامنے آن کھڑا ہوتا ہے اور سپاہی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہتا ہے:

کھسرا: "تیری گل سن کے مینوں لگدا اے جیویں تو ساڈا گربھرا ایں"؟

یہ سن کر پولیس والا غصہ میں آ جاتا ہے اور کھسرے کے ہاتھ پر سوٹی مار کر اسے دفع ہونے کو

کہتا ہے۔ کھسرا سوٹی کھانے کے بعد ہلکی سی چیخ مارتا ہے اور پولیس والے سے مخاطب ہو کر کہتا ہے:

کھسرا: ''میتوں سوٹیاں نہ مار۔ میرے پنڈے نوں ننگا کر کے میرے جسم تے لاساں پا۔ کوڑا مار۔ تے اپنے کوڑے مار کہ میرا پنڈا نیلا پیلا ہو جاوے۔ تے میرے پنڈے نوں انج نیلا پیلا کر کہ اگے توں میتوں کسے شئے دی لوڑ نہ پوے''۔

یہ سن کر سپاہی شرما جاتا ہے اور کہتا ہے۔

پولیس والا: ''حرامیا نس جا۔ نمیں تے میں تینوں اندر بند کر دیاں گا''۔

کھسرا: ''اندر بند دا کیہ مطلب اے۔ حوالات یا دل دے اندر''۔

پولیس والا یہ سن کر بری طرح غصے میں آ جاتا ہے اور کھسرے کو دھکا دے کر سڑک پر گرا دیتا ہے۔ جس پر کھسرا یہ کہتا ہوا اپنی منزل کی طرف چل دیتا ہے کہ ''اللہ پلس والیاں دے دل اچ رحم پا''۔ اور تھوڑا دور جا کر سپاہی کی طرف دیکھ کر زور سے تالی پیٹتا ہے۔ یہ دیکھ کر سپاہی بے اختیار ہنس پڑتا ہے۔

نوٹ: اس مکالہ میں مصنفین نے پولیس سپاہی اور کھسرے کے درمیان ہونے والے مکالے کو بعین انہی الفاظ میں نقل کیا ہے جو موقع پر ادا کیے گئے۔

ہیجڑے اور جرم

ہم دن کی روشنی میں دھندے پر نکلتے ہیں اور شام ہونے سے پہلے ہی اپنے اپنے آشیانوں کو پلٹ جاتے ہیں۔ اس قسم کا دعویٰ کرنے والے کھسروں کا کہنا ہے کہ ہم پیدائشی اور خاندانی کھسرے ہیں۔ جبکہ راتوں کو سڑک کنارے کھڑے ہو کر دعوت گناہ دینے والے جنسی لذت کے حصول کے علاوہ جرائم کو بھی جنم دیتے ہیں۔ اس لئے ہمیں ان کے ساتھ ایک ہی صف میں کھڑا کرنا کھسروں کے خلاف زیادتی ہے۔ سڑکوں کے کنارے کھڑے اور گلی محلوں میں آوارہ پھرنے والے کھسرے کون اور کہاں رہنے والے ہیں؟ اس کے متعلق کوئی کچھ نہیں جانتا۔ حتیٰ کہ پولیس بھی ان افراد کو ''کھسرا'' سمجھ کر نظر انداز کر دیتی ہے۔ یہ لوگ گلی محلوں اور سڑکوں پر کس مقصد کے لئے پھرتے ہیں؟ اس امر کا جائزہ لینے کے لئے کھسروں کی زندگی کا جائزہ لیا تو بہت سی نئی باتیں سامنے آئیں۔

کھسروں کی ڈائمنڈ مارکیٹ واقع ٹکسالی گیٹ لاہور میں آنے جانے والے افراد اس امر کی گواہی دیں گے کہ کھسروں کے ناز و انداز کی قیمت ادا کرنے والے عشاق کی اکثریت کا تعلق ایسے طبقے سے ہے جسے مہذب الفاظ میں زیر زمین دنیا قرار دیا جاتا ہے۔ ان میں سے اکثر لوگ

کھسروں کے قریب اس لئے ہیں کہ وہ کھسروں کے محبوب ہیں۔ کھسرے کے محبوب کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ لیکن یہاں ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کھسرے اپنے محبوب کی خوشنودی کے لئے انتہائی قدم اٹھانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ اسی بناء پر کھسرے ان جرائم پیشہ افراد کے لئے گلی محلوں میں مخبری کا کردار ادا کرتے ہیں۔ گو یہ بات وثوق سے نہیں کہی جا سکتی کہ کھسروں کی کتنی تعداد اس دھندے میں ملوث ہے؟ لیکن ایک بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جس طرح طوائف کے نخروں کی اصل قیمت جرائم پیشہ افراد ادا کرتے ہیں بالکل اسی طرح کھسرے سے دل بہلانے والے لوگوں کا تعلق بھی اسی طبقے سے ہے۔ آپ نے اکثر ایسی خبریں سنی ہوں گی کہ فلاں علاقے یا محلے میں دن دیہاڑے ڈاکوؤں نے گھر لوٹ لیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ڈاکوؤں کو کیسے پتہ چلا کہ فلاں گھر میں مرد نہیں صرف عورتیں موجود ہیں؟۔ جرم عورت کرے یا مرد جرم بہر حال جرم ہے۔ اس طرح اگر کھسرا بھی جرم کرتا ہے تو وہ جرم ہی کہلائے گا۔ آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ گلی محلوں میں کھسرے بھیک مانگتے نظر آتے ہیں۔ ان کھسروں کا بھیک مانگنے کا انداز عام بھکاریوں سے یکسر الٹ ہوتا ہے۔ یہ لوگ دروازے پر دستک دے کر سوال کرتے ہیں کہ بی بی میں کھسرا ہوں اور مجھے اتنے پیسے چاہئیں۔ بعض اوقات ضعیف الاعتقاد عورتیں ان کھسروں کو نیک اور پارسا جان کر گھروں کے اندر بلا لیتی ہیں۔ حالانکہ اصلی کھسروں کا کہنا ہے کہ بھیک مانگنے والا کھسرا مکمل مرد کی حیثیت سے جرائم پیشہ افراد کے لئے معلومات اکٹھی کرتا ہے۔ وہ علاقے میں واقع گھروں میں آباد افراد کی مالی حیثیت اور ان کے مردوں کی مصروفیات کا مکمل شیڈول جان کر اپنے ساتھیوں کو بتاتے ہیں، جن کی روزی روٹی صرف جرائم سے وابستہ ہے۔

ہماری معاشرتی زندگی کا المیہ ہے کہ ان لوگوں کے جرائم میں ملوث ہونے واضح ثبوت کی موجودگی کے باوجود حکومت پولیس یا دیگر انتظامی اداروں نے اپنی بنیادی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے ان لوگوں کے اصل روزگار کا جائزہ لینے کی کوشش نہیں کی۔ اور بدقسمتی سے آج کے جدید دور میں ان کی زندگی، روزگار اور دیگر مشاغل کے حوالے سے کسی قسم کے اعداد و شمار بھی دستیاب نہیں۔ یہاں تک کہ اصل کھسروں اور دو نمبر کھسروں کی باہمی کشمکش کے متعلق جاننے کے باوجود بھی اس رجحان کا جائزہ نہیں لیا گیا کہ دو نمبر کھسروں کی تعداد میں حیرتناک طور پر اضافہ ہو رہا ہے؟

پچھلے سال شاہدرہ ٹاؤن لاہور میں ایک شادی کے دوران تین چار کھسرے سازندوں کے ہمراہ آن گھسے۔ ان کھسروں نے شادی کی محفل میں دو چار گانوں پر رقص کر کے باراتیوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ ویلوں کی صورت میں کافی ساری رقم اکٹھی کر کے کھسرے اچانک چل دیئے۔

باراتیوں نے روکنا چاہا تو کھسرے ضروری کام کا بہانہ کر کے شادی ہال کے باہر کھڑی ہائی ایس ویگن میں بیٹھ کر یہ جا وہ جا۔ اسی اثنا میں علاقے کے مقامی کھسرے بھی وہاں پہنچ گئے۔ جب انہیں پتہ چلا کہ یہاں تو پہلے ہی کھسرے محفل لوٹ چکے ہیں تو وہ حیران رہ گئے۔ انہوں نے باراتیوں کو کہا کہ اپنی جیبوں کی تلاشی لو۔ لگتا ہے لفنگے واردات کر گئے؟ کھسروں کے کہنے پر باراتیوں نے اپنی جیبوں کو ٹٹولا تو پتہ چلا کہ کھسرے دل پشوری کرتے کرتے ان کا مال بھی لوٹ کر لے گئے۔ جیب تراشی کا شکار ہونے والی بارات نے شرمندگی کی وجہ سے اس واقعہ کی رپورٹ تھانے میں درج نہیں کروائی۔ لاہور، کراچی، حیدرآباد، ملتان، فیصل آباد اور راولپنڈی کی اکثر شاہرات پر رات کے وقت کھسروں کا راج ہوتا ہے۔ جا بجا اندھیرے میں کھڑے ان کھسروں کی موجودگی میں وارداتیں ہونا چہ معنی دارم لاہور میں کھسروں کے روپ میں پھرنے والے مردوں کے ہاتھوں حساس اداروں کے کئی ملازمین کے قتل کی وارداتیں جنہیں سیریل کلنگ کے نام سے شہرت ملی، اس قدر سنگین اور بہیمانہ وارداتوں کے ارتکاب کے بعد بھی قانون نافذ کرنے والے ادارے اور عوام کھسروں کی مذموم حرکات کا نوٹس نہ لیں تو اسے معاشرتی بے حسی سے تعبیر کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا فقرہ استعمال کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ کھسروں کے روپ میں جرائم پیشہ افراد کا بہت بڑا گروہ ملک بھر میں سرگرم عمل ہے اور جب کبھی انہیں پولیس کا خطرہ محسوس ہو تو پھر یہ مردانگی سے محرومی کا بہانہ کر کے اپنی گلوخلاصی کروانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے یہ لوگ اپنی اسی محرومی کی آڑ میں پولیس کو باآسانی جل دینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

ایک پچاس سالہ کھسرے کا کہنا ہے آج سے کچھ عرصہ قبل عام لوگ کھسروں کو مذاق کرتے تو ہم جواباً تالی بجا کر گذر جاتے۔ لیکن پھر حالات میں تبدیلی آئی کہ ہیجڑے خود عام لوگوں کے ساتھ ہنسی مذاق کرنے لگے۔ یہ تبدیلی میرے لئے حیران کن تھی۔ حالانکہ ہمیں آغاز ہی میں تعلیم دی جاتی تھی کہ اگر عام لوگ مذاق کریں تو برداشت کرنے کی عادت ڈالو جواب دے کر اپنے آپ کو مذاق نہیں بنوانا۔ بظاہر ہنسی مذاق کے حوالے سے کسی قسم کی تبدیلی کوئی انہونا امر نہیں۔ لیکن اگر اس کا بنظر غائر اچھی طرح جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ بدفعلی کروانے کے عادی افراد اپنی سرگرمیوں کو عام شہری کی نظر سے چھپانے کے لئے جان بوجھ کر ایسا کرتے ہیں۔ عام آدمی کھسرے کی حقیقت کو جان پایا یا نہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ کھسرے کے ہاتھوں واقعی بے وقوف بن چکا ہے۔

کھسرے اور تحفے تحائف

تحفہ لینا اور دینا روز اول سے انسان کا انتہائی پسندیدہ فعل قرار دیا جا سکتا ہے۔ لوگ تحفے

تحائف دے کر ہی ایک دوسرے سے محبت اور الفت کا اظہار کرتے ہیں۔ اپنے من پسند فرد کو تحفہ دینے کی روایت کھسروں کے کلچر میں بہت اہمیت کی حامل ہے۔ کھسرے باہمی طور پر تحفہ دینے کو نیک شگون تصور کرتے ہیں۔ گرو کو تحفہ دینا تو انتہائی مقدس کام سمجھا جاتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کو تحفے دیتے وقت کھسرے اس امر کو ملحوظ رکھتے ہیں کہ جس سہیلی کو یہ تحفہ دیا جاتا ہے اس کی سماجی و مالی حیثیت کیا ہے؟۔ امیر کھسرا اپنے مرتبے اور مقام کے مطابق تحفہ دے گا اور غریب کھسرا اپنی اوقات کے مطابق۔ کراچی کے ایک کھسرے نازو نے لاہور کے کھسرے ارم کو 50 ہزار روپے کی مالیت کا ہیروں کا ہار تحفہ میں دیا۔ ارم کھسروں کے مطابق سہیلی سورت قرار دی جا سکتی ہے۔ جبکہ نازو انتہائی نرم و نازک خوبصورت اور پاگل کر دینے والے حسن کا مالک ہے۔ نازو نے ارم کو ہیروں کا تحفہ کیوں دیا؟ ارم نے اس کی وجہ یہ بتلائی کہ ایک دفعہ ربوہ کے ایک فنکشن میں نازو اور میں نے اکٹھے شرکت کی۔ دریائے چناب کے کنارے پہاڑیوں کے دامن میں رات کے اندھیرے میں ہونے والے اس فنکشن میں نازو نے تماش بینوں کو پاگل کر کے رکھ دیا۔ اس پاگل پن میں ایک تماش بین نے نازو سے تنہائی میں ملنے کی درخواست کی۔ جسے نازو نے انداز دلربائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بری طرح رد کر دیا اور آئندہ ملنے کو کہا۔ جس پر وہ تماش بین بھڑک اٹھا۔ رات کے آخری پہر جب میں اور نازو دریا کے کنارے کھڑی ایک کشتی میں اکٹھی بیٹھی باتیں کر رہی تھیں تو تماش بین کے حواریوں نے ہمیں سنگین کی نوک پر اغواء کر لیا۔ ہم بہت چیخیں چلائیں لیکن گانوں اور میوزک کے شور میں ہماری آوازیں کسی نے نہ سنیں۔ تماش بین کے دوستوں نے ہمیں ایک ڈیرے پر پہنچا دیا۔ جہاں اس نے نازو سے کہا کہ تم نے دوست کے سامنے انکار کر کے میری جو توہین کی اس کے بدلے میں میں تمہارے حسن اور جسم کو داغدار کر کے رکھ دوں گا تا کہ آئندہ تمہیں کسی کا دل توڑنے کی جرات نہ ہو۔ اس موقع پر جب نازو خوف اور ڈر سے کانپ رہی تھی میں نے آگے بڑھ کر تماش بین کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ تم کیا سمجھتے ہو کہ نازو لاوارث اور اکیلی ہے؟ اگر تم نے اسے ہاتھ بھی لگایا تو بہت برا ہوگا۔ تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم ہمیں مار ڈالو ورنہ بہت پچھتاؤ گے۔ میری باتیں سن کر تماش بین حیران رہ گیا۔ بہر حال قصہ مختصر کچھ دیر بحث و تمحیص کے بعد اس نے ہمیں چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ رات ہم نے اس کے ڈیرے پر گذاری۔ اگلے روز جب ہم اپنی سہیلیوں کے پاس واپس پہنچیں تو نازو نے میری جرات اور ہمت کی بہت تعریف کی۔ جس کے بعد ہماری دوستی گہری ہوتی چلی گئی۔ میں نمانی غریب اور وہ امیر۔ وہ مجھے تحفے دیتی رہتی ہے۔ کھسرے باہمی تحفے تحائف دینے کے لئے زنانہ کپڑے، انگوٹھی، زیورات، جنسی طاقت بڑھانے والی ادویات، اشیائے میک اپ و آرائش وغیرہ دینے کو ترجیح دیتے ہیں۔ کئی کھسرے جو

کہ تصاویر کھینچنے اور کھنچوانے کے شوقین ہوتے ہیں وہ تصاویر کا تحفہ دینا پسند کرتے ہیں۔ ایسے کھسرے بہت اچھے فوٹوگرافر اور فوٹوگرافی کے تمام مراحل پر عبور رکھتے ہیں۔ ساہیوال کے ایک کھسرے کا ذاتی فوٹو اسٹوڈیو ہے۔

محبوب، عاشق، گریہ، خاوند اور منچلوں سے تحفے لینا کھسروں کا سب سے پسندیدہ مشغلہ ہے۔ کھسرے تحفہ دینے والے فرد کی مالی حیثیت اور سوچ کا اندازہ اس کے دیئے گئے تحفے سے کرتے ہیں۔ اگر انہیں محسوس ہو کہ تحفہ دینے والا امیر آدمی ہے تو پھر اس کے ساتھ بھرپور التفات اور محبت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ شخص ان کی مصنوعی دنیا میں اپنے آپ کو ہیرو سمجھنے لگتا ہے۔ اور جب تک وہ کھسروں کو کچھ نہ کچھ دیتا رہے گا اسے محبت ملتی رہے گی دوسری صورت میں جوتے اور دھتکار۔ اجتماعی طور پر کسی تقریب میں شرکت کرنے پر کھسروں کو جو ویل اکٹھی ہوتی ہے اسے گرو تقسیم کرتا ہے۔ لیکن اگر کسی کھسرے کو تقریب میں انفرادی حیثیت میں کوئی تحفہ ملے تو دوسرے کھسرے اس میں حصہ دار نہیں ہوتے۔

کھسرے عاشق کو تحفہ دینے کے قائل نہیں۔ کیونکہ وہ خود ان کا پیچھا کر رہا ہے۔ اگر کھسرا کسی لونڈے پر عاشق ہو جائے تو پھر محبوب کی بن آتی ہے۔ کھسرا اپنے محبوب سے اظہار عشق اور اس کی محبت حاصل کرنے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہوتا ہے۔ کھسرے کے نزدیک محبوب کو رام کرنے کا سب سے آسان طریقہ اسے مہنگے سے مہنگا تحفہ دینا ہے۔ کھسرے محبوب کو دیئے جانے والے تحفے کے بارے میں اپنی سہیلیوں کو بتانے سے گریز کرتے ہیں۔ یہ ان کی نجی زندگی میں راز میں رکھا جانے والا معاملہ ہے۔

کھسرا اور وعدہ

کھسرا ایفائے عہد کا عادی ہوتا ہے یا نہیں۔ کھسروں کی نجی زندگی کے حوالے سے یہ ایسا موضوع ہے جس پر لکھے بغیر کھسرے کے مزاج کا اندازہ لگانا ناممکن امر ہے۔ کھسروں کی زندگی کو قریب سے جاننے والے اس چیز کو بخوبی جانتے ہیں کہ کھسرے کا عام آدمی کے ساتھ وعدہ صرف اس صورت میں ایفا ہو گا کہ اس کی مالی حیثیت اسے مستقبل میں بھی فائدہ پہنچائے۔ کھسرے کا وعدہ صرف پیسے سے مشروط ہوتا ہے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ کھسرا اپنے گریا، پارک (خاوند) اور گرو سے کئے وعدے کو ہر حالت میں نبھائے گا۔ دوسری تمام صورتوں میں کھسرے کا وعدہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ کھسرا اپنے ہر چاہنے والے سے وعدہ کرے گا۔ لیکن پورا اس وعدے کو کرے گا جس میں اس کا ریٹ پہلے سے بڑھ جائے۔ کھسروں کے پیچھے مارے مارے پھرنے والے افراد اکثر

کھسروں کے وعدوں کے فریب میں آ کر شہر شہر گاؤں گاؤں قریہ قریہ ذلیل و خوار ہوتے پھرتے ہیں۔ کوٹ لکھپت سبزی منڈی میں لگے موت کے کنوئیں کے باہر ایک شخص (جسے ہم کئی روز سے وہاں آتے جاتے دیکھ رہے تھے) نے ہمیں بتایا کہ اس موت کے کنوئیں میں ناچنے والا کھسرا موضوع کمیر ضلع ساہیوال کے میلے میں واقف بنا۔ اس وقت اس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ جب کبھی لاہور آئے گا تو وہ مجھے ملے گا۔ لیکن آج پانچ روز ہو گئے ہیں میں روزانہ یہاں آ کر ذلیل و خوار ہوتا ہوں یہ مجھے پہچان ہی نہیں رہا۔ ہم نے اسے مشورہ دیا کہ کیوں خوار ہو رہے ہو؟ بہتر ہے کہ عزت سے واپس گھر چلے جاؤ۔ تو اس نے کہا کہ اب یہ میری عزت بے عزتی کا معاملہ ہے میں ہر حالت میں ملاقات کروں گا۔ جس کھسرے کی طرف اس نے اشارہ کیا ہم اسے ملے تو اس نے ہمیں بتایا کہ آپ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم دوسرے مقامات پر جا کر رزق کماتی ہیں۔ ایسے مقامات پر ہزاروں افراد سے واسطہ پڑتا ہے۔ ہم کس کس کو یاد رکھیں۔ لیکن اگلے روز ہم یہ دیکھ کر حیران رہ گئے وہ کھسرا مردانہ لباس میں اس شخص کے ساتھ سیر کرنے کے لئے نواز شریف پارک جا رہا تھا۔ ہم نے وجہ پوچھی تو کھسرا ہنس دیا۔ لیکن ان صاحب نے کہا کہ واپسی پر ملاقات ہو گی۔ ان صاحب سے ملاقات کے لئے ہم نے چار گھنٹے ضائع کئے۔ جب وہ واپس آیا تو اس نے بتایا کہ کل رات آپ کے جانے کے بعد میں نے اس کھسرے پر 2 ہزار روپوں کا ڈبہ کرایا۔ جس کے بعد اس کی آنکھوں میں شناسائی جاگ اٹھی۔ اب میں گھر جا رہا ہوں۔ گریئے کے ساتھ بھی کھسرا اس وقت تک عہد نبھائے گا جب تک وہ اس کے اخراجات پورے کرتا رہے گا ورنہ دوسری صورت میں اسے دھتکارنے میں دیر نہیں کرے گا۔ جب ایک گرو سے سوال کیا گیا کہ آپ لوگ وعدہ پورا نہیں کرتے کیا آپ کا ضمیر ملامت نہیں کرتا؟ تو اس نے فوراً کہا کہ صاحب ضمیر ہمارے پاس نہیں آتا جو آتا ہے اس کا ضمیر نہیں ہوتا۔ جس کا ضمیر نہیں اس کے ساتھ وعدہ خلافی پر ضمیر ہمیں ملامت کیوں کرے؟

کھسرے اور ہمسائے

کھسرے اصلی یا نقلی دونوں طبقے جہاں کہیں بھی رہائش پذیر ہوں اپنے ہمسایوں سے اچھے اور خوشگوار تعلقات برقرار رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ کھسروں کو ڈر ہوتا ہے کہ اگر انہوں نے کوئی شرارت کی یا ہمسائے کو تنگ کیا تو محلے دار علاقے سے نکال دیں گے۔ اکثر محلوں میں بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ محلے دار کھسرے ہمسائے سے برا سلوک نہیں کرتے۔ بلکہ وہ ان کی خوشی اور غمی میں شریک ہوتے ہیں۔ آپ کو یہاں لفظ غمی اجنبی محسوس ہو گا۔ اس لفظ کا

استعمال اس لئے کیا گیا کہ غمی سے مراد صرف موت نہیں بلکہ اور بھی ایسے معاملات ہیں جنہیں دکھ یا غم قرار دیا جا سکتا ہے۔ پاک پتن کے محلہ خانپور میں ایک کھسرے کا آبائی مکان تھا۔ جس کے ایک حصے میں اس کے رشتے دار اور دوسرے حصے میں وہ اپنے چیلوں کے ساتھ رہائش پذیر تھا۔ گرو اور اس کے چیلے عید تہوار، شادی بیاہ، مرنے جینے پر اہل محلہ کے ساتھ رابطہ رکھتے تھے۔ گرو اور اس کے چیلے گانے بجانے کے عادی تھے وہ دن کے وقت اپنا شوق پورا کرتے۔ مغرب ہوتے ہی وہ اپنے ساز اور رقص کو بھول کر ہانڈی روٹی میں لگ جاتے۔ جبکہ لاہور، کراچی، راولپنڈی، فیصل آباد، سرگودھا، اسلام آباد، پشاور اور دیگر بڑے شہروں میں کھسرے زیادہ تر ایسے علاقوں میں رہائش پذیر ہیں جہاں سینکڑوں گھران کے اپنے ہیں۔ وہاں یہ گائیں بجائیں یا روئیں کسی کو شکایت نہیں۔ البتہ ہیرا منڈی کی طوائفوں کو ہمسائے کی حیثیت سے کھسرا برادری اچھی نہیں لگتی۔ لیکن اس کے باوجود کھسرے ہیرا منڈی کی ثقافت کا لازمی جزو بن چکے ہیں۔ رات گیارہ بجے کے بعد اس علاقے میں کھسروں کے بالا خانوں کی روشنیاں طوائفوں کے گھروں سے زیادہ روشن ہوتی ہیں۔ چھوٹے شہروں میں کھسروں کے ساتھ بطور ہمسایہ یا محلہ دار لین دین کی گنجائش موجود ہے۔ جبکہ بڑے شہروں میں تو یہ عالم ہے کہ ملحقہ مکان میں رہائش پذیر افراد کے متعلق کسی کو کچھ علم نہیں۔ کھسروں کی رہائش یا ہمسائیگی کا نوٹس کیوں لیں گے؟ بچوں کو کھسروں کے گھروں میں آنے جانے سے سختی سے روکا جاتا ہے۔ البتہ کھسرے جب چاہیں جس کے گھر چاہیں دروازہ پر کچھ لینے چلے جائیں۔ انہیں کوئی نہیں روکے گا۔ کھسروں کا کہنا ہے کہ اچھا ہمسایہ خدا کی دین ہے۔ جس کا مقدر اچھا ہو اسے ہمسایہ بھی اچھا ملے گا۔ لیکن اس کے ساتھ شرط صرف اتنی ہے کہ آپ اچھے ہیں یا نہیں۔ یہ فلسفہ ایک پیدائشی ہیجڑے کا ہے جو کوہ نمک کے سلسلوں میں واقع ایک چھوٹے سے گاؤں کا رہائشی ہے۔ لیکن ساتھ ہی وہ یہ حقیقت تسلیم کرتا ہے کہ کھسروں کے نام پر جسم فروشی کی جو صنعت منظم کی جا رہی ہے اس وجہ سے ہم غریب کھسروں کو بھی ان کے اپنے علاقوں اور گھروں سے دیس نکالا نہ مل جائے۔ جو کھسرا جنسی بے راہروی کا شکار بن چکا وہ اس لذت کے حصول کے لئے ہمسائے یا اس کے بچے کو کیسے معاف کرے گا؟

کھسرے کو ڈبہ

کھسروں کی زبان میں موت کے کنوئیں، سرکس یا کسی اور تقریب میں ناچنے کے دوران ویل کی صورت میں جو رقم ملتی ہے اسے ڈبہ کہا جاتا ہے۔ کھسروں کے عاشق اپنے معشوقوں پر لاکھوں کا ڈبہ کروانے سے گریز نہیں کرتے۔ ہزاروں یا سینکڑوں کی بات کرنا وقت کا ضیاع ہوگا۔

عام طور پر کھسرے اوسطاً ایک تقریب کے دوران نو سو روپے کا ڈبہ وصول کرتے ہیں۔ بڑے سے بڑا ڈبہ وصول کرنے کے حوالے سے اس وقت سرکٹ میں ہاشم کھسرا، چندا، نادرہ اور نیناں کے نام سرفہرست ہیں۔ ایک عینی شاہد کے مطابق سال 1995ء کے دوران اچ شریف کے میلے میں ہاشم کے ایک عاشق نے موت کے کنوئیں میں پرفارمنس کے دوران ایک لاکھ 4 ہزار روپے کا ڈبہ کروایا۔ اس ڈبے کے دوران موت کے کنوئیں کا شو ایک گھنٹہ سے زائد جاری رہا۔ عموماً موت کے کنوئیں کا ایک شو 30 منٹ میں مکمل کر لیا جاتا ہے۔ وقت بڑھانے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انتظامیہ کھسرے کی مدد کرنا چاہتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس عاشق نے موت کے کنوئیں کے تمام شو دیکھے۔ اور ہر شو میں ہاشم پر روپوں کی بارش کر دی۔ یہی وہ واقعہ ہے جس کے بعد ہاشم کھسرے کی شہرت ملک بھر میں پھیلی۔ اور آج یہ عالم ہے کہ ہاشم کھسرے کو کسی بھی شو کے دوران اس کے عاشق ایک دوسرے کے مقابلے پر لاکھوں ڈبہ کرواتے ہیں۔ پچھلے سال اسی قسم کے ایک مقابلے میں ہاشم نے تین مختلف پارٹیوں سے ویل کی صورت میں دو لاکھ روپے سے زائد رقم اکٹھی کی۔ دوسرے نمبر پر مشہور کھسرا چندا ہے جسے اس کے عاشق پیسے میں غرق رکھتے ہیں۔ چندا کا تعلق بہاولنگر کے کمہار خاندان سے ہے۔ چندا کی ایک ماہ کی کمائی 4 لاکھ روپے سے زائد بتائی جاتی ہے۔ چندا کو کئی بار اس کے عاشقوں نے ویل کی صورت میں نقد رقم کے علاوہ زیورات بھی دیئے۔

اسی طرح رحیم یار خان کی کھسروں والی بستی کا کھسرا جسے لوگ نادرہ کے نام سے جانتے ہیں ڈبہ وصول کرنے کے حوالے سے بہت معروف ہے۔ اس کھسرے کے متعلق مشہور ہے کہ وہ فلمسٹار نادرہ کا ہم شکل ہے۔ اس کھسرے نے ایک بار لیاقت پور کے نواحی گاؤں 24 چک میں موت کے کنوئیں میں ناچتے ہوئے اپنے ایک عاشق سے 50 ہزار کا ڈبہ وصول کیا۔ نادرہ پر 50 ہزار لٹانے والے تماش بین کا تعلق رحیم یار خاں کے ایک زمیندار گھرانے سے ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آج کل اس نے نادرہ کو اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے۔ وہ زمیندار نادرہ کے تمام اخراجات پورے کر رہا ہے۔ نادرہ اس حوالے سے بھی بہت شہرت یافتہ ہے کہ وہ جس تقریب میں ناچنے جائے تو معاوضہ ایڈوانس وصول کرتا ہے۔ اگر اسے معاوضہ ایڈوانس نہ ملے تو وہ ناچنے کے لئے ہرگز نہیں جاتا۔ ہاشم، چندا ہو یا نادرہ اپنے حسن کا بھرپور فائدہ اٹھا کر لاکھوں میں کھیل رہے ہیں۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ جس تقریب میں انہیں بڑا ڈبہ نہ ہو تو اس روز یہ اداس اور غمگین ہو جاتے ہیں کہ آج ہمارے حسن کا جادو کیوں نہیں چل سکا۔ اسی لئے وہ اگلے روز نئے ہتھیاروں سے لیس ہو کر عاشقوں پر بجلی گرانے کے لئے نئی صورت میں جلوہ افروز ہوتے ہیں۔

عاشقوں کو بے وقوف بنانے اور زیادہ سے زیادہ ڈبہ وصولنے کے لئے کھسرے اکثر منفی

ہتھکنڈے بھی استعمال کرتے ہیں جن میں سرفہرست یہ ہتھکنڈہ ہے کہ جب وہ رقص کا آغاز کرتے ہیں تو ان کے گرو یا کوئی قریبی دوست رقم لے کر سامنے آن کھڑا ہوتا ہے۔ وہ موقع پر موجود لوگوں کو اشتعال دلا کر کھسروں پر ویل گرانا شروع کر دیتے ہیں جسے دوسرے تماش بین اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ اور وہ اشتعال اور غصہ میں آ کر کھسرے پر رقم لٹانا شروع کر دیتے ہیں۔ اس طرح کی صورتحال اکثر موت کے کنوؤں اور سرکسوں میں پیش آتی ہے۔ تماش بین سے رقم نکلوانے کے لئے ان کا دوسرا ہتھیار یہ ہوتا ہے کہ وہ موٹی آسامی تاڑ کر اس کے ساتھ آنکھیں ملانا شروع کر دیتے ہیں۔ آنکھوں ہی آنکھوں اور اشاروں میں اسے یہ تاثر دیں گے وہ اس پر مرمٹا ہے۔ کھسرے پر قربان ہونے والے ہمارے معاشرے میں ایک نہیں ہزاروں افراد موجود ہیں۔ جو کھسرے کی جانب سے حوصلہ افزائی ملتے ہی اپنی جیبوں کو خالی کر دیتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ جیب خالی ہونے کے بعد کھسرا ان کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔

سرگودھا میں آج کل مظہری گرو کی شاگرد نیناں کا بہت زور ہے۔ نیناں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ پیدائشی طور پر ہیجڑی یعنی کھسری عورت ہے۔ اسی لئے اس کا حسن کسی بھی دوسرے کھسرے کی نسبت قیامت خیز ہے۔ نیناں کو دیکھنے والے اس کے فوراً شیدائی اور عاشق بن جاتے ہیں۔ گو ابھی تک نیناں نے سرکٹ میں کوئی زیادہ تباہی نہیں مچائی لیکن وہ سرگودھا کے حلقوں میں جو قیامت برپا کر چکی ہے اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ ایک شادی کی تقریب میں ناچنے آئی۔ اسے دیکھتے ہی ایک صاحب مر مٹے اور انہوں نے نیناں کو اپنی طرف راغب کرنے کے لئے 40 ہزار کا ڈبہ کروایا۔ نیناں کو جب تک وہ رقم دیتے رہے نیناں ان کی طرف متوجہ رہی۔ اور جب ان صاحب کے پاس رقم ختم ہو گئی تو نیناں کسی اور کے سامنے ناچنے لگی۔ اس واقعہ سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کھسرا اس کا جو ڈبہ کرائے۔ اگر کسی نے اس سے دوبارہ ملنا ہے تو پھر وہ اس کے ٹھکانے پر پہنچ کر اپنی مالی حیثیت کا لوہا منوائے۔ اگر کھسرے نے اس کی مالی حیثیت کا یقین کر لیا تو پھر وہ کسی بھی فنکشن میں ایسے عاشق کو نظر انداز نہیں کرتا۔

کھسرے کی کمزوری

کسی نے بتایا کہ بہاولنگر میں ایک لڑکا ایسا ہے جو کسی کھسرے کے جسم کو ایک دفعہ چھو لے تو کھسرے دیوانہ وار اسے چاہنے لگتے ہیں۔ کھسروں کی نجی زندگی پر تحقیق کے دوران بہت سی ایسی نئی چیزیں ہمارے سامنے آئیں جو کسی انکشاف سے کم نہ تھیں۔ جبکہ اس لڑکے کی اس خوبی کے متعلق سن کر ہم حیران رہ گئے۔ ہمارے نزدیک یہ صرف انکشاف نہیں بلکہ حیرت انگیز انکشاف

تھا۔ اس صلاحیت کا پتہ چلتے ہی ہم نے اس کا پتہ کیا۔ بعد ازاں بہاولنگر میں اپنے ایک دوست کے ذریعے اس سے رابطہ کر کے ملاقات کا اہتمام کیا گیا۔ (نام اس کی خواہش پر ظاہر نہیں کیا گیا) اس سے ملاقات کے لئے ہم بہاولنگر پہنچے۔ وہاں جا کر ہم نے پہلے اس لڑکے کے بارے میں معلومات حاصل کیں کہ کیا اس کے کھسروں کے ساتھ تعلقات ہیں؟ یہ جان کر ہمیں بہت حیرانی ہوئی کہ اس کے ایک کھسرے نہیں بلکہ بہت سے کھسروں کے ساتھ تعلقات قائم ہیں۔ وہ رفیہ اندر ہے۔ کھسرے اس کے ساتھ چند لمحات گذارنا بھی اپنے لئے اعزاز تصور کرتے ہیں۔ معلومات اکٹھی کر کے ہم اس کے گھر پہنچے تو اسے اپنا منتظر پایا۔

ہم نے جب اسے بتایا کہ ہم آپ کے پاس اس لئے آئے ہیں کہ آپ کھسرے کے جسم پر ہاتھ پھیر کر یا اسے چھو کر رام کر سکتے ہیں یہ کیسے ممکن ہے؟۔ سوال سن کر وہ ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ میں حیران ہوں کہ آپ کو یہ بات کس نے بتائی۔ اور جس شخص نے آپ کو اس کے متعلق بتایا آپ اس سے جواب بھی پوچھتے۔ ہم نے اسے بتایا کہ ہمیں اس کا خیال نہیں آیا۔ پھر اس نے کہا کہ میں یہ بات مذاقاً کہہ رہا تھا۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ آپ نے جو بات سنی وہ سو فیصد درست ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کیسے ممکن ہے تو میں اس کے متعلق آپ کو کچھ بتانے سے قاصر ہوں۔ ہاں اگر آپ چاہیں تو میں اس کا مظاہرہ آپ کے سامنے کرنے کو تیار ہوں۔ آپ سے معذرت کی وجہ یہ ہے کہ جس بزرگ نے مجھے یہ فن منتقل کیا ان کی ہدایت تھی کہ میں اس کے متعلق کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ کہ کھسرے کے جسم کا وہ کونسا حصہ ہے جسے چھو کر کھسرے کو دیوانہ بنایا جا سکتا ہے۔ ہم نے پوچھا کہ انہوں نے آپ کو یہ کیوں بتایا؟ تو اس نے کہا کہ میں بچپن سے ہی کھسروں کو بہت پسند کرتا تھا۔ اکثر میلوں ٹھیلوں میں جا کر کھسروں سے ملاقاتیں کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس بزرگ نے مجھے دیکھ لیا۔ انہوں نے مجھے کھسروں سے دور رہنے کی بہت تاکید کی۔ میں باز نہ آیا تو ایک دن انہوں نے مجھے بلا کر یہ طریقہ سمجھایا کہ کھسروں پر اپنا مال نہ خرچ کرنا ورنہ بھکاری بن جاؤ گے۔ مجھے یہ فن سیکھے ہوئے چار سال کا عرصہ بیت چکا ہے۔ اس دوران میں نے اپنا یہ فن کئی کھسروں پر آزمایا اور ہر بار مجھے کامیابی ملی۔ آج تک ایسا نہیں ہوا کہ میں نے کسی کھسرے کو چھوا ہو اور وہ دوبارہ مجھے ملنے نہ آیا ہو۔ ہم نے اس سے کہا کہ آپ کے شہر میں اس قسم کا تجربہ کرنے سے شاید ہمیں اطمینان نہ ہو۔ کیا آپ لاہور ایسا کر سکتے ہیں تو وہ لاہور آنے پر آمادہ ہو گئے۔ بہت سی باتیں کر کے ہم نے رخصت چاہی۔ ملاقات کے 7 روز بعد وہ لاہور پہنچ گئے۔ تو ہم انہیں ساتھ لے کر سٹوڈیوز چلے گئے۔ جہاں کھسروں کی ایک ٹولی منڈلا رہی تھی۔ باری سٹوڈیوز کی مسجد کے ساتھ والے راستے پر ایک ہوٹل واقع ہے۔ اسی ہوٹل کے قریب اس نے ایک کھسرے سے

بات چیت شروع کی۔ اور باتوں باتوں میں اس نے کھسرے کی پشت اور دائیں بازو پر ہاتھ پھیرا۔ کھسرے کو جیسے ہی اس نے چھوا تو کھسرے کی آنکھوں میں عجیب سی چمک ابھر آئی۔ اس عمل کے فوری بعد کھسرے نے ہمیں چائے کی دعوت دی۔ انکار پر اصرار ہوا اور بادل نخواستہ ہمیں چائے پینا پڑی۔ چائے پینے کے دوران کھسرے نے ان صاحب سے پتہ وغیرہ پوچھنا چاہا جسے وہ ہنس کر ٹال گئے۔ اسی دوران ہمارا ایک واقف کار فنکار وہاں آن پہنچا۔ اس موقع کو غنیمت جان کر ہم وہاں سے چل دیئے۔ باہر نکلتے ہی ان صاحب نے کہا کہ اب کھسرا آپکا پتہ تلاش کر کے مجھ تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ لیکن آپ اسے پتہ نہ دیجئے گا۔ بالکل ایسا ہی ہوا جیسے ان صاحب نے پیشین گوئی کی تھی۔ وہ کھسرا آج بھی ان کا پتہ تلاش کرتا پھر رہا ہے۔

اسی رات ہم انہیں لے کر نہر کنارے کھڑے کھسروں کے پاس پہنچے۔ انہوں نے ایک کھسرے کو اپنے قریب بلایا اور اس سے گپ شپ شروع کر دی۔ کھسروں کے ساتھ ان کی زبان میں گپ شپ کی جائے تو وہ بہت خوش ہوتے ہیں کہ آدمی ہمیں جاننے والا ہے۔ شکار اب بچ کر نہیں جائے گا۔ بہرحال وہ کھسرے سے گپ شپ کرتے ہوئے اس کے بائیں بازو پر ہاتھ پھیرتے ہوئے گردن تک ہاتھ لائے۔ جس کے بعد وہ کھسرا سب کچھ بھول کر ان کے پاس بیٹھ گیا اور ان سے کسی اور جگہ پر ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ انہوں نے اسے اپنا غلط پتہ بتایا اور ملاقات طے کر کے چل دیئے۔ چلتے ہوئے کھسرے نے انہیں اپنی نئی دوستی کی یاد کے طور پر اپنی چاندی کی انگوٹھی تحفے میں پیش کی جو آج بھی ان کے پاس محفوظ ہے۔

ہمارے لئے یہ ایک نیا تجربہ اور حقیقت تھی جسے تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ انسان کیا ہے؟ شاید اسے کوئی بھی سمجھ نہ پائے۔ لیکن ایک بات طے ہے کہ انسانی رویوں اور جسم کے حوالے سے ابھی تحقیق کی ضرورت ہے۔ ماہرین نفسیات اور سائنسدانوں کے لئے اس حوالے سے دلچسپی کا بہت سا مواد موجود ہے۔

جوا کھیل اور کھسرے

کھسروں کی کھیل پر جوا لگانے کی عادت بہت پرانی اور پختہ ہے۔ کھسرے مختلف کھیلوں پر جوا لگاتے ہیں۔ شطرنج، تاش کی گیم فلاش، سیپ، رنگ، گھڑ دوڑ، لڈو، کیرم اور دیگر کھیلیں بہت شوق سے کھیلی جاتی ہیں۔ شطرنج کا کھیل امیر کھسروں کا پسندیدہ شغل ہے۔ وہ اس کھیل میں حد درجہ کی مہارت رکھتے ہیں۔ شطرنج کے جواء میں نقد رقم منصف کے پاس جمع کروا دی جاتی ہے۔ جیتنے والے کو پوری رقم دے دی جاتی ہے۔ لیکن اگر کھسروں کے ساتھ عام آدمی شطرنج کھیلے تو وہ

شرط صرف اس صورت میں لگائیں گے کہ فریق مخالف کے ساتھ ایک آدمی گیم کھیل کر اس کے رجحان اور کھیل میں مہارت کو پرکھ لیا جائے۔ اس کے علاوہ تاش کی کھیلوں پر جوا سر عام کھیلا جاتا ہے۔ کھسروں کی بڑی اکثریت تاش کے تمام کھیلوں کی ماہر قرار دی جا سکتی ہے۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر کھیلنا عام آدمی کے لئے ممکن نہیں ہوتا۔ کیونکہ کھسرے آپس میں مخصوص اشاروں کے ساتھ کھیلتے ہیں جو کہ عام معمول کے دوران استعمال نہیں کئے جاتے۔ اگر اجنبی یا کھسروں کی برادری کے باہر سے کوئی آدمی ان کے ساتھ کھیلے تو اشاروں کنایوں سے اپنی سہیلی کو مخالف کے تمام پتوں سے آگاہ کر دیتے ہیں۔ تاش کے کھیل میں اشاروں کی زبان کچھ یوں ہے۔ اگر آپ رنگ کھیل رہے ہیں تو کھلاڑی جس رنگ کا انتخاب کرے گا اگر اس کا ''یکہ'' اس کے ساتھی کے پاس ہے تو تین انگلیاں کھڑی کرے گا۔ اگر رنگ کا یکہ اس کے پاس نہیں ہے تو وہ درمیان والی بڑی انگلی کو کھڑا کر کے ساتھی کو بتائے گا کہ میرے پاس رنگ کا یکہ نہیں۔ جس پر کھلاڑی کو رنگ کی چال چلنے میں آسانی ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں تاش کے پتوں کا اچھے سے اچھا کھلاڑی اچھی پرفارمنس کا مظاہرہ نہیں کر سکتا کجا کہ وہ کھیل میں کامیابی حاصل کرے گا۔ ویسے اگر کھسرے آپس میں کھیل رہے ہوں تو اشارے بازی سے گریز کرتے ہیں کہ اگر مخالف کھلاڑی نے اسے دیکھ لیا تو وہ اس کا جو حشر کرے گا اس سے اللہ کی پناہ۔ تاش کھیلتے ہوئے کھسرے کسی بھی دوسرے کھیل کی نسبت زیادہ پرجوش اور دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ وہ چیز دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک مکالمہ درج ذیل ہے۔

چال دینے والا کھلاڑی: ایہہ ویکھ نی بادشاہ دی چال۔
پتہ پھینکنے والا: ایہہ ویکھ میرے کول یکہ ای۔ ہن دس کیہہ کریں گی؟
چال دینے والا کھلاڑی: تے فیر سٹ میں ویکھاں توں کیہہ کرنی ایں۔ سرکیں چکنی؟
پتہ پھینکنے والا: گالی نکالتے ہوئے۔ مینوں پاگل سمجھدی ایں۔ جدوں یکے دی واری آ گئی فیر میں تیری۔۔۔۔

اگر کوئی کھلاڑی بے ایمانی کرتے ہوئے پکڑا جائے تو متاثرہ فریق اس کھسرے کے حسب نسب اور غلط حرکات کے طعنے مارتے ہوئے اسے شرم دلانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایہہ حرام دی کدے وی نئیں سمجھے گی۔ دالگیا تے فیر ڈنگ مارے گی۔ جیویں اینہے پیسے والے نوں ماریا سی۔

آپس میں کھسرے بہت کم رقم سے جوا کھیلتے ہیں۔ بیرونی عناصر کے ساتھ جوا کھل کر کھیلتے ہوئے انہیں نوے فیصد واقعات میں کامیابی ملتی ہے۔ اس کے علاوہ کھسرے لڈو وغیرہ کھیلتے

ہوئے بھی شرط لگاتے ہیں۔ لیکن اس کھیل میں زیادہ تر شرط اس بات پر لگائی جاتی ہے کہ آج گھر کا کام وہ کرے گا جو گیم ہار جائے گا۔ جیتنے والے کھسرے کو ایسے کاموں سے چھوٹ مل جاتی ہے۔ لڈو کے کھیل کے دوران بیسٹ آف تھری کی بنیاد پر جیتنے والا فاتح قرار پائے گا۔

کھسروں کی خفیہ زندگی میں دیگر بے شمار خرابیوں کی طرح یہ خرابی بھی پائی جاتی ہے کہ جواء کھیلتے ہوئے وہ زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرنے کے چکر میں رہتے ہیں۔ پرائز بانڈ، انعامی سکیمیں، لاٹری، لکی ڈراء اور دیگر اس قسم کی سکیموں میں وہ بھرپور طریقے سے حصہ لیتے ہیں۔ اگر کسی کھسرے کا پرائز بانڈ یا کسی اور انعامی سکیم میں انعام نکل آئے تو وہ اس جیت کے ذریعے مزید مالی فائدہ حاصل کرنے کے چکر میں پڑ جاتے ہیں۔ اسی طرح ایک کھسرے نے ساڑھے سات ہزار روپے کے انعامی بانڈ میں پہلا انعام حاصل کیا تو اس نے اپنا پرائز بانڈ بلیک مارکیٹ میں فروخت کر کے انعامی رقم سے کہیں زیادہ منافع حاصل کیا اور ٹیکس دینے سے بھی بچ گیا۔ لاہور کے کئی بڑے پرائز بانڈ ڈیلر کھسروں کی مدد سے اپنا کاروبار جاری رکھے ہوئے ہیں۔ کھسرے پرائز بانڈ ڈیلروں کو اپنی رقم سرمایہ کاری کے لئے دیتے ہیں۔ کاروبار میں سرمائے کے تناسب سے پرائز بانڈ ڈیلر سے اپنا حصہ وصول کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں پرائز بانڈ ڈیلروں کا موقف جاننے کے لئے جب ہم نے چند ایک پرائز بانڈ ڈیلرز سے رابطہ کیا تو انہوں نے اس کی تصدیق کرنے سے انکار کیا۔ لیکن ایک کھسرے کا کہنا ہے کہ یہ حقیقت ہے کہ امیر کھسروں نے کئی کاروباروں میں سرمایہ کاری کر رکھی ہے۔ ان کے نزدیک سب سے زیادہ منافع دینے والا کاروبار پرائز بانڈ کا ہے۔ جن پرائز بانڈ ڈیلروں کے ساتھ کھسروں کے کاروباری روابط قائم ہیں ان کے ساتھ تو انہوں نے باقاعدہ تحریری معاہدے کر رکھے ہیں تاکہ رقم نہ ڈوب جائے۔ ان کے نزدیک رقم ڈوبنے سے مراد یہ نہیں کہ ڈیلر پیسے لے کر بھاگ جائے گا۔ اگر کوئی ایسی حرکت کرے گا تو کھسروں کے والی انہیں ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ وہ انہیں پاتال کی گہرائیوں سے بھی ڈھونڈ کر لے آئیں گے۔ تحریر صرف اسلئے لکھوائی جاتی ہے کہ اگر خدانخواستہ کسی کھسرے کا انتقال ہو جائے تو اس کے مرنے کے بعد اس کے چیلے رقم وصول کر سکیں۔

کھسرا اور اغواء

آپ نے اکثر سنا ہو گا کہ فلاں میلے کے دوران تماش بینوں نے کھسرے کو اغواء کر لیا۔ بعض اوقات خبر آتی ہے کہ فلاں میلے میں کھسرے کو اغواء کر کے شدید تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ تماش بینوں نے کھسرے کو اغواء کر کے گنجا کر دیا۔ کھسروں کو اغواء کر کے جنسی تشدد اور جسمانی تشدد کا نشانہ

بنانے کی خبریں عام ہونے کے باوجود کھسرے ایسا رویہ کیوں نہیں اپناتے کہ وہ ایسے واقعات سے بچ سکیں؟ پچھلے دنوں لیاقت پور کے نواحی گاؤں چک نمبر 24 میں عرس کے دوران دو کھسروں کو ان کے عاشقوں نے کسی بات پر ناراض ہونے کے بعد اغواء کر لیا۔ کھسروں کو اغواء کر کے تماش بینوں نے کئی دن اپنی حراست میں رکھا۔ اس دوران انہوں نے کھسروں پر جسمانی تشدد کے علاوہ جنسی تشدد بھی کیا۔ بعد ازاں جب انہیں قید سے رہا کیا گیا تو زمیندار تماش بین نے کھسروں کو گنجا کرنے کے علاوہ ان کی بھویں بھی مونڈ ڈالیں۔ اس حرکت کے بعد ان کھسروں کی شکل دیکھنے کو دل نہیں کرتا تھا۔ لیکن حیرت کی بات تھی کہ جب وہ کھسرے واپس آئے تو انہیں قید میں رہنے کا کوئی رنج نہیں تھا۔ بلکہ وہ خوش تھے۔ کھسروں کی زندگی کے حوالے سے انکا ہر رویہ حیران کن ہے۔ لیکن ایک تجربہ کار کھسرے کا کہنا ہے کہ ہماری برادری میں ایسا کھسرا بہت جلد مشہور ہو جاتا ہے جسے اغواء کر لیا جائے یا اس کے متعلق لڑائی ہو جائے۔ بعض اوقات کھسرے خود اپنے عاشقوں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ انہیں زبردستی اٹھا کر لے جائیں تاکہ ان کی شہرت میں اضافہ ہو۔ بعض اوقات حقیقتاً لڑائی ہو جاتی ہے ایسی لڑائی میں کھسروں کا وہی انجام ہوتا ہے جو اوپر ذکر کیا گیا۔ کھسروں کا کہنا ہے کہ اس واقعہ کے بعد ان دونوں کھسروں کی شہرت کراچی تا خیبر تک پھیل گئی۔ پہلے وہ چند روپے کماتے تھے۔ اس واقعے کے بعد وہ ہزاروں کمانے لگے۔ ایک کھسرے کے بقول کھسرے جب وہ خود اپنے اغواء کا ڈرامہ رچاتے ہیں تو گرو کو اس کا علم ضرور ہو گا۔ اگر کھسروں کے اغواء کے خلاف گرو یا ان کا دوست پولیس سے رجوع نہ کرے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ گرو بھی چیلے کے اغواء کی سازش میں ملوث ہے۔ اگر گرو یا کوئی اور واقف کھسروں کے اغواء میں ملوث نہیں تو پھر کھسرے متعلقہ پولیس تھانے سے رجوع کرتے دیر نہیں کرتے۔ لیکن ایسی صورت میں بھی وہ ایف آئی آر درج کروانے سے گریز کرتے ہیں۔ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ پولیس پیسے لے کر کھسرے کو بازیاب کروا دے۔ جس کھسرے کو دو یا تین بار سے زائد اغواء کیا جائے وہ کھسرا اپنی سہیلیوں میں اس کا فخریہ اظہار کرتا ہے اور بار بار خواہش کا اظہار کرتا ہے کہ اسے دوبارہ اغواء کیا جائے۔ کھسرا عورت کی فطرت کی نقالی کرتا ہے اور کھسرے کی آئیڈیل عورت فلم سٹار ہوتی ہے۔ وہ جو کچھ پردۂ سکرین پر دیکھتا ہے اس سے بہت جلد متاثر ہو جاتا ہے۔ اسی لئے وہ یہ سمجھتا ہے کہ عورت وہی حسین جس کے پیچھے اس کے عاشق مارے مارے پھریں۔ ویسے بھی کھسروں کی نظر میں کسی کھسرے کو اغواء کر کے اپنے تصرف میں لانے والا شخص نہ صرف صحیح معنوں میں دلیر بلکہ اصل مرد ہوتا ہے اور کھسروں کے نزدیک ایسے مرد کے ساتھ رات گذارنا کسی پیسے والے کے پاس رات گذارنے سے کہیں بہتر ہے۔

کھسرے اور شادی

پیدائشی نامرد ہیجڑا تو عورت کے ساتھ شادی کرنے کے قابل نہیں ہوتا اس لئے ان کی شادیوں کی خبر ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جہاں تک دوسرے کھسروں کی بات ہے۔ ان میں سے اکثر شادی کر لیتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ زنان نہ ہوں۔ شادی شدہ کھسرے لاہور، کراچی، راولپنڈی، اسلام آباد، سرگودھا، فیصل آباد، رحیم یار خان، بہاولنگر، بہاولپور، حیدرآباد اور دیگر کئی شہروں میں پائے جاتے ہیں۔ گھر بیوی اور بچوں کو وقت دینے کے سلسلہ میں بات ہو چکی۔ کھسرے عورت سے متاثر ہو کر عورت کا روپ دھارتے ہیں۔ اس لئے ان سے یہ توقع نہیں کی جاتی کہ وہ شادی کریں۔ لیکن اگر کوئی کھسرا گرو کی اجازت کے بغیر شادی کر لے تو گرو اس کا باقاعدہ نوٹس لے کر سزا اور کھسرے کو سزا سناتے ہیں۔ اس قسم کی اطلاع ملنے پر گرو کیا کارروائی کرے گا یہ اس کی صوابدید پر منحصر ہے۔ اکثر گرو شادی کرنے والے چیلوں کو پارٹی سے نکال دیتے ہیں۔ پارٹی سے نکالے جانے کے بعد ان کھسروں کی توبہ بھی قبول نہیں کی جاتی۔ اگر کوئی کھسرا گرو کی اجازت کے بغیر شادی کرے اور گرو اسے پارٹی سے نکالنے کی بجائے جرمانہ کی سزا دے تو کھسرے اسے اپنی خوش بختی تصور کرتے ہیں۔ شادی کرنے والے کھسرے کے گھر جانے سے ساتھی کھسرے گریز کرتے ہیں۔ اور وہ نہ ہی اپنے دوست کو شادی کی مبارکباد دیتے ہیں۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ اگر کسی موقع پر کھسرے کی بیوی سے سامنا ہو جائے تو واقفیت کی صورت میں علیک سلیک ضرور کریں گے۔ اگر عورت ان کی واقف نہیں تو اسے مکمل طور پر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ویسے بھی شادی شدہ کھسرا بیوی اور بچوں کو ساتھیوں سے دور رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر کسی کھسرے کی شادی کے متعلق اس کے ساتھیوں کو اچانک اطلاع ملے تو وہ اس کا یقین نہیں کرتے چہ جائیکہ وہ اس کی تصدیق نہ کر لیں۔ تصدیق کی صورت میں دوسرے کھسرے اس سے کسی قسم کا گلہ شکوہ نہیں کرتے۔ ایک شادی شدہ کھسرے کے بقول ہمارا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ سہیلیاں اکثر مجھ سے یہ پوچھتی ہیں کہ عورت کے ساتھ وقت گذارنے کے بعد تمہیں کیا محسوس ہوتا ہے۔ ایسے سوالات کا جواب دینا ہمارے لئے ممکن نہیں ہوتا۔ جواب نہ ملنے کی صورت میں سہیلی ناراض ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات اس قسم کی ناراضگی ہفتوں بلکہ مہینوں تک چلتی ہے۔ باغبانپورہ لاہور میں ایک کھسرا جس کے بیوی اور بچے بھی ہیں وہ اپنے چیلوں اور ساتھی کھسروں کو اپنے مکان سے دور رکھتا ہے۔ کھسروں کے ساتھ وقت گذارنے کے لئے اس نے اپنے محلے میں الگ گھر کرایہ پر لے رکھا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ بیوی سے مجھے بہت محبت ہے۔ اسے میں چھوڑ نہیں سکتا لیکن بیوی سے

محبت کے بدلے میرے دوست ناراض ہیں۔ اب میں کیا کروں؟!

انٹرنیٹ سے واقفیت

دور جدید میں انفارمیشن ٹیکنالوجی کی اہمیت وافادیت سے انکار ممکن نہیں۔ ہر کس و ناکس اس شعبہ میں مہارت حاصل کرنے کا خواہاں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج پاکستانیوں کا سب سے محبوب موضوع گفتگو کمپیوٹر ٹیکنالوجی اور انٹرنیٹ ہے۔ انٹرنیٹ سے استفادہ حاصل کرنے والوں کی تعداد میں دن بدن مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ لیکن یہ انتہائی حیرت کی بات ہے کہ بہت کم کھسرے اس ٹیکنالوجی کی اہمیت وافادیت کے متعلق آگاہی رکھتے ہیں۔ آگاہی رکھنے والوں کی اکثریت بھی صرف سنی سنائی باتوں کی حد تک اس ٹیکنالوجی سے واقف ہے۔ ایک دو کھسرے ایسے ہیں جو اس ٹیکنالوجی کے متعلق شعور رکھتے ہوئے اس سے استفادہ حاصل کرتے ہیں۔ ایک کھسرے نے تو اپنے گھر باقاعدہ کمپیوٹر رکھا ہوا ہے۔ پرسنل کمپیوٹر پر کام کرتے ہوئے وہ انٹرنیٹ پر ہم جنس پرستوں کی ویب سائٹس دیکھتا ہے۔ اس کھسرے نے لاہور کے ایک تعلیمی ادارے سے کمپیوٹر کے متعلق شارٹ کورسز کئے ہیں۔ اس کا ارادہ ہے کہ وہ بہت جلد اپنی ویب سائٹ بنائے گا جس پر پاکستانی کھسروں کے متعلق معلومات دستیاب ہوں گی۔ جبکہ ایک اور کھسرا جو انفارمیشن ٹیکنالوجی کے متعلق شعور رکھتا ہے کا کہنا ہے کہ وہ اپنے شوق کی تکمیل کے لئے سائبر کیفے میں روزانہ جاتا ہے۔ جہاں میں دو گھنٹے سے زائد انٹرنیٹ سے لطف اندوز ہوتا ہوں۔ اس نے یہ بتاتے ہوئے بہت خوشی محسوس کی کہ نیٹ پر اس کی کئی لڑکوں سے دوستی قائم ہوئی ہے۔ ان میں سے ایک لڑکا بہت جلد مجھے ملنے کے لئے آئے گا۔ جب ہم نے پوچھا کہ تم نے اسے بتایا کہ تم مرد نہ عورت بلکہ مخنث ہو تو اس نے جواب دیا اگر میں اسے اس کے متعلق بتا دوں تو وہ مجھے کیوں ملنے آئے گا؟

کھسرا اور بغاوت

اگر کوئی کھسرا ماحول سے باغی اور تائب ہو کر پارٹی سے الگ ہو جائے تو اس کے دوسرے ساتھی اس کا باقاعدہ سوگ مناتے ہیں۔ کھسرے کی بغاوت کا سوگ منانے کا انداز انتہائی دلچسپ اور دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ہم کسی پارٹی کو کھسرے کے تائب ہونے کے بعد سوگ مناتے تو نہیں دیکھ سکے۔ لیکن ایک کھسرے نے اس کے متعلق بتایا کہ جب کوئی کھسرا تائب ہو کر گرو سے

بغاوت کر دے تو گرو افسوس میں تین دن تک چارپائی پر نہیں سوتا۔ کھسرے کے دوسرے ساتھی باقاعدہ رو کر اس کا سوگ مناتے ہیں کہ وہ بہت اچھی سہیلی تھی جو ہمیں دھوکہ دے کر بھاگ گئی۔ اس دوران علاقے کے کھسروں کو اس کا پتہ چلے تو وہ باقاعدہ گرو کے پاس افسوس کرنے آتے ہیں۔ افسوس کے لئے آنے والے کھسروں کی چائے سے تواضع کی جاتی ہے۔ اگر کوئی کھسرا تائب ہو کر واپس آ جائے تو ایسے کھسرے کو خوشدلی سے قبول نہیں کیا جاتا۔ پھر واپس آنے والے کھسرے کا دوسری سہیلیاں باقاعدہ مذاق اڑاتی ہیں اور بطور سزا وہ کھسروں کا گھریلو کام کرنے کے علاوہ مختلف تقریبات میں جانے کی صورت میں سامان اٹھا کر ساتھ چلے گا۔ اور کچھ عرصہ تک وہ تقریبات میں ناچ بھی نہیں سکتا۔

کھسرے اور گلوکاری

کم و بیش تمام کھسرے بہت اچھے رقاص تصور کئے جاتے ہیں۔ رقص اور موسیقی کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے۔ لیکن ایسا بہت کم دیکھنے میں آیا ہے کہ اچھا رقاص اچھا گلوکار بھی ہو۔ لیکن اس کے باوجود کئی کھسرے گلوکاری کے میدان میں مہارت حاصل کرنے کے لئے ضرور آزمائی کرتے ہیں۔ کھسروں کی اکثریت کسی نہ کسی حد تک باتھ روم سنگر قرار دی جا سکتی ہے۔ کھسرے ریاض کرنے کے باوجود اچھے گلوکار نہیں بن سکتے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ وہ کھٹی چیزیں بہت زیادہ کھاتے ہیں۔ کھٹی اشیاء کے متعلق مشہور ہے کہ وہ گلے کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ ابھی تک ایک ایسے کھسرے کے متعلق پتہ چل سکا ہے جو بہت سریلا اور اعلیٰ پیمانے کا گلوکار تھا۔ لاہور ہیرامنڈی کے ہیجڑے ببو کے متعلق مشہور تھا کہ وہ موسیقی کے اسرار و رموز تان اور لے کے مطابق گلوکاری کرتا تھا۔ یہ کھسرا آج کل امریکہ میں رہائش پذیر ہے۔ جہاں وہ مختلف محفلوں میں ناچ گا کر پیسہ کما رہا ہے۔

کھسرا اور معاوضہ

پیدائشی و خاندانی کھسرے تقریبات میں ناچ گانے کے لئے پہلے سے طے شدہ معاوضہ وصول نہیں کرتے۔ کیونکہ ان میں صدیوں سے یہ رواج چلا آ رہا ہے کہ وہ اپنے زیر نگیں علاقوں میں ہونے والی خوشی کی تمام تقریبات میں ناچ گا کر معاوضہ وصول کریں گے۔ لیکن دور جدید کے بدلتے تقاضوں کے مطابق آج کل کھسروں میں بھی اس حوالے سے بہت تبدیلی آ چکی ہے۔

ماضی میں کھسروں کو باقاعدہ تقریبات میں مدعو نہیں کیا جاتا تھا۔ آج کل کو شادی بیاہ کے موقع پر یہ رواج عام ہو چکا ہے کہ ناچ گانے کی محفل سجائی جائے۔ ایسی محفلوں میں شرکت کے لئے کھسروں نے باقاعدہ ادارے قائم کر رکھے ہیں۔ پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں کھسروں کی بکنگ کے لئے ادارے کام کر رہے ہیں جن میں مشہور ادارے، عاشی ڈانس پارٹی، شازی ڈانس پارٹی، روبی ڈانس سنٹر، فیملی ڈانس پارٹی، سنگم مجرا سنٹر وغیرہ کے نام شامل ہیں۔ ان اداروں سے تقریبات کے لئے کھسروں کی بکنگ 2 ہزار روپے سے لے کر 20 ہزار روپے تک ہوتی ہے۔ بغیر ایڈوانس معاوضہ لئے یہ لوگ کسی تقریب میں شرکت کی حامی نہیں بھرتے۔ البتہ یہ الگ بات ہے کہ اگر انہیں کوئی امیر آدمی پیشگی معاوضہ کے بغیر ناچ گانے کے لئے بلائے تو بھاگے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ امیر آدمی کی تقریب میں شرکت کرنے سے ہزاروں روپے کی ویلیں اکٹھی کرنے کے علاوہ اچھا شکار بھی پھنسایا جا سکتا ہے۔

کھسرے اور تعلیم

کھسرے پڑھنے لکھنے جیسے شغل کی جانب بہت کم متوجہ ہوتے ہیں۔ کھسروں کے اندر تعلیم نہ حاصل کرنے کا رجحان صدیوں سے چلا آ رہا ہے۔ جبکہ دو نمبر طریقوں سے بننے والے کئی کھسرے پڑھے لکھے ہیں۔ لیکن ان کا کھسروں کی برادری کو کوئی فائدہ نہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ پڑھانا نہیں چاہتے یا انہیں پڑھنے والے شاگرد میسر نہیں۔ جب کھسروں سے یہ سوال کیا گیا کہ آپ تعلیم حاصل کر کے پڑھے لکھوں کی صف میں شامل ہونے سے گریز کیوں کرتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ پڑھ لکھ کر بھی ہم نے یہی کام کرنا ہے تو پھر پڑھنے کا فائدہ۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ہم پڑھیں تو جواب ہے کہ ہمارے پاس وقت نہیں۔ اگر تعلیم کی قدر جانتے تو پھر ذلیل و خوار کیوں ہوتے؟ ایک کھسرے کے بقول آپ جتنے زنانے دیکھ رہے ہیں ان کی اکثریت سکول سے بھاگ کر کھسرا بنی ہے۔ نہ ہم سکول سے بھاگتے نہ ہمیں جنسی تشدد کا سامنا کرنا پڑتا اور نہ ہم آج جنسی لذت کے حصول کے لئے مارے مارے پھرتے۔ جب سکول میں علم حاصل نہیں کیا تو اب کیا خاک علم حاصل کریں گے۔ ویسے بھی جو ایک بار سکول کا منہ دیکھ لے وہ چند حرف تو پڑھ لیتا ہے۔

ہم جنس پرستوں کی پہچان

کھسروں سے سوال کیا گیا کہ آپ کیسے پہچان لیتے ہیں کہ سڑک پر چلنے والا ہمارا شکار بن

سکتا ہے۔ کھسروں کی اکثریت نے اس سوال کا جواب دینے سے گریز کیا۔ کچھ کھسروں نے اس کے جواب میں بتایا کہ جو شخص ہماری طرف بھرپور طریقے سے متوجہ ہوا سے ہم شکار سمجھ کر کنڈی ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کامیاب ہو گئے تو وارے نیارے ورنہ۔۔۔۔۔۔ وقت ضائع ہوا۔ ایک کھسرے نے بتایا کہ ہم جنس پرست کی کچھ مخصوص عادات اور نشانیاں ہوتی ہیں جنہیں دیکھتے ہی ہم پہچان جاتے ہیں کہ ہمارا کام بن گیا۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ وہ کونسی عادات ہیں جنہیں دیکھتے ہی آپ پہچان لیتے ہیں تو اس نے سوال کے جواب میں مسکرانے پر اکتفا کیا۔ ہم جنس پرستوں کی مخصوص عادات اور جسم کی شکل کے متعلق سن کر ہمیں بہت تجسس رہا کہ ہم اس سلسلے میں مزید معلومات جمع کریں لیکن کھسروں کی زبانی کوئی بات ہمارے علم میں نہ آ سکی۔ کتاب کی تیاری کے سلسلے میں بہاولنگر جانا ہوا تو کھسروں کو اپنا دیوانہ بنانے والے صاحب نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے بتایا کہ کھسرے صحیح کہتے ہیں کہ وہ ہم جنس پرست کو فوری پہچان لیتے ہیں۔ میں اس متعلق زیادہ علم تو نہیں رکھتا۔ لیکن ایک نشانی میرے علم میں ہے جو ایک کھسرے گرو نے مجھے بتائی تھی۔ اس کے مطابق ہم جنس پرست کی نشانی یہ ہے کہ ہنسلی کی ہڈی کے اوپر موجود گوشت اسفنج کی طرح نرم ہو جاتا ہے۔ نرم ہونے کے بعد یہ گوشت گردن کے قریب سے ابھر جاتا ہے اور ایسے لگتا ہے کہ گردن اندر کو دھنسی ہوئی ہے۔ آپ اس گوشت کو دبائیں گے تو آپ کو ایسے محسوس ہو گا کہ انگلی اندر کو دھنس گئی ہے۔ اس کے علاوہ بھی ہم جنس پرستوں کی پہچان کے مخصوص طریقوں کے متعلق کھسرے جانتے ہیں۔ ایسے آدمی کو دیکھتے ہی کھسرے اس کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ کھسروں نے کبھی انہیں بلایا یا تنگ نہیں کیا۔ بھئی وہ آپ کو کیوں بلائیں؟ آپ تو ان کے مطلوبہ آدمی نہیں۔

نقل

لیڈی ڈیانا، مونیکا لیونسکی، بے نظیر بھٹو، مسرت شاہین، میرا، ریما، صاحبہ، نیلی، چکوری، صائمہ، ریشم یا میڈیا میں ان رہنے والی کوئی بھی عورت ہو کھسرے ان مشہور خواتین کے اسٹائل کی ہو بہو نقل کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ مونیکا اور لیڈی ڈیانا کا ہیئر اسٹائل تو کھسروں میں اس قدر مقبول ہے کہ اکثر انہی کے انداز میں اپنے بال سیٹ کرواتے ہیں۔ بعض اوقات مشہور خواتین کے اسٹائل کی نقل کرتے ہوئے سڑکوں پر ایسے ٹہلتے پھرتے ہیں کہ انہیں دیکھ کر اکثر گاڑیاں رک جاتی ہیں کہ مسرت شاہین فٹ پاتھ پر کیا کرتی پھر رہی ہے؟ کھسروں کا کہنا ہے کہ ہم مشہور خواتین کی نقل اس لئے کرتے ہیں کہ ایسے بھیس میں وہ لوگ بھی ہمیں پہچاننے کی کوشش کرتے ہوئے

ہمارے قریب آتے ہیں جنہوں نے اصل محترمہ کی کبھی شکل تک نہیں دیکھی ہوتی۔

1997ء میں جب لیڈی ڈیانا شوکت خانم میموریل کینسر ہسپتال کی چندہ مہم میں شرکت کے لئے ہسپتال تشریف لائیں تو اس تقریب میں شرکت کے لئے مالدار مخصوص لوگوں کو پاس جاری کئے گئے۔ ان افراد کے علاوہ قومی و بین الاقوامی میڈیا سے تعلق رکھنے والے افراد کی کثیر تعداد بھی وہاں موجود تھی۔ لیڈی ڈیانا، وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف اور دیگر اہم شخصیات کی وجہ سے ہسپتال کے اردگرد سیکورٹی کا انتہائی سخت انتظام کام کر رہا تھا۔ سیکورٹی کے سخت انتظامات کی وجہ سے دعوتی کارڈ کے بغیر تقریب میں داخل ہونا تو دور کی بات عام آدمی ہسپتال کی حدود میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس موقع پر ہسپتال کے گیٹ پر تین چار کھسرے پولیس والوں سے تقریب میں شامل ہونے کے لئے جھگڑ رہے تھے۔ پولیس والوں کا موقف تھا کہ دعوتی کارڈ کے بغیر داخلہ ناممکن ہے۔ کھسروں کو پولیس والوں سے بحث کرتے دیکھ کر ایک صحافی نے کھسروں سے پوچھا کہ آپ اندر جا کر کیا کریں گے؟ تو کھسروں نے کہا کہ ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ لیڈی ڈیانا پاکستانی لباس میں کیسی لگتی ہیں؟ صحافی نے کہا کہ اس کو دیکھ کر آپ کو کیا فائدہ ہو گا تو ایک کھسرے نے برجستہ جواب دیا: "بادشاہو! یہ تہاڈے جاننے آلیاں گلاں نئیں، تسی اپنی راہ پھڑو"۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ کھسرے لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کرنے کے لئے مشہور خواتین کے اسٹائل کی نقل کرتے ہیں۔ اس کے متعلق ایک کھسرے نے بہت خوبصورت انداز میں تبصرہ کیا کہ جب ہم کسی معروف خاتون کا میک اپ کر کے سڑک پر نکلتے ہیں تو لوگوں کی ستائشی نظروں سے ہم ایسے شکار کو با آسانی تلاش کر لیتے ہیں جس کی تلاش میں ہم دھکے کھاتے پھر رہے ہیں۔ اور ویسے بھی لوگوں کی نظروں میں آنے کا اس سے سستا اور آسان ذریعہ کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

ہوٹل اور کھسرا

چھوٹے موٹے ہوٹلز میں اکثر کھسرے منڈلاتے نظر آتے ہیں۔ لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کھسرے مخصوص وضع قطع اختیار کر کے بڑے ہوٹلوں کی لابیوں میں گردش کرتے نظر آئیں۔ حالانکہ ان بڑے ہوٹلز میں کھسرے سالگرہ اور دیگر تقریبات کو بھرپور انداز سے مناتے ہیں۔ عورت کے بھیس میں بڑے ہوٹلوں میں جانے سے گریز کی وجہ یہ ہے کہ انہیں ایسے مقامات پر شکار آسانی سے دستیاب نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہاں پہلے ہی عورت اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ گاہکوں کو شکار کرتی پھرتی ہے۔ کھسروں کا کہنا ہے کہ بڑے لوگوں میں کھسرے کی بہت کم اور

عورت کی زیادہ طلب ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم "ان بڑے" لوگوں کی کاروباری مصروفیات کو مزید بڑھانے کا سبب نہیں بن سکتے۔ جبکہ عورت کسی بیورو کریٹ یا سیاستدان سے مل کر اپنے موکل کی کاروباری مصروفیات کو مزید مصروفیات سے دوچار کر سکتی ہے۔ جہاں تک ہم کھسروں کا تعلق ہے تو اتنا کہنا کافی ہے کہ ہمارے طلبگار ہمیں خود ڈھونڈ لیتے ہیں۔ چھوٹے ہوٹلوں میں موجودگی کے متعلق بات کرتے ہوئے کھسروں نے انکشاف کیا کہ ان ہوٹلوں میں متوسط اور غریب طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگ براجمان ہوتے ہیں۔ جن کی پہنچ سے عورت بہت دور ہے۔ اس لئے ہمیں ایسی جگہوں سے اپنا پسندیدہ شکار تلاش کرنے میں آسانی رہتی ہے۔ اس کے علاوہ ان ہوٹلوں سے غریب کھسروں کو سستا کھانا بھی دستیاب ہوتا ہے۔

بڑے ہوٹلوں میں جانے والے کھسرے مالی طور پر بہت خوشحال اور آسودہ زندگی گذارتے ہیں۔ وہ عورت اور مرد دونوں حیثیتوں میں فائیو سٹار ہوٹلز کا رخ کرتے ہیں۔ ان ہوٹلوں میں آنے والے کھسروں کو کسی بھی روپ میں دیکھ کر انسان ہرگز یقین نہیں کر سکتا کہ یہ مرد ہے یا عورت۔ کراچی کے ایک بڑے فائیو سٹار ہوٹل میں اکثر جانے والے ایک کھسرے نے بتایا کہ وہ ہوٹل کے سوئمنگ پول پر نہانے کا شوقین ہے۔ اور اپنے اس شوق کی تکمیل کے لئے میں کراچی میں موجودگی کے دوران روزانہ ہوٹل جاتا ہوں۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ تم عورتوں کے ساتھ نہاتے ہو یا مردوں کے ساتھ تو اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا: یہ بڑا شرارتی سوال ہے۔ ویسے آپ کو مطلب؟ پھر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اچانک گویا ہوا شاید آپ کو اندازہ نہیں کہ ان سوئمنگ پولز میں نہانے والے مردوں کی اکثریت بھی بالکل زنانوں جیسی ہوتی ہے۔ میرا اشارہ ممی ڈیڈی برگر گروپ کی طرف ہے۔

اگر کبھی کھسرے کا عاشق تقریب کے اخراجات برداشت کرے تو پھر کھسرے فائیو سٹار ہوٹلز میں تقریبات منانے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ایسی تقریبات کو بڑے بھرپور انداز سے منایا جاتا ہے۔ ایسی تقریبات کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ان میں شرکت کرنے والے مہمان کھسروں کے مالدار عشاق کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوتے۔

کھسروں کا موقف ہے کہ عام جگہ پر تقریبات منانے سے عوام الناس بہت زیادہ تنگ کرتے ہیں۔ جبکہ فائیو سٹار ہوٹلز میں عوام الناس کا داخلہ قطعی طور پر بند ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اپنے قیمتی اور مالدار مہمانوں کو "ان نظروں" سے چھپانے کے لئے مکمل رازداری سے کام لیا جاتا ہے۔ تاکہ آنے والے مہمان کھل کر لطف اندوز ہو سکیں۔ اس قسم کی تقریبات میں کھسرے تصاویر اور فلم وغیرہ بنانے کی اجازت ہرگز نہیں دیتے۔ تاکہ مہربانوں کی شکلیں "عوام الناس"

تک نہ پہنچ سکیں۔ بڑے ہوٹلز کی تقریبات میں شرکت کرنے والے بہت کم کھسرے گھر سے تیار ہو کر آتے ہیں۔ بلکہ کھسروں کی اکثریت تقریب والے ہال میں پہنچ کر عورت والا سہانا روپ اختیار کرتی ہے۔ ایسی تقریبات میں ہوٹل انتظامیہ کی مدد سے آرگنائزر میک اپ مین کی خدمات حاصل کرتا ہے۔ جو ہر آنے والے کھسرے کا میک اپ کر کے اسے عوام کے اندر پہنچاتا ہے۔ تقریب میں شرکت کی اجازت صرف ایسے افراد کو دی جاتی ہے جن کے پاس انتظامیہ کے جاری کردہ خصوصی کارڈز ہوں۔ کارڈ کی عدم موجودگی میں آرگنائزر آپ کو اندر گھسنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ خواہ محفل میں شرکت کرنے والے تمام افراد آپ کے جاننے والے ہوں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ ایسی تقریبات میں ہوٹل انتظامیہ کا بھی کوئی فرد آرگنائزر کی مرضی کے بغیر شرکت کرنے کا اہل نہیں ہوتا۔

چند سال پہلے کراچی کے ایک بڑے ہوٹل میں کھسروں کی فیشن کیٹ واک کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جس میں شرکت کرنے والے افراد میں عورتیں بھی شامل تھیں۔ لاہور میں بھی کھسروں کی دو کیٹ واکس ہو چکی ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے ان کے اصل مقامات کا کچھ پتہ نہیں چل سکا۔ ویسے کھسروں کا کہنا ہے کہ ہم تو ہر تقریب میں "کیٹ واک" کرتے ہیں کیونکہ ہمارے خیال میں نزاکت تو بلیوں کی طرح چلنے سے ہی آتی ہے۔

کھانے پینے کے معاملے میں کھسرے ہوٹلوں کا بنا کھانا کھانے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں مختلف ہوٹلوں کے مالکان کا کہنا ہے کہ ایسا بہت کم اتفاق ہوا کہ کسی کھسرے نے ہوٹل میں بیٹھ کر کھانا کھایا ہو۔ کھسرے کھانا پیک کروا کر لیجاتے ہیں۔ اب یہ علم نہیں کہ وہ کھانا کہاں کھاتے ہیں؟ لیکن اگر ساتھ کوئی شخص ہو تو پھر ایسے ہوٹلوں میں بیٹھ کر کھانا کھائیں گے جہاں "کیبن" کی سہولت دستیاب ہو۔ مالکان کا یہ بھی کہنا ہے کہ کھسرے کھانے کے معاملہ میں بہت محتاط ہوتے ہیں۔ کھانے کے ذائقے میں معمولی ہیر پھیر بھی موجود ہو تو اس کی فوراً نشاندہی کرتے ہیں۔ اگر کھانا پسند نہ آئے تو اگلی دکان کا رخ کرتے ہیں۔ لیکن ان گاہکوں کا دکاندار کو فائدہ صرف اتنا ہے کہ یہ ادھار نہیں کرتے۔

فیشن اور کھسرا

"فیشن" کا لفظ ذہن کے پردۂ سکرین پر ابھرتے ہی خوبصورتی، نزاکت اور لطافت کا منفرد احساس جاگ اٹھتا ہے۔ انسانی شخصیت کے حوالے سے فیشن کا مطلب لباس، جوتے، اشیائے میک اپ و آرائش، زیورات وغیرہ سے مراد ہے۔ مرد عورت اور کھسرا اپنی اپنی ضرورت کے

مطابق ایسی اشیاء کا استعمال کرتے ہیں۔ عورت اور مرد کی جانب سے اپنی شخصیت کو منوانے کے لئے خوب سے خوب تر کی تلاش ہمیشہ جاری رہتی ہے۔ لیکن کھسرا ان دونوں صنفوں سے بڑھ کر اپنے آپ کو منوانے کے لئے فیشن کے نام پر نت نئے تجربات کرتا ہے جو کہ زمانے کے مروجہ اصولوں سے یکسر متضاد ہوں۔ اسی لئے کھسروں نے فیشن انڈسٹری میں جو نت نئی ایجادات و اختراعات کیں انہیں آج کا مرد یا عورت کم از کم پچاس سال بعد استعمال کرنے کا سوچے گا۔

کھسروں کو بھی اس بات کا علم نہیں کہ ان کے بزرگوں نے پہلی بار کب عورت کے انداز میں لباس پہننا شروع کیا۔ اس معاملہ میں کھسرے کی طرح برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کے اوراق بھی خاموش ہیں۔ بی اے پاس کھسرے کاجل (دو نمبر) کا کہنا ہے کہ آج تک کسی گرو نے بھی اس موضوع پر بات نہیں کی۔ لیکن اتنا ضرور علم ہے کہ پرانے وقتوں میں بادشاہ راجے مہاراجے اور امراء کھسروں کی میراثیوں، گویوں، طوائفوں اور پہلوانوں کی طرح سرپرستی کیا کرتے تھے۔ لیکن یہ سرپرستی ان کھسروں کو نصیب ہوتی جو حرم کی حفاظت پر مامور ہوتے تھے۔ محسوس یوں ہوتا ہے کہ حرم کی حفاظت کرنے والے کھسروں کو بادشاہوں کی خواہش پر زنانہ لباس پہننا پڑا۔ اس کے علاوہ جب نواب اودھ واجد علی شاہ نے کھسروں کی فوج تشکیل دی تو اس فوج کی وردی بھی زنانہ لباس پر مشتمل ہوتی تھی۔ (تاریخ میں یہ کھسروں کی واحد باقاعدہ فوجی بٹالین ہے) دوسری وجہ یہ قرار دی جا سکتی ہے کہ پرانے زمانے میں آج کے تھیٹر کی طرز پر ڈرامے سٹیج ہوتے تھے تو اس وقت عورت کو پرفارمنس کا موقع نہیں ملتا تھا۔ ان ڈراموں میں عورت کی کمی کو پورا کرنے والے مرد ایسا لباس پہنتے تھے۔ شاید ہیجڑے ان سے متاثر ہو کر عورت کا روپ لئے پھرتے ہیں۔

عورت سے بڑھ کر اپنے آپ کو منوانے کے لئے کھسروں نے زنانہ لباس، چہرے پر موجود داڑھی کے بالوں، جلد کی ملائمیت بڑھانے کے لئے میک اپ کے میدان میں جو تجربات کئے آج صدیوں بعد عورت انہیں اپنا رہی ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں کھسرے کے وجود کو روز اول سے ایک ایسی مخلوق کا درجہ حاصل ہے جسے معاشرہ ہر لحاظ سے چھوٹ دینے کے معاملے میں انتہائی فراخ دل تصور کیا جاتا ہے۔ کھسروں کی سرگرمیوں کے حوالے سے ''ظالم سماج'' کا وجود کہیں نظر نہیں آتا۔ اسی لئے گلی محلوں میں پھرتے ہوئے کھسرے نے صدیوں پہلے ایسا لباس زیب تن کیا جو آج کی عورت فخریہ لیے پھرتی ہے۔ جبکہ چہرے پر غازہ، پاؤڈر، تھوپ کر چہرے کو مرد کے لئے قابل قبول بنانے کے لئے کھسرے نے میک اپ کا جو انداز اختیار کیا آج عورت اسے گھروں کا بجٹ خراب کرنے کے لئے بطور ہتھیار استعمال کر رہی ہیں۔ مغرب کی عورت کی طرح دلی، لکھنو، لاہور اور دیگر شہروں میں پھرنے والا کھسرا مغربی تہذیب کو مشرقی تہذیب پر غالب کرنے کے لئے

پہلی کڑی کے طور پر استعمال ہوا۔ دانشوروں کو اس پہلو پر توجہ دے کر مغربی تہذیب کے پھیلاؤ کی روک تھام کی کوئی تدبیر کرنا چاہیے۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ آنے والے دنوں میں عورت کھسرے کی طرح اپنے لباس کو مزید دل کش بناتی جائے گی۔

کاجل سے گفتگو کے دوران ایک عورت جالی دار لباس پہنے بازار سے گذر رہی تھی۔ جسے دیکھ کر وہ گویا ہوا کہ اس عورت کو غور سے دیکھیں کہ اس لباس میں جسمانی اعضا کیسے نمایاں ہو رہے ہیں؟ صدیوں پرانا کھسرا ابھی ایسا لباس پہن کر لوگوں کی ذہنی آوارگی کو تسکین بخشتا ہوگا۔ ہم نے اس بزرگوں سے سنا ہے کہ اس خطے کے مرد آج سے 50 سال قبل بھاری لباس اس لئے پہنتے تھے کہ ان کے جسمانی اعضاء کی نمائش نہ ہو۔ عورت کی بات کرنا تو دور کی بات ہوگی۔ صوبہ سرحد، بلوچستان، سندھ، پنجاب کے دیہاتی علاقوں میں آج کی عورت کو دیکھ لیں وہ کیسا لباس پہنتی ہے۔ دیہاتی عورت میک اپ کی عادی نہیں۔ وہ بغیر میک اپ کے اتنی سوہنی اور پیاری لگتی ہے کہ دل ٹھہر جاتا ہے۔ عورت اپنے چہرے کو دلکش بنانے کے لئے جس انداز میں میک اپ تھوپتی ہے کھسرا صدیوں سے ایسا کر رہا ہے۔ ویسے آپس کی بات ہے کہ کھسرے سے اچھا میک اپ آرٹسٹ کوئی نہیں۔ میں یہ دعویٰ اس لئے کر رہی ہوں کہ بوڑھے سے بوڑھا کھسرا میک اپ کرنے کے بعد جوان لگتا ہے۔ جبکہ وہ بیوٹی پارلر جا کر میک اپ بھی نہیں کرواتا۔

کاجل نے بتایا کہ کھسرے لباس، میک اپ اور زیورات پہننے کے سلسلے میں بہت زیادہ محتاط ہوتے ہیں۔ کھسرے کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ گھر سے قدم باہر رکھے تو لوگ اس کی طرف دیکھتے رہ جائیں۔ اور جو کھسرا اچھا لباس، بہترین میک اپ اور قیمتی زیورات پہن کر باہر نکلتا ہے لوگ اس کی جانب متوجہ ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کھسرا لباس کی تراش خراش اور بناوٹ ایسی کرتا ہے کہ بڑے سے بڑے فیشن ڈیزائنر بھی ان کے فن کے آگے ہیچ معلوم ہوتے ہیں۔ کاجل نے بتایا کہ ایک دفعہ وہ انارکلی سے گزر رہی تھی کہ اچانک ایک خاتون نے مجھے روک کر پوچھا کہ تم نے یہ لباس کہاں سے تیار کروایا۔ اگر کسی بوتیک سے خریدا ہے تو مجھے اس کا پتہ بتاؤ۔ (اس روز میں نے جالی دار لباس پہنا ہوا تھا۔ ایسا لباس یورپین عورتیں صرف خواب میں پہن سکتی ہیں) میں نے انہیں بتایا کہ میں نے یہ لباس بوتیک سے نہیں خریدا بلکہ یہ میرے درزی نے تیار کیا ہے۔ انہوں نے درزی کا پوچھا تو میں نے انہیں بتایا کہ آپ اس درزی سے نہیں مل سکتیں۔ کیونکہ وہ عام لوگوں کے لباس تیار نہیں کرتا۔ اصل بات یہ ہے کہ درزی میری ایک سہیلی ہے جو لباس کے ڈیزائن کے سلسلہ میں نت نئی ایجادات کرتی رہتی ہے۔ اس کی سلائی اور ڈیزائن تمام ڈیزائنوں اور درزیوں سے کہیں معیاری اور اعلیٰ ہوتے ہیں۔ اکثر ڈیزائنر کھسروں کے مختلف فنکشنز میں شرکت

اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمارا لباس دیکھ کر خواتین کے لئے نئے انداز کے کپڑے تیار کرسکیں۔

کھسرے بعض اوقات سلے سلائے کپڑے پہننا پسند کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں وہ مہنگے علاقوں میں قائم بوتیکس سے خریداری کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ بوتیک سے خرید کر کپڑے پہن کر ہم کبھی راحت محسوس نہیں کرتے۔ کیونکہ وہاں سے دستیاب کپڑے صنف نازک کے لئے ہوتے ہیں۔ جبکہ ہم تو صنف نازک ہیں نہ صنف سخت۔

کاجل نے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ لباس اور میک اپ ایسا ہو جو آپ کی ضرورت کو پورا کرے۔ ہماری ضرورت سڑک پر پھرتا ایک ایسا گاہک ہے جو ہمیں کچھ پیسے دے سکے۔ اس لئے ہم ہمیشہ ایسا لباس پہننے اور میک اپ کرنے کو ترجیح دیں گی جسے دیکھتے ہی شکار خود جال میں پھنس جائے اور ہمیں زیادہ تردد نہ کرنا پڑے۔

قائد اور اقبال

کھسروں کی اکثریت وطن عزیز پاکستان سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے قطعاً شرم یا ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کرتی۔ کھسروں کا ایمان ہے کہ پاکستان سے اچھا ملک دنیا میں کہیں اور موجود نہیں۔ کھسروں کی وطن عزیز سے والہانہ محبت کا جذباتی انداز دیکھ کر ہمیں بہت حیرانی ہوئی کہ کھسرے کو بھی آزادی جیسی نعمت کی قدر ہے۔ جبکہ دوسری طرف ہمارے سیاستدان ہیں کہ اپنی آزادی کو خود بیچنے پر تلے ہیں۔ سرزمین پاک سے کھسرے کی محبت کو محسوس کر کے ہم نے کھسروں سے بانی پاکستان حضرت قائداعظمؒ محمد علی جناح اور شاعر مشرق حضرت علامہ اقبالؒ کے متعلق ان کی رائے پوچھی تو کھسروں نے ان شخصیات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے جو کچھ کہا وہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

لیلیٰ: قائداعظم بڑا انسان تھا۔ اس بڑے انسان نے بڑی قوم کے چھوٹے لوگوں کے لئے سب سے بڑا اسلامی ملک بنایا۔ لیکن ہمیں کھسرے کا طعنہ دینے والے تمام لوگ اس کی قدر نہ کر سکے۔

شہناز: سچ پوچھیں تو میں کہوں گی کہ اس قوم نے اتنا بڑا لیڈر کیسے پیدا کیا۔ میں حیران ہوں۔

صائمہ: بابا قائداعظم عظیم انسان تھے۔ جنہوں نے ہمیں آزاد ملک بنا کر دیا۔

چکوری: اگر آج قائداعظم زندہ ہوتے تو اپنی قوم کے کرتوت دیکھ کر کیا سوچتے۔ یہ سوچ کر مجھے پسینہ آجاتا ہے۔

راشد: ساڈے واسطے سب کچھ قائداعظم ای اے۔

میرا: قائداعظم کی فوٹو میرے کمرے میں لگی ہوئی ہے۔ آپ اندازہ کرلیں کہ مجھے کتنا اچھا لگتا ہے۔

حسینہ: گو میں پڑھی لکھی نہیں لیکن سن تو سکتی ہوں۔ اس لئے اکثر قائداعظم کی باتیں سنتی ہوں۔ ہندو اور انگریز سے آزادی حاصل کرنا کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔ قائداعظم نے ایسا کر دکھایا۔ لہٰذا وہ میری نظر میں سب سے بڑا اور عظیم انسان ہے۔

رانی: قائداعظم مجھے اور میرے گرو کو بہت پسند ہیں۔

حضرت علامہ اقبال کے متعلق کھسروں نے تبصرہ کرتے ہوئے جن خیالات کا اظہار کیا ان میں سے چند اہم جوابات پیش خدمت ہیں۔

لیلیٰ: علامہ اقبال کی عظمت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے شعروں کو مولوی ہے یا سیاستدان، افسر ہے یا ملازم، گلوکار ہے یا اداکار، کھسرا ہے یا عام انسان، ہر کوئی اپنے مطلب کے لئے استعمال کرتا ہے۔ دنیا کے انسانوں کے تمام طبقوں کی سوچ کو اپنے سحر میں گرفتار کرنے والا شخص میری نظر میں بہت عظیم انسان ہے۔ بلکہ میں یہ کہوں گا کہ پاکستان کا مسلمان قرآن کے بعد سب سے زیادہ علامہ اقبال کا کلام پڑھتا ہے تو غلط نہ ہوگا۔

زیبی: علامہ اقبال بہت اچھا شاعر ہے۔ میں اکثر ان کا کلام سنتی ہوں۔

ریحان: علامہ اقبال بڑا شاعر تھا یہی وجہ ہے کہ لوگ ان کی زندگی میں ان سے پیار کرتے رہتے اور آج ان کے مرنے کے کئی سال بعد بھی لوگ انہیں اسی طرح چاہتے ہیں جس طرح ان کی زندگی میں ان سے پیار کرتے تھے۔

رانی: کلام اقبال پر رقص کرنے کا جو مزہ آتا ہے اسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔

آئیڈیل شخصیات

مختلف شعبہ ہائے زندگی میں کارہائے نمایاں سرانجام دینے والے افراد عام شہریوں کے لئے آئیڈیل شخصیت قرار پاتے ہیں۔ کیا کھسرے بھی ایسی شخصیات سے متاثر ہو کر انہیں اپنا آئیڈیل قرار دیتے ہیں؟ جی ہاں، کھسرے بھی ایسی شخصیات سے متاثر ہو کر ان جیسا بننے کی خواہش رکھتے ہیں۔ کھسروں کی بڑی تعداد چمکتی دمکتی دنیا کے سٹارز کو اپنے لئے آئیڈیل سمجھتی ہے۔ کھسروں کی آئیڈیل شخصیات کے متعلق جاننے کے لئے ہم نے جن کھسروں سے سوالات کئے انہوں نے شوبز، کھیل، سیاست، سائنسدان، شاعر، مذہبی لیڈر، گرو اور والدین کو اپنی آئیڈیل

شخصیت قرار دیا۔

کھسروں کی اکثریت نے فلمسٹار ریما، صائمہ، ثنا، انجمن، معمر رانا، شان، جبکہ انڈین اداکاروں میں سے رانی مکرجی، جوہی چاولہ، ریکھا، سری دیوی، تبو، شاہ رخ خان، سلمان خان، ہالی وڈ کے اداکاروں میں سے کیٹ ونسلیٹ (مشہور فلم ٹائی ٹینک کی ہیروئین) کو اپنی پسندیدہ شخصیت قرار دیتے ہوئے ان پر مختلف فقرے بھی کسے۔ اداکاراؤں کو پسند کرنے والے کھسروں کی زیادہ تعداد نے نام بھی ان کے اپنا رکھے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ اداکارائیں ایسی سیکسی بلیاں ہیں جو کسی بھی آدمی کا ایمان خراب کر سکتی ہیں۔ کاش کہ اللہ ہمیں بھی ان جیسا حسن دیتا۔ جبکہ ایک کھسرے نے کہا کہ وہ صائمہ کے ہیئر اسٹائل کی نقل کرتا ہے۔ حالانکہ اس کی شکل وصورت سابقہ فلمی اداکارہ چکوری سے ملتی جلتی ہے۔ مگر وہ چکوری کے نام سے چڑتا ہے۔ مرد اداکاروں کو پسند کرنے والے کھسرے ان کے ساتھ وقت گذارنے کے خواہشمند ہیں۔ لیکن ان کی بدقسمتی ہے کہ اداکاروں کو کھسروں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اس کے علاوہ کھسروں کا کہنا ہے کہ ان کے پسندیدہ مرد اداکار صنف مخالف کو زیر کرنے کی صلاحیت سے مالا مال ہیں۔ ایک کھسرے ریکھا کا کہنا ہے کہ اگر معمر رانا اسے اپنا نوکر بنا کر گھر رکھ لے تو میں اسے اپنی خوش قسمتی تصور کروں گی۔ کھلاڑیوں کو پسند کرنے والے کھسروں کی اکثریت وسیم اکرم، عمران خان، اور شاہد آفریدی کو پسند کرتی ہے۔ عمران خان کو پسند کرنے والے ایک کھسرے نے اپنے سونے والے کمرے میں ہر طرف ان کی تصاویر آویزاں کرنے کے علاوہ ان کے متعلق شائع ہونے والی تمام خبروں اور تصاویر کا ریکارڈ بھی اکٹھا کر رکھا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ پچھلے پندرہ سال سے عمران کو چاہتی ہے۔ اس کے علاوہ موقع ملتے ہی عمران خان کے گھر کے اردگرد بھی منڈلاتا رہتا ہے کہ وہ عمران کی ایک جھلک دیکھ سکے۔ عمران کی جمائما سے شادی پر تبصرہ کرتے ہوئے اس نے جمائما کو دنیا کی خوش قسمت ترین عورت قرار دیتے ہوئے اس کے ساتھ حسد پر مبنی جذبات بھی ہم تک پہنچائے۔ جبکہ شاہد آفریدی کو پسند کرنے والے کھسرے کا کہنا ہے کہ ایسا مکمل مردانہ حسن کبھی کبھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ اللہ اس کا حسن برقرار رکھے۔ وسیم اکرم کا چاہنے والا کھسرا ان کی مسکراہٹ پر فدا ہو کر ان کا دیوانہ بنا۔

سیاستدانوں میں سے ایک بوڑھے کھسرے کو سابق صدر ایوب خان کسی بھی دوسرے شخص کی نسبت کہیں زیادہ خوبصورت اور اچھے لگتے تھے۔ وہ آج بھی انہیں اپنی آئیڈیل شخصیت قرار دیتا ہے۔ اس کھسرے کا کہنا ہے کہ اس ملک کو ایوب خان جیسا حکمران دوبارہ نصیب نہیں ہوگا۔ سائنسدان کو پسند کرنے والا کھسرا ایم اے پاس ہے۔ اس نے معروف سائنسدان اور پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے خالق ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ پوری قوم

ایک طرف، ڈاکٹر عبدالقدیر خان دوسری طرف۔ اس شخص کی خدمات سب پر حاوی ہیں۔ اللہ انہیں میری عمر بھی لگا دے۔ ایک کھسرے نے قاضی حسین احمد کو اپنی آئیڈیل شخصیت قرار دیا۔ کھسرے نے قاضی حسین احمد کو راولپنڈی میں دھرنے کے بعد پسند کیا۔ کیونکہ وہ دلیر اور بہادر آدمی ہیں۔ اس وجہ سے وہ روزانہ قاضی حسین احمد کے اخباری بیانات کو بہت ذوق وشوق سے پڑھتا ہے۔ جن کھسروں سے ہماری ملاقات ہوئی ان میں سے یہ واحد کھسرا ہے جو روزانہ اخبار پڑھنے کا عادی ہے۔ شاعری کو پسند کرنے والے کھسروں کے پسندیدہ شعرائے کرام میں قتیل شفائی کا نام سرفہرست ہے۔ ان کے نزدیک قتیل شفائی کی شاعری انسانی جذبات کی ترجمانی کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کھسرا صرف قتیل شفائی کے لکھے فلمی گانوں کی دھنوں پر رقص کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔

سابق وزرائے اعظم میں نواز شریف اور بے نظیر بھٹو کو چاہنے والے کھسروں کی بڑی تعداد گلیوں محلوں میں موجود ہے۔ لیکن حیرت کی بات ہے کہ ان دونوں شخصیات کو پسند کرنے والے کھسروں نے ان کے حق میں آج تک ووٹ نہیں ڈالا۔ کیونکہ وہ ووٹ ڈالنے کے عمل کو اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ شاہدرہ لاہور اور کراچی ملیر کے علاقے سے تعلق رکھنے والے دو کھسرے بے نظیر بھٹو کے حق میں باقاعدہ انتخابی مہم چلاتے ہیں۔ نواز شریف کو پسند کرنے والا کھسرا مصری شاہ کے علاقے کا رہائشی ہے۔ وہ نواز شریف کو دلیر حکمران قرار دیتے ہوئے ان جیسا بننا چاہتا ہے۔ اس کی نظر میں ایٹمی دھماکے نواز شریف کا سب سے بڑا کارنامہ ہے کیونکہ اس نے امریکہ کو آنکھیں دکھا کر دھماکے کیے۔ یہ کھسرا امسال فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے ارض مقدس کا سفر کرنے والا ہے۔ ارض مقدس پہنچ کر وہ نواز شریف سے ملنے ان کی اقامت گاہ پر بھی جائے گا۔ گرو کو پسند کرنے والے کھسروں کی اکثریت نے پسندیدگی کی وجہ بتانے سے گریز کیا۔ جبکہ والدین کو آئیڈیل قرار دینے والے کھسروں کا کہنا ہے کہ وہ ہمیں اس حالت میں بھی قبول کرنے کو تیار ہیں اور جو شخص انسان ہو کر کھسرے کو اپنی اولاد قرار دے اس سے بہتر انسان کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

سیاہ بال اور رنگ

لمبے سیاہ اور گھنے بال عورت کے حسن کا وہ قدرتی رنگ جس کی تعریف میں اردو زبان کا ہر شاعر بہت کچھ لکھ چکا ہے۔ عورت کی ہر ادا کی نقل کو عین ثواب سمجھنے والی مخلوق (کھسرا) بھی گھنے لمبے اور سیاہ بالوں کی فدائی اور عاشق سمجھی جاتی ہے۔ اکثر کھسرے عورتوں کی طرح اپنے بالوں کو زیادہ سے زیادہ چمکدار اور گھنے بنانے کے چکر میں گھن چکر بنے رہتے ہیں۔ اور اس مقصد کے

حصول کے لئے وہ نت نئی تراکیب کا بھرپور طریقے سے استعمال کرتے ہیں۔ اگر آپ کو کسی کھسرے کے گھر جانے کا اتفاق ہو تو آپ یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ اس کی پٹاری بالوں پر لگانے والے مختلف ہیئر لوشنز، قدرتی اور نباتاتی تیل کی مختلف اقسام سے بھری ہوگی۔ کھسروں کے نزدیک اچھے اور مضبوط بالوں کی تعریف یہ ہے کہ اگر انہیں مٹھی بھر کر کھینچا جائے تو ایک بال بھی اکھڑنا نہیں چاہیے اور ایسے بال حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بالوں کو خشکی سکری جوؤں اور دیگر بیماریوں سے تحفظ دیا جائے۔ کھسروں کے ہاں بالوں کو خشکی سکری سے بچانے کے لئے سب سے اہم دیسی ٹوٹکہ بالوں کو دہی یا لسی سے دھونا اور سرسوں کا تیل استعمال کرنا ہے۔ سرسوں کا تیل تلاش کرنے کے لئے کھسرے بہت محتاط ہونے کے علاوہ خود تیل بھی کشید کرواتے ہیں۔

کھسرے بالوں کی حفاظت کے معاملے میں عورتوں کی نسبت کہیں زیادہ پریشان رہتے ہیں۔ کھسروں کا کہنا ہے کہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ کھسرا بنیادی طور پر مرد ہے اور مردوں میں گنجے پن کی بیماری عام معمول ہے۔ اسی لئے گنجے پن سے بچنے کے لئے کھسرے بالوں کی حفاظت کے معاملے میں بہت زیادہ محتاط ہوتے ہیں۔ بالوں کو لمبا بنانے اور گنجے پن سے بچنے کے لئے کھسرے بال کے آخری سرے پر پیدا ہونے والے دوشاخے منہ کو کاٹنے کے علاوہ بال کی جڑوں کو قدرتی تیل کی مدد سے تر رکھتے ہیں۔ لیکن اس احتیاط کے باوجود اکثر کھسرے گنجے پن کا شکار ہو کر قدرتی بالوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔ بالوں سے محرومی کھسرے کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ اگر آپ نے کسی کھسرے کا بغور مشاہدہ کیا ہے تو پھر آپ جانتے ہوں گے کہ ادھیڑ عمر کھسرے وگ پہن کر چھمک چھلو بنے پھرتے ہیں۔ آپ کی معلومات میں اضافے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ کھسرے کے گنجے سر پر جمی وگ مصنوعی بالوں کی مدد سے تیار شدہ نہیں ہوتی بلکہ یہ اس کے اپنے قدرتی بالوں کی مدد سے تیار کی جاتی ہے۔ کھسرے کو جب احساس ہوتا ہے کہ اس کے بال گرنا شروع ہو گئے ہیں تو وہ اپنے گرتے ہوئے بالوں کو سنبھالنا شروع کر دیتا ہے۔ ایک ایک بال کو جوڑ کر کسی وگ تیار کرنے والے ماہر کی خدمت میں حاضری دی جاتی ہے۔ جو ان قدرتی بالوں کو وگ کی شکل میں تیار کر دیتا ہے۔

لاہور کے ایک کھسرے کے متعلق مشہور ہے کہ اس کے بال قدرتی طور پر بہت لمبے اور سیاہ تھے۔ اس نے ایک دفعہ سر گنجا کروا کر اپنے لئے وگ تیار کروائی۔ وگ کی تیاری کے بعد اس نے دوبارہ بال بڑھا لئے۔ وہ وگ کو مختلف رنگوں سے رنگ کر اسے کرایہ پر بھی دیتا ہے۔ جبکہ کئی کھسروں نے گنجے پن کے بعد ایک سے زائد وگیں تیار کروا رکھی ہیں۔ ان وگوں میں بجے بال مختلف رنگوں کے ہوتے ہیں۔

چند سال پہلے وحدت روڈ پر ایک کھسرا بڑے مزے سے چہل قدمی کرتے ہوئے سڑک کے کنارے چلا جا رہا تھا۔ کھسرے کے لمبے گھنے چمکدار بال اور خوبصورت زنانہ لباس سڑک کے گزرنے والوں کو اپنی جانب ضرور متوجہ کرتا۔ کھسرا بھی لوگوں کی نگاہوں سے لطف اندوز ہو رہا تھا کہ اچانک ایک واقعہ رونما ہوا۔ ہوا یوں کہ ایک موٹر سائیکل سوار کھسرے کو دیکھ کر شرارت کے موڈ میں آ گیا۔ اس نے کھسرے کے قریب سے گزرتے ہوئے اچانک اس کے بالوں کو کھینچا تو بال موٹر سائیکل سوار کے ہاتھوں میں آ گئے۔ جبکہ بالوں کے نیچے سے کھسرے کی ند ' پر اقبال سٹیڈیم کی گنجی وکٹ لوگوں کا منہ چڑا رہی تھی۔ موٹر سائیکل سوار کی اس حرکت کے فو ، بعد کھسرا حیرت سے گم کر رہ گیا۔ جبکہ موٹر سائیکل سوار بالوں کو اپنے ہاتھوں میں لئے یہ جا وہ جا۔ کھسرے کو جونہی صورتحال کا احساس ہوا تو اس نے فوراً سر پر دوپٹہ اوڑھتے ہوئے موٹر سائیکل کے پیچھے دوڑ لگا دی۔ لیکن اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت کے مصداق کھسرے کی دوڑ موٹر سائیکل کا پیچھا نہ کر سکی۔ موٹر سائیکل سوار کو ہاتھ نہ آتے دیکھ کر کھسرے نے اسے اپنی مخصوص مادری زبان میں بے تحاشا بددعاؤں اور گالیوں سے نوازا۔

ویسے آج کل کھسروں نے گنجے پن کا علاج تلاش کرتے ہوئے مصنوعی پیوندکاری کروانا شروع کر دی ہے۔ ایسے بالوں کے سر سے گرنے یا پھسلنے کا کوئی امکان نہیں۔ ایک کھسرے نے بتایا کہ گلبرگ میں جب ایک ڈاکٹر نے مصنوعی بالوں کی پیوندکاری کا سلسلہ شروع کیا تو آغاز ہی میں ایک کھسرے نے بھی بال پیوند کروائے جس کی دیکھا دیکھی کئی اور کھسروں نے بھی ڈاکٹر صاحب کی خدمات حاصل کیں۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنے کسی اخباری اشتہار میں آج تک کھسرے کو بطور ماڈل پیش نہیں کیا۔ گلبرگ والے ڈاکٹر صاحب سے اس تحریر کے ذریعے درخواست ہے کہ وہ کھسروں کے شکوہ کو دور کرنے کے لئے فوری کوئی قدم اٹھائیں ورنہ ہو سکتا ہے کہ ان کے گاہک کسی اور ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں سلامی دینے پر مجبور ہو جائیں۔

خیر خیرات

خیر خیرات اور نیک مقاصد کے لئے رقم خرچ کرنا ہماری معاشرتی زندگی کا جزو لاینفک ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق پاکستانی قوم سالانہ 50 ارب روپے سے زائد کی خطیر رقم اللہ کی خوشنودی کے حصول کے لئے غریبوں میں تقسیم کرتی ہے۔ واضح رہے کہ اس خیرات میں زکوٰۃ و عشر کی مد میں دی جانے والی رقم شامل نہیں۔ جس طرح پوری قوم اللہ کی راہ میں رقم خرچ کرتی ہے کیا کھسرے بھی نیک مقاصد کے لئے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں؟ اس سوال کے جواب میں

کھسروں کی اکثریت نے خاموشی پر اکتفا کیا۔ جبکہ ایک کھسرے نے کہا کہ ایسا سوال پوچھ کر آپ ہماری آخرت کو خراب کرنا چاہتے ہیں؟ ہم اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کریں یا نہیں آپ کو مطلب؟ جبکہ ایک کھسرے شہباز کا کہنا تھا کہ ہمیں گناہ گار جان کر کوئی چندہ وغیرہ نہیں لینا چاہتا۔ اور اگر ہم کسی کو چندہ دینا بھی چاہیں تو کوئی قبول نہیں کرتا۔ اس کا کہنا تھا کہ ایک دفعہ ہمارے محلے کی مسجد کے امام صاحب نے سپیکر پر محلے والوں سے چندہ مانگا۔ امام صاحب کی اپیل پر میں چندہ دینے کے لئے مسجد گیا تو انہوں نے انتہائی درشتی سے جھڑکتے ہوئے چندہ لینے سے انکار کر دیا؟

تمام تر کوششوں کے باوجود ہم کسی حاضر سروس کھسرے کی زبان سے اس سوال کا جواب حاصل نہ کر پائے۔ البتہ ایک ریٹائرڈ سروس کھسرے نے اس سوال کے جواب میں بتایا کہ پیدائشی ہیجڑے تو کچھ نہ کچھ رقم یا مال خدا کی راہ میں فی سبیل اللہ ضرور خرچ کرتے ہیں۔ پیدائشی کھسرے اپنے قریبی عزیز رشتہ داروں کو ایسی رقم کا اصل حقدار تصور کرتے ہیں۔ جبکہ دو نمبر کھسروں سے نیکی کے مقاصد کے لئے رقم خرچ کرنے کی توقع رکھنا انتہائی فضول سوچ ہوگی۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ اگر کوئی دو نمبر کھسرا دوہری زندگی گزارتے ہوئے بال بچوں والا ہے تو وہ اپنے بیوی بچوں اور رشتہ داروں کی نظروں میں سرخرو ہونے کے لئے زکوٰۃ، فطرانہ، صدقہ، خیرات، گیارہویں شریف کے ختم کے علاوہ مساجد، مدارس، فقرا، غربا اور دیگر مقاصد کے لئے چندہ وغیرہ ضرور دے گا۔ ویسے نیتوں کا حال اللہ بہتر جانتا ہے۔ لیکن میں یہ ضرور کہنا چاہوں گا کہ اس قسم کے مقاصد کے لئے دو نمبر کھسرا برضا رغبت رقم خرچ نہیں کرتا۔ پیدائشی ہیجڑوں کی جانب سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا انحصار آمدن کے تناسب سے ہوتا ہے۔

میو ہسپتال لاہور کے میڈیکل سوشل ویلفیئر آفیسر محمد نعیم بھٹی کا کہنا ہے کہ میری اٹھارہ سالہ مدت ملازمت کے دوران آج تک ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ کسی کھسرے نے کسی قسم کا چندہ یا عطیہ دیا ہو۔ لیکن ساتھ ہی یہ کہنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ انہوں نے کبھی علاج معالجے کے لئے بھی رجوع نہیں کیا۔ اگر کھسرا زکوٰۃ، چندہ یا عطیہ وغیرہ نہیں دیتا تو پھر ایسی رقم سے علاج نہ کروا کر وہ جس اصول پسندی کا مظاہرہ کرتے ہیں اگر ہر شہری اس قسم کی اصول پسندی کا مظاہرہ کرے تو مسائل خود بخود حل ہو جائیں۔

زبردستی ٹیکس

ایک نمبر کھسرا ہو یا دو نمبر کھسرا اپنے ڈیرے پر آنے والے فقیر کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا۔ گرو اس معاملے میں سستی یا کوتاہی کو برداشت نہیں کرتے کہ دروازے پر کھڑا فقیر یا ضرورت مند دوسری

بار صدا دے اور چیلا ابھی تک گھر کے اندر موجود ہو۔ جونیئر کھسرے اسے زبردستی کا ٹیکس قرار دیتے ہیں۔ جبکہ گرو اور سینئر کھسرے فقیر کو خیرات دینے کو راہ نجات تصور کرتے ہیں۔ کھسرے فقیر کو خیرات صرف ضعیف الاعتقادی کے ہاتھوں مجبور ہو کر ادا کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ بندوں کا امتحان لینے کے لئے فقیر کے روپ میں دروازے پر دستک دیتا ہے۔ فقیر کو خیرات دینے سے متعلق کھسروں کے اندر یہ تصور سب سے عام ہے۔ جبکہ ایک پڑھے لکھے کھسرے کا کہنا ہے کہ کھسرے کی معاشرت پر ہندومت کے اثرات سب سے زیادہ ہیں۔ کھسرے مسلمان ہونے کے باوجود اس مذہب کے اصول وضوابط کو لاعلمی میں اپنائے ہوئے ہیں۔ فقیر کو خیرات دینے کی وجہ یہ ہے کہ ہندوؤں میں جوگی کے لباس میں پھرنے والا انسان بنیادی طور پر بھکاری ہوتا ہے۔ لیکن ان کے مذہبی عقائد کی وجہ سے جوگی کو بھگوان کے قریب سمجھا جاتا ہے۔ حقیقت میں ایسا ہے یا نہیں۔ اس بحث میں پڑے بغیر اگر ہم بغور جائزہ لیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ ہندو اپنے دروازے سے کسی جوگی کو خالی ہاتھ واپس نہیں کرے گا۔ اسی طرح کھسرے بھی فقیر کو بھیک ضرور دیتے ہیں۔ اگر کھسروں کو ان فقیروں کے ڈر سے آزاد کر دیا جائے تو میں دیکھتا ہوں کہ کتنے کھسرے فقیر کو بھیک دیں گے؟ اسی طرح کھسرے کو ایک اور ٹیکس بادل نخواستہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ ٹیکس بادل نخواستہ کی بات سن کر کھسرے اور ہمارے مابین جو سوال و جواب ہوئے وہ درج ذیل ہیں:

سوال: کھسرے اور ٹیکس ممکن نہیں؟

جواب: کیوں نہیں کھسرے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں

سوال: بھئی کیسے ہمیں تو یقین نہیں آتا؟

جواب: آپ کو علم ہے نا کہ کھسرے اپنی بچت بینک میں رکھتے ہیں۔

سوال: جی ہاں، لیکن اس سے زکوٰۃ کا کیا تعلق ہے؟

جواب: رمضان شریف کی آمد کے ساتھ ہی بینک اکاؤنٹ سے رقم منہا کر لیتا ہے۔ یہی وہ رقم ہے جو کھسرے بادل نخواستہ ادا کرتے ہیں۔

سوال: تو کیا کھسرے عام لوگوں کی طرح ماہ رمضان سے پہلے رقم نکلوا نہیں لیتے؟

جواب: کھسروں اور عام انسانوں میں یہی فرق ہے۔ عام آدمی دنوں کا حساب رکھتا ہے جبکہ کھسرا ایسا سوچ بھی نہیں سکتا ہے۔

مقدس ایام اور کھسرا

شب معراج النبویؐ، شب برات، جشن عید میلاد النبیؐ، رمضان شریف کے مقدس ایام، محرم

الحرام کے مقدس ایام، یا کوئی اور مقدس روز ہو تو طوائف ناچ گانے کا دھندہ کرنا تو دور کی بات وہ ان ایام میں عام لوگوں سے میل جول تک بند کر دیتی ہے۔ کیا کھسرے بھی ان مقدس ایام کے دوران جنسی تعلقات قائم کرنے سے باز رہتے ہیں؟ اس متعلق کئی کھسروں کا کہنا ہے کہ ہم بھی مسلمان ہیں۔ ایک کھسرے نے بتایا کہ وہ تو عیسائی مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔ جبکہ کھسروں کی اکثریت نے اس سوال کے جواب میں خاموش رہنے کو ترجیح دی۔ پیدائشی کھسروں نے مقدس ایام کی حرمت کی پاسداری کو اپنے لئے لازم قرار دیا۔ ایک پیدائشی کھسرے نے اپنی ذات کے حوالے سے قسم اٹھائی کہ وہ جنسی بے راہروی کا عادی نہیں۔ جبکہ ناچ گانے کا کام ایسے ایام میں جاری رکھنا میرے لئے کسی گناہ سے کم نہیں۔

دو نمبر کھسروں کے نزدیک جنسی تعلقات قائم کرنے کا مطلب ذہنی آسودگی بذریعہ جنسی تسکین اور مالی منفعت حاصل کرنے کے مترادف ہے۔ اس لئے وہ موقع ملتے ہی بدکاری کریں گے۔ کھسروں کے ایک عاشق نے بتایا کہ کھسرے عورت تو نہیں کہ انہیں ماہواری کی وجہ سے چند دن صبر کرنا پڑے۔ انہیں تو گاہک سے دلچسپی ہے وہ جہاں چاہے اور جیسے چاہے مل جائے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ وہ مقدس ایام میں جنسی تعلقات سے باز رہتے ہوں گے تو میرے نزدیک ایسا ممکن نہیں کیونکہ جو شخص اغلام بازی جیسا بدفعل فخریہ طور پر سرانجام دے اس سے آپ یہ کیسے توقع رکھ سکتے ہیں کہ وہ مقدس ایام میں جنسی تعلقات قائم نہیں کرے گا۔ ویسے بھی جب شہوت اور ضرورت انسان پر غالب آ جائے تو بڑے بڑے زاہد و عابد افراد گناہ کی دلدل میں پھنس جاتے ہیں۔ ایک ایسا فرد جس کی روزی روٹی اس فعل قبیح سے وابستہ ہو کس وجہ سے اپنا دھندہ بند کرے گا؟

تکلیف دہ ایام

کھسروں کی آمدن کا انحصار شادی بیاہ، بچے کی پیدائش، ختنہ، عقیقہ اور دیگر خوشی کی تقریبات سے وابستہ ہے۔ پیدائشی ہیجڑے بچت کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ اس لئے انہیں رمضان شریف کے مقدس ایام کے دوران انہیں کسی قسم کی مالی تنگی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ بلکہ اس مہینے کے دوران اصل کھسرے کو خدائے بزرگ و برتر کی عبادت کرتے ہوئے اپنے دنیاوی گناہوں کو بخشوانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے یہ کھسرے ماہ صیام کا بے تابی سے انتظار کرتے ہیں کہ کب اس کا آغاز ہو اور انہیں آرام کرنے کا موقع میسر آئے۔ ایک طرف ان مقدس ایام سے چند کھسرے خوش ہیں تو دوسری طرف دو نمبر کھسرے ماہ رمضان کی آمد کے ساتھ ہی بے

چین ہو کر رہ جاتے ہیں۔ دو نمبر کھسروں کے بقول رمضان شریف کے ایام ان کے لئے دکھ اور تکلیف کا باعث ہوتے ہیں۔ ایسا کیوں؟

کتاب کی ورق گردانی کرتے ہوئے آپ ان کھسروں کی زندگی، معمولات اور عادات و اطوار کے متعلق بہت کچھ جان چکے ہوں گے۔ اگر آپ سے اس سوال کا جواب پوچھا جائے تو آپ فوراً کہیں گے کہ ان ایام میں ان کی آمدن ختم ہو جاتی ہے۔ کسی حد تک آپ کا جواب درست ہوگا۔ لیکن اگر گہرائی میں جا کر اس سوال کا جواب تلاش کیا جائے تو ان ایام کا کھسروں کے لئے تکلیف دہ ہونے کا سبب ان کی عادت بد ہے۔ دو نمبر کھسرے بنیادی طور پر اغلام بازی کے مکروہ فعل میں بطور مفعول کردار ادا کرتے ہیں۔ بہت کم کھسرے ایسے ہوں گے جو بطور فاعل بھی جنسی لذت سے لطف اندوز ہونے کی صلاحیت سے مالا مال ہوں۔ ویسے بھی کھسرے آپس میں بہت کم جنسی تعلقات قائم کرتے ہیں۔ اپنی اپنی اس عادت بد کو پورا کرنے کے لئے انہیں روزانہ نہیں تو کم از کم دوسرے دن کسی شکار کی ضرورت ضرور ہوگی۔ ماہ رمضان شریف شروع ہوتے ہی برے سے برے افعال سرانجام دینے والے افراد اپنی عادتوں سے وقتی طور پر نجات حاصل کرتے ہوئے مسجدوں کا رخ اختیار کرتے ہیں۔ اور وہ شراب، چرس اور دیگر نشہ جات ترک کر دیتے ہیں تو ایسی صورتحال میں زنا جیسے قبیح اور مکروہ فعل سے بڑھ کر گناہ کبیرہ یعنی اغلام بازی کا سوچنا بھی محال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان ایام میں کھسروں کی طلب میں مارے مارے پھرنے والے لوگوں کی تعداد میں یکدم 95 فیصد تک کمی آ جاتی ہے۔ شکار نہ ملنے کے سبب کھسرے کی جو حالت ہوتی ہے اسے وہ خود بھی بیان نہیں کر سکتا۔ ہم کیا تحریر کریں۔ اسی لئے کھسروں کے نزدیک ماہ رمضان کے ایام ان کی زندگی کے سخت تکلیف دہ ایام قرار پاتے ہیں۔ اگر ایسے عالم میں ایک یا دو سے زائد کھسرے شکار کی تلاش میں مارے مارے پھریں تو شکار ملنے کی صورت میں کھسرے شکار کو کم پیسوں میں زیادہ سے زیادہ لطف فراہم کرنے کے بہانے مل کر بدفعلی کروائیں گے۔ اگر کھسرا مذہبی ایام میں عادت بد کنٹرول نہ کرتے ہوئے فحاشی پر آمادہ ہوں تو اکثر بلا معاوضہ بھی بطور مفعول اپنی خدمات پیش کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔

کھسرے کی بددعا

ہمارے ہاں یہ تصور عام ہے کہ انسان کو کھسرے کی بددعا سے بچنا چاہیے، شاید کھسرے کی بددعا کا ڈر ہی ہے کہ عام لوگ کھسرے کو چھیڑتے ہوئے ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کے باوجود چھیڑنے سے باز نہیں آتے۔ کھسرے کی بددعا کیا ہے؟ کھسرا بددعا

کیوں دے گا؟ کیا کبھی کسی کھسرے کی انسان کو دی گئی بددعا کارگر ثابت ہوئی؟ اس سلسلے میں دیہاتوں میں آباد لوگوں کی رائے اور شہروں میں آباد افراد کی رائے کم و بیش ایک جیسی ہے کہ کھسرے بددعا دیں تو اثر ضرور ہوتا ہے۔ اس کے متعلق کھسروں کا کہنا ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں۔ اگر کھسرے کی بددعا کارگر ہوتی تو پھر یقیناً اس کی دعا بھی کارگر ثابت ہوگی۔ لیکن بدقسمتی سے دوسروں کو بددعا دینے والا کھسرا اپنے لئے کوئی دعا قبول نہیں کروا سکتا۔ وگرنہ دعاؤں کے زور پر تمام کھسروں نے آج باقاعدہ عورت کا روپ دھار لینا تھا۔ ویسے بھی جو شخص احکام الٰہی کی پیروی نہیں کرتا اس کی بددعا میں کیا خاک اثر ہوگا؟ یہ کہنا ایک ایسے کھسرے کا ہے جو لوگوں کو بددعائیں دینے میں بہت مشہور ہے۔

کھسروں کی سماجی زندگی میں لازمی حیثیت سے شریک ایک فرد کا کہنا ہے کہ بعض علاقوں میں کھسرے کو مذہبی تقدس حاصل ہو چکا ہے۔ مثلاً اگر آپ اندرون سندھ کے دیہاتی علاقوں کا دورہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہاں پیدائشی ہیجڑے کو سید کے برابر مقام دیا جاتا ہے۔ اگر کوئی سیدزادہ کسی کے گھر چلا گیا تو گھر والے زمین پر بیٹھ کر اسے چارپائی پر بٹھائیں گے۔ بالکل ایسے ہی اگر کوئی پیدائشی ہیجڑہ گھر آ جائے تو گھر والے اسے سر پر بٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ گھر میں پیدائشی ہیجڑے کی آمد نیک فال تصور کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ کھسرے سے خیر و برکت کے لئے دعائیں بھی کروائیں گے۔ کھسرے کو اتنا بلند مقام دیئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نفس سے محرومی کے بعد انسان برائیوں سے خود بخود دور ہو جاتا ہے۔ حقیقت میں ایسا ہے یا نہیں۔ اس بحث میں پڑے بغیر آپ اس امر کا جائزہ لیں کہ کھسرے نے عام سماجی زندگی سے ہٹ کر ایک ایسی دنیا تشکیل دی ہے جہاں عام آدمی کا گذر ممکن نہیں۔ اسرار میں چھپی اس زندگی کی بناء پر عام لوگ کھسرے کو عجیب سی مخلوق تصور کرتے ہیں۔ جبکہ کھسروں نے زمانے کی دست برد سے محفوظ رہنے کے لئے خود اپنے متعلق مختلف کہانیاں گھڑ کر لوگوں کو سنانا شروع کر دی ہیں کہ لوگ ان کے قریب بھی نہ پھٹکیں۔ کھسرے کی بددعا اور اس کے اثر پذیر ہونے کے متعلق عام لوگوں کا رویہ ضعیف الاعتقادی اور توہمات کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ کھسروں کی بددعائیں اثر پذیر ہونے کے متعلق ایک اور کھسرے کا کہنا ہے کہ جیسے ہر معاشرے میں اچھے برے لوگ موجود ہیں اسی طرح کھسروں میں بھی اچھے برے لوگ پائے جاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کسی اچھے اور نیک کھسرے کی بددعا کسی کو لگ گئی ہو۔ لیکن ایسا ممکن نہیں کیونکہ نیک اور پارسا کھسرا کسی کو بددعا نہیں دے سکتا۔

کھسرے کا محبوب

گریہ، پارک، عاشق، ان تینوں الفاظ کو سنتے ہی یہ تصور جاگتا ہے کہ یہ لوگ کھسرے کے چاہنے والے مرد کے مختلف روپ ہیں۔ لیکن کیا کبھی آپ نے یہ بھی سنا کہ فلاں لڑکا فلاں کھسرے کا محبوب ہے۔ کھسروں کے نزدیک محبوب سے محبت کرنے والا پاگل قرار پائے گا۔ کھسروں کے بقول محبوب کو پتہ چل جائے کہ کھسرا مجھ پر مرتا ہے تو پھر وہ بہت مہنگا پڑتا ہے۔ وہ دور بھاگے گا۔ کھسرا اپنے نزدیک لانے کے لئے تمام حیلے بہانے استعمال کرے گا۔ محبوب کی رفاقت حاصل کرنے کے لئے کھسرے کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اگر انہیں عام آدمی محسوس کرے تو وہ ایسے محبوب کے مقدر پر رشک کرے۔ کھسرے بتاتے ہیں کہ بہت سی سہیلیاں اپنے پسند کے لڑکوں کی وجہ سے ذلیل و خوار ہو رہی ہیں۔ لیکن وہ بے چاریاں کریں کیا؟ محبوب کے بغیر جینے کا تصور بھی تو نہیں کیا جا سکتا۔ محبوب کے حوالے سے کھسروں کی زندگی میں مختلف روایات اور کہانیاں گردش کرتی ہیں۔ جن کی تفصیل بیان کرنا ممکن نہیں۔ اس لئے اختصار پر انحصار کرنا ہوگا۔

طوائف اگر کسی کو پیار اور محبت سے نوازتی ہے تو پھر وہ یہ نہیں دیکھتی کہ محبوب مجھے کھلا پلا سکتا ہے یا نہیں محبوب ہونے کی صورت میں طوائف سب کچھ اسے سونپ دیتی ہے۔ خواہ اس کی جان ہی کیوں نہ ضائع ہو جائے۔ جب کبھی کھسرے کا دل کسی لونڈے پر آ جائے تو پھر وہ بھی سب کچھ بھلا کر محبوب کی مرضی کے مطابق زندگی گذارنے کی کوشش کرے گا۔ اس قسم کے محبوب کھسروں کی دنیا میں پہلی نظر کے عشق کا نتیجہ قرار دیئے جاتے ہیں۔ اگر محبوب کھسروں کا چاہنے والا ہے تو کھسرے کی خوشی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اگر محبوب کھسروں سے گریزاں رہتا ہے تو پھر کھسرے کو اپنا محبوب حاصل کرنے میں کافی دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر محبوب کھسرے کی نظروں سے دور چلا جائے تو کھسرا اس کے پیچھے پیچھے جائے گا۔ اگر کھسرے کو محبوب کا پیچھا کرتے ہوئے مالی نقصان بھی برداشت کرنا پڑے تو بخوشی برداشت کرے گا۔ جبکہ کئی واقعات تو ایسے بھی سننے میں آئے ہیں کہ کھسرے نے اپنے محبوب کی ناراضگی اور دوری کے باوجود اس کی مالی مدد کی۔

ہمیں ایک کھسرے نے بتایا کہ اس کی ایک سہیلی گل کو پاک پتن میں چنن پیرؒ کے عرس کے موقع پر ایک لڑکا بہت پسند آیا۔ گل نے اس لڑکے سے رابطہ بڑھا کر اس کا پتہ وغیرہ حاصل کیا۔ عرس کے بعد گل اسے ملنے اس کے گاؤں مردانہ بھیس میں پہنچا، اس نے لڑکے سے اظہار الفت کیا تو لڑکے نے غصے میں آ کر اسے مارا پیٹا اور وہاں سے بھگا دیا۔ گل واپس آ کر بہت روئی چیخی چلائی۔ اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد ہم دونوں اس کے گاؤں گئے تو پتہ چلا کہ وہ لڑکا دفعہ 307 کے

ایک مقدمہ میں گرفتار ہو کر ساہیوال جیل میں قید ہے۔ اس کے غریب والدین کے پاس اتنی سکت نہیں کہ وہ اس کی ضمانت کروا سکیں۔ جبکہ متاثرہ پارٹی پیسے لے کر صلح کرنے پر بھی آمادہ ہے۔ لڑکے کی جیل میں موجودگی کا فائدہ اٹھا کر ہم نے اسے اپنا دوست ظاہر کر کے اس کے والدین سے ملاقات کی اور انہیں پیش کش کی کہ اگر وہ چاہیں تو ہم سے پیسے لے کر متاثرہ پارٹی کو دے دیں۔ قصہ مختصر ہم وہاں دو دن ٹھہرے۔ ہم نے دوسری پارٹی کو پیسے دے کر صلح نامے پر دستخط کروا لئے۔ جس کے بعد ہم انہیں اپنا پتہ دے کر لاہور واپس آ گئے۔ کچھ دنوں بعد وہ لڑکا جیل سے چھوٹ کر لاہور ہمیں ملنے آیا۔ جب اس نے گل کو دیکھا تو کہنے لگا کہ اگر مجھے پتہ چل جاتا تو میں والدین کو تمہاری مدد لینے سے منع کر دیتا۔ بہر حال جو رقم تم نے ادا کی وہ بہت جلد تمہیں لوٹا دوں گا۔ گل نے اسے کہا کہ میں نے جو رقم تمہارے والدین کو دی وہ واپس لینے کے لئے نہیں تھی اور نہ ہی اس کے بدلے میں تمہاری محبت کی طلبگار ہوں۔ تم مجھے اچھے لگتے ہو تم پاتال میں بھی چھپ جاؤ تو میں تمہیں ڈھونڈھ نکالوں گی۔ تمہارا دکھ میرا دکھ ہے۔ خواہ تم مجھے اپنے سکھ میں شریک نہ کرو۔ بہر حال وہ لڑکا گل کی محبت کو ٹھکرا کر واپس چلا گیا۔ آج بھی گل اسے چاہتی ہے۔ اس سے پیار کرتی ہے۔ اس کے سائے کی طلبگار ہے۔ لیکن وہ کٹھور مانتا ہی نہیں۔ لیکن ایک بات ہے کہ اگر اب کبھی گل اس کے گاؤں جائے تو اس کے والدین اسے بہت پیار اور محبت سے ملتے ہیں۔

آپ نے اندازہ کر لیا ہوگا کہ کھسرے محبوب کا قرب پانے کے لئے کیا کچھ کر سکتے ہیں۔ لیکن بعض صورتوں میں محبوب کا تصور کھسرے کچھ اور لیتے ہیں۔ اگر انہیں کوئی لونڈا جنسی لذت کے حوالے سے پسند آئے تو اس کے آگے پیچھے مارے مارے پھرتے ہیں۔ اور کوشش کریں گے کہ وہ انہیں اپنی محبت سے نواز دے۔ اگر لونڈا ایسا نہ کرے تو کھسرے انتقاماً اپنے دوستوں کو ساتھ شامل کر کے اس لڑکے کا جینا محال کر دیتے ہیں۔ اکثر کھسرے اپنے ایسے عاشقوں سے جنسی لذت حاصل کرنے کے بعد دوبارہ انہیں کبھی نہیں ملیں گے۔ کیونکہ اب اگر اسے ان کی ضرورت ہے تو وہ خود ان کے پاس چل کر آئے۔ کھسروں کی زندگی کے حوالے سے محبوب کا دوہرا معیار تو آپ نے محسوس کر لیا لیکن یہ بات آپ کے لئے یقیناً حیران کن ہوگی کہ کھسرے اپنے محبوب کو کسی دوسرے کے ساتھ ملتے جلتے دیکھ کر اپنے رقیب کو نقصان پہنچانے سے ہرگز باز نہیں آئیں گے۔

کھسرے اور اجتماعیت

کہنے والے کہتے ہیں کہ کھسروں نے اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے کوئی تنظیم نہیں بنا رکھی۔ نہ وہ ایسا کر سکتے ہیں کیونکہ انہیں شعور نہیں۔ اگر کھسروں کی زندگی اور میل جول کا بغور جائزہ

لیں تو پتہ چلتا ہے کہ کھسروں سے زیادہ مضبوط تنظیم اور اجتماعی طور پر کام کرنے کے تصور کا حامی کوئی دوسرا گروہ نہیں۔ کھسروں کے نزدیک انسان کی بھلائی اور ترقی اس راز میں مضمر ہے کہ وہ اجتماعی دھارے میں رہ کر اپنے مفادات کی نگرانی کریں۔ اجتماعیت پر عمل کرنا کسی بھی معاشرے، گروہ، قبیلے اور برادری کے لئے سب سے ضروری ہوتا ہے۔ صدیوں سے انسان اپنے مفادات کو اجتماعی کوششوں کے ذریعے پورا کر رہا ہے۔ اجتماعیت کے تصور میں سربراہی کا حق ایسے شخص کو ہے جو سب سے بہتر عقلمند اور ذی شعور فرد ہے۔ اور جو شخص اس منصب تک پہنچ جائے اس کا حکم ماننا ہر پیروکار کے لئے ضروری ہے۔ کھسروں کی زندگی میں یہی وہ پہلو ہے جو انہیں ایک منظم صورت میں فرد کی حیثیت سے نکال کر مکمل گروہ میں تبدیل کر دیتا ہے۔ کھسرے ایک شخص کے تابع کیوں بنتے ہیں؟ شاید اس لئے کہ انہیں ان کے اپنوں نے ٹھکرا دیا۔ لیکن انہیں اپنوں کی ضرورت ہے اور اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے وہ ایک سے دو، اور دو سے تین ہو کر اپنا امیر یعنی ماں انتخاب کرتے ہیں۔ اور جب ماں کا انتخاب ہو جائے تو پھر اجتماعی صورت میں کام شروع ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کھسروں نے ایک گھر میں اکٹھا رہنا ہے تو مکان کی تلاش کا کام ماں کرے گی۔ اور گھر بننے کے بعد وہاں کے اصول و ضوابط بالکل وہی ہوں گے جو صدیوں سے ان کے آباؤ اجداد اپناتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کھسرے کی نجی زندگی کے متعلق جاننے کی ہر کس و ناکس کو خواہش ہے۔ جس طرح عام آدمی اپنے گھریلو مسائل کو روزمرہ کی زندگی میں زیر بحث نہیں لاتا بالکل اسی طرح کھسرا بھی عام آدمی سے اپنی زندگی کو چھپانے میں کامیاب رہتا ہے۔ کھسروں کے نزدیک نجی زندگی کی رازداری سے حفاظت کرنا سب سے اہم کام ہے۔ اسی بناء پر کھسرے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم عورت اور مرد کی نسبت گھر چلانے کی بہتر صلاحیت رکھتے ہیں۔ کھسرے غریب ہوں یا امیر، خوبصورت ہوں یا بدصورت، آپس میں ناراض ہوں یا راضی کسی بھی حالت میں اپنے گھر کی خبر کسی کو نہیں دیں گے۔ نہ ہی اپنے گھریلو معاملات کو چلانے کے لئے کسی سے مدد طلب کریں گے۔ یہاں تک کہ کھسروں کے گھروں میں کام کرنے والے ملازمین بھی کھسروں کی نجی زندگی، مالی معاملات اور دیگر امور کے متعلق زیادہ معلومات حاصل نہیں کر پاتے۔ زیر نظر کتاب کی تیاری کے دوران کھسروں کے متعلق حقائق جاننے کے لئے ہمیں بھی بہت زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اور جیسے جیسے ہم ان کے قریب ہوتے چلے گئے کھسرے بات چیت کرنے کے معاملے میں اسی قدر محتاط ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ کھسروں سے اس سلسلہ میں پہلی ملاقات کے بعد صرف دو ہفتوں کے دوران اکثر کھسروں کو اس بات کا پتہ چل گیا تھا کہ چند لڑکے کھسروں سے عجیب و غریب باتیں کرتے پھر رہے ہیں۔ یہ ایسے سوالات تھے جن کا جواب ہم آج تک نہیں جان.

سکے۔ لیکن اس بات سے اس امر کی تصدیق ہوئی کہ بے شک کھسروں کے گرو ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہوں یا حالت امن میں، دونوں صورتوں میں وہ ایک دوسرے کے مفادات کی بیرونی عناصر سے حفاظت لازماً کریں گے۔ خواہ اس میں ان کا اپنا نقصان ہی کیوں نہ ہو؟ اور یہی چیز ثابت کرتی ہے کہ کھسرے ایک مکمل تنظیم ہیں۔

کھسروں کا جائیداد میں حصہ۔ والدین اور معاشرہ

اکثر سننے میں آتا ہے کہ والدین اپنے ایسے بچوں کو جائیداد میں سے کوئی حصہ نہیں دیتے جو انہیں چھوڑ کر کھسروں کی زندگی میں مکمل طور پر داخل ہو جائیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ والدین کھسروں کو جائیداد میں سے حصہ نہیں دیتے۔ ویسے بھی والدین کے مرجانے کے بعد دوسرے بہن بھائی اپنے ہیجڑے بھائی یا بہن کو والدین کے جنازے کو چھونے کی اجازت نہیں دیتے کجا وہ انہیں جائیداد میں سے حصہ دیں لیکن چند واقعات ایسے بھی منظرِ عام پر آئے ہیں جن میں والدین نے اپنے ہیجڑے بچوں کو بھی جو عورت کے روپ میں ناچ گانے کا کام کرتے ہیں جائیداد کا وارث بنایا۔ اسی قسم کا ایک کھسرا راج گڑھ لاہور میں آباد ہے جس کے والدین اس کے لئے کروڑوں روپے کی جائیداد چھوڑ کر مرے وہ ہیجڑا اپنے والدین کی دولت پر انتہا درجے کی خوشحال اور عیاشی پر مبنی زندگی گزار رہا ہے۔ کتے، بلیاں، طوطے اور دیگر ایسے کئی جانور اس نے پال رکھے ہیں جن کی خوراک پر روزانہ ہزاروں روپے کے اخراجات اٹھتے ہیں اس طرح پاک پتن میں محلہ خانپور کے رہائشی کھسرے کو اپنے والدین کے آبائی مکان میں سے حصہ ملا اور اس نے اپنے والدین کے مکان میں پوری زندگی گذاری۔ اس حیثیت میں اس نے ذات برادری سے لین دین بھی برقرار رکھا۔ جبکہ دو نمبر کھسروں میں سے اکثر کی زنانہ پن پر مبنی زندگی کا ان کے والدین اور عزیز و اقارب کو پتہ نہیں۔ اس لئے وہ اپنے والدین کی جائیداد میں سے حصہ لیتے ہیں۔ کھسروں کا کہنا ہے کہ والدین کی جائیداد میں سے حصہ لینا ان کے نزدیک پسندیدہ فعل نہیں۔ ویسے بھی ہم ان سے لاڈ کیسے جتائیں جنہوں نے ہمیں پیدائشی طور پر نامردی کی وجہ سے گھر میں رکھنا پسند نہیں کیا۔ آپ کو شاید علم نہیں کہ پیدائشی کھسرا عزت، انا اور ضد کے سامنے کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ یہ تو الگ بات ہے کہ آج دو نمبر کھسروں کی وجہ سے ہم راندہ درگاہ ہو چکے ہیں۔ کہ ہمیں بیکس درکر سمجھا جاتا ہے۔ ان کے بقول کھسرا اگر بھوکا ہے تو وہ بھوکا رہنا پسند کرے گا لیکن ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ وہ والدین یا اپنے کسی بھائی سے بھوک مٹانے کے لئے کچھ مانگنے جائے۔

حافظ آباد کے رہائشی ایک پیدائشی کھسرے کا کہنا ہے کہ ہم تین بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ میں

بھائیوں میں سب سے چھوٹا اور بہنوں سے بڑا ہوں۔ میرے والدین نے ہمارے لئے لاکھوں کی جائیداد ورثہ میں چھوڑی۔ اس جائیداد میں سے میرے بھائیوں نے مجھے پھوٹی کوڑی تک نہیں دی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک مجھے ان چیزوں کی ضرورت نہیں۔ مجھے ضرورت کیوں نہیں؟ کیا میں انسان نہیں؟ کیا مجھے بھوک نہیں لگتی؟ کیا میں کپڑے نہیں پہنتا؟ کیا میں سفر نہیں کرتا؟ کیا مجھے سردی نہیں لگتی؟ کیا میں بیمار نہیں ہوتا؟ چلیں اس کے باوجود میرے بھائیوں نے مجھے آبائی جائیداد میں سے حصہ نہیں دیا لیکن کیا میرا یہ حق بھی نہیں تھا کہ وہ مجھے والد صاحب کی موت کی اطلاع دیتے۔ آپ سوچیں کہ اس وقت مجھ پر کیا بیتی ہوگی جب میرے علم میں آیا کہ میرے والد صاحب کو فوت ہوئے ڈیڑھ سال کا عرصہ بیت چکا ہے۔ ڈیڑھ سال بعد میں گھر آیا تو بھائیوں نے حال پوچھنا تو درکنار سلام تک نہیں کیا؟ آخر کیوں؟ کیا میں خود ہیجڑا یا نامرد پیدا ہوا تھا۔ مجھے خدا نے ایسا پیدا کیا۔ اس کی مرضی کے آگے میرا کیا زور۔ میں تو اپنے خدا سے شکوہ بھی نہیں کر سکتا؟ کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟ میں تو اس بات پر بھی شکوہ کی ہمت نہیں رکھتا کہ اگر مجھے ہیجڑا بنایا تھا تو پھر میری قسمت ایسی کیوں بنائی کہ میں اپنوں ہی کی نظر میں غیر ہو گیا۔ کہ میرا سگا بھائی کلام کرنے کا روادار نہیں۔ دو نمبر کھسروں کی جانب سے اس قسم کا شکوہ نہیں آیا۔ ان میں سے اکثر کھسرے ایسے گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں جو مالی طور پر انتہائی غریب یا متوسط طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ جبکہ امیر ترین گھرانوں کے بچے دوہرا روپ اختیار کر کے زندگی بھرپور طریقے سے گذار رہے ہیں۔ لیکن اگر کسی کھسرے کا گرو مر جائے اور اسے گرو کا عہدہ ملے تو وہ گرو کی تمام منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کو سنبھالے گا۔

کھسرے یا تو اپنے والدین کی جائیداد میں سے حصہ نہیں مانگتے یا انہیں ملتا نہیں۔ ہر دو صورتوں میں معاشرتی زیادتی سامنے آتی ہے۔ لیکن اس پر احتجاج کرنے والا کوئی نہیں۔ یہاں تک کہ کھسرے بھی احتجاج نہیں کرتے نہ ہی وہ عدالتوں سے رجوع کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کھسروں کے دلوں میں اپنے خاندانوں اور عزیز و اقارب کے حوالے سے محبت کا جذبہ ختم نہیں ہوتا۔ وہ اپنے عزیز بچوں اور بچیوں کے مستقبل اور خاندان کو لوگوں کے طعن و تشنیع سے بچانے کے لئے عدالتوں میں جانے سے گریز کرتے ہیں۔ لیکن اگر گرو کی جائیداد اور مال میں سے والدین، بہن بھائی حصہ مانگنے آئیں تو مرنے والے گرو کے چیلے شدید مزاحمت کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ تمام حوالوں سے ان کے ساتھ جنگ کرنے کو بھی تیار ہوتے ہیں۔ کیا کبھی کسی کھسرے کے مرنے کے بعد اس کی جائیداد کا والی وارث بن کر اس کے بہن بھائی منظرِ عام پر آئے۔ یہ ایک تحقیق طلب امر تھا۔ ہم نے بہت سے وکلاء سے یہ سوال کیا کہ آپ کے علم میں کوئی ایسا واقعہ ہے تو

ہر طرف سے جواب نفی میں تھا۔ نہ ہی کھسروں کی جانب سے اس قسم کا کوئی اشارہ ملا کہ ایسا کوئی واقعہ وقوع پذیر ہوا ہے۔ اگر کبھی ہوا بھی تو کھسرے ہم سے معاملات چھپانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اسی سوال کے جواب کی تلاش میں ہم سیشن کورٹ لاہور میں شمیم خٹک ایڈووکیٹ کے چیمبر میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے تو انہوں نے بتایا کہ میں پہلے فیصل آباد میں پریکٹس کرتی تھی۔ وہاں ہمارے ایک بزرگ وکیل چوہدری صلاح الدین نے کھسروں کا ایک مقدمہ لڑا تھا ان سے معلومات حاصل کر کے بتاؤں گی کہ اس مقدمہ کی نوعیت کیا تھی؟ ہمارے پرزور اصرار پر شمیم خٹک ایڈووکیٹ فیصل آباد خود گئیں۔ ان کی واپسی پر ہمیں جو جواب ملا اسے سن کر ہمیں بہت خوشی ہوئی کہ چلو ایک ایسا کیس مل گیا جس میں کھسرے کے مرنے کے بعد اس کی جائیداد کے دعویدار اس کے بھائی بنے، اور انہوں نے اپنے بھائی کی جائیداد پر قبضہ بھی کر لیا۔ کھسرے کے خاندان کو بدنامی سے بچانے کے لئے ہم ان کا نام پتہ شائع کرنے سے گریز کر رہے ہیں۔

واقعہ کچھ یوں ہے کہ فیصل آباد کا ایک رہائشی کھسرا جسے بچپن میں ہی گھر سے نکال دیا گیا تھا۔ اس نے ایک گرو کے پاس اپنی پوری جوانی گذار دی۔ گرو کے مرنے کے بعد وہ گدی کا وارث بنا۔ وہ کھسرا راتوں رات دولت میں کھیلتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ لاکھوں کی جائیداد کا مالک بن گیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے بھائیوں نے اس کی جائیداد پر قبضہ کرنا چاہا تو معاملہ بگڑتا گیا یہاں تک کہ کھسرے کے چیلے کو گرو کی جائیداد کے حصول کے لئے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑا۔ یہ وہی بھائی تھے جو مرنے والے کی زندگی میں اس سے ملنا جلنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اگر کبھی بھائیوں کا آمنا سامنا ہو گیا تو معاشرے کے معزز افراد نے اپنے کھسرے بھائی سے نظریں چرا کر راستہ بدلنے کو ترجیح دی۔ لیکن لالچ نے ان کو بھائی کی موت کے بعد اس کا وارث بننے پر مجبور کر دیا۔ وہ اس کی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد پر قبضہ کر کے اپنا مستقبل خوشحال بنانے کی جدوجہد کا سوچنے لگے۔ معاملہ جب سول جج کی عدالت میں پہنچا تو دوران سماعت بہت سے دلچسپ واقعات پیش آئے۔ جن کی تفصیل تحریر کرنا ممکن نہیں۔ لیکن یہ پہلو بہت زیادہ قابل غور ہے کہ عدالت نے کھسرے کے بھائیوں سے پوچھا کہ تم نے بھائی کی زندگی میں اسے کیا دیا؟ کیا تم اس سے ملنا جلنا پسند کرتے تھے؟ کیا وہ تمہارے گھر آتا تھا؟ جواب نفی میں پا کر عدالت نے جو فیصلہ دیا اس میں یہ ریمارکس بھی دیئے کہ کھسرے معاشرہ کے مسترد شدہ لوگ ہیں۔ انہیں تنگ کرنا جائز نہیں۔ قانونی بنیادوں پر کورٹ نے کیا فیصلہ دیا۔ اس پر بحث کرنا ہمارے نزدیک درست نہیں لیکن یہ لکھنا ضروری ہے کہ عدالت نے کھسرے کی جائیداد کا وارث اس کے چیلے کو قرار دیتے ہوئے اسے جائیداد کا انتظام و انصرام سنبھالنے کی ہدایت کی۔ عدالت کے فیصلے کے خلاف اپیل بھی ہوئی

جسے مسترد کر دیا گیا۔ اس فیصلے میں یہ بھی تحریر کیا گیا کہ آئندہ کھسروں کو عورت کی نسبت سے (SHE) کی بجائے مرد کی نسبت سے (HE) کہہ کر لکھا اور پکارا جائے گا۔

انسانی فطرت کو سمجھنا کبھی بھی آسان نہیں رہا۔ انسانی فطرت کے حوالے سے لاکھوں کتابیں، مضامین لکھے جا چکے لیکن کوئی بھی مصنف حتمی رائے قائم نہیں کر سکا۔ اسی طرح کھسروں کے حوالے سے معاشرتی رویوں کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ کھسرے کو انسان نے ہمیشہ اپنے مطلب کی نگاہ سے دیکھا۔ اگر وہ اس کے لئے فائدہ مند ہے تو مالی مفاد کا حقدار بھی ہوگا۔ اگر نقصان دہ ہے تو مالی فائدہ پہنچنے کا کوئی امکان نہیں۔ اگر انسان کے لئے کھسرا فائدہ مند اور سودمند ثابت ہو سکتا ہے تو وہ اس کی خوشامد سے بھی گریز نہیں کرے گا۔ لیکن کبھی ایسا نہیں ہوتا ہے۔

ملتان کے ایک خوشحال خاندان کا لڑکا پیدائشی طور پر نامرد تھا۔ خاندان والوں نے بچے کو کھسروں کے ماحول سے دور رکھنے کی بہت کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ جس کے بعد انہوں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ لیکن اس کے والدین چوری چھپے کھسرے گرو کی مدد سے اپنے بچے کی مالی مدد کرتے رہے۔ کھسرا یہ سمجھتا رہا کہ اسے ملنے والی رقم گرو دیتا ہے۔ لیکن جب ماں باپ کے مرنے کے بعد اس کے علم میں یہ بات آئی تو وہ بہت رویا۔ اور گرو سے اس زیادتی پر احتجاج بھی کیا کہ اس نے میرے لئے مدد کیوں قبول کی؟ گرو نے کہا کہ میں تمہارے والدین کے خلوص سے متاثر تھا۔ انہی دنوں اس کا گرو مر گیا تو وہ خود گرو بن گیا۔ لیکن اس نے اپنے پاس کسی چیلے کو نہیں رکھا۔ اس نے لاکھوں روپے کی جائیداد بنائی۔ بعد ازاں اس نے ایک روز اپنے خاندان والوں سے رابطہ کیا کہ وہ والدین کی یاد میں سکول یا خیراتی ادارہ قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس سلسلے میں میری جانب سے مالی مدد قبول کرو۔ بھائیوں نے جواب دیا کہ تمہارے اس جذبے کو ہم سراہتے ہیں لیکن تمہاری مدد قبول کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں۔ اگر والدین زندگی میں تم سے کچھ لیتے تو ہم ضرور قبول کرتے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا تو اب ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ ہاں تمہاری خواہش کے مطابق ان کی روح کے ایصال ثواب کے لئے ضرور کوئی ادارہ قائم کریں گے۔ ملتان کے اس کھسرے نے اپنے بھائیوں کا جواب سن کر ان کی بہت منت سماجت کی کہ وہ اس کا مال قبول کر لیں۔ وہ اس لئے ایسا کہہ رہا ہے کہ اس کے پاس یہ صلاحیت نہیں ہے کہ وہ خود ادارہ بنا سکے۔ لیکن بھائی نہیں مانے۔ جس کے بعد اس نے اپنی ساری جائیداد ایدھی ٹرسٹ میں جمع کرا دی۔ ایسا کرنے کے بعد وہ کھسرا چند روز زندہ رہا۔

کھسرے اور معاشرتی مقام

شہرت ہر انسان کی خواہش اور منزل ہے لیکن یہ ہر کسی کے حصے میں نہیں آتی۔ لیکن شہرت کے خواہشمند لوگ شہرت حاصل کرنے کے لئے بہت سے طریقے تلاش کرتے ہیں۔ ان میں سے چند طریقے کارگر اور کئی ناکام رہتے ہیں۔ کھسروں کے اندر شہرت حاصل کرنے کی خواہش مرد و خواتین دونوں طبقوں سے زیادہ ہے۔ لیکن ان کی زیادہ شہرت ہو نہیں پاتی جس کا انہیں بہت افسوس ہوتا ہے۔ ایک کھسرے میرا کا کہنا ہے کہ میں فلمسٹار میرا سے زیادہ خوبصورت ہوں۔ لیکن فلم والے مجھے لفٹ نہیں کراتے۔ سب میرا کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔ ہم نے اس سے کہا کہ تم بھی میرا کی طرح کام کر کے دکھاؤ تو فلم والے تمہیں پکڑ لیں گے تو وہ کہنے لگا کہ شہرت ہو گی تو کام ملے گا؟ اس نے بتایا کہ شہرت حاصل کرنے کے لئے اس نے کئی بار کوشش کی کہ وہ اخبار یا رسالوں میں اپنی تصویر چھپوائے لیکن ایسا نہیں ہو سکا کیونکہ اخبار والے کہتے ہیں کہ تم کرتے کیا ہو کہ تمہاری تصویر چھاپی جائے۔ حالانکہ اگر اخبار والے چاہیں تو میری تصویر کو بآسانی چھاپ سکتے ہیں۔ کہ کسی مسئلے پر میری رائے طلب کر لی جائے۔ کھسروں کی اکثریت شہرت کی بھوکی اور شہرت کے حصول کے لئے وہ جائز ناجائز ذرائع بھی اختیار کرتے ہیں۔ اکثر کھسرے اپنے متعلق خود ہی کوئی جھوٹی کہانی گھڑ دیتے ہیں جس کے بعد وہ اپنے مخصوص حلقوں میں زیر بحث آ جاتے ہیں۔ لیکن یہ مخصوص حلقہ ان کی مالی ضروریات تو پوری کر سکتا ہے انہیں شہرت دے کر عوام میں مقبول نہیں بنا سکتا۔ کھسروں کے نزدیک شہرت حاصل کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ ایسا کرنے سے ان کے شعبے میں دلچسپی رکھنے والے لوگ خود بخود ان کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ ایک کھسرے نے بتایا کہ شہرت کی ضرورت ہر کسی کو ہوتی ہے۔ لیکن شہرت حاصل کرنے کا انداز مختلف ہوتا ہے۔ آج کل شہرت کا باعث ٹی وی، ریڈیو اور اخبارات و جرائد ہیں۔ ان شعبوں نے ہمیں مسلسل نظر انداز کیا ہے۔ حالانکہ وہاں پچاس فیصد ایسے لوگوں کے متعلق لکھا اور بولا جاتا ہے جنہوں نے جائز ناجائز ذرائع سے دولت حاصل کی۔ اگر دولت ہی خبر کا معیار ہے تو پھر ہاشم کھسرے کی خبر کیوں نہیں؟ جو ایک رات میں لاکھوں روپے کماتا ہے۔ چندا کا ذکر کیوں نہیں جو لاکھوں لوگوں کو لاکھوں کا چونا لگاتا ہے۔ بے شک اچھے الفاظ میں نہ سہی برے الفاظ میں سہی ہمارا ذکر تو کیا جائے ہمیں دنیا کے سامنے تو لایا جائے۔ اگر عندلیب کا حبیب محسن کے ساتھ سکینڈل منظر عام پر آ سکتا ہے تو ہمارا کیوں نہیں؟ کھسروں کا شہرت حاصل کرنے کا یہ انداز ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ لیکن کیا کریں لکھنا وہی ہے جو کھسروں نے بتایا۔ کھسروں کی خواہش ہے کہ وہ بھی معاشرے میں اعلیٰ و ارفع مقام

حاصل کریں۔ سیاست، کھیل، شوبز، تعلیم اور دیگر شعبوں میں ان کا نام ہو۔ ایسے لوگ پیدائشی کھسروں میں موجود ہیں لیکن وہ ڈرتے ہوئے اپنا آپ لوگوں پر ظاہر نہیں کرتے۔ کہ کہیں لوگ پتھر نہ ماریں۔ اور جو پتھر کھانا چاہتے ہیں انہیں کوئی پوچھتا نہیں۔ فیصلہ اب آپ خود کریں کہ کھسروں کو شہرت کیسے مل سکتی ہے؟

ضعیف الاعتقادی

کھسرے روحانی علوم یا ہاتھ کی لکیروں، جادو ٹونہ اور نجومیوں کی پیشین گوئیوں پر پاگل پن کی حد تک یقین رکھتے ہیں۔ محبوب کو اپنے قدموں میں ڈھیر کرنے کے لئے اکثر کھسرے مختلف عاملوں کی خدمت میں حاضر ہو کر بے وقوف بنتے ہیں۔ اگر آپ کو ہاتھ کی لکیریں پڑھنے کا علم "پامسٹری" آتا ہے تو پھر آپ انہیں بآسانی بے وقوف بنا سکتے ہیں۔ ہاتھ کی لکیروں کو پڑھ کر آپ نے ان کی سوچ کے مطابق راہنمائی کی تو وہ آپ کی ہدایات پر سختی سے عملدرآمد کرتے ہوئے بار بار آپ سے ملیں گے۔ اگر آپ ایک کھسرے کو نفسیاتی طور پر رام کرنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر یقین جانئے کہ بہت کم وقت میں کئی کھسرے آپ کو ہاتھ دکھانے آئیں گے۔ کھسرے نجومیوں، عاملوں، جادوگروں اور اس قسم کے دیگر شعبدہ بازوں کے ہاتھوں جس بے دردی سے لٹ رہے ہیں اس کا اندازہ لگانے کے لئے درج ذیل واقعات کافی ہیں۔

زیبی نامی ایک کھسرے نے بتایا کہ آج سے چار سال قبل مجھے ایک لڑکے سے پیار ہو گیا۔ لڑکا بہت خوبصورت اور سمارٹ تھا۔ میں نے اسے ٹاؤن شپ میں دیکھا۔ یہ میری پہلی نظر کی محبت تھی۔ بعد ازاں کئی بار میں نے اس لڑکے کا پیچھا کیا۔ لیکن گفتگو کرنے کا موقع نہیں ملا۔ ایک روز میں اس کے ساتھ گفتگو کرنے میں کامیاب ہوئی تو اس نے میرے اظہار محبت کو بری طرح ٹھکرا دیا۔ اس کے جواب سے مجھے یوں لگا کہ میری دنیا اندھیر ہو گئی۔ میں نے اس کے بعد اسے کئی بار اپنی جانب راغب کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن ہر تدبیر رائیگاں گئی۔ اس کی محبت میں میں سب کچھ بھول گئی۔ یہاں تک کہ میں نے کھانے پینے میں غفلت اور لاپرواہی برتنا شروع کر دی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میں بہت زیادہ کمزور ہوتی گئی۔ میری کمزور صحت کو دیکھ کر امی جی نے بہت پریشانی محسوس کی۔ وہ دن رات میری دیکھ بھال کرتیں لیکن ظالم کی وجہ سے میری ذہنی حالت نہ سنبھل سکی۔ گرو نے میرا ذکر ایک اور سینئر کھسرے سے کیا تو انہوں نے امی جی کو کہا کہ زیبی کی موجودہ حالت کسی بیماری کی بناء پر نہیں بلکہ نفسیاتی ہے۔ گرو نے کئی بار مجھ سے وجہ پوچھی۔ لیکن میں خاموش رہی۔ ایک دن اپنی سہیلی کے بہت اصرار پر مجبور ہو کر اسے سارا ماجرا سنا ڈالا۔ اس نے میری کہانی

سن کر مجھے مشورہ دیا کہ اگر وہ لڑکا تمہارے قابو نہیں آیا تو کیا ہوا؟ میں ایک ایسے عامل کو جانتی ہوں جو اس لونڈے کو لمحوں میں تمہارے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دے گا۔ محبوب کو زیر کرنے کے اس آسان رستے کو دیکھ کر میرے اندر نئی توانائی ابھر آئی اور میں جادو ٹونے کے ذریعے محبوب کو قابو کرنے کے لئے جھٹ عامل کے پاس جا پہنچی۔ عامل کو میں نے اپنا مدعا بتایا تو اس نے کہا کہ خرچ بہت زیادہ آئے گا لیکن انشاء اللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ میں نے کہا خرچ کی پرواہ نہیں بس جلدی سے میرا کام کرو۔ عامل نے مجھے ہدایت کی کہ گہری اندھیری رات میں کسی قبرستان کی غربی سمت میں بیٹھ کر رات کو 70 ہزار بار آیت کریمہ کا ورد کرو۔ جبکہ میں تمہارے قریب بیٹھ کر عمل کروں گا۔ اس کے لئے تمہیں کالا بکرا اور ایک چادر سفید لانا ہو گی۔ میں نے کہا کہ میرے پاس اتنا وقت نہیں کہ یہ چیزیں تلاش کرتی پھروں۔ یہ پیسے رکھو اور خود چیزیں منگوا لو۔ اس کے علاوہ میں نے عامل کی سات ہزار روپے فیس بھی پیشگی معاوضہ کے طور پر ادا کی۔ کچھ دنوں بعد رات کو میں نے اور عامل نے مل کر عمل مکمل کیا۔ لیکن افسوس کہ اس عمل کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ محبوب نے عمل کے بعد مجھ سے علیک سلیک کرنا تو درکنار الٹا گالیاں نکالیں۔ محبوب کے ردعمل کے بعد میں عامل کے پاس پہنچی اور اسے صورتحال بتائی تو اسنے دوبارہ عمل کرنے کو کہا۔ دوبارہ عمل کرنے کے باوجود بھی مثبت نتیجہ سامنے نہیں آیا۔ عمل میں ناکامی کے بعد میں نے عامل سے رقم واپس مانگی تو اس نے ایسا کرنے سے انکار کرتے ہوئے مجھے عمل کی ناکامی کا ذمہ دار ٹھہرایا کہ تمہاری نیت درست نہ تھی۔

اسی طرح ایک اور کھسرے امراؤ جان ادا نے بتایا کہ کھسروں کے اندر ضعیف الاعتقادی کی شرح عام شہریوں کے برابر ہے۔ ہر آدمی جانتا ہے کہ عامل نجومی وغیرہ انسان کو بے وقوف بنا کر پیسے اینٹھتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود مسئلہ حل کروانے کے لئے ان سے رجوع کرنے والے بے وقوفوں کی اس معاشرے میں کوئی کمی نہیں۔ اس نے بتایا کہ میری ایک سہیلی نجومیوں اور عاملوں کے چکر میں اپنی ساری دولت لٹا چکی ہے۔ ایک دفعہ حضرت بابا فرید شکر گنج ؒ کے عرس کے دوران اس کا واسطہ ایک ایسے عامل پیر سے پڑا جس نے صرف پانچ روز میں اس سے ہزاروں روپے لوٹ لئے ہوا کچھ یوں کہ:

پاک پتن شریف کے عرس کے دوران ایک عامل پیر صاحب کے متعلق مشہور ہو گیا کہ حضرت ماضی حال اور مستقبل کے متعلق بالکل درست پیشین گوئی کرتے ہیں۔ حضرت کی شہرت کا چرچا عام ہونے سے ضعیف الاعتقاد لوگ دھڑا دھڑ ان کی خدمت میں حاضری دینے لگے۔ پیر صاحب نے اپنا ڈیرہ دربار حضرت پیر گنج ؒ کے قریب جما رکھا تھا۔ میری سہیلی بھی حضرت کی شہرت سن کر ان کا دیدار کرنے جا پہنچی۔ حضرت کے ڈیرے کے باہر سینکڑوں ملاقاتی موجود تھے۔ میری

سہیلی جو کہ نقاب کرکے وہاں پہنچی تھی عورتوں کے جھرمٹ میں جا کر بیٹھ گئی۔ وہاں موجود ایک عورت نے اس سے بات چیت شروع کر دی۔ بات چیت کے دوران اس عورت نے اندازہ کر لیا کہ نقاب پوش عورت نہیں بلکہ کھسرا ہے۔ عورت نے کھسروں کے حوالے سے باتیں کرتے ہوئے میری سہیلی کا ہاتھ تھاما اور اسے لے کر باہر کو چل دی۔ باہر پہنچ کر اس نے کہا کہ آج یہاں رش بہت ہے سنا ہے کہ حضرت نماز فجر کے بعد اکیلے ہوتے ہیں ہم صبح ان سے مل لیں گے۔ چلو اب تم میرے ساتھ گھر چلو۔ میری سہیلی نے انکار کیا تو وہ کہنے لگی کہ تمہیں شاید علم نہیں میرا ۔ کا بھائی بھی پیدائشی کھسرا تھا جو عرصہ ہوا گھر چھوڑ کر چلا گیا۔ تمہاری صورت میں مجھے اپنا بھ نظر آ رہا ہے اور میں اسی حوالے سے تمہاری خدمت کرنا چاہتی ہوں۔ یہ سن کر میری سہیلی پاگل ئی۔ وہ اس کے ساتھ اس کے گھر تک گئی اور وہاں سے رات کا کھانا کھا کر رخصت ہوئی۔ اسی دوران بہت سی باتیں ہوئیں۔ بہرحال قصہ مختصر اگلے روز نماز فجر کے وقت میری سہیلی اس عورت کے گھر پہنچ گئی۔ جہاں سے وہ دونوں حضرت کی خدمت میں سلامی کے لئے روانہ ہوئیں۔ جونہی وہ حضرت کے آستانے پر پہنچیں تو حضرت نے انہیں شرف باریابی بخشا۔ حضرت نے دونوں کے ہاتھ اور پیشانی کو دیکھ کر ان کے متعلق حیرت انگیز انکشافات کئے۔ جنہیں سن کر میری سہیلی کو یقین ہو گیا کہ دور حاضر میں حضرت سے بڑا کوئی ولی بزرگ نہیں۔

اگلے دن پھر وہ اسی عورت کے ساتھ حضرت کی زیارت کو گئی۔ اس بار حضرت نے اسے اپنی خصوصی شفقت اور محبت سے نوازتے ہوئے تنہائی میں ملاقات کی۔ اس ملاقات کے بعد اس کی ذہنی حالت یکسر تبدیل ہو گئی۔ اس نے اپنا زیور حضرت کی ایک ایسی بیوہ مریدنی کو تحفہ میں دیا جس کی یتیم بیٹیوں کی بہت جلد شادی ہونے والی تھی۔ جبکہ نقدی حضرت کے قدموں میں نچھاور کر دی۔ کھسرے کی قربانی کے بعد اسے حضرت کے مریدوں میں فوراً اعلیٰ مرتبہ اور مقام تفویض کر دیا گیا۔ وہ جونہی حضرت کے ڈیرے پر پہنچتی تو اسے فوراً اندر جانے کی اجازت مل جاتی۔ ایک دن وہ نماز ظہر کے بعد حضرت کے ڈیرے پر پہنچی تو حیران کن منظر سامنے موجود تھا۔ میری سہیلی کی منہ بولی بہن حضرت کے زانوؤں پر سر رکھے بیٹھی تھی جبکہ بیوہ مریدنی حضرت کا سر دبا رہی تھی۔ تینوں مل کر اس کی بے وقوفی کے قصے ایک دوسرے کو سنا رہے تھے۔ اس منظر کو دیکھ کر اس کا خون غصے سے کھول اٹھا اور اس نے حضرت پر حملہ کر دیا۔ حضرت کا شور سن کر اس کے دوسرے فراڈی ساتھی اندر داخل ہو گئے اور انہوں نے اسے مار کر بھگا دیا۔ میری سہیلی نے واپس آ کر دوسری سہیلیوں کو سارا ماجرا سنایا۔ ہم اس کا مال واپس لینے پہنچے تو پتہ چلا کہ حضرت مکان چھوڑ کر فرار ہو چکے ہیں۔ مالک مکان کا کہنا تھا کہ مجھے علم نہیں کہ وہ شخص کون تھا۔ مجھ سے تو اس نے عرس کے لئے مکان کرایہ پر حاصل

کیا تھا۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ ضعیف الاعتقادی کے ہاتھوں لوگ کس طرح لٹتے ہیں؟ ضروری ہے کہ ایسے نام نہاد پیروں، عاملوں، نجومیوں اور جادوگروں کا احتساب کیا جائے۔ جب تک ان لوگوں کا احتساب نہیں ہوگا یہ عوام کو اسی طرح بے وقوف بناتے رہیں گے۔

اس سلسلہ میں نجومیوں، عاملوں، پیروں اور جادوگروں کا کہنا ہے کہ عام افراد ان سے مختلف مسائل کے حل کے لئے رجوع کرتے ہیں اور ان مسائل کے حل کے لئے ہم اپنی بساط کے مطابق ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ اگر بعض اوقات کوئی ایک آدھا کام نہیں ہوتا تو اس میں ہمارا کیا قصور؟ کام تو اللہ نے کرنا ہے جبکہ ایک عامل کا موقف ہے کہ روحانی عمل کرنا بہت پیچیدہ اور مشکل کام ہوتا ہے۔ ہمارے پاس آنے والے لوگ اکثر ایسی ہدایات پر عمل نہیں کرتے جو عمل کی کامیابی کے لئے انتہائی ضروری ہوتی ہیں۔ ہدایات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے نتیجہ مرضی کے مطابق برآمد نہیں ہوتا۔ اگر اسے کوئی فراڈ سمجھتا ہے تو ہم کیا کریں؟

جسمانی صفائی اور کھسرا

''صفائی نصف ایمان ہے'' کھسرے بھی بظاہر اس کے قائل نظر آتے ہیں۔ لیکن انہیں قریب سے جاننے والے اس تاثر کی بڑی سختی سے نفی کرتے ہیں کہ کھسرے صفائی کے قائل ہیں۔ اگر آپ سڑک پر چلتے کسی کھسرے کو غور سے دیکھیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس سے زیادہ صفائی و نفاست پسند کوئی اور فرد نہیں۔ صاف ستھرے جوتے، ہاتھ میں رومال یا ٹشو پیپر، گلے میں چمکتی دمکتی چین، پاؤڈر اور خوشبو کی مہک ماحول کو مہکا کر رکھ دے گی۔ ہمارے نزدیک صفائی اور نفاست کے حوالے سے کھسرے دوسرے لوگوں کی نسبت کہیں اعلیٰ ذوق کے حامل تھے۔ لیکن جب ان کے ماحول اور رہن سہن کو قریب سے دیکھا تو اس تاثر کی سختی سے نفی ہوئی۔ کھسرے بنیادی طور پر انتہائی غلیظ اور گندے ماحول میں رہنے کے عادی ہوتے ہیں۔ کھسرے لمبے لمبے بال رکھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ بالوں کی لمبائی بڑھانے اور انہیں چمکدار بنانے کے لئے وہ نت نئے تیل اور دیگر مرکبات استعمال کرتے ہیں۔ جن کے مسلسل استعمال سے ان کے سروں سے عجیب سی سڑاند اٹھتی ہے۔ قریب سے ان کے سر کو سونگھنے والا ویسے ہی بے ہوش ہو جائے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اپنے لمبے لمبے بالوں کی وجہ سے وہ روزانہ اپنے سر کو نہیں دھوتے۔ ہفتے میں ایک یا دو بار وہ سر کو دھو کر صاف کرتے ہیں۔ راتوں کو جاگنا دن کے حصے میں آوارہ پھرنا ایسے میں روزانہ سر دھونا آسان کام نہیں۔ کھسرے اپنا سر دھو لیں تو اسے خشک کرنے کے لئے کئی گھنٹے لگتے ہیں۔ وقت کی کمی بھی انہیں ایسا نہیں کرنے دیتی۔ سر کی مناسب صفائی نہ ہونے کی وجہ سے کھسروں کے سروں

میں اکثر جوئیں پائی جاتی ہیں۔ یہ جوئیں بعض اوقات کھسروں کے کپڑوں میں ڈیرہ جما لیتی ہیں۔ کھسروں کے گھروں میں جانے والے اس امر کی گواہی دیں گے کہ کھسرے اپنے فارغ اوقات میں ایک دوسرے کے سروں سے جوئیں تلاش کرتے ہیں۔ ہم نے ایسا ہی ایک منظر کھسروں کے ایک ٹھکانے پر دیکھا اس منظر کو دیکھ کر ہمیں نیشنل جیوگرافک چینل کا وہ منظر یاد آیا جس میں کئی بندر برفانی چوٹیوں کے قریب بیٹھے دھوپ سینکتے ہوئے ایک دوسرے کی جوئیں تلاش کر رہے تھے۔

سر کی جوئیں تو کھسروں کے قابو میں آ سکتی ہیں لیکن یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنے کپڑوں کی جوئیں بھی مار لیں گے۔ شاید اسی لئے کھسروں کے اندر جلدی امراض کی شرح عام آدمیوں کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ کھسروں کے اندر جسمانی صفائی سے عدم دلچسپی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ جنسی لذت حاصل کرنے کے بعد بھی نہانے کا تردد نہیں کرتے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ کھسروں کے قریب جانے سے انسان کو بدبو کا بھبکا اٹھتا محسوس ہوتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ پرفیوم یا پاؤڈر اور کریم کی مدد سے اس بو کو چھپا لینے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

آوارہ پھرنے والے کھسروں کے پاؤں دیکھ کر مور کی یاد آتی ہے۔ مور کا اوپر کا حصہ یعنی جسم جس قدر خوبصورت ہوتا ہے اسی قدر اس کے پاؤں بھدے اور کالے ہوتے ہیں۔ بالکل اسی طرح اکثر کھسروں کے پاؤں دن رات پیدل چل کر خراب ہو چکے ہوتے ہیں۔ اوپر سے موسمی حالات کی بناء پر ان کی ایڑھیاں اکثر پھٹ جاتی ہیں۔ پھٹی ہوئی ایڑھی اور میل جمے پاؤں کھسرے کے حسن کی قلعی کھولنے کے لئے کافی ہوتے ہیں۔ کھسرے اپنے پاؤں کو صاف رکھنے کے لئے دن میں ایک بار ''کھر کھنے'' کا استعمال ضرور کرتے ہیں۔ وہ اس سے رگڑ رگڑ کر اپنے پاؤں چمکانے کی کوشش کرتے ہیں۔

بالکل اسی طرح اگر آپ کو کبھی کھسروں کے گھروں، ٹھکانوں اور ڈیروں پر جانے کا اتفاق ہو تو آپ یہ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے کہ وہاں قیمتی سے قیمتی اشیاء بکھری پڑی ہوں گی۔ ان قیمتی اشیاء کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کی کبھی صفائی نہیں کی گئی۔ جس طرح کھسروں کے جسموں سے بدبو کے بھبکے اٹھتے ہیں اسی طرح ان کے بستروں، کرسیوں، صوفوں، قالینوں، برتنوں اور دیگر اشیاء کو دیکھ کر اور ان سے اٹھنے والی بدبو سے انسان کا جی متلا اٹھتا ہے۔ تھوک دان میں پان کی پیک کمرے کے درمیان بجی ہوگی۔ اگر وہ کھانا بھی کھا رہے ہوں تو اسے سامنے سے اٹھا کر ایک طرف رکھنے کا تردد نہیں کرتے۔ اوپر سے ان کے گھروں میں سگریٹ، چرس اور دیگر نشوں کی وجہ سے عجیب سے گھٹن محسوس ہوگی کہ آنے والے کا دل کرتا ہے کہ وہ موقع ملتے ہی یہاں سے فرار ہو جائے۔

کھسرے اور دکاندار

انسان اور تجارت دونوں ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔ روز اول سے انسان تجارت کے ذریعے منافع کما رہا ہے۔ ہر انسان کے دوسرے انسان سے اصول تجارت مختلف ہوتے ہیں۔ کوئی سچ بول کر پورا تول کر، کوئی جھوٹ بول کر، کم تول کر سودا بیچ رہا ہے۔ لیکن مقصد سب کا ایک ہے کہ منافع زیادہ سے زیادہ کمایا جائے۔ یہ صورتحال کھسروں پر بھی صادق آتی ہے۔ اگر کھسرا جسم فروشی کے ذریعے پیسے اکٹھے کرتا ہے تو ویشا عورت اپنی عصمت بیچ کر پیسے کما رہی ہے۔ اگر عورت اپنے عاشق کو بے وقوف بنا کر تحفے تحائف اور رقم بٹورتی ہے تو کھسرا بھی اپنے عاشق کو بے وقوف بنا کر نقدی اکٹھی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ شرط صرف اتنی ہے کہ بے وقوف بنانے کے لئے انسان میسر آئے۔ کھسروں کے ہاں کامیاب تاجر وہ کھسرا قرار پائے گا جو اپنے عاشق سے زیادہ سے زیادہ مال بٹورے۔ کھسروں کا عاشق سے مال بٹورنے کا انداز دوسرے لوگوں کی نسبت مختلف ہوتا ہے۔ کھسروں کا دکانداروں سے ساز باز کر کے عاشق سے مال اکٹھا کرنا سب سے بڑا طریقہ واردات ہے۔ حسین آگاہی ملتان کے ایک کپڑے کے تاجر نے ہمیں بتایا کہ 6 سال قبل وہ ملتان کے ایک پسماندہ علاقے میں کریانے کی چھوٹی سی دکان کا مالک تھا۔ ان دنوں اس کی ایک کھسرے سے علیک سلیک ہوئی۔ معمولی سی واقفیت بہت جلد گہری دوستی میں بدل گئی۔ ایک دفعہ میں نے اپنے کھسرے دوست سے اپنی کم آمدنی کا رونا رویا تو وہ کہنے لگا فکر نہ کرو۔ خدا بھلی کرے گا۔ چند روز بعد وہ ایک انتہائی خوبصورت اور نامی گرامی کھسرے دوست کے ہمراہ میری دکان پر آیا۔ وہ دونوں مجھے کہنے لگے کہ تم کہیں سے سلاجیت منگوا کر اپنی دکان میں رکھو۔ میں نے پوچھا کہ کیوں؟ تو انہوں نے کہا: کیوں کا مطلب لڑائی ہوتا ہے۔ بہر حال میں نے ان کے کہنے پر سلاجیت منگوا کر اپنی دکان پر رکھ لی۔ کچھ دن بعد ایک صاحب میری دکان پر آئے کہ آپ کے پاس خالص سلاجیت موجود ہوتی ہے۔ براہ کرم مجھے دیدو۔ میں نے پیسے لے کر سلاجیت اسے دے دی۔ دوپہر کے وقت وہ صاحب سلاجیت لے کر گئے تو شام کو میرا دوست اسے واپس لے آیا اور کہنے لگا کہ آدھے پیسے تم رکھو آدھے ہمیں دو۔ کل پھر سلاجیت بیچ دینا۔ 500 روپے کی سلاجیت سے میں نے اور میرے دوست نے ایک ماہ میں ہزاروں روپے کمائے۔ پھر انہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ میں حسین آگاہی یا گھنٹہ گھر کے قریب کپڑے کی دکان کھول لوں۔ دوستوں سے پیسے اکٹھے کر کے دکان کھولی۔ پھر وہی سلسلہ شروع ہو گیا کہ کشمیری شال اور سلائی کڑھائی والے زنانہ کپڑے خوبصورت کھسرے کے عاشق کو بیچتا اور شام کو کپڑے واپس لا کر دکان پر سجا لیتا۔ آج

تک یہ سلسلہ کسی نہ کسی صورت میں جاری ہے۔ کھسرا بھی خوش نیں بھی خوش۔ مارا گیا بے چارہ کھسرے کا عاشق۔ لاہور میں بھی کھسروں کا یہ دھندہ عروج پر ہے۔ لیکن ایسا دھندہ ہر کھسرا نہیں کر سکتا۔ صرف خوبصورت، الہڑ مٹیار جیسی شکل و صورت رکھنے والے کھسرے اس طرح کی آمدنی سے رقم اکٹھی ہوتی ہے۔ بے چارے ہلکی شکل و صورت بھرے جسم کے مالک کھسرے اس قسم کا دھندہ کرنے والے کھسروں سے حسد محسوس کرتے ہوئے انہیں بری نظروں سے دیکھتے ہیں۔ لیکن موقع ملنے پر وہ بھی اس قسم کی واردات کرنے سے گریز نہیں کرتے۔

کھسرے اور ڈرائیونگ

عورت کا روپ دھار کر سڑکوں پر اکثر کھسرے نظر آتے ہیں۔ لیکن ایسا اتفاق کبھی نہیں ہوا کہ عورت کا روپ دھار کر کوئی کھسرا سائیکل، موٹر سائیکل یا گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا نظر آیا ہو۔ حالانکہ کھسروں کے بقول ان میں سے کئی بہت اچھے ڈرائیور ہیں۔ لیکن ہمارے فن سے لطف اندوز ہونے والا کوئی نہیں۔ کھسرے موٹر سائیکل اور گاڑی ڈرائیونگ کے نہ صرف شوقین بلکہ ریسیں لگانے کے بھی عادی ہوتے ہیں۔ کھسرے آپس میں شرط پر ریسیں لگاتے ہیں لیکن مردانہ بھیس میں اس قسم کے شوق پورے کئے جاتے ہیں۔ کھسرے رات کے وقت مال روڈ پر موٹر سائیکل ریس لگاتے ہیں۔ جیتنے والے کھسرے کو ہارنے والے کھسرے 300 روپے فی کس کے حساب سے ادا کرتے ہیں۔ ریس کی جیت سے حاصل ہونے والی رقم کا پچاس فیصد کھانے پر خرچ کیا جاتا ہے جبکہ 50 فیصد کا فاتح کھسرا مالک ہوتا ہے۔ کھسرے لانگ ڈرائیو کے شوقین بھی ہیں۔ وہ اپنے عشاق کے ہمراہ لانگ ڈرائیو پر جانے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں پٹرول کا خرچہ ان کے دوست ادا کریں گے۔ ہاں ڈرائیونگ کے دوران کھانے پینے کا خرچ میزبان کھسرا برداشت کرے گا۔

تلاوت، حمد و نعت گوئی

کھسروں کے گانے بجانے کا شوق تو سب کے علم میں ہے لیکن یہ کوئی نہیں جانتا کہ کھسرے شادی بیاہ اور اپنی نجی محفلوں میں تلاوت، حمد و نعت گوئی کا مظاہرہ کرتے ہیں یا نہیں؟ کھسروں کے نزدیک تلاوت قرآن مجید کی فضیلت و اہمیت سب کاموں سے افضل ہے لیکن بدقسمتی سے وہ اپنے خراب ذہن اور عادات بد کی وجہ سے قرآن مجید کے قریب نہیں پھٹکتے۔ جس کا آخری نتیجہ یہ نکلا

ہے کہ کھسرے تلاوت نہیں کرتے۔ جبکہ حمد و نعت گوئی کی توقع رکھنا عبث ہے۔ کھسروں کے گھروں یا ٹھکانوں پر جائیں تو ان کی الماریاں دنیا جہان کے گانوں، غزلوں، ٹھمریوں، گیتوں، میوزک کی کیسٹوں سے بھری نظر آئیں گی لیکن ان میں قرآن مجید، حمد، نعت وغیرہ کی کیسٹیں موجود ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ کھسرے قوالیاں بہت ذوق و شوق سے سنتے ہیں۔ کھسروں کے نزدیک قوالی سننے سے ان کی روحانی ترقی ہوتی ہے۔ بعض کھسروں کے بقول قوالی کے فن کے ماہر اور اچھی قوالیاں لکھنے والے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے مرید امیر خسرو کی وجہ سے کھسروں میں قوالیاں سننے کا رجحان پایا جاتا ہے۔ کئی کھسروں کو امیر خسرو کا کلام زبانی یاد ہے۔ کھسرے اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہم تلاوت وغیرہ نہیں کرتے لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہم لوگ قرآن مجید کی تلاوت نہیں کر سکتے۔ ہم اپنے ساتھیوں کی موت کے موقع پر قرآن مجید کی تلاوت، مرحوم کی روح کے ایصال ثواب کے لئے دعا، اور ختم وغیرہ کے موقع پر ایسا ضرور کرتے ہیں۔ لیکن یہ الگ بات ہے کہ اس موقع پر بھی کھسرے خوب بن ٹھن کر تعزیت کرنے آتے ہیں۔ ویسے ایک بات بہت حیران کن ہے کہ کھسرے افعال بد ایسی جگہ پر سرانجام نہیں دیتے جہاں قرآن مجید یا کوئی اور مقدس دستاویز یا تصویر ٹنگی ہوئی ہو۔

کھسرے اور گالی گلوچ

سیانوں کا کہنا ہے کہ پنجابی زبان کی مقبولیت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ گالی نکالنے کا اصل مزہ اس زبان میں ہے۔ پنجابی زبان کی بہت سے گالیاں پنجابیوں کے حوالے سے عالمی ادب کا حصہ بن چکی ہیں (اس طرح ہمارے ایک دوست جو اکثر پنجابی زبان میں گالی نکال کر خوش ہوتے ہیں وہ اس کی وجہ یہ قرار دیتے ہیں کہ انسان دو کام ہمیشہ اپنی مادری زبان میں سرانجام دیتا ہے ایک نوٹ گننا دوسرا گالی دینا)۔ کھسرے آپس میں مادری زبان میں گفتگو کرنے کو ترجیح دیتے ہیں (جب کہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے انہوں نے اپنی ہی ایک نئی زبان اختراع کر رکھی ہے) اور گالیاں وہ اپنی مادری زبان میں دینا پسند کرتے ہیں۔ پاکستان بھر کے کھسرے پنجابی زبان میں بآسانی گفتگو کر سکتے ہیں۔ خواہ ان کا تعلق کسی بھی علاقے سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے کھسروں میں گالی نکالنے کا رجحان پنجابی زبان کے حوالے سے بھرپور انداز میں موجود ہے۔ پنجابیوں کا کہنا ہے کہ پنجابی کے اکثر الفاظ ذومعنی ہوتے ہیں۔ اکثر ایسے الفاظ کا استعمال موقع کی مناسبت سے کیا جاتا ہے۔ اس انداز گالی کو پنجابی میں مہذبانہ خیال کیا جاتا ہے۔ جبکہ فحش الفاظ کو مختلف تراکیب کے استعمال سے اکٹھا کر کے گالی نکالنا پنجابی کا طرۂ امتیاز ہے۔ ان مروجہ

گالیوں سے بڑھ کر کھسروں نے پنجابی زبان میں جو گالیاں ایجاد کی ہیں۔ ان کی مثال ہمیں اور سے ملنا مشکل ہے۔ اگر پنجابی زبان بولنے والے کھسروں پر توجہ دیں تو یقیناً وہ اپنے لئے ایسے نئے الفاظ پائیں گے جو پہلے کسی بھی پنجابی دان نے نہ سنے ہوں گے۔ ایسی گالیوں کا سننا اور مختلف اشاروں کے ذریعے ان کا استعمال اور پیچھے کھسروں کی چھپی ادائیں، واہ کیا منظر ہوتا ہے، علاوہ ازیں کھسرے گالی نکالنے کے لئے جو زبان بھی استعمال کریں لیکن ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ وہ نستعلیق لہجہ استعمال کریں۔ کھسروں کے نزدیک اصل اور بدتر گالی وہی ہے جسے سن کر کھسرے کو شرم کے علاوہ پسینہ آئے۔ قلم اس چیز کا متحمل نہیں ہوسکتا کہ کھسروں کی گالیاں سپرد تحریر کی جا سکیں۔ لیکن ایک بات اطلاعاً عرض ہے کہ کھسروں کی گالیوں میں فریق مخالف کے کردار کے جنسی عیوب کو بھرپور انداز میں اجاگر کیا جاتا ہے۔ کھسرے اپنی نجی گفتگو میں گالیوں کا زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ جبکہ گرو کے سامنے گالی نکالنے سے گریز کرتے ہیں۔ گرو یہ کو پیار میں گالی نکالیں گے۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ وہ اسے واقعی گالی نکال رہے ہیں۔ بلکہ اس کے ذریعے اس کی مردانگی کو چیلنج کرتے ہیں تاکہ وہ جذبات میں آکر انہیں خوش کر سکے۔ گھر سے باہر سڑک گلیوں محلوں میں چلتے پھرتے گالی اس وقت نکالیں گے جب انتہائی ناگزیر صورتحال ہو یا ان کی عزت پر براہ راست حملے کا امکان ہو۔

پسندیدہ پھول اور شہر

کھسروں کی اکثریت نے گلاب کو پسندیدہ پھول اور لاہور شہر کو پسندیدہ شہر قرار دیا۔ لاہور شہر کے اکثر کھسروں نے کراچی اور اسلام آباد کو پسندیدہ شہر قرار دیا۔ لاہور کو پسند کرنے والی اکثریت نے صرف اسی بناء پر لاہور کو پسند کیا کہ اس شہر میں روزگار کے وسیع مواقع میسر ہیں۔ جبکہ کراچی اور اسلام آباد کو پسندیدہ شہر قرار دینے والوں کے قریب اس کی وجہ یہ ہے کہ ان شہروں میں دھندہ ذرا مشکل لیکن اگر چل پڑے تو مال و دولت ہاتھ لگنے کی امید زیادہ ہوتی ہے۔ کھسروں سے یہ سوال صرف اس لئے پوچھا گیا کہ اس امر کا اندازہ کیا جا سکے کہ ان کی طبع نازک پھول جیسی شے سے متاثر ہے یا نہیں۔ شہر اس لئے پوچھے گئے کہ ان کے نزدیک شہروں کو پسند کرنے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے اور اس بناء پر کھسروں کے لئے بہتر اور محفوظ شہر کا تعین ان کی زبانی ہو جائے گا۔

95 فیصد سے زائد کھسروں نے گلاب کے پھول کو پسند کرتے ہوئے اس کی وجہ یہ قرار دی کہ گلاب کے پھول کو دیکھنے اور سونگھنے سے انسان کے اندر یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ حسن ہو تو ایسا کہ اسے دیکھ کر انسان قدم روکنے پر مجبور ہو۔ اسی لئے کھسرے ایسا اسٹائل اپنانے کی کوشش کرتے

ہیں کہ ہمیں دیکھتے ہی انسان دیکھتا رہ جائے۔ اور ہمیں لوگ اسی طرح پسند کریں جس طرح گلاب کی خوشبو ہر کس و ناکس کو پسند ہے۔

کھسروں نے شہر کو پسند کرتے ہوئے معاشی ضروریات کو مدنظر رکھا۔ کتنی عجیب بات ہے کہ انسان خواہ کسی بھی روپ میں ہو پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے پیسے کمانا دنیا کے دیگر کاموں سے کہیں زیادہ مقدم رکھتا ہے۔ کھسروں نے اپنی پسند بتاتے ہوئے اپنے ساتھی انسان کو یہ پیغام دیا کہ بہتر مقام یا چیز وہ جو آپ کی زندگی کو براہ راست متاثر کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ کراچی اور اسلام آباد کو ترجیحاً دوسرے تیسرے نمبر پر پسند کرنے والے کھسروں سے پوچھا گیا کہ آپ کو یہ شہر صرف اس لئے پسند ہیں کہ یہاں دھندہ مل گیا تو وارے نیارے۔ پھر اگر ایسی صورتحال ہے تو آپ اپنے موجودہ علاقوں پر رحم کھاتے ہوئے چھوڑ کیوں نہیں جاتے؟ اس درخواست کے جواب میں کھسرے شہباز نے بتایا کہ وہ آج سے چار سال قبل اسلام آباد دھندہ کرنے گیا۔ رات کے وقت میں زیرو پوائنٹ کے قریب گھوم رہا تھا کہ پولیس والوں نے پکڑ لیا۔ ان ظالم پولیس والوں نے تھانہ لیجاتے ہوئے اتنا تشدد کیا کہ آج بھی درد کی لہری اٹھتی ہے۔ گو تھانے پہنچ کر پولیس نے میری بحیثیت کھسرا تصدیق کر کے مجھے جانے دیا۔ لیکن میں ایسی مار دوبارہ برداشت کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ لہٰذا ایک دو روز بعد اسلام آباد سے واپس بھاگ آیا۔ لیکن بات سچی ہے کہ اسلام آباد جیسا دھندہ کراچی اور لاہور میں ممکن نہیں۔

کراچی کو پسندیدہ شہر قرار دینے کے باوجود کھسرے وہاں ڈیرے جمانے سے گریز اس لئے کرتے ہیں کہ اہل کراچی کے مزاج کا کچھ پتہ نہیں کہ کب گرجے اور کب برسے۔ کراچی والے اس فارمولے کے قائل ہیں کہ انسان کو گرج برس کر ہر طرح سے مظاہرہ کرنا چاہیے۔ لیکن اگر ایک صورت اختیار کرنا ہو تو گرجنا بھول کر برس پڑو۔ اور جب کراچی کا شہری برسے تو پولیس کی مدد کو رینجر آتی ہے۔ ہماری مدد کو کون آئے گا۔ لہٰذا بلی چوہا لنڈورا ہی بھلا۔

بیرونی ممالک میں روابط

کھسروں کے دنیا کے دیگر ممالک میں پائے جانے والے کھسروں سے باقاعدہ روابط قائم ہیں یا نہیں؟ اس کے متعلق پیدائشی کھسروں کا کہنا ہے کہ ہماری برادری دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہے۔ پیدائشی ہیجڑہ پن نے ہمیں ایک دوسرے کے قریب کر دیا ہے۔ ماضی میں تو کھسرے سرحدوں میں پابند نہیں تھے۔ لیکن آج کل سرحدوں کی بندش ہونے کے باوجود کھسرے ایک دوسرے کے ساتھ رابطے رکھتے ہیں۔ پاکستانی کھسروں کا عرب ممالک میں بہت زیادہ آنا جانا ہے۔ اس کی بنیادی

وجہ یہ ہے کہ عرب ممالک کے شہری اپنے گھروں اور مقدس مقامات کی حفاظت اور صفائی کے لئے پیدائشی ہیجڑوں کو ملازم رکھنا پسند کرتے ہیں۔ پیدائشی ہیجڑوں کی شرح پیدائش انتہائی کم ہونے کی وجہ سے پاکستان سے جانے والے کھسروں کو ان ممالک میں فوراً اچھا روزگار دستیاب ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دیار غیر میں پہنچنے والا کھسرا وہاں جاتے ہی اپنے دیگر ساتھیوں کو اپنے پاس بلانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنا شروع کر دیتا ہے۔ نتیجہ کے طور پر آج ایک نہیں سینکڑوں پاکستانی کھسرے ان ممالک میں محنت مزدوری کر کے گذارہ کر رہے ہیں۔ ان ممالک کے پیدائشی ہیجڑوں کے ساتھ تعلقات کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے ایک پیدائشی کھسرے نے بتایا کہ آج سے چار سال قبل مجھے حج کے موقع پر سعودی عرب جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں میری رہائش گاہ کے قریب ایک پاکستانی ہیجڑے کی رہائش تھی۔ اس نے مجھے سعودی عرب کے مقامی ہیجڑوں سے متعارف کروایا۔ ان سے تعارف کے بعد میں جتنا عرصہ وہاں رہا۔ میرا کھانا پینا ان کے ذمہ تھا۔ ان عرب ہیجڑوں کی میزبانی سے لطف اندوز ہونے والوں میں مصر، انڈیا، بنگلہ دیش، انڈونیشیا، مراکش، الجزائر، فلسطین اور نائیجیریا کے حبشی ہیجڑے بھی شامل تھے۔ وہاں میرا جن ہیجڑوں سے تعارف ہوا ان میں سے تین چار ہیجڑوں کے ساتھ آج تک دوستی قائم ہے۔ مراکش کے ہیجڑے نے مجھے تین چار بار اپنے ملک آنے کی دعوت دی۔ لیکن اخراجات کی کمی کی وجہ سے میں اسے ملنے نہیں جا سکتا۔ سرگودھا کے رہائشی کھسرے (رحمان) نے بتایا کہ وہ تین بار سعودی عرب اور ایک بار دوبئی کا دورہ کر چکا ہے۔ وہاں پاکستانی کھسروں کی بہت عزت ہے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پچھلے چند سالوں سے جسم فروش کھسروں نے ثقافتی طائفوں کے نام پر وہاں جا کر جو اودھم مچایا اس سے پاکستانی کھسرے بہت زیادہ بدنام ہو چکے ہیں۔ اب عرب کے لوگ بھی یہ سمجھنے لگے ہیں کہ پاکستان میں پائے جانے والے کم و بیش تمام ہیجڑے جسم فروشی کا دھندہ کرتے ہیں۔ اگر انہیں بتایا جائے کہ پاکستانی ہیجڑے اس لعنت میں گرفتار نہیں تو وہ کہتے ہیں کہ پھر یہاں آنے والے کھسرے ایسی الٹی سیدھی حرکتیں کیوں کرتے ہیں؟ ہمارے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔

جسم فروشی کے حوالے سے پاکستان دنیا بھر میں بدنام ہو چکا ہے۔ کراچی جیسے بین الاقوامی شہر میں چند سال پہلے ترکی سے تعلق رکھنے والے ایک کھسرے (مرینہ) اصل نام (سلیمان) نے اپنی گوری رنگت اور نیلی آنکھوں کی وجہ سے دھوم مچائے رکھی۔ یہ شخص کھسرے کے بھیس میں بڑے بڑے ہوٹلوں میں ڈیرہ جماتا اور شکار کو پھانس کر رقم کماتا۔ اس کھسرے کو رقص کا کچھ علم نہیں تھا۔ بس اسے اتنا معلوم تھا کہ پاکستان میں گاہک کیسے پھنسانا ہے۔ اس کھسرے نے صرف جسم فروشی کے ذریعے لاکھوں نہیں کروڑوں روپے کمائے۔ آج کل یہ کھسرا پاکستان میں ہے یا نہیں۔ اس

کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ اس کھسرے کے متعلق معلومات فراہم کرنے والے صاحب نے بتایا کہ اس کی کراچی میں ڈیمانڈ کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ لوگ اسے پیشگی معاوضہ ادا کرتے تھے جبکہ وہ رقم وصول کرنے کے باوجود کئی روز بعد کا بک سے ملنے کا وعدہ کرتا۔ کراچی میں اس وقت بھی غیر ممالک سے تعلق رکھنے والے کئی ہم جنس پرست کھسروں کے روپ میں اپنا دھندہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ کراچی سے تعلق رکھنے والے ایک شہری کا کہنا ہے کہ کراچی میں ہم جنس پرستی کی وبا بہت زور پکڑ چکی ہے اور ان لوگوں نے اپنے آپ کو کھسرے کے بھیس میں چھپا رکھا ہے۔

حصہ چہارم

لطیفے اور دلچسپ واقعات

کارگل کی جنگ کے دوران ایک اخبار نویس نے مال روڈ پر گشت کرنے والے کھسرے سے سوال پوچھا کہ اگر بھارت نے پاکستان کے خلاف جنگ شروع کر دی تو آپ کا ردعمل کیا ہوگا؟ کھسرے نے سوال سنتے ہی تالی پیٹتے ہوئے جواب دیا کہ "ہم ہندوؤں کے خلاف مردانہ وار لڑیں گے"۔

ایک کھسرا اپنے دوست کے ہمراہ ایک محفل میں شرکت کے لیے پہنچا۔ محفل میں میزبان مہمانوں کا ایک دوسرے سے تعارف کروا رہے تھے۔ محفل میں مرد و خواتین کی کافی بڑی تعداد موجود تھی۔ میزبان جب کسی مرد کا تعارف کرواتے تو کہتے یہ ہیں مسٹر ندیم اور خواتین کی باری پر کہتے یہ ہیں مسز نسیم بخاری۔ تعارف کرواتے کرواتے جب کھسرے کی باری آئی تو میزبان پریشان ہو گئے کہ اس کا تعارف کس حیثیت سے کروائیں۔ پھر اچانک انہیں اس کا حل سوجھ گیا تو وہ مسکراتے ہوئے بولے ان سے ملئے یہ ہیں مسٹر اینڈ مسز۔ جس پر پوری محفل کشتِ زعفران بن گئی۔

دو کھسرے سڑک پر چلے جا رہے تھے کہ ایک کھسرا اچانک ٹھوکر لگنے سے گر گیا۔ جیسے ہی وہ کھسرا زمین پر گرا تو دوسرے کھسرے نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا "اٹھ نی بھینے مرد بن"۔

دو پیدائشی کھسرے آپس میں بہت گہرے دوست تھے۔ دونوں ایک حادثے میں موت کا شکار ہو گئے تو ان کے دوستوں نے انہیں ایک ہی قبر میں اکٹھے دفنا دیا۔ جب فرشتے ان سے حساب کتاب کرنے کے لیے آئے تو انھوں نے فرشتے کو دیکھتے ہی کہا کہ "ہمیں دنیا میں دیا کیا تھا جواب حساب مانگنے آئے ہو"

پہلے زمانوں میں جنگیں آمنے سامنے آ کر لڑی جاتی تھیں۔ ایسی ہی ایک جنگ کے دوران ایک دن ایک فریق کو بہت زیادہ جانی نقصان برداشت کرنا پڑا۔ اس صورتحال کی وجہ

سے اس فوج کا سپہ سالار بہت پریشان ہو گیا اور وہ ساری رات سوچتا رہا کہ اگلی صبح اس کی کم نفری دیکھ کر دشمن کا حوصلہ بڑھ جائے گا نفری کی زیادہ تعداد ہی دشمن کو مرعوب کر سکتی ہے۔ اچانک اسے ایک خیال سوجھا کہ فوج کیساتھ کھانا پکانا اور دیگر امور کی سرانجام دہی کے لیے کھسروں کی کافی بڑی تعداد کیمپ میں موجود ہے۔ کیوں نہ انہیں سپاہیوں کی وردی پہنا کر کھڑا کر دیا جائے۔ اگلے دن سپہ سالار نے کھسروں کو سپاہیوں کی وردی پہنا کر ہراول دستے کے پیچھے کھڑا کر دیا۔ پیدائشی کھسروں کے قد قدرتی طور پر کافی بڑے ہوتے ہیں ان کے لمبے قد خوبصورت جسم اور ان کے ہاتھوں میں تلواریں دیکھ کر دشمن کی صفوں میں خوف کی لہر دوڑ گئی۔ یہ دیکھ کر مخالف فوج کا سپہ سالار بہت پریشان ہوا اور اس نے نعرہ لگایا کہ سپاہیوں آگے بڑھو اور دشمن کے ہیجڑوں کا صفایا کر ڈالو۔ دشمن سپہ سالار کی یہ للکار سنتے ہی سپاہیوں کی وردی لینے کھسروں کا حوصلہ پست ہو گیا اور وہ تالی بجاتے ہوئے یہ کہتے ہوئے بھاگنے لگے" کہ بہنو بھاگو دشمن نے ہمیں پہچان لیا ہے"۔

ایک کھسرے کا دوست اچانک فوت ہو گیا۔ کھسرے کو اس کی موت کی اطلاع ملی تو وہ فوراً اپنے دوست کے گھر پہنچا اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ کھسرے کو بے تابی سے روتا دیکھ کر ساتھ بیٹھے ایک بزرگ آدمی نے اسے کہا کہ خاموش ہو جا اسے حکم ربی سمجھو اور صبر سے کام لو۔ آخر کار ہم نے بھی اُسی کی طرف پلٹنا ہے۔ کھسرے نے بزرگ کی بات سن کر ٹھنڈی آہ بھری اور کہا کہ میں کیسے صبر کر لوں مرحوم میرا بہت اچھا دوست تھا۔ چند روز قبل ہم نے پروگرام بنایا کہ ہم ہر ہفتے دو فلمیں دیکھا کریں گے ایک دن کا خرچہ وہ برداشت کرے گا اور دوسرے دن کا میں۔ پرسوں میں نے اپنی باری پر اُسے فلم دکھائی آج اس کی باری تھی کہ یہ وعدہ خلاف میرا ساتھ چھوڑ گیا۔

ایک کھسرا اپنے ہمسائے کے بچے کو ساتھ لے کر سکول میں داخل کروانے کے لیے انٹرویو بورڈ کے سامنے پیش ہوا۔ جب بچے کی باری آئی تو کھسرا بورڈ کے چیئرمین کی عقبی کھڑکی میں کھڑا ہو گیا۔ بورڈ کے ممبر نے بچے سے پوچھا دو اور دو کتنے ہوتے ہیں۔ کھسرے نے ہاتھ کے اشارے سے بچے کو اپنی جانب متوجہ کرتے ہوئے چار انگلیاں کھڑی کر دیں جنہیں دیکھ کر بچے نے جواب دیا چار۔ پھر دوسرے ممبر بورڈ نے پوچھا کہ چار میں سے دو نکال دو تو کتنے بچتے ہیں؟ کھسرے نے فوراً دو انگلیاں کھڑی کر دیں بچے نے جواب دیا دو۔ پھر بچے سے ایک اور سوال ہوا کہ ایک سے ایک نکال لو تو کیا بچے گا کھسرے نے انگوٹھے

اور انگلی کی مدد سے صفر بنایا تو بچے نے جواب دیا سوراخ۔

ایک کھسرا کالج کے سامنے سے گزر رہا تھا کہ اچانک ایک لڑکے نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ جس پر کھسرا شرما گیا۔ کھسرے کو شرماتے دیکھ کر لڑکے نے اسے مزید چھیڑا تو کھسرے نے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا: اوئی اللہ تم تو بڑے بے شرم ہو راہ چلتی لڑکیوں کو چھیڑتے ہو تمہیں لاج نہیں آتی۔

یہ واقعہ میو ہسپتال میں کام کرنے والے ایک ملازم نے سنایا کہ ایک دفعہ ایمرجنسی وارڈ میں ایک شدید زخمی عورت کو لایا گیا جس کی ٹانگیں ایک حادثے میں کچلی گئی تھیں جونہی مریضہ کو وارڈ میں لایا گیا تو ڈاکٹروں نے فیصلہ کیا کہ مریضہ کا فوری طور پر آپریشن کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے اسے ایمرجنسی تھیٹر میں منتقل کر دیا گیا۔ ابھی مریضہ کو آپریشن تھیٹر میں گئے چند لمحے ہی گزرے تھے کہ آپریشن کرنے والے ڈاکٹر ہنستے ہوئے باہر نکل آئے۔ ہم نے ڈاکٹر صاحبان سے پوچھا کہ آپ ہنس کیوں رہے ہیں تو انھوں نے بتایا کہ آپریشن تھیٹر میں پڑی مریضہ عورت نہیں مرد ہے اور کھسرا بنا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر ہم نے اس کی مصنوعی چھاتیوں کو اتارنا چاہا تو کھسرے نے باوجود تکلیف کے ہمیں اپنی چھاتیوں کو ہاتھ نہیں لگانے دیا الٹا یہ کہہ رہا ہے کہ ڈاکٹر تمہیں شرم نہیں آتی لڑکیوں کی نازک جگہوں کو چھیڑتے ہو؟

لاہور، کراچی، راولپنڈی، فیصل آباد، ملتان، حیدر آباد اور کئی علاقوں میں اکثر بڑے بڑے گھرانوں میں کھسرے بطور باورچی یا گھریلو ملازم کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔ گلبرگ لاہور میں بھی کئی کوٹھیوں پر کھسرے کام کرتے ہیں۔ اسی طرح کا ایک کھسرا جو کہ بہت اچھا رقاص اور گلوکار بھی ہے اسکے مالک کے بیٹے کی شادی تھی۔ مالک نے شادی کی تقریبات کو یادگار بنانے کے لیے ایک میوزیکل گروپ اور چند رقاصاؤں کو بھی بلا رکھا تھا۔ کھسرا بھی اس محفل میں پہنچ گیا جہاں فنکار اپنے فن کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ کچھ دیر تک تو وہ فنکاروں کی پرفارمنس دیکھتا رہا پھر اچانک وہ اسٹیج پر چڑھ گیا اور گانے والے گلوکار کے ہاتھ سے مائیک چھین لیا۔ جس پر محفل حیران رہ گئی۔ پہلے اس نے مہمانوں سے معذرت کی پھر کہا کہ آپ نے ان کا فن بھی دیکھ لیا اب میرا فن دیکھیے۔ میں آپ کو دکھاتا ہوں کہ رقص کیا ہے؟ پھر اس نے نور جہاں کے پنجابی گانوں کی کیسٹ لگائی اور جیسے ہی نور جہاں کی آواز ہوا کے دوش پر اس کے کانوں تک پہنچی تو اس نے اسقدر خوبصورت کلاسیکی رقص کیا کہ ناہید صدیقی بھی اس کے سامنے شرمندہ ہو۔ کھسرے کے رقص کو دیکھ کر پہلے تو اہل محفل حیران رہ گئے بعد

ازاں ایک صاحب نے اٹھ کر اس پر نوٹ پر نوٹ نچھاور کیے تو پوری محفل جاگ اٹھی ایک عینی شاہد کے مطابق کھسرے کو اس موقع پر کم از کم ستر ہزار روپے کی ویلیں دی گئیں۔ جب کھسرا رقص کا اختتام کر کے رخصت ہونے لگا تو پہلے سے موجود فنکاروں نے کھسرے کی آمدن میں سے اپنا حصہ طلب کیا تو وہ یہ کہتے ہوئے چلا گیا: "میری طرح ناچ کر تم بھی نوٹ اکٹھے کر لو"

آپ نے اکثر دیکھا ہو گا کہ جب کھسرے کسی راستے سے گزرتے ہیں تو بچے، نوجوان اور ادھیڑ عمر بزرگ انہیں چھیڑ کر محظوظ ہوتے ہیں۔ جواباً کھسرے بھی اس قسم کی چھیڑ چھاڑ کے جواب میں فقرے بازی کرتے ہوئے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوتے ہیں۔ اس قسم کی نوک جھونک سے اکثر ایسے واقعات جنم لیتے ہیں جنہیں بھلانا بھی چاہیں تو بھلانا ممکن نہیں ہوتا۔ اسی قسم کا ایک واقعہ کچھ عرصہ قبل ایم اے او کالج کے قریب کرشن نگر روڈ پر پیش آیا۔ جہاں ایک ہوٹل پر رات گئے چند طالب علم کھانا کھا رہے تھے کہ اچانک وہاں سے کھسروں کی ایک ٹولی گزری۔ کھسروں کو دیکھ کر طلباء کو شرارت سوجھی۔ ایک طالب علم نے اپنا پستول نکال کر ہوائی فائرنگ شروع کر دی۔ فائرنگ کی آواز سنتے ہی کھسرے بھاگ کھڑے ہوئے۔ کھسروں کو اس طرح بھاگتے دیکھ کر وہاں موجود ہر شخص ہنس پڑا۔ کھسروں کو کچھ دور جا کر احساس ہوا کہ انکے ساتھ ہاتھ ہو گیا۔ وہ فوراً پیچھے پلٹے اور طالب علموں کے پاس پہنچ کر ان پر فقرے بازی کرنے لگے کہ ایک طالب علم نے کھسروں سے جان چھڑانے کے لیے دوبارہ ہوائی فائرنگ کر دی۔ لیکن اس بار کھسروں پر ہوائی فائرنگ کا کوئی اثر نہیں ہوا اور وہ ڈٹے رہے۔ کھسروں سے نوک جھونک کے دوران ایک لڑکے نے ان پر نازیبا فقرہ کسا تو ایک کھسرا الف ننگا ہو گیا اور کہنے لگا کہ ہم تو پہلے ہی خدائی مار کے مارے ہیں تم ہمیں کیا مارو گے یا چھیڑو گے اگر ہمت ہے تو اب آگے بڑھو۔ اور کچھ کہہ کر دیکھو۔ یہ صورتحال دیکھ کر طالب علم گھبرا گئے اور ایک طالب علم نے کھسروں سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی۔ کھسروں کی جانب سے معافی کے بدلے میں یہ شرط عائد کی گئی کہ لڑکے انہیں کھانا کھلائیں گے۔ پہلے جو افراد کھسروں پر ہنس رہے تھے پھر وہ طلباء کو دیکھ کر ہنسنے لگے۔

اس واقعہ کے راوی گورنمنٹ پولی ٹیکنیک انسٹی ٹیوٹ سرگودھا کے سابق طالب علم ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ ایک دفعہ وہ رات 8 بجے کے قریب اپنے ہوسٹل سے کھانا کھانے کے لیے پی اے ایف کالج کی طرف جا رہا تھا کہ اچانک ایک کھسرے نے اس کا راستہ روک لیا اور وہ

اس کے ساتھ اظہار عشق کرنے لگا جواباً میں نے بھی اس کے ساتھ انتہائی گرم جوشی سے عشق کا مظاہرہ کیا۔ جس پر کھسرا بہت خوش ہوا۔ اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ تم اس وقت کدھر جا رہے ہو؟ میں نے اسے بتایا کہ میرا ایک دوست کلیار ٹاؤن میں رہتا ہے۔ میں اس کے پاس جا رہا ہوں کیونکہ مجھے کچھ پیسوں کی ضرورت ہے جو میں نے ایک دوست کو واپس کرنے ہیں۔ کھسرے نے پوچھا کہ تمھیں کتنے پیسوں کی ضرورت ہے تو میں نے کہا کہ صرف دو سو روپے کی۔ کھسرے نے عورتوں کی طرح اپنی مخصوص جگہ پر ہاتھ ڈالا اور دو نوٹ نکال کر مجھے تھما دیئے۔ یہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا کہ اب تو میں بری طرح پھنس گیا اب کھسرا تو مجھے نہیں چھوڑے گا کہ اچانک مجھے ایک ترکیب سوجھی میں نے اسے کہا کہ میں ہاسٹل واپس جا کر دوست کو پیسے دیکر واپس آتا ہوں۔ کیا تم میرا انتظار کر سکتے ہو؟ کھسرے نے کہا کہ صرف ایک شرط پر کہ تم رات میرے ساتھ گزارو گے۔ میں نے اثبات میں سر ہلایا اور ہاسٹل کی طرف چل دیا۔ اندر جا کر میں نے دوستوں کو پورا واقعہ سنایا اور انہیں بتایا کہ کھسرا باہر ایم ای ایس کے سٹور کے پاس کھڑا ہے جاؤ اور قابو کر لو۔ جب میرے دوست کھسرے کے پاس پہنچے تو کھسرے نے چھ سات لڑکے دیکھ کر دوڑ لگا دی جب ایک لڑکے نے آواز دیکر اسے روکنا چاہا تو وہ کہنے لگا: "ہائے اللہ مجھے تم پر اعتبار نہیں میں اکیلی لڑکی اور تم اتنے سارے جوان"۔

اگر کوئی فرد کسی کھسرے کے جسم کو ہاتھ لگائے یا چھو لے تو کھسرے خواہ مخواہ شرمانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک شخص نے کھسرے کے جسم پر ہاتھ پھیرا تو کھسرے نے ایسے پوز کیا کہ اسے بہت شرم آ رہی ہے۔ یہ دیکھ کر ان صاحب نے کھسرے کو کہا کہ تم شرماتے کیوں ہو کیا تم لڑکی ہو؟ تو کھسرے نے فوراً جواب دیا: اگر میں لڑکی نہیں ہوں تو پھر تم مجھے کیوں چھیڑ رہے ہو؟

استاد دامن مرحوم کے شاگرد اور پنجابی کے معروف شاعر سائیں اختر لاہوری ایک روز پان منڈی میں ایک دکان پر کھڑے دکاندار دوست کو اپنا تازہ پنجابی کلام سنا رہے تھے۔ اس کلام میں انھوں نے لاہور شہر کی تاریخ بہت خوبصورت پیرائے میں بیان کی ہے۔ ان کی اس نظم کا عنوان "لہور" ہے جب سائیں اختر لاہوری کلام سنا کر فارغ ہوئے تو کھسرے نے سائیں اختر لاہوری کا ہاتھ تھام کر کہا کہ "واہ بزرگو سواد آ گیا اے، میں لاہور شہر تے بڑا کلام سنیا۔ پر جیویں تسیں ریاں شہر لہور دیاں، اوہ تہاڈے کلام دا وی جواب نہیں، جے ہو سکے تے ساڈے واسطے وی کلام لکھو۔ کیونکہ کھسرا وی لہور شہر دی اک تاریخ اے۔

استاد سائیں اختر لاہوری سے کھسروں کے متعلق تبادلہ خیالات ہو رہا تھا کہ سائیں اختر لاہوری نے بتایا کہ مجھے ایک واقعہ یاد آ رہا ہے کہ کھسرے اپنی عزت اور احترام کے سلسلہ میں بہت حساس ہوتے تھے ایک دفعہ میں پیسہ اخبار میں ایک دکان پر گپ شپ کر رہا تھا کہ اس محلے کا رہائشی ایک کھسرا بھی آن پہنچا۔ دکان پر موجود ایک شخص نے کھسرے کا حال دریافت کیا تو کھسرے نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ عزت سے گزر اوقات ہو رہی ہے۔ جس پر میں ہنس دیا کہ لو جی یہ اچھی بات ہو گی کہ کھسرے بھی عزت نفس کا خیال رکھنے لگے۔ مجھے مسکراتے دیکھ کر کھسرے نے فوراً کہا کہ بزرگو ہنسنے کی بات نہیں یہ بات سچی ہے کہ میرا محلہ بہت اچھا ہے۔ یہاں ہماری عزت بہت محفوظ ہے۔ سب لوگ ہم سے بہت پیار کرتے ہیں کریں بھی کیوں نہ آخر ہم ان کے محلے دار ہیں۔

ایک کھسرا ودھائی لینے کے لیے ایک گھر پہنچا۔ جاتے ہی اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ جواباً اندر سے آواز آئی کون ہے؟ کھسرے نے جواب دیا: میں ہوں ''لیلیٰ'' ودھائی لینے آئی ہوں۔ اندر سے جواب ملا: کس خوشی میں۔ تو کھسرے نے جواباً کہا کہ اللہ نے تمہارے ہاں چاند سا بیٹا عطا کیا اس کی خوشی میں ودھائی لینے آئی ہوں۔ اندر سے جواب ملا کہ بچہ تو پیدا نہیں ہوا۔ کھسرا یہ سن کر حیران رہ گیا کہ شاید اسے غلط اطلاع دی گئی۔ ابھی وہ دروازے سے پلٹ ہی رہا تھا کہ اندر سے بچے کے رونے کی آواز آئی۔ آواز سن کر کھسرے نے صدا لگائی: بے شرمو اب تو ودھائی دے دو۔ میں نے بچے کی آواز سن لی ہے۔ کھسرے کی آواز سن کر اندر سے جواب آیا: ہم کیوں شرم کریں تم ہی شرم کرو کہ بار بار مانگے جا رہے ہو۔ جس پر کھسرے نے اپنی جیب سے 10 روپے نکالے اور دروازے سے اندر پھینکتے ہوئے کہا کہ بچے کی ودھائی تو میں لے کر ہی جاؤں گا پہلے تم ماں بننے کی ودھائی لے لو۔ یہ سن کر عورت دروازے تک آئی اور کھسرے کو کہنے لگی کہ تم یقین کرو یا نہ کرو لیکن یہ حقیقت ہے کہ میرے پاس بچے کے لیے دودھ خریدنے کے پیسے نہیں تو تمہیں ودھائی کہاں سے دوں؟ یہ سن کر کھسرا حیران رہ گیا۔ اس کے بعد اس نے پانچ سو روپے عورت کے ہاتھ پر رکھے اور کہا کہ جب تک تمہارا بچہ دودھ پیئے گا تمہارا اور تمہارے بچے کا خرچہ میں ادا کروں گی۔

یہ واقعہ بند روڈ پر واقع ایک کچی آبادی کی انتہائی غریب عورت نے سنایا۔ کھسروں کے دلچسپ واقعات میں اس واقعہ کو تحریر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کھسروں کے حوالے سے یہ واحد واقعہ ہے کہ کھسرے نے کسی دوسرے شخص کی مدد کی۔

اخبار میں اشتہار پڑھ کر ایک کھسرا نوکری کے لیے ایک دفتر میں پہنچا۔ مالک نے کھسرے پر رحم کھا کر اسے ملازم رکھ لیا۔ کھسرے نے ملازمت کے چند روز بعد ہی دفتر کی کرسیاں اور کئی برتن توڑ دیئے جس پر مالک نے کھسرے کو کہا کہ تمہیں ملازم ہوئے تین چار روز گزرے ہیں تو یہ عالم ہے، آئندہ کیا ہو گا۔ جس پر کھسرے نے ہنستے ہوئے کہا کہ ''جناب شاید آپ کو یاد نہیں۔ آپ نے اشتہار میں مضبوط اور طاقتور نوکر کا مطالبہ کیا تھا''۔

بیوہ

کھسرے اپنی شادی کے حوالے سے لڑکیوں سے بڑھ کر فکر مند اور پریشان رہتے ہیں ان کی ہر دم کوشش ہوتی ہے کہ وہ جلد از جلد ''گریہ'' یا ''پارک'' کے تحفظ تلے پناہ لے لیں اکثر کھسروں کو ''گریہ یا پارک'' دستیاب ہیں لیکن بعض اوقات صورتحال دوسرا رخ اختیار کر لیتی ہے کہ کھسرا گریہ کے وفات کی صورت میں بھری دنیا میں اکیلا رہ جاتا ہے۔ کسی جوان کھسرے کے بیوہ ہونے کی تصدیق تو ابھی تک نہیں ہو سکی۔ ہاں باہمی طلاق کے بہت سے قصے سامنے آئے۔ بیوہ ہونے کا واحد واقعہ بہاولپور سے منظر عام پر آیا۔ جہاں ایک 56 سالہ کھسرا اپنے ''خاوند یا گریہ'' کی اچانک وفات کی وجہ سے دنیا میں اکیلا رہ گیا اور اسے بھری دنیا کی تنہائی کاٹنے کو دوڑنے لگی۔ تنہائی کے ہاتھوں خوفزدہ اور پریشان ہو کر کھسرے نے اپنے گھر رہنا چھوڑ دیا۔ یار دوستوں نے اس کی تنہائی دور کرنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن عمر آڑے آئی۔ ایک دن کھسرا اپنے گھر اکیلا بیٹھا تھا کہ اس کا ایک پرانا دوست نوجوان لڑکے کے ہمراہ وہاں پہنچا۔ دوست نے نوجوان کا اس سے تعارف کروایا۔ باتوں ہی باتوں کے دوران کھسرے نے اندازہ قائم کر لیا کہ یہ لڑکا میری تنہائی دور کر سکتا ہے۔ لیکن اس مقصد کے حصول کے لئے مجھے بڑے پیمانے پر سرمایہ کاری کرنا ہو گی۔ کھسرے نے لڑکے سے بہلا پھسلا کر اس کے گھر کا پتہ معلوم کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد وہ کھسرا لڑکے کے گھر آن پہنچا۔ اس کے گھر والوں نے بزرگ ضعیف آدمی سمجھ کر اس کی بہت عزت افزائی کی۔ کھسرے نے دوپہر کا کھانا کھا کر تنہائی چاہی۔ جب سب لوگ چلے گئے تو کھسرے نے نوجوان سے درخواست کی کہ اگر تم مجھ سے شادی کر لو یا میرے ساتھ رہنے کا وعدہ کر لو تو میں تمہیں 40 ہزار روپے نقد، ایک نئی یاماہا موٹر سائیکل اور ایک مکان منہ دکھائی میں تحفہ دوں گا۔ یہ سن کر وہ نوجوان حیران رہ گیا۔ اس نے فوراً اپنے بڑے بھائی کو بلایا اور اسے تمام صورتحال سے آگاہ کیا۔ بڑے

بھائی نے کھسرے کی خوب دھلائی کی اور تنبیہ کی آئندہ ہمارے علاقے میں نظر بھی آئے تو تمہاری گردن توڑ دی جائے گی۔

رقص کی اہمیت

کھسرے رقص کو عبادت تصور کرتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ وہ ہمیشہ رقص کے دوران ایسی حرکات کرنے سے گریز کرتے ہیں جن سے رقص کے آداب کی نفی ہو۔ اس کے علاوہ کھسرے اور بہت سی حالتوں میں بھی رقص نہیں کرتے۔ ایسا ہی ایک واقعہ کچھ عرصہ قبل علی آڈیٹوریم فیروز پور روڈ لاہور میں ہونے والی ایک تقریب میں پیش آیا۔ اس تقریب میں شوبز کی دنیا سے تعلق رکھنے والوں کے علاوہ دیگر شعبہ ہائے زندگی کے افراد شامل تھے۔ اس تقریب میں ایک کھسرا بھی شریک تھا۔ تقریب کے منتظمین کھسرے کے فن رقص سے بخوبی آگاہ تھے۔ انہوں نے کھسرے سے درخواست کی کہ وہ سٹیج پر آ کر پرفارمنس کا مظاہرہ کرے۔ لیکن کھسرے نے رقص کرنے سے سختی سے انکار کر دیا۔ تقریب کے اختتام پر فلمی دنیا سے تعلق رکھنے والی ایک سینئر شخصیت نے کھسرے سے پوچھا کہ تم نے رقص سے کیوں انکار کیا؟ اگر آج تم رقص کرتے تو محفل میں پرفارمنس دینے والے سب لوگ تمہارے آگے پیچ پڑتے۔ یہ بات سن کر کھسرے نے کہا کہ دل تو میرا بھی بہت کر رہا تھا لیکن وجہ ایسی تھی کہ میں ناچ نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ میرا جسم ناپاک تھا۔

بیوی بچے اور کھسرا

سمن آباد لاہور سے تعلق رکھنے والا شبیر احمد اپنے والدین، بہن بھائیوں اور دیگر عزیز و اقارب کے ہمراہ ہنسی خوشی زندگی گذار رہا تھا۔ میٹرک کے امتحان سے فراغت کے بعد گلی محلے میں آوارہ پھرتے اس کی ملاقات ایک ایسے لڑکے سے ہوئی جو کھسروں کا رازدان تھا۔ اس نے شبیر احمد کو کئی بار کھسروں سے ملوایا۔ انہی ملاقاتوں کے دوران شبیر کا ایک کھسرے سے تعلق دوستی میں تبدیل ہو گیا۔ اسی کھسرے سے دوستی کے بعد شبیر احمد نے اپنے پرانے دوستوں سے قطع تعلق کر لیا۔ کھسرے کی چند روزہ صحبت کا نتیجہ تھا کہ شبیر احمد سگریٹ، چرس اور دیگر نشوں کا عادی بن گیا۔ نشے کی لت اور کھسرے کی دوستی کی وجہ سے خرچ بڑھا تو اس نے والدین سے جیب خرچ بڑھانے کا مطالبہ کیا۔ اس کا خرچ بڑھانے کا مطالبہ سن کر گھر

والوں نے کہا ایک آوارہ پھرتے ہو اوپر سے خرچہ بھی مانگتے ہو۔ اگر سارا دن آوارہ پھرنا ہے تو خرچ کے لئے بھی خود انتظام کرو۔ اسی اثناء میں میٹرک کا رزلٹ آیا تو شبیر اچھے نمبروں سے کامیاب ہو گیا۔ والدین نے اسے کالج میں داخل کروانا چاہا تو اس نے مزید تعلیم جاری رکھنے سے انکار کر دیا۔ تعلیم سے انکار کرنے کے بعد گھر والوں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ آوارہ گردی کے دوران اس کی دوستی کے حلقہ میں مزید کھسرے شامل ہوتے گئے۔ اسی دوران اس کے گھر والے اس کی حالت سے بالکل بے خبر رہے۔ نہ ہی انہوں نے اس کی ضرورت محسوس کی۔ ان کی نظر میں شبیر آوارہ اور نافرمان بچہ تھا۔ جیب خرچ میں تنگی کے بعد اس نے کھسروں کی صحبت میں بیٹھ کر زنانہ حرکات سیکھ لیں۔ زنانہ حرکات کے نتیجہ میں وہ چند لوگوں کو بے وقوف بنا کر کچھ نہ کچھ رقم اینٹھ لیتا۔ گھر سے دور زنانوں جیسی حرکات کرنے والا گھر میں نارمل انسان کی طرح آتا جاتا۔ اس کے حوالے سے یہ پہلو تحقیق طلب ہے کہ وہ بطور مرد اور عورت دونوں میں توازن کیسے برقرار رکھتا تھا۔

شبیر احمد کو باقاعدہ کھسرا بنے 5 سال کا عرصہ بیت چکا تھا۔ لیکن وہ اپنے گھر والوں کی نظر میں ابھی تک آوارہ اور لاپرواہ لڑکا تھا۔ شبو کے نام سے کھسروں کی زندگی میں بے مثال شہرت حاصل کرنے والے شبیر احمد کو شوہر بنانے کے لئے گھر والوں نے تیاری شروع کر دی۔ جبکہ شبیر احمد روزانہ رات کو چوک یتیم خانہ کے علاقے میں عورت کا روپ دھار کر "شوہر" کی تلاش میں مارا مارا پھرتا۔ والدین کے بعد 4 بھائیوں اور 2 بہنوں کے سرپرست "شبو" کی بالآخر شادی کر دی گئی۔ دور کے رشتہ داروں میں ہونے والی شادی کے بعد شبیر نے کھسروں والا دھندہ نہ چھوڑا۔ شادی کے سات سال بعد تک کسی کو شبیر کے دوسرے روپ کے متعلق کچھ پتہ نہیں چلا۔ سات سالہ ازدواجی زندگی کے دوران اللہ تعالیٰ نے اسے تین پھول جیسے بچوں کی نعمت بے کراں سے نوازا۔ کہا جاتا ہے کہ شبیر احمد نے بچوں کی پرورش کے دوران کسی قسم کی کسر نہ چھوڑی۔ گھر میں موجود شبیر کو بیوی بچوں کے ساتھ وقت گذارتے دیکھ کر کوئی نہیں سوچ سکتا تھا کہ وہ کھسرا ہے۔ جبکہ دوسری طرف کسی کھسرے کے علم میں بھی نہیں آیا کہ ہماری سہیلی "شبو" شادی شدہ مرد ہے۔ میاں بیوی کے درمیان جاری خوشگوار تعلقات میں پہلی دراڑ اس وقت آئی جب شبو کی بیوی کو کسی نے اطلاع دی کہ تمہارا شوہر تو کھسرا ہے۔ اور اسے یہ دھندہ کرتے ہوئے 12 سال کا طویل عرصہ بیت چکا ہے۔ بیوی خاوند کے دھندے کے متعلق جان کر خودکشی کرنے پر مجبور ہوئی۔ لیکن اللہ نے اس کی جان بچا لی۔ لیکن اس

عورت نے شبو کے ساتھ مستقل رہنے سے انکار کر دیا۔ بیوی کے رویئے سے شبیر احمد کا دل دکھا۔ اسی دکھ کو محسوس کرتے ہوئے اس نے خاندان کے بزرگوں کو تمام صورتحال بتا کر ان سے مدد طلب کرتے ہوئے عہد کیا کہ وہ آئندہ کھسرے کی حیثیت سے دھندہ نہیں کرے گا۔ میری اس توبہ کے بدلے میری بیوی مجھے معاف کرتے ہوئے بچوں کو مجھ سے دور نہ کرے۔ خاندان کے بزرگوں نے شبیر احمد کی توبہ کے بعد اس کی بیوی کو منایا کہ وہ اس نازک موقع پر اس کا ساتھ نہ چھوڑے۔ بزرگوں کے اس فیصلے کو عورت نے قبول کرتے ہوئے صرف اپنے بچوں کی خاطر دوبارہ شبیر احمد کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔

کھسروں والے دھندے سے توبہ تائب ہونے کے بعد اس نے اپنے چہرے کو سنت رسولؐ سے مزین کرتے ہوئے پنج وقتہ نماز کی ادائیگی شروع کر دی۔ لمبی داڑھی کے پیچھے موجود چہرے کو دیکھ کر انسان اس بات پر یقین نہیں کر سکتا یہ شخص بھی کھسرا تھا۔ کھسرے کے بھیس میں لاکھوں روپے کمانے والے شبیر نے بیوی اور بچوں کو رزق حلال کھلانے کے لئے شربت اور گولے بیچنے والی ریڑھی لگا لی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اس ذریعہ روزگار میں بہت تیزی سے ترقی سے نوازا۔ جس کے نتیجہ میں اس نے ایک دکان خرید کر مختلف مشروبات بیچنے کا کام شروع کر لیا۔ 4 سال تک یہ کام جاری رہا۔ اس دوران اس نے اپنی شرافت اور نیکی کے بل بوتے پر علاقے میں ممتاز حیثیت حاصل کر لی۔

ایک دن لوگوں نے دیکھا کہ شبیر احمد کی دوکان بند ہے۔ اردگرد کے ہمسائے دکاندار پریشان ہو کر اس کے گھر خیریت دریافت کرنے آئے تو ان پر انکشاف ہوا کہ شبیر احمد تو دوکان پر ہے۔ دکانداروں سے اس کی عدم موجودگی کا سن کر بیوی بہت پریشان ہوئی۔ اس روز رات گئے شبیر گھر لوٹا۔ اگلی صبح بیوی کو یہ بتا کر چلا گیا کہ میں نے ایک اور کاروبار شروع کر لیا ہے۔ دعا کرنا کہ کامیاب رہے۔ اس کے بعد اس نے دوکان کو کرایہ پر چڑھا دیا۔ اور پھر وہ منظر سے غائب ہو گیا۔ لیکن اب اس کے گھر والے بھی نہیں جانتے تھے کہ وہ کیا کام کر رہا ہے؟

کتاب کی تیاری کے دوران شبیر احمد سے ملاقات ہوئی۔ جب ہم نے شبیر کو اپنا اصل مقصد بتایا تو اس نے اوپر درج کہانی ہمیں سنائی۔ جب ہم نے پوچھا کہ آپ نے دوبارہ کھسرا بننا پسند کیوں کیا؟ تو اس نے کہا: وہ شرافت کی زندگی گزارتے ہوئے بہت خوش تھا۔ مگر نجانے وہ کونسی ایسی طاقت تھی جو مجھے واپس "کھسروں کے دھندے" کی طرف کھینچتی

رہی۔ اس طاقت کے آگے میں بطور انسان ہار گیا۔ اور دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر دوبارہ گناہ کی دلدل میں پہنچ گیا۔

اس نے بتایا کہ وہ کھسرا بن کر ماہانہ 15 ہزار روپے تک کماتا ہے۔ جس میں سے دس ہزار روپے بچوں کی پرورش کے لئے بیوی کو دیتا ہوں اور جبکہ بچی رقم اپنی ذات پر خرچ کرتا ہوں۔ اب شبیر مہینے میں ایک بار گھر جاتا ہے۔ گھر جانے سے قبل داڑھی بڑھا لیتا ہے۔ ہفتہ بھر قیام کے بعد دوبارہ گرو کے ڈیرے پر آتے ہی شیو کر لیتا ہے۔ شبیر احمد کے مطابق اگر وہ میک اپ کر کے اپنی بیوی کے پاس جائے تو وہ اسے نہیں پہچان سکتی۔ کیونکہ میں عورت کے روپ میں کسی بھی عورت سے زیادہ خوبصورت لگتا ہوں۔ شبیر احمد نے مزید کہا کہ میری وجہ سے والدین، بیوی، بچوں کو بہت زیادہ ذہنی تکلیف اٹھانا پڑی۔ اپنے پیاروں کو تکلیف دے کر میرا دل خوش نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج میں ان کے حقوق پورے کرنے کے لئے اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے دوہرا روپ اختیار کئے آپ کے سامنے بیٹھا ہوں۔ میری یہ کوشش ہے کہ بری صحبت کا اثر دوسروں پر نہ پڑے۔ خاص طور پر میرے بچے اس لعنت سے "محفوظ" رہیں۔ واضح رہے کہ شبیر احمد انتہا درجے کا رقاص ہے۔ اور اسی رقص کے بل بوتے پر صرف دنوں میں ہزاروں روپے کما لیتا ہے۔

عاشق در بدر کیسے ہوا؟

یہ ایک ایسے لڑکے کی کہانی ہے جس نے ایک کھسرے کے عشق میں ماں باپ، بہن بھائی، استاد، عزیز اور رشتہ دار دوست حتیٰ کہ ہر اس شخص سے خود ناطہ توڑ لیا جس نے اسے کھسرے کی صحبت سے بچنے کی تاکید کی۔ اور جب وہ کھسرے کی صحبت میں اس کا عادی ہوا تو کھسرے نے اس سے ناطہ توڑ لیا۔ آپ کی آگاہی کے لیے یہ کہانی خود ناصر نے لکھی ہے۔

میرا تعلق ایک نہایت شریف اور مذہبی گھرانے سے ہے۔ گھریلو ماحول کی وجہ سے میرے دوست بھی صاحب کردار تھے۔ گھر کی مالی حالت کی وجہ سے میں نے کم عمری میں ہی محنت مزدوری شروع کر دی۔ میں جہاں بھی کام کرتا اپنی محنت اور قابلیت کی وجہ سے ان کی مستقل ضرورت قرار پاتا۔ ان دنوں میں استاد ارشد کے پاس کام کر رہا تھا جو میرا اپنے بچوں کی طرح خیال رکھتے ہوئے فارغ وقت میں مجھے پڑھاتا۔ انہی دنوں میری ایک کھسرے سے دوستی ہوئی۔ جب استاد ارشد کو اس دوستی کے متعلق پتہ چلا تو انہوں نے مجھے بہت سمجھایا

کہ میں ایسی حرکتوں سے باز رہوں۔ جب میں باز نہ آیا تو انہوں نے میرے والدین کو صورتحال بتائی۔ لیکن اس کے باوجود میں چوری چھپے کھسرے سے ملتا رہا۔ جب استاد ارشد کو پتہ چلا کہ میں ابھی بھی کھسرے سے ملتا ہوں تو انہوں نے میرے دوستوں قاسم جان جو کہ قربان لائن کا رہائشی اور شہباز کو بلا کر بات بتائی۔ شہباز اور قربان سے میرے گھریلو تعلقات ہیں۔ جب میں ان کے گھر جاتا تو میری بڑی عزت کی جاتی۔ شہباز کی ماں مجھے اپنا دوسرا بیٹا قرار دیتی۔ لیکن افسوس میں نے ان رشتوں کی قدر نہ کی۔ ان دوستوں کے سمجھانے سے تنگ آ کر میں نے استاد ارشد کے پاس سے کام چھوڑ کر اپنا کام شروع کر لیا۔

ان دنوں میری صحت قابل رشک اور جسم بھرا ہوا تھا۔ جب میں پینٹ شرٹ پہن کر باہر نکلتا تو اکثر لڑکیاں مجھے دیکھتی رہ جاتیں۔ ان دنوں میں کسرت کے لئے باڈی بلڈنگ کلب بھی جایا کرتا لیکن میرا جسم عبرت کا نشان بن کر رہ گیا جب میں نے کچھ عرصہ اس کھسرے کے ساتھ گذارا۔ سب کیا دھرا میرا اپنا تھا۔ مجھے اس کھسرے سے اتنا پیار تھا کہ میں اس کے کہنے پر کسی کو بھی قتل کر سکتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے کہنے پر خود اپنا گلا بھی گھونٹ لیتا۔ یہ سب کچھ اس کی چاہت میں ہوا۔ جب کہ وہ بھی مجھے اسی طرح دیوانہ وار پیار کرتا کہ جیسے اس کے لئے زندگی میں سب سے بڑی خوشی میں ہوں۔ (باقی دلوں کا بھید اللہ بہتر جانتا ہے)

دکان سے گھر آ کر میں کچھ دیر آرام کر کے کھسرے کے ڈیرے پر پہنچ جاتا۔ اس کی طرف جاتے وقت میں اس کے لئے نت نئے کھانے بریانی، قورمہ، بھنا گوشت، روسٹ، برگر، چائنیز کھانے وغیرہ ضرور لے جاتا۔ کیونکہ اسے اچھے اور معیاری کھانے کھانا بہت اچھا لگتا تھا۔ میں جب بھی اس کے لئے کھانا لے کر پہنچتا تو وہ اپنے ہاتھوں سے نوالے توڑ کر کھلاتا۔ کھانے کے بعد میرا سر دباتے ہوئے مجھے میٹھے میٹھے گیت سناتا۔ اس کی اس ادا پر میں پاگل ہو جاتا۔ میرے اندر اس کے پاس زیادہ سے زیادہ دیر رہنے کی خواہش سر اٹھانے لگی۔ اس کے قریب وقت گذارنے کے چکر میں دوکان بند رہنے لگی۔ جس کا آخری نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ دوکان بند کرنا پڑی۔ کاروبار ختم ہونے کے بعد میری جیب میں کھسرے پر خرچ کرنے کے لئے رقم بھی ختم ہوتی گئی۔ اب میرے پاس لٹیں کے پیار کے سوا کچھ نہیں تھا۔ پہلے جب میں کاروباری آدمی تھا تو وہ بیویوں کی طرح میرا خیال رکھتا، مذاق کرتا، نخرے کرتا، اٹھکیلیاں کرتا۔ اور جب میں کنگال ہوا تو یکدم منظر بدل گیا۔ مجھے چاہنے والا مجھ پر مرنے کے دعوے کرنے والا۔ مجھ سے منہ موڑ کر دور چلا گیا۔ میں نے تو کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ وہ ظالم مجھے

یوں تنہا چھوڑ کر بھاگ جائے گا۔ کچھ دن میں نے پریشانی میں گذارے۔ لیکن آخر کار ایک دن میں نے فیصلہ کیا کہ اب میں اس کی یادوں کو بھلا کر نئے سرے سے زندگی کا آغاز کروں گا۔ اس فیصلے کے بعد جب میں اپنے دوستوں کے پاس مدد لینے کے لئے آیا تو انہوں نے مجھے ٹھکرا دیا۔ آج میری یہ حالت ہے کہ میں اپنے پیاروں سے بات کرنے کو ترستا ہوں لیکن کوئی میرے قریب آنے کو تیار نہیں۔

کھسرے اچھے نہیں

شاہدرہ ٹاؤن لاہور کے رہائشی ایک صاحب جو پچھلے پندرہ سال سے کھسروں اور زنانوں کے ساتھ کافی اچھے تعلقات رکھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ سوچنا بھی غلط ہے کہ کوئی کھسرا اچھا بھی ہو گا۔ ان صاحب کا معمول ہے کہ کام کاج سے فارغ ہو کر گھر میں بیوی بچوں کو کچھ وقت دے کر عشاء کی نماز کے بعد شاہدرہ میں قائم کھسروں کا مشہور اڈہ جسے اہل علاقہ ''خواجہ سراؤں کا تکیہ'' کہتے ہیں وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ روزانہ کھسروں کی صحبت میں دو تین گھنٹے گذارنے والے شخص کا موقف ہے کہ کھسرا برائی کا دوسرا نام ہے۔ برائی ان کی بنیاد ہے۔ جس عمارت کی بنیاد جس شے پر رکھی جائے وہ بالکل اسی جیسی ہو گی۔ ان کا کہنا ہے کہ ''خواجہ سراؤں کا تکیہ'' پر آنے جانے والے کھسروں سے ہمارے بڑے پرانے تعلقات ہیں۔ آج سے دس پندرہ سال قبل ان کی یہ حالت تھی کہ ہر شخص ان کی شرافت، ایمانداری اور پاکیزگی کی قسم دیتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ہمارے گھر والے بھی ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ جب بھی ان لوگوں نے ہمارے گھر آنا تو ان کی خوب خاطر مدارت کی جاتی۔ جبکہ خوشی غمی کے موقع پر بننے والے کھانوں میں سے ان کا حصہ ان کے ڈیروں پر پہنچایا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ میری بڑی بہن جب بھی میرے لئے یا دوسرے بہن بھائیوں کے لئے کپڑے یا کوئی اور چیز خریدتی تو ان کھسروں کے لئے چیز ضرور خرید کر محفوظ کرتی۔ صرف اسی لئے کہ اس کی نظر میں ان سے اچھا اور نیک کوئی اور نہ تھا۔ جوں جوں میں بڑا ہوتا گیا تو پتہ چلا کہ جن لوگوں کو ہم شرافت کا علمبردار تصور کرتے ہیں وہ گھناؤنی زندگی گذار رہے ہیں۔ جہاں شرافت کا کوئی گذر نہیں۔ ان کی بدکاریوں کے قصے پہلے ڈیرے کی چار دیواری میں جنم لیتے تھے۔ اب گلیوں محلوں میں جنم لیتے ہیں۔ ان کی بدنامیوں کی وجہ سے آہستہ آہستہ ہمارے گھر کے ان سے قائم تمام انسانی رشتے ٹوٹ گئے۔ مگر آج بھی گھر والوں سے چوری چھپے انہیں روزانہ

ملنے آتا ہوں کہ ان کی برائیوں کا اب میں بھی عادی ہو چکا ہوں۔

زندہ شاہ ولی اور سکھ کھسرے

برصغیر پاک و ہند میں مختلف مذاہب کے ماننے والے لوگ آباد ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں اس وقت مسلمان، ہندو، عیسائی، بدھ مت، سکھ اور پارسی کافی بڑی تعداد میں آباد ہیں۔ موجودہ پنجاب تقسیم ہند سے قبل مسلمانوں اور سکھوں کا علاقہ تصور کیا جاتا تھا۔ تقسیم ہند کے بعد اس علاقے سے سکھ ہجرت کر کے مشرقی پنجاب بھارت میں آباد ہو گئے۔ سکھ مذہب اسلام اور ہندومت سے متاثر ہے۔ سکھ مذہب کے پیروکار اسلام اور ہندومت کی تعلیمات سے بخوبی آگاہ ہیں۔ سکھ مذہب کے ماننے والے جب بھی پاکستان آئیں تو وہ اس خطے میں موجود اپنے مذہبی مقامات کی زیارت کے علاوہ مسلمان اولیائے اللہ اور نیک بندوں کے درباروں پر بھی حاضری دیتے ہیں۔

ہمارے ایک دوست نے بھارت سے آئے سکھ یاتریوں کے ایک وفد کی حسن ابدال کے قریب زندہ شاہ ولی کے دربار پر حاضری کی روداد سنائی۔ اسی روداد میں سب سے اہم چیز یہ ہے کہ وفد میں شامل سکھوں میں لمبی لمبی داڑھیوں والے سکھ کھسرے بھی شامل تھے۔ جب سکھوں کا ایک بڑا جتھہ دربار حضرت زندہ شاہ ولی پر حاضری دینے کے لئے پہنچا تو ہمارے دوست بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ حضرت زندہ شاہ ولی اللہ کی قبر کے سرہانے آنکھیں بند کئے کھڑا تھا کہ اچانک اس کے کانوں میں ایک آواز گونجی کہ بابا جی بڑی دوروں تہاڈے دربار تے منت منگن آیا آں۔ ہن تسی مینوں مایوس نہ کرنا۔ میں تہاڈے راہیں اپنے رب کولوں گناہواں دی معافی منگدیاں توبہ کرداں آں۔ میں اگے توں نہ ہی نچاں گا تے نہ ای کھسریاں دا بھیس بدلاں گا۔ تہاڈی رحمت شامل حال رہی تے میں اپنے قول تے پکا رہواں گا۔ یہ سنتے ہی میں نے آنکھیں کھول کر ان صاحب کو دیکھا جو دعا مانگ رہے تھے۔ لمبی داڑھی والا سکھ بڑے خشوع و خضوع سے دعا مانگتا ہوا کھسروں سے باز رہنے کی بات بار بار دوہرا رہا تھا۔ دعا کے بعد جب وہ باہر نکلنے لگے تو میں نے آگے بڑھ کر انہیں روک لیا۔ تعارف کے بعد کچھ دیر بات چیت ہوئی۔ اس موقع پر انہوں نے بتایا کہ وہ بڑے طویل عرصہ سے پاکستان آ کر حضرت زندہ شاہ ولی کے دربار میں عہد کرنے کا سوچ رہا تھا۔ آج اللہ نے میری حسرت پوری کر دی۔ سکھ کھسرے کا کہنا تھا کہ ہم پانچ دوست دیگر یاتریوں کے ہمراہ

آئے ہیں۔ سکھ کھسروں میں یہ روایت عام ہے کہ جو شخص حضرت زندہ شاہ ولی کے دربار پر جا کر اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر آئندہ کے لئے توبہ تائب ہو گا آنے والی زندگی میں اس کی ہر خواہش پوری ہو گی۔ وہ شخص ولایت کے مرتبہ پر پہنچ سکتا ہے لیکن نیت صاف ہونی چاہیے۔

کاروبار اور ہوٹل

عقلمندوں کا کہنا ہے کہ اچھی بیوی وہ جو معدے کے راستے خاوند کے دل میں اتر جائے۔ آج کل کی عورت تو شاید اس فلسفہ کی قائل نہیں۔ لیکن کھسرے اس فلسفیانہ کہاوت کے زور پر ٹرکوں، بسوں اور سڑکوں پر روزانہ سفر کرنے والوں کے دلوں میں اتر جانے کی جدوجہد میں مصروف عمل ہیں۔ سال 1990ء کے دوران سننے میں آیا کہ سرگودھا ملتان روڈ پر پرانے ہیڈ سندھنائی اور پل باگڑ کے درمیان کھسروں کا ایک ہوٹل قائم ہوا ہے۔ اس ہوٹل میں مالک، باورچی، ویٹر، گاڑی دھونے والا، سگریٹ، پان، چائے بیچنے والا سب کے سب کھسرے تھے۔ اس ہوٹل کے کھانوں کا ذائقہ سرگودھا کے قریب بمقام جھال چکیاں کی دال سے بھی زیادہ مشہور ہو گیا۔ اصل حقیقت تو اللہ جانے کہ ذائقے کی شہرت تھی یا کھسروں کی۔ بہرحال یہ ایک جیتی جاگتی حقیقت تھی کہ اس زمانے میں سرگودھا ملتان روڈ پر سفر کرنے والے اکثر ٹرالے اسی ہوٹل پر قیام کرتے تھے۔ ہوٹل کی کامیابی کی صورت میں کھسروں نے دولت کمائی یا نہیں لیکن موت کے کنوؤں میں ناچنے والے خوبصورت ترین کھسروں سے بھی زیادہ شہرت ضرور پائی۔ گو آج کسی کو ان کے نام یاد نہیں۔ ان دنوں ان کے ناموں کا بھی بہت زور و شور تھا۔

ان کھسروں کی ترقی اور شہرت کو جان کر ملک بھر کے کئی دوسرے کھسرے بھی اس میدان میں کود پڑے۔ اس وقت تقریباً ملک کی ہر اہم شاہراہ پر کھسروں کے ہوٹل قائم ہو چکے ہیں۔ ان ہوٹلوں کے حوالے سے ٹرانسپورٹروں بالخصوص بسوں اور ٹرکوں کا عملہ مختلف کہانیاں سناتا ہے۔ آج کل چوکی ہائی پاس کے قریب واقع کھسروں کے ہوٹل کا بہت چرچا ہے۔ اس ہوٹل کے کھانے اپنی لذت کے حوالے سے ٹرانسپورٹروں کی کمزوری بن چکے ہیں۔ اس کے علاوہ ملک کے کئی چھوٹے بڑے شہروں میں کھسروں کے پان سگریٹ کے کھوکھے بھی کام کر رہے ہیں۔ پاک پتن کے میلہ میں ہر سال ایک کھسرا پان سگریٹ کی دوکان سجاتا تھا۔ اس

کھسرے کے ہاتھوں بنا پان کھانے کے لئے لوگ میلہ ختم ہوتے ہی اگلے میلے کا انتظار شروع کر دیتے تھے۔

اسی طرح صوبہ سندھ میں گھوٹکی کے قریب ایک کھسرے نے گرمیوں میں سردائی بیچنے کا کام شروع کیا۔ اس کی بنی سردائی راتوں رات پورے ملک میں مشہور ہوگئی۔ اسی کھسرے کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے سب سے پہلے بسوں، کوچوں اور ویگنوں کو سردائی پینے کے لئے روکنا شروع کیا۔ بعد ازاں یہ سلسلہ پورے ملک میں دراز ہوتا چلا گیا۔ اب جونہی گرمیاں شروع ہوتی ہیں پورے ملک کی شاہرات کے گرد سردائی بیچنے والے برساتی کھمبیوں کی طرح سر اٹھانے لگتے ہیں۔ ویسے حیرت کی بات ہے کہ کھسروں نے پلی پاگڑ والے کھسروں کی نقل میں ہوٹل تو جا بجا کھول لیے سردائی والے کی نقل میں انہوں نے سردائی مراکز قائم کیوں نہیں کیے؟ اگر کھسرے اس میدان میں بھی مقدر آزمائی کریں تو یقیناً وہ بہت زیادہ نوٹ کمانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ کھسروں کے ہوٹل پر کام کرنے والے ایک کھسرے نے ہمیں بتایا کہ کھسروں کے ہاتھوں کے بنے کھانوں کی شہرت کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم ملاوٹ شدہ سبزیوں، گوشت اور مصالحوں میں مزید ملاوٹ کرنے کے قائل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہوٹل سے ایک بار کھانا کھانے والا دوسری بار وہاں سے گزرتے ہوئے بھوک نہ ہونے کی صورت میں چائے ضرور پیئے گا۔

ہو سکتا ہے کہ ہوٹل قائم کر کے رزق کمانے والے کھسرے وہ لوگ ہوں جو بڑھاپے میں ناچ گانے کی صلاحیت کے ذریعے نوٹ کمانے سے محروم ہو چکے ہوں۔ لیکن اگر وہ واقعی کاروبار کر رہے ہیں تو پھر ان کی یہ کوشش قابل ستائش ہے۔ لیکن بدقسمتی سے شہروں میں کھسروں نے جنسی بے راہروی کے جس طوفان کو جنم دیا اس کی وجہ سے یہ لوگ بھی شک کے دائرے سے نہیں بچ پاتے۔ حالانکہ کھسروں کے حوالے سے ایسی سینکڑوں مثالیں پائی جاتی ہیں کہ کھسروں نے ناچ گانے ترک کر کے کاروبار شروع کیا۔ مثلاً بہاولنگر کی تحصیل چشتیاں ~~~ آباد کا ایک کھسرا موہنی جوانی کے زمانے میں "بانکی والا" کے نام سے مشہور تھا۔ آج کل شریف کے نام سے مویشیوں کی خرید و فروخت کا کام کر رہا ہے۔ بطور بیوپاری اس کی شہرت علاقے بھر میں ہے۔ لین دین اور کاروباری سوجھ بوجھ کی وجہ سے اکثر زمیندار اس کے ذریعے اپنے مویشیوں کو فروخت کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ بانکی والا اس وقت عمر کے ایسے حصے سے گذر رہا ہے جہاں دم کا کوئی بھروسہ نہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ زندہ رہنے کے لئے محنت کرنے

پر مجبور ہے۔ کھسروں کی زندگی کے حوالے سے اس معاملہ کا جائزہ لیا جائے تو ایک ایسی دنیا نظر آتی ہے جہاں صرف مطلب کی زبان بولنے والوں کی قدر ہے۔ اکثر کھسروں کے آگے پیچھے کوئی نہیں ہوتا۔ جبکہ وہ جوانی میں ہزاروں نہیں لاکھوں روپے کماتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان کے پاس اتنی دولت جمع نہیں ہو پاتی کہ وہ بڑھاپا اچھے طریقے سے گذار سکیں۔ جبکہ ان کے جونیئر کھسرے بھی انہیں بھلا دیتے ہیں۔ جنہیں خود آنے والے دنوں میں ایسی خوفناک صورتحال کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جہاں ان کی بات سننے کے لئے کوئی تیار نہیں ہوگا کجا کہ انہیں کوئی روٹی کھلائے۔ سچ کہتے ہیں جیسے پیسے کماؤ ویسے خرچ ہوں گے۔ بچت صرف رزق حلال سے مشروط ہے۔

بیڈن روڈ کا کھسرا

بیڈن روڈ اور مال روڈ کے مقام اتصال پر روزانہ شام کے وقت عام آدمی کا لباس پہنے ایک کھسرا منڈلاتا نظر آتا ہے۔ یہ کھسرا دن کے وقت عورت کے لباس میں ٹمپل روڈ، بیڈن روڈ، مال اور مزنگ روڈ پر گھر گھر جا کر بھیک مانگتا ہے۔ دن کے وقت اس کھسرے کے حلیے کو دیکھ کر آپ اس امر کا یقین کرنے کو تیار نہیں کہ شام کو بیڈن روڈ پر پھرنے والا آدمی وہی ہے۔ اس کھسرے کے اصل نام کے متعلق کسی کو علم نہیں۔ اس کھسرے کے متعلق مشہور ہے کہ یہ مجذوب آدمی ہے۔ لیکن حقیقتاً ایسا نہیں۔ ہمیں ٹمپل روڈ پر واقع ایک بہت بڑے ڈیپارٹمنٹل سٹور پر کام کرنے والے ایک صاحب نے بتایا کہ ایک دن میں سٹور پر اکیلا کام کر رہا تھا کہ اچانک دکان میں ایک کھسرا داخل ہوا۔ اس نے آتے ہی دست سوال دراز کیا۔ میں نے 2 روپے اسے تھمائے تو وہ ہنس پڑا اور ساتھ ہی کہنے لگا کہ صاحب میں نے کون سا روز روز آپ کو تنگ کرنا ہے جو آپ مجھے اتنی چھوٹی رقم دے رہے ہیں۔ میں نے ہنس کر جواب دیا کہ یہاں ہر بھیک مانگنے والا یہی کہتا ہے۔ ہم بھی کتنی رقم اسی مد میں خرچ کر سکتے ہیں؟ بہرحال اس نے مجھے دکان میں اکیلے پا کر کہا کہ صاحب اپنا کام ہے دوسروں کی خدمت کرنا۔ اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو حکم کیجئے۔ یہ سن کر میں حیران رہ گیا۔ میں نے پوچھا کہ "خدمت" سے مراد؟ اس نے کہا کہ میں لڑکیوں اور لڑکوں کو آپ کی خدمت کے لئے بھجوا سکتا ہوں۔ لڑکیاں بھی آپ کی من پسند لڑکے جیسے چاہیں۔ میں نے اسے کہا کہ یہ دوکان کا وقت ہے تم فارغ وقت میں کہاں ملو گے؟ اس نے ڈکار چھوڑتے دیکھ کر کہا کہ صاحب شام 6 سے 7

بجے تک بیڈن روڈ پر آ جایئے گا۔ میں خود آپ سے رابطہ کروں گا۔ شام کو جب میں وہاں پہنچا تو وہ فوراً میرے پاس آن ٹپکا۔ کہنے لگا کہ صاحب حکم فرمایئے۔ اس سے گفتگو کر کے میں نے اس کے ساتھ اگلے روز کا وعدہ کیا۔ اگلے روز میں اسے نہ ملا تو وہ سٹور پر آن پہنچا۔ مجھے گاہکوں کے ساتھ مصروف دیکھ کر واپس لوٹ گیا۔ وہ کئی بار دکان کے آگے سے گذرا۔ جیسے ہی میں اکیلا نظر آیا تو وہ لپک کر دکان میں داخل ہو گیا۔ اور پوچھا کہ صاحب آپ کل شام کیوں نہیں آئے؟ میں نے اسے ڈانٹ کے بھگانا چاہا تو اس نے کہا کہ صاحب میں چلا جاتا ہوں۔ لیکن اس کا ذکر آگے نہ کیجئے گا ورنہ ــــــــــ

گرو کا مہمان

اداکار رحیم نور نے لڑکیوں کی طرح لمبے بال رکھے ہوئے ہیں۔ ان کے لمبے بالوں کی وجہ سے اکثر کھسرے انہیں اپنی برادری کا حصہ تصور کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں۔ اپنے لمبے بالوں کی وجہ سے رحیم نور کو کئی بار دلچسپ واقعات کا سامنا کرنا پڑا۔ جن میں سے ایک دو واقعات آپ کی تفریح طبع کے لئے پیش خدمت ہیں۔

گذشتہ شب برات کے موقع پر رحیم نور اپنے اداکار دوست منیر خان کے ساتھ حضرت داتا گنج بخشؒ کے دربار پر سلام کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔ دربار سے سلام کر کے وہ واپس جانے کے لئے بلال گنج روڈ کی طرف واقع دروازے سے باہر نکلے تو آگے تین کھسرے ڈیرہ جمائے کھڑے تھے۔ انہوں نے جونہی رحیم نور اور منیر خان کو دیکھا تو وہ فوراً ان کے قریب لپک آئے۔ رحیم نور کے لمبے ریشمی اور چمکدار بالوں کو انہماک سے دیکھتے ہوئے ایک کھسرے نے سوال داغا کہ ہائے اللہ باجی آپ کے بال کتنے خوبصورت ہیں؟ آپ پہلے کبھی اس علاقے میں نظر نہیں آئیں کہاں کی رہنے والی ہیں؟ فقرے کے سنتے ہی رحیم نور شرم سے پیلے پڑ گئے جبکہ منیر خان نے کھسروں کی سی اداکاری کرتے ہوئے ان سے گپ شپ لگانا شروع کر دی جو کئی منٹ تک جاری رہی۔ اس دوران ایک کھسرا مسلسل رحیم نور سے استفسار کرتا رہا کہ انہوں نے بالوں کو کیسے پالا؟

رحیم نور کی لاہور کے معروف کھسرے رحمان بابو سے دوستی ہے۔ ایک دفعہ وہ اپنے دوست کو ملنے اس کے ڈیرے واقع اندرون ٹیکسالی گیٹ گئے۔ رحمان بابو نے اپنے دوست کا پرتپاک استقبال کرتے ہوئے اسے اپنے قریب بٹھایا۔ رحیم نور نے اپنی پونی کھول کر بال

لہرائے۔ اسی دوران رحمان بابو کا ایک چیلا وہاں آن پہنچا۔ اس نے سب سے پہلے تو امی جی، کو باآواز بلند تسلیمات پیش کیں۔ اس کے بعد اس نے رحیم نور کے لمبے بالوں کی وجہ سے قیافہ شناسی یا مردم شناسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں "باجی" کہہ کر سلام پیش کیا۔ "باجی" کا لفظ سنتے ہی رحمان بابو کا پارہ چڑھ گیا۔ اس نے چیلے کو انتہائی درشتی سے ڈانٹتے ہوئے کہا کہ "مر جانیئے ایہہ باجی نئیں میرا سجن اے"۔ گرو کے منہ سے نکلے الفاظ سن کر چیلے نے دونوں ہاتھوں سے اپنے گال پیٹتے ہوئے کہا "ہائے اللہ، مجھ سے کیا غلطی ہو گئی۔" فوراً امی جی کے قدموں کو چھوتے ہوئے معافی مانگی۔ اپنے اسی گناہ کو معاف کروانے کے لئے چیلے نے گھر میں کام کرنے والے ملازم کو بازار بھیجا کہ منے سے فوراً لیگ پیس اور بوتلیں لے کر آؤ۔ ملازم نے آناً فاناً حکم کی تعمیل کی۔ کھانے پینے کے سامان کو ٹرے میں سجا کر اس چیلے نے رحیم نور سے درخواست کی کہ کھانا شروع کیا جائے۔ رحیم نور نے کہا کہ میں تو کھانا کھا کر آ رہا ہوں جس پر چیلے نے گرو کی جانب دیکھا اور درخواست کی کہ امی جان آپ ہی مہمان کو کہیں کہ کھانا کھائے ورنہ میں اپنا سر پیٹ لوں گی۔ گرو نے اپنے چیلے کو قریب کھینچتے ہوئے پیار کیا اور رحیم نور سے درخواست کی کہ "کاکی" کا دل نہ توڑا جائے۔ جس پر رحیم نور نے ہنستے ہوئے مرغ کی لات پر زور آزمائی شروع کر دی۔ کھانے کے بعد چیلے نے دوبارہ گرو اور رحیم نور سے معذرت کی۔ استاد کی جانب سے معافی ملتے ہی چیلے نے خوشی سے رقص شروع کر دیا۔

تماش بینوں میں اضافہ

کھسروں کے رقص کے شوقین حضرات کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ ماضی میں بڑے گھرانے شادی بیاہ کی تقریبات کے دوران طوائفوں کو رقص و مجرا کے لئے بلانے کو ترجیح دیتے تھے۔ جبکہ اب صورتحال یکسر تبدیل ہو چکی ہے۔ چند ایک کھسروں نے رقص کے حوالے سے اسقدر نام کمایا ہے کہ اکثر بڑی بڑی تقریبات میں ناچنے کا کام یہی لوگ کرتے ہیں۔ سال 1999ء کے دوران ایک ملٹی نیشنل موٹر سائیکل ساز ادارے چنگ جی کے سالانہ عشائیے کے دوران لاہور کے معروف کھسرے رحمان بابو کو رقص کے لئے بلایا گیا۔ اس تقریب میں شرکت کرنے والے ایک صاحب کا کہنا ہے کہ رحمان بابو کے رقص کا مظاہرہ دیکھ کر محفل میں موجود ہر شخص انگشت بدنداں رہ گیا۔ حالانکہ اس تقریب کی رونق کو بڑھانے کے لئے معروف اداکارہ، گلوکارہ اور کمپیئر ارم حسن بھی شریک تھیں۔ لیکن ان کا فن بھی رحمان بابو کے

سحر کو کم نہ کر سکا۔ ارم حسن کو اس تقریب میں صرف ایک دو گیت گانے کا موقع ملا۔ باقی وقت میں رحمان بابو حاضرین محفل کی فرمائش پر مختلف گیتوں پر رقص کرتا رہا۔ واضح رہے کہ اس محفل میں کمپنی کے ملازمین کے اہل خانہ بھی موجود تھے۔ رات بارہ بجے ختم ہونے والا فنکشن صرف رحمان بابو کے رقص کی وجہ سے صبح تک جاری رہا۔ اس فنکشن میں رحمان بابو نے 20 ہزار روپے سے زائد کی ویلیں اکٹھی کیں۔ رحمان بابو کی چنگ چی کے فنکشن میں شرکت کے بعد کئی دیگر ملٹی نیشنل اور ملکی کمپنیوں نے اسے اپنی تقریبات میں ناچ گانے کے لئے بلایا۔

رحیم نور اور ارم

اداکار رحیم نور اور ارم کھسرا باری سٹوڈیوز میں قائم آرٹ اکیڈمی میں اکٹھے کام سیکھ رہے تھے۔ ایک دن ارم، رحیم نور، اور ایک اور اداکار کھسرے عورت اور مرد کے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ وہاں ایک بڑے ملکی اخبار کا فوٹوگرافر بھی آ دھمکا۔ (واضح رہے کہ اس وقت ارم لڑکوں کے لباس میں ملبوس تھا) فوٹوگرافر نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا کہ میں کسی بھی مرد کو عورت کے روپ میں دیکھ کر فوراً پہچان لوں گا کہ یہ عورت ہے یا مرد۔ فوٹوگرافر کے اس دعوے کے چند روز بعد فوٹوگرافر کو آرٹ اکیڈمی والوں نے فوٹو سیشن کے لئے بلوایا۔ فوٹوگرافر نے ایک دن لگا کر اداکار رحیم نور اور ارم کھسرے کا انڈور و آؤٹ ڈور سیشن کیا۔ اس دوران فوٹوگرافر نے صرف اتنا تبصرہ کیا کہ لڑکی تو خوبصورت ہے مگر سکرین کے لئے موزوں نہیں۔ یہ سن کر سب ہنس پڑے۔ اور پھر فوٹوگرافر کو بتایا گیا کہ آپ نے اسی کھسرے ارم کے سامنے دعویٰ کیا تھا کہ میں کھسرے کو فوراً پہچان لیتا ہوں۔ آپ اسے نہیں پہچان سکے تو باقی کھسروں کو کیسے پہچانیں گے؟

محبوب کا پیچھا

کوٹ لکھپت پھاٹک فیروز پور روڈ کی شرقی سمت میں بجلی گھر کے پیچھے نوشاہ جمال ٹاؤن ایل ڈی اے کوارٹرز کے نام سے ایک بہت بڑی بستی آباد ہے۔ اس بستی میں ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ کھسروں کے ڈیرے اور گھر آباد ہیں۔ انہی گھروں میں سے ایک گھر وسیم عرف شبو نامی کھسرے کا ہے۔ وسیم عرف شبو بہت چالاک اور ہوشیار کھسرا تصور کیا جاتا ہے۔ اس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ اپنی مسکراہٹ کی بھی قیمت وصول کرتا ہے۔ اس بستی میں

1998ء کے شروع میں ایک لڑکا امجد نامی آ کر ٹھہرا۔ امجد روزانہ محنت مزدوری کرنے کے لئے اپنے کوارٹر سے نکل کر ریلوے لائن کو عبور کرتا ہوا کوٹ لکھپت سبزی منڈی کے سٹاپ سے ویگن پر سوار ہوتا۔ امجد ایک خوبصورت اور سمارٹ آدمی ہے۔ وسیم شبو نے اسے دیکھا تو وہ پہلی نظر میں امجد کی محبت میں مبتلا ہو گیا۔ اس نے آتے جاتے امجد کو اشارے کر کے اپنے قریب بلانا۔ امجد نے شروع میں تو کھسرے کے رویئے کو محسوس نہ کیا۔ لیکن کھسرے کو روزانہ اپنے راستے میں کھڑے دیکھ کر اس نے اسے توجہ دینا شروع کی۔ امجد کی نظروں کو دیکھ کر اس نے امجد سے ملاقات کرنے کی کوشش کی۔ لیکن امجد اس صورتحال سے گھبرا گیا۔ ایک رات امجد اپنے کسی دوست کو ویگن سٹاپ تک چھوڑنے آیا۔ واپسی پر وسیم عرف شبو نے اس کا راستہ روک لیا۔ اور زبردستی بغل گیر ہو گیا۔ امجد نے بہت مشکل سے جان چھڑائی۔ اگلے دن اتفاقاً وہ اپنے کوارٹر پر اکیلا تھا کہ وسیم دستک دے کر اندر گھس آیا۔ امجد نے اسے بھگانے کی کوشش کی۔ امجد کے رویئے کو دیکھ کر وسیم عرف شبو نے اسے دھمکی دی کہ اگر تم مجھ سے بات نہیں کرو گے تو میں شور مچا کر پورے محلے کو اکٹھا کر لوں گی۔ کرایہ دار امجد یہ صورتحال دیکھ کر خاموش ہو گیا۔ اس نے وسیم کو کافی سمجھایا کہ میں ایسا آدمی نہیں جو تم سمجھ رہے ہو۔ شبو نے کہا میں جانتی ہوں۔ لیکن کیا کروں اس پاگل دل کا جو تم پر عاشق ہو گیا۔ امجد نے اس کے ساتھ سچے جھوٹے وعدے کر کے اپنی جان چھڑائی۔ اگلے روز وہ کام پر جا رہا تھا کہ شبو نے راستہ روک کر اسے پانچ سو روپے دیئے کہ تم شلوار قمیض میں اچھے نہیں لگتے۔ ان سے پینٹ خرید کر لانا۔ شرٹ میں خود لاؤں گی۔ امجد نے پانچ سو روپے پکڑ لئے۔ پھر کچھ دیر بعد واپس آ کر اس نے کوارٹر سے اپنا سامان اٹھایا اور لاہور میں کسی دوسرے دوست کے ہاں شفٹ ہو گیا۔ امجد بتاتا ہے کہ وسیم عرف شبو اس واقعہ کے بعد بیمار پڑ گیا۔ یہاں تک کہ وہ چند روز ہسپتال بھی داخل رہا۔ ایک دن امجد مال روڈ سے گذر رہا تھا کہ اچانک سامنے سے وسیم عرف شبو آ گیا۔ امجد اسے دیکھتے ہی چلتی ٹریفک میں سے گذر کر سڑک پار کر گیا۔ اسی طرح ایک دن امجد رائل پارک کسی کام سے گیا تو وہاں شبو کا ایک دوست کھسرا (جسے وہ نہیں پہچانتا تھا) نے امجد کو دیکھ لیا۔ اس نے امجد کو کہا کہ وسیم عرف شبو تمہارے غم میں گھل کر آدھا رہ گیا۔ مسکرانا تو وہ بالکل بھول چکا ہے۔ اگر ہو سکے تو صرف ایک بار اسے مل آؤ۔ یہ سن کر امجد انسانی ہمدردی کے تحت وسیم کے گھر گیا۔ امجد کو دیکھتے ہی وسیم کھل اٹھا اور کہنے لگا کہ میری محبت سچی تھی کہ تم لوٹ آئے۔ امجد نے کہا کہ میں آئندہ نہیں آؤں گا۔ اور نہ ہی تم میرا پیچھا کرنا۔ وسیم نے کہا کہ چلو

ہم ایک معاہدہ کر لیتے ہیں پھر میں تمہیں کبھی ملنے کو نہیں کہوں گا۔ امجد نے معاہدے کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ جب کبھی تمہیں کسی چیز بالخصوص مالی مدد کی ضرورت ہو تو مجھ سے رابطہ کرو گے۔ امجد نے قسم اٹھا کر اس کے ساتھ وعدہ کیا۔ امجد کا کہنا ہے کہ اسی روز وسیم نے میرے ساتھ حضرت داتا گنج بخشؒ کے دربار پر جا کر 20 دیگیں چاول کی بطور نیاز بانٹیں۔ جبکہ علیحدہ ہوتے وقت اس نے مجھے 5 ہزار روپے دیئے۔

کھسرے کو چڑانا

آپ نے اکثر دیکھا ہو گا کہ آوارہ پھرتے کھسروں کو چڑانے کے لئے لوگ مختلف فقرے کستے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود کھسرے برا منائے بغیر تالی بجا کر آگے گذر جاتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے کہ کھسرے کوئی فقرہ سنتے ہی چڑ جاتے ہیں۔ کھسرے کے چڑتے ہی جو منظر دیکھنے کو ملتا ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ کھسرے کی نفسیات کو جاننے والے برلب سڑک اکثر ایسے فقرے کستے ہیں جنہیں سن کر کھسرا فوری غصے میں آ جاتا ہے۔ کھسروں کا اس متعلق کہنا ہے کہ جب کوئی شخص ہمیں جانتے ہوئے ایسے فقرے کستا ہے جن کا مقصد ہماری تذلیل کرنا ہو ہمیں بہت ناگوار گذرتا ہے۔ اس لئے ہم ایسے شخص کو فوراً جواب دیتے ہیں کہ یہ ہماری معاشرت کو جانتا ہے تو پھر اسی حوالے سے اسے جواب دینا بھی ضروری ہے۔ جبکہ ایک اور کھسرے کا کہنا ہے کہ کھسرا عام آدمی کی بات کا برا صرف اس صورت میں منائے گا جب اس کے سامنے کسی دوسرے کھسرے کے حسن کی بھرپور انداز میں تعریف کرتے ہوئے اس کے جسمانی اعضا کو تضحیک آمیز فقروں سے نوازا جائے۔

کھسرے کو چڑانے کی صورت میں بعض اوقات بہت دلچسپ واقعات جنم لیتے ہیں۔ ایسا ہی ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

ایک کھسرا برلب سڑک چلا جا رہا تھا۔ جب وہ ایک دوکان کے سامنے سے گذرا تو دکاندار نے کھسرے کو روک کر کہا کہ یار میرے لئے دعا کرو کہ اللہ مجھے چاند سا بیٹا دے۔

کھسرا چڑ کر جواب دیتا ہے کہ تم نے مجھے یار کس کھاتے میں کہا۔ میرا نام لیتے ہوئے تمہیں شرم آتی ہے۔

دکاندار۔ چلو یار معاف کر دو۔ اپنا نام بتا دو ساتھ ہی چڑاتے ہوئے تمہارا نام صائمہ تو نہیں۔

(واضح رہے کہ صائمہ اس کھسرے کے رقیب کا نام ہے)

کھسرا: میرا نام صائمہ نہیں تم اچھی طرح جانتے ہو۔ اب تم صائمہ سے دعا کرواؤ۔

دکاندار گلے سے پیسے نکال کر کھسرے کی طرف بڑھاتا ہے اور ساتھ ہی دوبارہ درخواست کرتا ہے کہ چلو اب غصہ تھوک دو۔ میرے لئے دعا کرو کہ اللہ مجھے بیٹا دے۔

کھسرا: جو کہ بری طرح چڑ چکا تھا جواب دیتا ہے۔

اللہ تمہیں بیٹا پھر دے گا جب تم مجھ سے شادی کرو گے۔

یہ سنتے ہی دکان میں موجود دیگر افراد ہنس پڑتے ہیں اور دکاندار کھسیانا ہو کر کھسرے کو دکان سے بھاگ جانے کا حکم دیتا ہے۔

تماش بین کی نظر اور کھسرا

اگر آپ نے کھسروں کو ان کے مداحوں کی جانب سے ملنے والی رقوم کا اندازہ کرنا ہے تو پھر نگار خانوں کا چکر لگائیے۔ جہاں آپ کو اسی حوالے سے بہت سی کہانیاں سننے کو ملیں گی۔ کیا آپ کو علم ہے کہ ڈیفنس کے علاقے میں رہائش پذیر ایک کھسرے کو اس کے عاشق نے اس کی سالگرہ کے موقع پر زیرو میٹر ٹویوٹا لینڈ کروزر، 2 عدد گن مین بمعہ رائفلز۔ ایک ڈرائیور۔ ایک لاکھ روپے کے زیورات دینے کے علاوہ اس کے سر کا صدقہ پچاس ہزار روپے غریبوں میں تقسیم کئے تھے۔ آپ کے لئے یہ بات نئی ہو گی لیکن سٹوڈیوز میں پھرنے والا ہر بندہ اسے جانتا ہے۔ جب عارف کے اس دعوے کی تصدیق کے لئے نگار خانوں کا چکر لگایا تو اس امر کی تصدیق ایک نہیں دو صاحبان نے کی۔ ان دو افراد کا سٹوڈیوز کی زندگی سے گہرا تعلق ہے۔ وہاں ہونے والی کسی قسم کی سرگرمی ان سے چھپی نہیں رہتی۔

عارف نے بتایا کہ کراچی کا ایک کھسرا جو کہ پچھلے چار ماہ سے لاہور میں ڈیرے جمائے بیٹھا ہے۔ اسے اس کے ایک عاشق نے پیش کش کی کہ اگر وہ دربدر پھرنا چھوڑ دے تو میں اسے سالانہ دو لاکھ روپے ادا کرنے کے علاوہ گھر، گاڑی اور ذاتی ملازم فراہم کر سکتا ہوں۔ لیکن اس کھسرے نے اتنی بڑی پیشکش قبول نہیں کی۔ آخر کیوں؟ صرف اسی لیے کہ وہ اتنی رقم تو ایک ماہ میں کما سکتا ہے۔ اسی طرح پشاور کے ایک کھسرے اسلام آباد میں رہائش پذیر کھسرے کے متعلق عارف کا کہنا ہے کہ وہ سالانہ 30 لاکھ روپے سے زائد رقم کماتا ہے۔ حالانکہ اس کا کوئی کاروبار بھی نہیں۔ سوائے اچھا رقاص ہونے کے اس میں کوئی خوبی نہیں۔ اگر آپ کو کھسروں پر مال لٹانے والے عشاق دیکھنے ہیں تو پھر چند دن اس ملک کی سب سے

بڑی سرکس کے ساتھ بطور ملازم گزارنا چاہئیں۔ تاکہ اندازہ ہو چکے کہ صرف ہاشم کھسرے پر رقم لٹانے والے کتنے لوگ ہیں۔ ایک ہی نشست میں لاکھوں کمانے والے اس کھسرے کے چاہنے والے اس کی چاہت میں سرکس کے ساتھ ملک بھر کا دورہ کرتے نظر آئیں گے۔ عارف کا کہنا ہے کہ اس ملک میں کوئی ایک شخص کھسرے کا چاہنے والا نہیں بلکہ لاکھوں افراد کی تعداد شامل ہے۔ کھسروں کے جسم اور فن کے دلدار ہر دو طبقوں میں کھسرے کی پسندیدگی کے معیار کا پیمانہ ایک دوسرے سے قطعاً مختلف ہے۔ جسم کا بیوپاری سفید رنگت، موٹی آنکھوں، پتلی کمر، لمبے قد اور لمبی زبان جیسی خصوصیات رکھنے والے کھسرے کے ساتھ وقت گذارنے کو ترجیح دے گا۔ کھسرے کے فن کو چاہنے والے اسے بطور رقاص اپنے قریب رکھتے ہیں۔ ہر دو طبقے کھسرے کے حسن اور فن کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے رقم خرچ کرنے سے نہیں گھبراتے۔ کھسرے کے جسم سے دلچسپی رکھنے والے ایک صاحب جن سے کوٹ لکھپت سبزی منڈی کے پاس لگے مستقل موت کے کنوئیں کے باہر اتفاقاً ملاقات ہوئی۔ ان کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے ہم نے اپنا مدعا ظاہر کیا تو وہ فرمانے لگے کہ میں کھسروں کے ساتھ جنسی تعلقات رکھنے کا عادی ہوں، اور جب کبھی میرے علم میں آئے کہ فلاں کھسرا اس حوالے سے بہت کشش رکھتا ہے تو میں اس کا پیچھا کرتے ہوئے بہت دور تک چلا جاتا ہوں۔ ایسے ہی ایک چکر میں آج میں اس دروازے کے باہر ذلیل وخوار ہو رہا ہوں۔ لیکن کیا کروں جس کھسرے کی شہرت سن کر میں سیالکوٹ سے یہاں آیا ہوں وہ آج پرفارم کرنے کے لئے نہیں آیا۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کا ضمیر اس حرکت پر ملامت نہیں کرتا؟ تو انہوں نے کہا کہ اگر ضمیر ہو تو پھر انسان اس عادت بد کا شکار کیوں ہو؟ آپ کو اس کی عادت کیسے ہوئی تو انہوں نے ہنستے ہوئے جواب دیا کہ مجھے یاد نہیں کہ میں کب اس لعنت میں گرفتار ہوا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس عادت بد کی وجہ سے میں ہر سال اپنی کمائی کا کثیر حصہ کھسروں پر خرچ کرتا ہوں۔ آپ سالانہ کتنا کماتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میری آمدن ہزاروں میں نہیں لاکھوں میں ہے۔

کھسروں کے فن کے عاشق ایک صاحب جنہوں نے اپنا نام عارف بتایا، ان کا کہنا تھا کہ رقص فنون لطیفہ سے تعلق رکھنے والی سب سے اہم صنف ہے۔ میرے نزدیک رقص جسمانی شاعری کا دوسرا نام ہونے سے بڑھ کر اہمیت رکھتا ہے۔ میں اچھے رقص کا شوقین ہوں۔ جہاں کہیں اچھے رقاص کا ذکر سنا۔ اس کے فن سے لطف اندوز ہونے کے لئے میں اس تک ضرور

پہنچا۔ اگر اچھے رقص کا مظاہرہ دیکھنے کو میسر آئے تو رقم خرچ کرنے کا افسوس نہیں ہوتا۔ لیکن اگر رقاص میرے معیار پر پورا نہ اترے تو میں ایک دمڑی بھی اسے ادا نہیں کروں گا۔ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ میں کھسرے کا رقص دیکھنا پسند کرتا ہوں۔ کیونکہ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ کھسرے سے اچھا کلاسیکل رقص عورت نہیں کر سکتی۔ ویسے بھی جو ادا اور نزاکت رقص کی جان ہوتی ہے اس کا مظاہرہ جس انداز میں کھسرا کرتا ہے عورت تا زندگی ایسا نہیں کر سکتی۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ رقص دیکھنا ہے تو کھسرے کا ورنہ رقص کا لطف نہیں۔ جب ان سے پوچھا کہ آپ کھسروں پر سالانہ کتنی رقم خرچ کرتے ہیں۔ تو انہوں نے تصحیح کرتے ہوئے کہا کہ میں کھسروں پر نہیں بلکہ رقص سے لطف اندوز ہونے کے شوق پر رقم خرچ کرتا ہوں۔ اور آپ کو اچھی طرح پتہ ہے کہ شوق دا کوئی مل نہیں۔ ویسے میں بہت امیر آدمی نہیں ہوں۔ بس اتنی آمدنی ہو جاتی ہے کہ میں اپنا شوق بآسانی پورا کر سکتا ہوں۔ بہرحال جب انہوں نے محسوس کیا کہ ہم اصل رقم جانے بغیر ٹلنے والے نہیں تو انہوں نے موضوع یکسر تبدیل کرتے ہوئے کہا کہ آپ مجھ غریب سے رقم پوچھ رہے ہیں؟

میری آہ تمہیں لگ گئی

سرگودھا کا رہائشی کھسرا جو کہ واپڈا کا ملازم ہے۔ دفتر میں آنے جانے والے نوجوان لڑکوں کا کام بہت ذوق وشوق سے کرتا ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ناجائز کام کرنے کے عوض رشوت بھی طلب نہیں کرتا۔ اکثر لڑکے بل وغیرہ ٹھیک کروانے کے لیے اس کی مدد حاصل کرتے ہیں۔ اس کا طریقہ واردات سرگودھا کے دوسرے کھسروں سے یکسر مختلف اور منفرد ہے۔ لڑکوں سے وہ دفتر میں راہ ورسم بڑھا کر کچھ روز بعد ان کے گھروں تک جا پہنچتا ہے۔ لڑکوں سے ملتے جلتے ہوئے وہ اس امر کا خیال رکھتا ہے کہ اس کے گھر والے اس کی حرکات سے مشکوک نہ ہو جائیں۔ میل ملاپ بڑھانے کے بعد ان کے دکھ سکھ میں بھرپور انداز میں شرکت کرتا ہے۔ اس طرح بھلوال منڈی سرگودھا کا رہائشی ایک لڑکا بل ٹھیک کروانے کے لیے واپڈا آفس گیا تو اس کی ملاقات اس کھسرے سے ہو گئی۔ کھسرے نے اس کا کام جھٹ پٹ کر کے اسے چائے پلا کر رخصت کر دیا۔ وہ لڑکا کھسرے کے اخلاق سے بہت متاثر ہو۔ چند روز بعد وہ لڑکا گول چوک سے گزر رہا تھا کہ اس کی کھسرے پر نظر پڑ گئی۔ اس وقت کھسرا واپڈا کی وردی میں ملبوس تھا۔ لڑکے نے آگے بڑھ کر اسے سلام کیا تو وہ بہت خوش

ہوا۔ اور اسے چائے پلانے پر اصرار کیا۔ چائے پر ملاقات کے دوران اس نے لڑکے کو گھر آنے کی دعوت دی جسے اس لڑکے نے قبول کر لیا۔ چند روز بعد وہ لڑکا کھسرے کے گھر پہنچ گیا۔ کھسرا اسے اپنے گھر دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اس نے خاطر تواضع سے فراغت کے بعد لڑکے کو اپنے مقصد کی طرف راغب کرنا چاہا تو لڑکا صورتحال کا احساس کر کے ضروری کام کے بہانے بھاگ گیا۔ چند روز بعد وہ لڑکا ایک حادثے میں زخمی ہو کر سول ہسپتال سرگودھا میں داخل ہو گیا۔ جہاں کھسرا اس سے ملنے پہنچا۔ اس موقع پر کھسرے اور اُس لڑکے کے درمیان جو مکالمہ ہوا وہ درج ذیل ہے۔

کھسرا: ہائے اللہ یہ کیسے اور کیوں ہوا؟

لڑکا۔ اللہ کی مرضی انسان کیا کر سکتا ہے میں کونسا گاڑی کے نیچے خود آیا ہوں۔

کھسرا: دیکھ کر چلا کرو

لڑکا: آنکھیں تو کبھی بند نہیں کیں۔

کھسرا: تم نے کسی کا دل توڑا تھا جس کی تمھیں سزا ملی ہے۔؟

لڑکا: میں نے تو کسی کا دل نہیں دُکھایا۔

کھسرا: تو پھر اس دن بھاگ کیوں گئے تھے؟

لڑکا: ضروری کام تھا۔

کھسرا: کام کا بہانہ تھا۔

لڑکا: یار مان بھی جاؤ واقعی مجھے کام تھا۔

کھسرا: کام تھا یا نہیں بہر حال تمھیں میری آہ لگ گئی۔

کھسرے اور سفر

کھسرے گلی گلی قریہ قریہ روزی اکٹھی کرتے پھرتے ہیں۔ کھسروں کو اس مقصد کے لیے اکثر دور دراز کے علاقوں کا سفر کرنا پڑتا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جب کھسرا سفر کرے گا تو اخراجات بھی آئیں گے۔ کیا وہ ایسے اخراجات یعنی ٹکٹ خرید کر سفر کرنا پسند کرتا ہے؟ اگر کھسرے کی زندگی کا بغور جائزہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ تو ہر وقت دوسرے کی جیب سے پیسے نکلوانے کے چکر میں رہتا ہے۔ خود کیوں پیسے خرچ کرنے لگا لیکن اگر ٹرانسپورٹروں کے رویہ کا جائزہ لیا جائے تو وہ کسی کو مفت سفر کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ لہٰذا اس امر کا جائزہ

لینا انتہائی ضروری تھا کہ کھسرے اور ٹرانسپورٹرز کا آپس میں ٹکراؤ ہو تو نتیجہ کیا نکلتا ہے؟

دونوں طبقوں کا ٹکراؤ دیکھنے کے لیے ایک رات ہم نے داتا دربار کے باہر ویگن سٹینڈ پر ڈیرہ جمایا۔ کافی دیر انتظار کرنے کے بعد ایک کھسرے کو ویگن میں سوار ہوتے دیکھا تو ہم بھی لپک کر ویگن میں سوار ہو گئے۔ کھسرے کے ویگن میں سوار ہونے سے تمام مسافروں کے چہروں پر عجیب سی مسکراہٹ کھل اٹھی۔ ایک سواری نے کھسرے کو دیکھ کر فقرہ کسا تو کھسرے نے تالی مار کے اسے جواب دیا کہ بادشاہو غریباں نوں نئیں چھیڑی دا۔ اللہ ماردا اے۔ کھسرے کا فقرہ سن کر سواریاں ہنس دیں۔ ویگن میں سواریاں بھرتے ہی کنڈیکٹر نے ڈرائیور کو چلنے کا اشارہ کیا ویگن سیکرٹریٹ کی طرف رواں دواں ہوئی تو کنڈیکٹر نے کھسرے سے کرایہ مانگا۔ کھسرے نے جواباً منہ پھیر لیا۔ کنڈیکٹر نے بازو پکڑ کر کھسرے کو کہا کہ کرایہ دے نئیں تے ایتھے ای لہہ جا۔ کھسرے نے جواباً حملہ کرتے ہوئے کنڈیکٹر کے گال پر چٹکی بھرتے ہوئے کہا۔ تینوں کرایہ منگ دیاں شرم نئیں آندی۔ کنڈیکٹر نے کہا: شرم کیوں؟ سدھی طراں کرایہ دے نئیں تے میرے توں بھیڑا کوئی نئیں؟ کھسرے نے کہا۔ آہو، تیرے توں بھیڑا کوئی ہووی نئیں سکدا۔ کنڈیکٹر نے زیر لب مسکراتے ہوئے سختی سے کہا چھیتی کرایہ دے دماغ نہ کھا۔ کھسرے نے ڈرائیور کو آواز دیتے ہوئے کہا۔ استاد جی ایہہ کیہوا تحفہ لئی پھردے او۔ ایہنوں آکھیا وی اے کہ کرایہ نئیں دینا ایہہ، فیر وی سکدا اے۔ ڈرائیور نے ہنستے ہوئے کنڈیکٹر کو ہدایت کی کہ یار چھڈ پراں۔

گزشتہ دنوں ایک ضروری کام سے ادارہ نگارشات کے شعبہ مارکیٹنگ کے ایک کارکن جمیل احمد کراچی گئے۔ انھوں نے بتایا کہ واپسی پر ٹرین میں چھ سات کھسرے بھی میرے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ انھوں نے سیٹیں ریزرو کروانے کے علاوہ برتھ بھی حاصل کر رکھے تھے۔ ان کھسروں نے دوران سفر بھیک مانگنا شروع کر دی۔ ٹرین میں چلتے پھرتے چند لمحوں میں انھوں نے کافی رقم اکٹھی کر لی۔ جب ایک سواری نے پوچھا کہ تم بھیک کیوں مانگتے ہو؟ تو انھوں نے کہا کہ اس طرح سفر پر اٹھنے والے اخراجات منزل مقصود پر پہنچنے سے پہلے ہی وصول ہو جاتے ہیں۔

ٹرین کے سفر میں کھسرے کی پسپائی ویگن کے سفر میں اس کی جیت بظاہر معاملہ برابر لگتا ہے۔ لیکن ایسا نہیں کیونکہ جب کھسرا بس ویگن وغیرہ میں سفر کرتا ہے تو کرایہ ہرگز ادا نہیں کرتا۔ بلکہ حتی الوسع کوشش کرے گا کہ دوران سفر بھیک مانگ کر رقم اکٹھی کر لی جائے۔ اس

لانچ میں کھسرے بس یا ویگن میں طویل سفر نہیں طے کرتے۔ بھیک مانگتے ہوئے دور دراز کا سفر کرتے ہوئے وہ جا بجا مختلف مقامات پر قیام کرتے ہوئے اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک کھسرے کا کہنا ہے کہ ہم کرایہ کیوں ادا کریں؟ جب ہم سفر کرنے کے لیے اڈے پر پہنچتے ہیں تو یہ حرامی اڈے والے ہمارے ساتھ جو سلوک کرتے ہیں۔ اگر آپ کے ساتھ ایسا ہو تو آپ کسی کا سر پھاڑ دیں۔ اگر کوئی شخص اپنے لطف کے لیے ہمیں چھیڑتا ہے تو پھر یہ ہمارا حق ہے کہ ہم مفت سفر کریں۔ مفت سفر کرنا اسی لیے ہمارا حق ہے کہ اگر وہ چند لمحوں کی مسکراہٹ حاصل کرنے کے لیے کسی سینما یا تھیٹر کا رخ کریں تو انہیں کافی رقم خرچ کرنا ہو گی۔ جب کہ ہم نے مفت میں انہیں ہنسا دیا۔ ویسے بھی ڈرائیور کنڈیکٹر کھسرے کی بددعا سے ڈرتے ہوئے دوران سفر ٹکٹ کی معافی کے علاوہ کھانا وغیرہ بھی پیش کرتے ہیں۔ کھسروں کی بددعا کے متعلق ایک ڈرائیور شہزاد نے بتایا کہ ایک دفعہ وہ فیصل آباد سے لاہور جا رہا تھا کہ شاہ کوٹ کے قریب ایک عورت نے ویگن کو رکنے کا اشارہ کیا۔ میں نے سواری سمجھ کر بریک لگائی تو پتہ چلا کہ موصوفہ عورت نہیں بلکہ کھسرا ہے۔ یہ دیکھ کر مجھے بہت غصہ آیا۔ میں نے اسے کہا کہ اگر کرایہ ہے تو بیٹھ جاؤ ورنہ دفع ہو جاؤ۔ کھسرے نے کہا: باوا جی مفت ای جانا اے۔ تسی نہ بہاؤ۔ کوئی ہور ویگن آ جائے گی۔ لیکن اللہ کرے تیرا ٹائر پاٹے۔ اور یہی ہوا کہ کچھ دور جاتے ہی ٹائر پھٹ گیا۔ ٹائر پھٹنے کے بعد میں ٹائر بدل رہا تھا کہ پیچھے سے آنے والی ویگن میں وہی کھسرا سوار تھا۔ اس نے مجھے ٹائر بدلتے دیکھ کر آواز لگائی کہ: ویکھیا ای میں تینوں کیہ آکھیا سی۔ اس واقعہ کے بعد میں کھسرے سے کرایہ نہیں لیتا۔ اور وہ جہاں کہے میں اسے اتار دوں گا۔

چودھراہٹ سے ڈھولک تک

یہ بھی کہانی ایک ایسے چوہدری کی ہے جس نے کھسرے کے پیار میں والدین، بیوی، بچوں سے محرومی کے علاوہ دولت جائیداد لٹانے کے بعد ڈھولک بجائی۔

خانقاہ ڈوگراں کے رہائشی چودھری رفیق کے والدین اپنے بیٹے کا رشتہ لے کر لاہور آئے۔ متوسط خاندان میں بیٹے کی شادی کر کے پروین کو بہو بنانے والے والدین نے شادی کے بعد چوہدری رفیق کو ہر قسم کی مالی خود مختاری دے دی۔ خوبصورت بیوی کو پا کر ہر وقت مسرور رہنے والا چوہدری رفیق مالی خود مختاری کی خبر پا کر اپنی مرضی کے کاروبار میں جت گیا۔

اس کاروبار سے اس نے سینکڑوں ہزاروں روپے کمائے۔ ان پیسوں سے اس نے اپنی بیوی کو دنیا جہان کی نعمتوں سے نواز دیا۔ بیوی خاوند کا پیار اور محبت پا کر ہر وقت خوش رہتی۔ جب کبھی اس کا لاہور کا چکر لگتا تو اس کی سہیلیاں اسے خوش دیکھ کر اس کی قسمت پر رشک کرتیں۔ اس دوران اللہ نے انہیں 4 بچوں سے نوازا۔ محبت دینے والا شوہر پیاری پیاری اولاد اور پیسے کی ریل پیل۔ اس خاندان کو اس وقت نظر لگی جب چودھری رفیق اپنے دوست کی شادی میں شرکت کے لیے گجرات گیا۔ شادی کے دوران اس کی ملاقات "شازی" نامی کھسرے سے ہوئی جو چودھری رفیق کے دوست کا پرانا محلے دار تھا۔ چودھری کا یہ دوست خانقاہ ڈوگراں کا ہی رہنے والا تھا۔ جو گزشتہ 7 سالوں سے گجرات منتقل ہو گیا تھا۔ چوہدری رفیق نے شازی کو خانقاہ ڈوگراں آنے کی دعوت دی۔ جسے شازی نے بخوشی قبول کر لیا۔ شازی نے دعوت صرف اس لیے قبول کی کہ اسے اندازہ ہو چکا تھا کہ چودھری خاصا مالدار آدمی ہے اگر اس پر جال پھینکا جائے تو مچھلی ہاتھ لگ سکتی ہے۔ شادی کے 3 ماہ بعد 'شازی' خانقاہ ڈوگراں پہنچ گیا۔ چودھری رفیق اپنے مہمان کو دیکھ کر بہت مسرور ہوا۔ چودھری نے 'شازی' کو اپنے خالی پڑے گھر میں ٹھہرایا۔ جب اس کے والدین نے پوچھا کہ اس گھر میں کھسرا کیوں رہائش پذیر ہے تو اس نے جواب دیا کہ یہ میرے دوست کا دوست ہے۔ کسی کام کے لیے یہاں آیا تھا چند دنوں بعد چلا جائے گا۔ جب کہ دوسری طرف 'شازی' چودھری کی جائیداد اور کاروبار دیکھ کر وہاں مستقل رہنے کی سوچنے لگا۔ چودھری کو بے وقوف بنانے کے لیے اس نے لچھے دار باتیں کرنے کے علاوہ عورت کا روپ دھارنا شروع کر دیا۔ شازی کو عورت کے روپ میں دیکھ کر چودھری مبہوت ہو جاتا۔ انہیں دنوں وہ اپنی بیوی اور بچوں سے بھی دور ہوتا چلا گیا۔ بیوی نے خاوند کی دوری محسوس کرتے ہوئے اسے کئی بار احساس دلایا کہ تم ایسا کر کے نہ صرف مجھ پر بلکہ بچوں پر بھی ظلم کے مرتکب ہو رہے ہو۔ چودھری بیوی کی باتوں کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑا دیتا۔ شازی نے چودھری کے بڑھتے التفات کو محسوس کرتے ہوئے اس پر حملہ آور ہونے کے لیے نفسیاتی طریقوں کی مدد حاصل کرنا شروع کر دی۔ یہاں تک کہ اس نے ایک روز چودھری کو بدکاری کی دعوت دے ڈالی۔ شازی کی آمد کے 4 ماہ بعد چودھری رفیق نے پہلی بار رات گھر سے باہر گزاری۔ بیوی نے لوگوں سے پتہ کرایا تو معلوم ہوا کہ وہ گزشتہ رات شازی کے ساتھ اپنے دوسرے گھر میں موجود تھا۔ بیوی نے صورتحال دیکھتے ہوئے خاوند کی توجہ اس جانب مبذول کروائی کہ کھسرے کسی کے دوست نہیں۔ تم گھر سے باہر

رات مت گزارا کرو۔ بیوی کی یہ بات سنتے ہی وہ اس غریب پر چڑھ دوڑا۔ پروین کی زندگی میں یہ پہلا دن تھا کہ جب اس کے خاوند نے اسے جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا۔ چودھری کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر شریف گھرانے کی اس عورت نے مستقلاً چپ سادھ لی۔ اسی خاموشی کے دوران اس کا جسم اور شباب ڈھلتا چلا گیا۔ پھول کی کلی کی طرح مہکنے والی عورت چند دنوں میں مریضہ نظر آنے لگی۔ چودھری رفیق کے والدین نے جب بہو کی حالت دیکھی تو انہیں احساس ہوا کہ بہت کچھ غلط ہو گیا۔ جب کہ دوسری طرف علاقے بھر میں چودھری کی شازی سے دوستی کی داستانیں زبان زد عام ہو چکی تھیں۔ چودھری کے والدین نے معاملہ کی تحقیق کی تو پتہ چلا کہ بیٹا کھسرے کے عشق میں پاگل ہو چکا ہے۔ انھوں نے اسے سمجھانے کی ہر ممکن کوششیں کیں۔ لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ جس پر والدین نے غصہ میں آ کر اسے جائیداد سے عاق کر کے دھکے دے کر گھر سے نکال دیا۔ والدین کے غصے کے جواب میں اس نے بیوی کو بچوں کے ہمراہ زبردستی اس کے گھر واپس بھجوا دیا۔ پروین 2 سال تک والدین کے گھر بیٹھی رہی۔ لیکن رفیق اس کی خبر نہ لینے آیا۔ شازی کے ساتھ وقت گزارتے ہوئے چودھری نے دوستوں سے دھڑا دھڑ قرض لینا شروع کر دیا۔ قرضہ واپس نہ کرنے کی وجہ سے آہستہ آہستہ دوست بھی اس سے منہ موڑ گئے۔

اس اثنا میں پروین کے گھر والوں نے رفیق سے طلاق کا مطالبہ کیا تو اس نے کھسروں اور چند دوستوں کے ہمراہ سسرالیوں پر حملہ کر کے بچے زبردستی چھیننے کی کوشش کی۔ پروین کے گھر والے بدنامی کے ڈر سے چودھری کی غنڈہ گردی کے خلاف تھانے جانے سے گریزاں رہے۔ دوسری طرف شازی کے چند کھسرے دوستوں اور ایک میراثی نے شازی کے خانقاہ ڈوگراں والے ڈیرے پر رہائش اختیار کر لی۔ شازی جو چودھری رفیق کے ساتھ رہنے کے بعد پروگرام کرنے چھوڑ چکا تھا۔ دوستوں کے ساتھ مل کر دوبارہ دھندا کرنے لگا۔ چودھری رفیق نے اسے باز رکھنے کی کوشش کی۔ وہ باز نہ آیا تو چودھری نے اسے شدید تشدد کا نشانہ بنایا۔ جس کے بعد شازی نے رفیق کو تھانے میں گرفتار کروا دیا۔ کچھ عرصہ بعد شازی اور رفیق میں دوبارہ صلح ہو گئی۔ صلح کی شرط یہ تھی کہ اگر رفیق چاہتا ہے کہ وہ دھندہ نہ کرے تو پھر اسے اپنی بیوی کو چھوڑنا ہو گا۔ صلح کے فوراً بعد رفیق نے پروین کو طلاق بھجوا دی۔

جب بھوک اور افلاس نے ڈیرے جمائے تو شازی نے اسے مشورہ دیا کہ ہم پروگرام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ تم چھوٹی موٹی ویلیں دینا۔ بعد میں رقم بانٹ لیا کریں گے۔ رفیق

نے بھوک کے ہاتھوں نیا کاروبار شروع کیا۔ بعد ازاں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ رفیق ویلیں دیتے دیتے ڈھولک بجانے لگا۔ آج رفیق کو ڈھولک بجاتے ایک سال کا عرصہ بیت چکا ہے۔ جب کہ اس کی سابقہ بیوی پروین اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے سلائی کڑھائی کا کام کر رہی ہے۔ پروین کا کہنا ہے کہ میری دعا ہے کہ اللہ کسی کی بیٹی کی ایسی تقدیر نہ لکھے جو میری لکھی۔

منیر خان کی اداکاری

کھسروں کی جانب لوگ کیوں متوجہ ہوتے ہیں؟ اس سوال کا جواب جاننے کے لیے ہم نے بہت سے کھسروں کا پیچھا کیا۔ لیکن کوئی خاطر خواہ جواب نہ مل سکا۔ ایک دن ہم اپنے چند اداکار دوستوں کے ساتھ بیٹھے گپ شپ کر رہے تھے کہ وہاں یہ سوال بھی زیر غور آیا۔ محفل میں موجود اداکار دوست منیر خان نے کہا کہ میں زنانے کی اچھی اداکاری کر سکتا ہوں میں اس سوال کا جواب تلاش کرنے میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔ جس کے بعد ہم نے ایک پلان تیار کیا۔ سب سے پہلے ہم نے جائزہ لیا کہ کس علاقے میں لوگ کھسروں کی جانب زیادہ متوجہ ہوتے ہیں؟ دیگر تمام معاملات کا جائزہ لینے کے بعد ہم منیر خان کے ہمراہ اچھرہ ویگن سٹاپ پر پہنچے۔ ویگن سٹاپ پر منیر خان نے کھسرے جیسی اداکاری کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ جہاں ہم منیر خان کی اداؤں کو دیکھ کر ہنس رہے تھے وہیں پر کئی اور لوگ بھی اس کی جانب متوجہ تھے۔ اسی اثناء میں ہم ایک نمبر بس میں منیر خان کے ساتھ سوار ہو گئے۔ ہمارے 4 آدمیوں کے سوار ہوتے ہی ایک اور آدمی بھاگ کر بس میں سوار ہوا۔ وہ شخص بس میں سوار ہوتے ہی منیر خان کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جب کنڈیکٹر نے کرایہ طلب کیا تو ان صاحب نے منیر خان کا کرایہ بھی ادا کیا۔ ہم یہ منظر دیکھ کر حیران ہی ہو رہے تھے کہ اچانک ان صاحب نے منیر خان سے سرگوشیوں میں باتیں شروع کر دیں۔ منیر خان کے بقول اس کے اور سواری کے درمیان جو مکالمہ ہوا وہ درج ذیل ہے۔

سواری: آپ کدھر جا رہی ہیں؟

منیر خان: دیدے مٹکا کر جواب دیتا ہے۔ حضور جہاں آپ کہیں۔

سواری: آپ بہت خوبصورت ہیں۔

منیر خان: ہائے اللہ آپ کتنے اچھے ہیں

سواری: پہلے آپ کبھی نظر نہیں آئیں۔ کہاں کی رہنے والی ہیں

منیر خان: مجھے لاہور آئے ابھی چند روز ہوئے ہیں۔ رہنے والی کہاں کی ہوں، اس سے آپ کو مطلب؟

سواری: میرے ساتھ سیر کریں گی

منیر خان: کیوں نہیں باغ جناح چلیں؟

سواری: باغ جناح نہیں۔ اسمبلی ہال کے پیچھے گراؤنڈ میں چلتے ہیں۔

منیر خان: وہاں تو پولیس بہت ہوتی ہے؟

سواری جی نہیں چراغ تلے اندھیرے والی بات ہے۔ اسمبلی ہال کے ساتھ ساتھ پولیس ہوتی ہے، گراؤنڈ تقریباً خالی ہوتا ہے۔

بالآخر دونوں اسمبلی ہال کے سٹاپ پر اتر جاتے ہیں۔ جب کہ ہم کوپر روڈ سٹاپ پر اترے۔ منیر خان اور وہ صاحب پیدل چل کر ڈیوٹی فری شاپ کے پاس پہنچے۔ جہاں منیر خان نے ان صاحب کے پلے سے کسی کا جوس پیا۔ اور سو روپیہ وصول کر کے اس ریڑھی والے کو ادھار کی مد میں ادا کیے۔ اسی اثنا میں ہم بھی ان کے قریب پہنچ چکے تھے۔ جوس پینے کے بعد وہ لوگ کوپر روڈ گراؤنڈ میں ایک طرف جا کر بیٹھ گئے۔ وہاں منیر خان اور ان صاحب کے درمیان جو باتیں ہوئیں ان کی ایک جھلک پیش خدمت ہے۔

صاحب: میں آپ سے بہت متاثر ہوا ہوں آپ آئندہ بھی ملتی رہیں گی یا نہیں؟

منیر خان: کیوں نہیں آپ اپنا پتہ تو دیں

جس پر ان صاحب نے اپنا وزیٹنگ کارڈ منیر خان کے حوالے کیا۔ بعد میں وہ اپنے اصل مطلب کی طرف آ گئے۔ منیر خان کی طرف سے انکار پر ان کا منہ بن گیا۔ ان خفیہ باتوں پر منیر خان اور ان صاحب کے درمیان کافی شدید تکرار بھی ہوئی یہاں تک کہ منیر خان نے ان صاحب پر حملہ کر دیا۔ صورتحال کو دیکھ کر ہم بھی بیچ بچاؤ کروانے کے لیے موقع پر پہنچے تو وہ صاحب گھبرا گئے۔ اور اسی گھبراہٹ میں دوڑ لگا دی۔

آپ اس ایک واقعہ سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ معاشرہ میں کھسروں کے حوالے سے اخلاقی گراوٹ کس حد تک پہنچ چکی ہے۔ اس سوال کا جواب جاننے کے لیے منیر خان نے اداکاری کے ذریعے ہماری جو مدد کی اس پر ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ اس واقعہ پر تبصرہ اس لیے نہیں کیا جا رہا کہ آپ خود جائزہ لیں کہ کھسرے ہمارے سوسائٹی میں کیسے پنپ رہے

ہیں؟

بیوپاری کھسرا

آم دسہری ہو یا، قلمی یا لنگڑا، پودا صحت مند ہے یا بیمار، پھل کتنا اور کیسا ہوگا۔ منڈی تیز ہے یا مندی، منافع ہوگا یا نہیں، باغ خریدیں یا نہیں، ایک اچھے بیوپاری کے لیے ضروری ہے کہ وہ پھلوں کی تجارت کرتے ہوئے اس قسم کے تمام معاملات سے آگاہ ہو۔ ہوشیار بیوپاری کے روپ میں ایک کھسرا کوٹ لکھپت سبزی منڈی میں (ر) کے نام سے موجود ہے۔ ان صاحب کی بطور کھسرا قطعاً کوئی پہچان نہیں۔ لیکن حیرت کی بات ہے کہ کھسرے کے روپ سے دور رہ کر کاروبار کرنے والے کھسرے کو چھوٹے موٹے کھسرے دادی اماں کے نام سے پکارتے ہیں۔ اس کھسرے کے پاس ملتان کے نواحی گاؤں بستی سنگوانوالہ کا ایک لڑکا اعجاز مزدوری کرتا تھا۔ اعجاز سے ملنے اس کا دوست (K) آڑھت پر پہنچا۔ تو (ر) نے K کا پرتپاک استقبال کیا۔ K بہت حیران تھا کہ جان نہ پہچان اس قدر عزت افزائی کا سبب؟ بہر حال اعجاز کا پوچھا پتہ چلا کہ اعجاز تو کئی دن سے رخصت پر ہے۔ K نے اجازت چاہی تو (ر) نے اصرار کیا کہ جناب اتنی دھوپ میں دوست کو ملنے آئے۔ دوست نہیں ملا تو کیا ہوا۔ ہم تو موجود ہیں۔ کچھ کھا پی کر جائیے گا۔ دوست کے مالک کی خوشنودی کی خاطر K وہاں ٹھہر گیا۔ بوتل اور برگر سے تواضع ہوئی۔ کچھ دیر گپ شپ کر کے اجازت چاہی تو آڑھتی نے K سے اس کا فون نمبر اور پتہ مانگ لیا۔ K نے اپنا ویزیٹنگ کارڈ (ر) کو دے دیا۔ دوسرے ہی دن (ر) K کو ملنے اس کے دفتر پہنچ گیا۔ K نے (ر) کا پرتپاک استقبال کرتے ہوئے خوب خاطر تواضع کی۔ (ر) کے متعلق آپ کو یہ جان کر حیرانی ہوگی کہ وہ ایک آنکھ سے دیکھنے کی صلاحیت سے محروم ہے۔ اپنی اس معذوری کو چھپانے کے لیے وہ ہمیشہ عینک کو آنکھوں پر جمائے رکھتا تھا۔ (ر) نے K سے درخواست کی کہ آپ مجھے بہت اچھے لگتے ہیں اگر آپ برا نہ منائیں تو میری آپ کی دوستی ہو سکتی ہے؟ K نے کہا برا نہ منانے کی بات سمجھ نہیں آئی۔ اگر آپ دوستی کے خواہاں ہیں تو مجھے کیا اعتراض۔

K کے بقول اسے یہ بات سن کر حیرانی ہوئی تھی کہ برا نہ منانے کا کیا مطلب؟ کوئی اور چکر تو نہیں۔ بہر حال دیکھا جائے گا جو ہوگا۔ یہی کچھ ہوا ایک دن K (ر) کو ملنے اس کے ٹھکانے پر پہنچا تو (ر) نے اسے کہا کہ میں ایک کام سے جا رہا ہوں۔ اگر آپ ساتھ چلنا

چاہیں تو مجھے خوشی ہوگی۔ K بھی ہمراہ ہولیا۔ کچھ دیر سفر کرنے کے بعد وہ دونوں داروغہ والا کے قریب ایک بستی میں پہنچے۔ جہاں ایک تین منزلہ مکان کے دروازے پر دستک دی گئی۔ لڑکیوں جیسے خوبصورت نوجوان نے دروازہ کھولا۔ دونوں اندر داخل ہوئے۔ گھر کے اندر پہنچ کر K یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ گھر مہنگے سے مہنگے فرنیچر سے بھرا۔ جب کہ الیکٹرونکس کی اشیاء اس کے علاوہ۔ جب کہ ہر کمرے کا مرکزی دروازہ گھنگھروؤں سے بنی جھالروں سے مزین۔ اور جب وہ کمرے میں داخل ہونے لگے تو ایسے لگا کہ ہر طرف گھنگرو بج اٹھے ہیں۔ بہر حال قصہ مختصر ان کے بیٹھتے ہی کئی کھسرے دندناتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے۔ انھوں نے (ر) کے گھٹنوں کو چھوتے ہوئے سلام عرض کیا۔ K کھسروں کو دیکھتے ہی دم بخود رہ گیا۔ بہر حال ابھی وہ حیرت زدہ بیٹھا ہی تھا کہ (ر) نے K کا تعارف کرواتے ہوئے انہیں بتایا کہ یہ میرے دوست ہیں۔ ایک کھسرے نے پوچھا "صرف دوست" تو (ر) نے ہنستے ہوئے کہا کہ "صرف دوست" نہیں بلکہ جان جگر بھی۔

"دادی اماں" پہلے دوست کی طرح دھوکہ تو نہیں دے گا؟ جان جگر کے الفاظ سننے کے بعد ایک چیلے کھسرے کا اعتراض۔ نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ وہ خود آیا تھا۔ اسے میں نے تلاش کیا ہے۔ (ر) کا جواب۔ K حیران پریشان بیٹھا ہے۔ دادی اماں کے جان جگر کے اعزاز میں پر تکلف کھانے کا دور چلا۔ کھانے کے بعد "دادی اماں" کی خوشی مناتے ہوئے نور جہاں کے گانوں پر رقص کیا گیا۔ K سب کچھ دیکھ رہا ہے لیکن خاموش ہے۔ رانی، صائمہ اور مانو کا والہانہ رقص K کے لیے نیا تجربہ ثابت ہوا۔ شام گئے تک محفل جاری رہی۔ محفل کے اختتام پر (ر) نے بتایا کہ وہ بہت بڑا کھسرا اور گرو سے بڑے مقام پر فائز ہے۔ پہلا یار مجھے دھوکہ دیکر لاکھوں لوٹ کر بھاگ گیا۔ اس کے بعد تم اچھے لگے۔ تو میں نے تمھیں اپنانے کی کوشش کی۔ نجانے تم کیا سوچ رہے ہو؟ اگر تمھیں اچھا نہیں لگا تو میں معذرت خواہ ہوں۔ لیکن ایک نہ ایک دن تمھیں میری دوست کی حقیقت ضرور پتہ چلتا۔ وہ دن آج آ گیا ہے۔

K کا کہنا ہے کہ اس واقعہ کے بعد میں نے اس کی طرف جانے سے گریز کیا۔ لیکن چند دن بعد وہ خود میرے دفتر آ گیا۔ اس کی میرے دفتر میں آمد ہر دوسرے دن ہوتی۔ مجبوراً میں اسے کچھ کہہ بھی نہ سکتا۔ کیونکہ دفتر والے اسے میرے دوست کی حیثیت سے جانتے تھے۔ بہر حال ایک دن میں مینار پاکستان گراؤنڈ میں موت کے کنوئیں کا شو دیکھنے گیا۔ وہاں صائمہ سے ملاقات ہوئی۔ صائمہ نے "دادی اماں" کے جان جگر کو پہچان لیا۔ صائمہ نے آگے بڑھ کر

میرا استقبال کرتے ہوئے میرا بوسہ لے لیا۔ وہی بوسہ میرے لیے مصیبت بن گیا۔ میرے دوست نے گھر تک بات پہنچا دی۔ ابھی میں گھر والوں کو صفائی نہیں دے پایا تھا کہ ایک دن (ر) نے ملتان کے ایک کھسرے کے ذریعے میرے گھر آم کی پیٹیاں بھجوا دیں۔ اس کے بعد مجھ پر والدین کی بے جا سختیوں کا نیا دور شروع ہوا۔ میں نے (ر) کو صورتحال بتائی کہ تمھاری وجہ سے میرا جینا مشکل ہو گیا ہے۔ خدارا میرا پیچھا چھوڑ دو۔ اس نے کہا میں نے تم سے کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ ماسوائے دوستی کے۔ اب مجھے علم نہیں کہ میں نے تمھیں کیا تکلیف دی۔ اگر گھر والے زیادہ تنگ کرتے ہیں تو تم میرے پاس آ جاؤ۔ آ کر کاروبار سنبھال لو۔ اگر تم میرا کاروبار سنبھالو تو میری خوش بختی ہوگی۔ بہر حال K نے (ر) سے پیچھا چھڑوانے کی ہر ممکن کوشش جاری رکھی۔ لیکن (ر) باز نہ آیا۔ گریز اور محبت کی لڑائی آج بھی جاری ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ آنے والے دنوں میں جیت کس کی ہوگی؟

جذبہ رحم دلی

لٹن روڈ کے علاقہ مسلم گنج کے رہائشی پانچ دوست رات گیارہ بجے کے بعد ایم اے او کالج کی جانب سے واپس اپنے گھروں کو آ رہے تھے کہ راستہ میں انھیں ایک کھسرا مل گیا۔ نوجوان لڑکے کھسرے کو دیکھ کر شرارت پر آمادہ ہو گئے۔ انھوں نے کھسرے کو گھیرتے ہوئے اس کے ساتھ چھیڑ خانی کرتے ہوئے اس کے کپڑے نوچنا شروع کر دیئے۔ اسی چھینا جھپٹی میں ایک لڑکے کا ہاتھ کھسرے کی چھاتی پر آ گیا۔ کھسرے نے لڑکے کا ہاتھ جھٹکا تو اس نے کھسرے کو زور سے مکہ مارا۔ مکہ لگتے ہی کھسرے کی چھاتی غائب اور سینے سے پانی کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ یہ دیکھ کر لڑکے بہت حیران ہوئے۔ انھوں نے کھسرے کو زبردستی پکڑ کر اس کی چھاتیوں کا جائزہ لیا۔ تو پتہ چلا کہ چھاتیوں کی جگہ پر پانی بھرے غبارے موجود تھے۔ جو پھٹ گئے۔ کھسرے نے غبارے پھٹتے ہی لڑکوں کو بددعائیں دینا شروع کر دیں کہ اللہ کرے تسی مر جاؤ، تہاڈا ایکسیڈنٹ ہووے۔ یہ سن کر ایک لڑکے نے دوستوں سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ کھسرے کی بددعا سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ بہت جلد شرف قبولیت حاصل کر لیتی ہے۔ جس کے بعد لڑکوں نے کھسرے سے معافی مانگنا شروع کر دی۔ پہلے تو کھسرا نہ مانا۔ لیکن اچانک اس نے ایک لڑکے کا بازو پکڑ کر اسے زور سے اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا: چلو میں نے اپنی بددعا واپس لی۔ اب میرا کام تو کرتے جاؤ۔

پیدائشی ہیجڑی عورت کا پیار

ایک صاحب جنھوں نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا۔ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ عورتوں کے حلقے میں بہت زیادہ مقبولیت کے حامل ہیں۔ بچپن سے لے کر ایام جوانی تک انھوں نے بیک وقت دو یا تین عورتوں سے عشق ضرور فرمایا۔ ان کا کہنا ہے کہ اس قسم کے عشقوں کا آغاز ہمیشہ عورت کی طرف سے ہوا۔ میں نے آج تک کسی عورت کی طرف پیش قدمی کرنے کی جرات نہیں کی۔ نجانے میرے اندر وہ کونسی خوبی ہے کہ عورت دیہاتی ہو یا شہری میری جانب خود بہ خود کھنچی چلی جاتی ہے۔ میں نے پڑھی لکھی یا ان پڑھ۔ شہری و دیہاتی عورت کی چاہت اور ملن کے کئی مظاہرے دیکھے۔ لیکن جو چاہت اور محبت ایک کھسری عورت نے مجھے دی اس کا کوئی جواب نہیں۔ اس کھسری عورت نے میرے ساتھ چند لمحات گزارتے ہوئے پیار و محبت اور ملن کے دوران یہ ثابت کیا کہ کھسری عورت سے بڑھ کر کوئی عورت مرد کو لطف اندوز نہیں ہونے دیتی۔ میں آج تک اس بات کو سمجھ نہیں پایا کہ کھسری عورت نے عام عورت سے بڑھ کر صرف مجھے ہی پیار سے نوازا یا وہ ہر مرد کے ساتھ ایسا کرتی ہے؟ اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے لیے میں ایک اور کھسری عورت کی تلاش میں ہوں۔ لیکن وہ ملی ہی نہیں۔ ان صاحب کی کھسری عورت کے متعلق رائے سن کر ہم نے اپنے دوست ماہر کھسریات خالد خان سے رابطہ کر کے اس خطرناک چاہت کی وجہ پوچھی تو انھوں نے کہا کہ یہ ایک ایسی عورت کا پیار ہے جسے معاشرے نے مسترد کر دیا اور آپ جانتے ہی ہیں کہ مسترد شدہ لوگ توجہ حاصل کرنے کے لیے کیا کچھ کر گزرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے بہتر مثال دہشت گرد یا تخریب کار کی زندگی ہے۔ باقی آپ خود سمجھدار ہیں۔

کھسرے کی تک بندی

کتاب کی تیاری کے دوران ہماری ملاقات ایک ایسے فرد سے ہوئی جس کا دعویٰ تھا کہ وہ کسی بھی دوسرے انسان کی نسبت ہجڑے کی نفسیات کو بہتر طریقہ سے سمجھتا ہے۔ ان صاحب کا نام خالد خان ہے۔ خالد خان نے بتایا کہ ایک دفعہ وہ اپنے دوستوں طارق آف ماتانوالہ اور رشید آف شیخوپورہ کے ہمراہ سانگلہ ہل گیا۔ ان دنوں وہاں موت کا کنواں لگا ہوا تھا۔ ہم موت کے کنوئیں کے قریب سے گزرے تو میں نے دیکھا کہ ایک بہت خوبصورت

کھسرا میک اپ کر کے موت کے کنوئیں کی طرف بڑھ رہا ہے۔ میں نے کھسرے کو دیکھ کر اپنے دوستوں کو بتایا کہ یہ کھسرا شاعری کی شدھ بدھ رکھنے کے علاوہ خود بھی شاعری کرتا ہوگا۔ دوستوں نے میرے دعوٰی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ اگر تمھاری بات سچ ثابت ہوئی تو انعام ،ورنہ تم ہمیں کھانا کھلاؤ گے۔ شرط طے ہونے کے بعد سوال اٹھ کھڑا ہوا کہ کھسرے سے اس امر کی تصدیق کیسے کی جائے کہ وہ شاعر ہے یا نہیں۔ اس مسئلہ کا حل تلاش کرتے ہوئے ہم کنوئیں کے قریب ایک خالی جگہ پر بیٹھ گئے۔ کھسرا موت کے کنوئیں سے ناچ کر واپس آیا تو اس کی نظر ہم پر پڑ گئی۔ میرا دوست طارق انتہائی وجیہہ اور دل کش والا مرد ہے۔ اسے دیکھ کر کھسرا ہمارے قریب آ کر طارق کو چھیڑنے لگا۔ کھسرے کی چھیڑ خانی سے طارق شرما گیا۔ طارق کی حالت دیکھ کر ہم کھسرے سے پوچھنے والی بات بھول گئے۔ میں نے غصہ میں کھسرا کو کہا کہ بھاگ جاؤ ورنہ تمھارا منہ مکا مار کر توڑ دوں گا۔ کھسرے نے مکے کی دھمکی سنتے ہی بے ساختہ طارق کو چھیڑتے ہوئے یہ شعر پڑھا:

مار توں میرے مکہ پھڑ لیا چلم تمبا کو حقہ
تیرے کول بیٹھ کے چیا تیوں دیکھو دیکھ کے جینا

کھسرے کے منہ سے شعر سنتے ہی میرے منہ سے بے اختیار نکلا 'وہ مارا'

کھسرے نے فقرہ سنتے ہی پوچھا کہ 'وہ مارا' کا مطلب؟ میں نے جب اسے شرط کے متعلق بتایا تو وہ ہنستے ہوئے کہنے لگا کہ یہ شعر واقعی ہی میں نے موزوں کیا ہے۔

''تیل ویچ دا ایں''.

خالد ایک آئل (لبریکینٹ) کمپنی میں مارکیٹنگ منیجر کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ خالد کا کہنا ہے کہ وہ ایک دفعہ ایک ٹیکسٹائل مل میں مارکیٹنگ کے لیے پہنچے۔ اس ٹیکسٹائل مل کا پرچیز منیجر ''زنانہ'' ہے۔ میں نے اس سے ملتے ہوئے اپنا مدعا ظاہر کیا تو اس نے بات سنتے ہی بے اختیار کہا کہ ''تسی تیل ویچ رہے او'' جواباً میں نے بے ساختہ کہا کہ: آہو جی اسی تیل ای ویچ دے آں'' میرے جواب کو سن کو وہ بہت ہنسا اور کہنے لگا کہ کاکا توں ایہہ گل کر کے دل خوش کر دتا اے۔ جا اگے توں تیرے کولوں ای تیل لواں گے۔

یہ الگ بات ہے کہ کچھ عرصہ بعد فیکٹری ہی بند ہو گئی۔

کھسرے اور خونی رشتے

خونی رشتوں کو چھوڑ کر دنیاوی رشتہ داروں کے پاس رہنے کو ترجیح دینے والے کھسرے اپنے عزیزوں سے میل ملاپ رکھتے ہیں یا نہیں؟ یہ سوال اس لیے پیدا ہوا کہ انسان خواہ کیسی بھی معاشرت اختیار کرے ہر معاشرت میں خونی رشتوں کی اہمیت اور افادیت موجود رہتی ہے۔ سروے سے یہ بات سامنے آئی کہ کھسرے اپنے قریبی عزیزوں اور رشتہ داروں سے ملنے کی تڑپ رکھتے ہیں۔ لیکن اگر انھوں نے کھسرے کو بطور کھسرا قبول نہیں کیا تو پھر کھسرے بھی انہیں قبول نہیں کرتے۔ اس سلسلہ میں کھسروں کا موقف ہے کہ تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی۔ لہٰذا اگر ماں باپ اور بہن بھائی ہمیں ملنے کی خواہش کریں تو ہم ان کی خواہش کا احترام کریں گے وگرنہ دوسری صورت میں۔۔۔۔

کھسروں کی زندگی کا بغور جائزہ لینے سے یہ بات سامنے آئی کہ کئی کھسروں نے اپنے والدین کی آبائی جائیداد سے حصہ لینے کے بعد نہ صرف بہن بھائیوں بلکہ دوسرے عزیزوں کے دکھ سکھ میں بھی بھر پور انداز میں شرکت کی۔ جبکہ ہزاروں ایسے کھسرے بھی موجود ہیں جنھیں ماں باپ، بہن بھائیوں اور دیگر عزیز رشتہ داروں کی جانب سے سوائے نفرت کے کچھ نہیں ملا۔ کھسروں کے اپنے رشتہ داروں سے میل ملاپ کی بہت کم مثالیں سامنے آئیں لیکن جن کا سراغ ملا وہ قارئین کی دلچسپی کے لیے پیش ہیں۔

پاک پتن کے ایک کھسرے انور نے اپنی بیوہ بہن کے یتیم بچوں کو انتہائی محبت اور شفقت سے پالا۔ اور جب بچے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے قابل ہوئے تو اس نے اپنے بھانجوں کو مختلف کاروبار کروانے کے علاوہ دو بھانجیوں کی شادی بھی کی۔ انور کے ایک محلے دار کا کہنا ہے کہ اس نے اپنی بھانجیوں کے جہیز کے لیے ہر وہ چیز تیار کروائی جس کی خواہش کی جا سکے۔ اس کے علاوہ اس کی اپنے بھانجوں سے دلچسپی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب وہ سکول میں زیر تعلیم تھے تو وہ روزانہ سکول آ کر بچوں کی خیر خبر دریافت کرتا۔ اگر اسے پتہ چلتا کہ بچے پڑھائی میں نالائق ہیں تو وہ سکول میں ہی انہیں کان پکڑوا کر استاد کو کہتا کہ ایس حرامزادے نوں ایناں مارو کہ اگے تو آپے ای پڑھے۔

میاں چنوں کے نواحی گاؤں سے تعلق رکھنے والے کھسرے نے اپنے ماں باپ اور بیوہ بھابھی کو حج کے مقدس سفر پر بھجوانے کے علاوہ دو عمرے بھی کروائے۔ اس کھسرے کے متعلق

اہل علاقہ کو پتہ نہیں کہ اس کا اصل دھندہ کیا ہے ماں باپ کو حج کروانے والا کھسرا کراچی کے حلقوں کی جان سمجھا جاتا ہے۔ سرگودھا کینٹ کے علاقہ سونی پورہ کا کھسرا ذوالفقار عرف بھنو بچپن سے ہی ناچ گانے کا بہت شوقین تھا اس شوق کی خاطر وہ کھسروں کے ساتھ رہنے پر مجبور ہوا۔ بھنو کے متعلق سارا علاقہ جانتا ہے کہ وہ سرکسوں اور موت کے کنوؤں پر ناچ کر پیسے کماتا ہے۔ بھنو اپنی کمائی کا خطیر حصہ اپنے والدین کے حوالے کرتا ہے۔ لاہور کے ایک کھسرے مادھوری کا کہنا ہے کہ وہ شادی شدہ اور دو بچوں کا باپ ہے۔ میرے بچے سکول میں پڑھتے ہیں۔ میں انہیں روزانہ خود سکول چھوڑنے جاتا ہوں۔ جب کہ شام کے وقت اپنے بیوی بچوں کے ہمراہ سیر وغیرہ کرنے بھی جاتا ہوں۔ بیوی اور بچوں کو آج تک مجھ سے کوئی شکایت نہیں پیدا ہوئی کہ میں انہیں نظر انداز کر رہا ہوں۔ علاوہ ازیں میں اہل خانہ کے ہمراہ خاندان میں ہونے والی مختلف تقریبات میں شرکت کے لیے اپنے طے شدہ پروگرامات تک کینسل کر دیتا ہوں۔ اس نے بتایا کہ اگر کبھی بچوں کے علم میں یہ بات آئی کہ ان کا باپ کھسروں والا کام کرتا ہے تو میں زندہ رہنے کی بجائے مرنا پسند کروں گا؟ پشاور کے ایک علاقے سے ہجرت کر کے لاہور آنے والے ہیجڑے شاکر نے بتایا کہ اسے جسم فروشی سے سخت نفرت اور رقص سے والہانہ محبت ہے۔ پشاور کا علاقہ چھوڑ کر لاہور آنے کی وجہ یہ ہے کہ صوبہ سرحد میں مجھے مہینے میں ایک آدھ فنکشن ہی ملتا تھا۔ جس کی وجہ سے اتنی آمدن نہیں ہوتی تھی کہ گزر اوقات با آسانی ہو سکے۔ کم آمدنی کی وجہ سے اکثر فاقے کا منہ دیکھنا پڑتا۔ چلیں میں تو فاقہ برداشت کر لیتا۔ لیکن اپنے بوڑھے ماں باپ اور ذہنی معذور بہن کو فاقوں مرتا دیکھنا میرے بس میں نہیں تھا۔ لاہور میں مجھے ناچ گانے کے بہت سے فنکشن مل جاتے ہیں۔ لاہور کے کسی ایک فنکشن میں شرکت سے اتنی آمدن ہو جاتی ہے کہ پشاور میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ الحمد للہ آج میرے بوڑھے والدین اور بیمار بہن بھوکے پیٹ نہیں سوتی۔

مندرجہ بالا واقعات سے آپ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ انسان خواہ جسم فروش ہو یا رقاص۔ قدرتی زنانہ ہو یا دو نمبر زنانہ انسانی رشتوں کی اہمیت ان کے لیے بھی اسی قدر اہمیت رکھتی ہے جتنی کہ آپ کے لیے۔ کھسروں کی زندگی کا یہی وہ رنگ ہے جو انتہائی خوبصورت انسان کی تصویر کشی کرتا ہے ورنہ ان کی زندگیوں میں تو گمراہیوں کے اندھیروں کے علاوہ کچھ نہیں۔

ھائے اللہ میں مرگئی

شاہدرہ کے رہائشی دلاور نامی کھسرے کے نام سے بخوبی آشنا ہوں گے۔ دلاور شاہدرہ کی سماجی زندگی میں اپنی زندہ دلی اور جگت بازی کی وجہ سے منفرد مقام کا حامل ہے۔ ہر کس و ناکس سے تعلق رکھنے والے اس کھسرے کی رقص میں مہارت مسلمہ ہے۔ تین من سے زائد وزن ہونے کے باوجود گھنٹوں رقص کرنا اس کھسرے کا طرۂ امتیاز سمجھا جاتا ہے۔ ایک آدھ گھنٹہ رقص کرنے کے بعد دلاور یہ کہتا ہوا ملے گا کہ ابھی تو میرا انگ نہیں کھلا۔ انگ نجانے کیا چیز ہے کہ جسے کھلنے کے لیے چار پانچ گھنٹے کا رقص ضروری ہے۔ شاہدرہ کے رہائشی اچھی طرح جانتے ہیں کہ شاہدرہ پنڈ سے تعلق رکھنے والا دلاور بچپن میں انتہائی خوبصورت، چست اور ذہین لڑکا تھا۔ دلاور کی خوبصورتی ہی اس کی تباہی کا باعث بنی۔ ہم جنس پرستوں کے حلقے میں لڑکیوں سے بڑھ کر خوبصورت قرار پانے والے اس لڑکے پر شاہدرہ کے کھسروں کی نظر بھی تھی۔ کھسروں نے اسے بہلا پھسلا کر اپنے چکر میں پھنسا لیا۔ یہاں تک کہ ایک دن اس نے سرِعام اس امر کا اظہار کیا کہ وہ لڑکی ہے۔ لڑکیوں کی طرح راہ چلتے لڑکوں کو چھیڑنا اور گپیں لگانا دلاور کی شہرت کو مزید دوام بخشتی چلی گئیں۔ یہاں تک کہ ایک روز اسکے حجام باپ کے علم میں صورتحال آئی تو اس نے بیٹے کو سمجھانے کی کوشش کی۔ ابتداء میں تو باپ کے ڈر سے دلاور نے اپنی اس عادت پر قابو پا لیا۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد اس نے دوبارہ ایسی حرکتیں کرنا شروع کیں تو باپ نے بیٹے کو اتنا مارا کہ دلاور کے جسم پر آج بھی اس مار کے نشان موجود ہیں۔ 20 سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود دلاور کو باپ کی یہ مار آج بھی یاد ہے۔ وہ اپنے چیلوں کے حلقے میں بیٹھ کر اکثر اس مار کا ذکر کرتا ہے۔ وہ فخریہ کہتا ہے کہ ایک بار ابا جی نے مجھے دیگ پکانے والے چمچے سے بے تحاشا مارا۔ مار کے ساتھ ساتھ وہ کہتا کہ کہو ھائے اللہ میں مر گیا، لیکن میں نے شدید مار کے باوجود ایک بار بھی یہ لفظ نہیں بولا بلکہ میں ہر بار یہی کہتی کہ "ھائے اللہ میں مرگئی"

ہور چوپو گنے

شاہدرہ ہی کے علاقے میں امانت نامی شخص کا ہوٹل اپنے اچھے کھانوں کی وجہ سے بہت زیادہ مشہور تھا۔ امانت کے اندر "زنانوں" جیسی عادات بچپن ہی سے پائی جاتی تھیں۔ مگر اس

کے باوجود اپنی امانت دیانت اور شرافت کی وجہ سے اس کا ڈنکا ہر سو گونجتا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے ہوٹل پر کھانا کھانے کے لیے آنے والے کھسروں کی آمد و رفت بڑھتی گئی۔ کھسروں نے اپنے جیسا شخص ہوٹل کا مالک بنے دیکھا تو ان سے صبر نہ ہو سکا کھسروں نے امانت کیساتھ دوستی بڑھانے کی آڑ میں اُسے اپنے جیسا بنا لیا۔ محنت مشقت کر کے روزی کمانے والا امانت پس منظر میں چلا گیا جب کہ کھسروں سے دوستی اور ان جیسی عادات اپنانے کی وجہ سے امانت کا ہوٹل بدنام ہونے سے کاروبار ٹھپ ہو گیا۔ بھوک اور افلاس نے قدم جمائے تو امانت نے کھل کر کھسروں کا روپ دھار لیا۔ یہاں تک کہ علاقے کے لوگ امانت کو باورچی کی حیثیت سے بھول کر کھسرے کے طور پر پہچاننے لگے۔ بدقماش کھسروں کے ساتھ وقت گزارتے ہوئے امانت نے بھی ایک روز اپنے لیے گریہ پھانس لیا۔ گریے سے ساتھ امانت کی شادی اپنی جگہ پر ایک یادگار واقعہ ہے۔ کھسروں کی شادی کی رسومات ایک ہی رات میں ادا نہیں کی جاتیں جب کہ امانت کی گریہ کے ساتھ شادی کی تمام رسومات، مہندی، بارات اور نکاح سرانجام دی گئیں۔ شادی کے بعد امانت ان کھسروں کی صف میں شامل ہو گیا جو باقاعدہ شادی شدہ تھے۔ ایک دن امانت کا شوہر کسی دکان پر گیا تو اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی (امانت) کسی اور شخص کے ساتھ دکان کے اندر بوس و کنار میں مصروف ہے۔ اس موقع پر امانت کے گریہ نے دوسرے آدمی کے ساتھ کافی جھگڑا کیا۔ قبل اس کے کہ تصادم خطرناک صورت اختیار کرتا لوگوں نے بیچ بچاؤ کروا دیا۔ جھگڑے کے بعد امانت گھر پہنچا تو اس کے گریہ نے بلیڈ اور شیشے کی مدد سے اس کا چہرہ شدید زخمی کر کے موقع واردات سے راہ فرار اختیار کی۔ بلیڈ اور شیشے سے زخمی ہونے کے بعد امانت کا خوبصورت چہرہ انتہائی بھیانک اور خوفناک ہو گیا یہاں تک کہ امانت کو جاننے والے لوگ بھی اسے نہیں پہچان سکے۔ اس صورتحال پر ایک کھسرے نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ امانت کو کس نے کہا تھا کہ وہ شوہر کی امانت میں خیانت کرے اگر کی ہے تو پھر اتنا کہنا کافی ہے کہ "ہور گنے چوپو"

پنکچر لگوائیے؟

عورت کے نسوانی حسن کی اصل پہچان چھاتیاں ہوتی ہیں۔ اگر عورت کے سینے پر چھاتیاں موجود نہ ہوں تو پھر مرد اور عورت میں تفریق کرنا ممکن نہیں۔ البتہ چھاتیوں سے محروم عورت کو زنانہ ضرور تصور کیا جا سکتا ہے۔ کچھ عرصہ قبل ہمیں اپنے ایک دوست کی دکان پر

جانے کا اتفاق ہوا۔ ہمارے دوست سائیکل سپیئر پارٹس کا کاروبار کرتے ہیں۔ ان کے پاس بیٹھے ہوئے گپیں ہانکی جا رہی تھیں کہ اچانک ایک کھسرا دکان میں داخل ہوا۔ کاؤنٹر پر بیٹھے لڑکے نے اسے دو روپے دینا چاہیے تو کھسرے نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ آپ مجھے پنکچر لگانے والے سلوشن کی ایک ڈبی اور پنکچر والی جگہ پر لگانے والی سلوشن زدہ ربڑ کی کچھ پٹیاں دیدیں۔ ہمیں کھسرے کی طلب دیکھ کر بہت حیرانی ہوئی بہرحال دکاندار نے اسے چیزیں دیدیں۔ کھسرے نے ان کی قیمت ادا کر کے اپنی راہ پکڑی۔ کھسرے کے جانے کے بعد کافی دیر بحث ہوتی رہی کہ کھسرے نے ان اشیاء کا کیا کرنا ہے؟ بہرحال کوئی سرا ہاتھ نہ آیا۔ کتاب کی تیاری کے دوران کھسروں سے ملاقات ہوئی تو انکشاف ہوا کہ سلوشن اور ربڑ چھاتیوں کو پنکچر لگانے کے لیے خریدا جاتا ہے قارئین یقیناً حیران ہوں گے کہ چھاتیوں کو پنکچر کیسے لگایا جا سکتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سوہا بازار کے علاقے میں واقع ایک دکان پر ربڑ سے بنی مصنوعی چھاتیاں دستیاب ہیں۔ جن میں ضرورت کے مطابق ہوا بھر کے چھاتیوں کو کم یا زیادہ پھلایا جا سکتا ہے اور اگر کبھی ربڑ سے بنی یہ چھاتیاں پھٹ جائیں یا ہوا لیک ہونے لگے تو اسے روکنے کے لیے پنکچر لگائے جاتے ہیں۔ کم و بیش تمام کھسروں کے ذاتی مال و اسباب میں پنکچر لگانے والے آلات ضرور موجود ہوں گے جس میں ریتی، سلوشن اور ربڑ شامل ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ کھسروں کی چھاتیاں عورتوں کی طرح ایک جیسی نہیں رہتیں ان میں کمی و بیشی ضرورت کے تحت ہوتی رہتی ہے۔

سورج کہانی

سورج، ماہر کیمرہ مین، اچھے گھرانے کا شریف لڑکا، روزانہ دوکان پر آتا اور اپنا کام نمٹا کر سر شام ہی گھر کو لوٹ جاتا اگر کبھی رات کو کسی تقریب کی کوریج کرنا ہوتی تو پھر والدین کو بتا کر آتا کہ آج میں دیر سے گھر لوٹوں گا۔ والدین کا اطاعت شعار بیٹا برائی سے نفرت کرتے ہوئے اپنے دوستوں کو ہمیشہ اچھے کام کرنے کی تلقین کرتا ملتا۔ سورج جس دوکان پر کام کرتا تھا اُس کے عین سامنے والے گھر میں مہوش نامی ہیجڑے نے ڈیرہ جما لیا۔ مہوش انتہائی خوبصورت کھسرا دن رات میک اپ کیے خوبصورت سے خوبصورت لباس میں چھمک چھلو بنا پھرتا۔ مہوش آتے جاتے سورج کو دیکھ کر مختلف اشارے کرنے کے علاوہ دعوت گناہ بھی دیتا۔ ابتدا میں تو سورج نے مہوش کو نظر انداز کرنا شروع کیا جوں جوں اس کی بے نیازی بڑھتی گئی

توں توں مہوش کی سورج سے دلچسپی بھی بڑھتی چلی گئی۔ گریز اور طلب کی اس جنگ میں بالآخر جیت مہوش کی ہوئی۔ بلو نامی کھسرے کا محبوب ہونے کے باوجود سورج کبھی اس کی جانب متوجہ نہیں ہوا۔ جب کہ اب نجانے کیا ماجرا ہوا کہ سورج مہوش سے نفرت کرنے کے باوجود اس کے قریب ہوتا چلا گیا۔ علیک سلیک سے معاملہ بڑھ کر ایک دوسرے کے پاس بیٹھنے تک بڑھا پھر ایک روز سورج مہوش کی دعوت پر دوپہر کے وقت کھانا کھانے کے لیے اس کے گھر پہنچا کھانے پر ہونیوالی ملاقات نے سورج کی سوچ کو یکسر تبدیل کر کے رکھ دیا۔ مہوش سے نفرت کرنے والا مہوش کے اخلاق سے متاثر ہو کر اس کا گرویدہ ہوتا چلا گیا۔ کام کاج کو ادھورا چھوڑ کر مہوش کے گھر میں گھس جانے والا سورج دنیا اور سماج کی نظر سے اپنی حرکتوں کو چھپانے میں ناکام رہا۔ دوستوں نے اسے بہت سمجھایا کہ تم کھسروں کے چکر میں کیوں پڑ گئے ہو؟ خدارا اس سے اپنی جان چھڑاؤ، لیکن یہ تمام نصیحتیں بے سود ثابت ہوئیں۔ ایک وقت کے کھانے سے معاملہ بڑھ کر تین وقت کے کھانے تک پھیل گیا۔ گھر سے کبھی غیر حاضر نہ ہونے والا سورج روزانہ گھر سے غائب رہنے لگا۔ اگر کبھی والدین نے دیر سے آنے کی وجہ دریافت کی تو انہیں جواب دیا کہ کل رات مجھے فلم بنانے کے لیے بہت دور جانا پڑا واپسی پر دیر ہو گئی لیکن روزانہ فلم بنانے کا بہانہ نہیں چل سکا۔ دوستوں کی نظر میں سورج کی اہمیت کم ہوتی چلی گئی۔ لیکن وہ مہوش سے ملنے پر باز نہیں آیا۔ اگر کسی دوست نے سختی سے ڈانٹا تو اس کے ساتھ ناراض ہو گیا اگر ناراض نہیں ہوا تو اسے بتانے لگا کہ مہوش نے میری محبت میں مبتلا ہو کر تھیٹروں پر جانا چھوڑ دیا ہے۔ اب وہ نمازیں بھی پڑھنے لگی ہے۔ جسم فروشی تو اس نے اسی روز ترک کر دی تھی جس دن سورج نامی نوجوان اس کی زندگی میں داخل ہوا۔

سگریٹ نہ پینے والا نوجوان مہوش اور اس کے ساتھی کھسروں کی محفل میں بیٹھ کر چرس جیسے موذی نشے کا عادی ہو گیا۔ جب کہ شراب کو اس لیے ہاتھ نہیں لگایا کہ اس نے اپنے ایک دوست سے عہد کیا تھا کہ وہ زندگی میں شراب کو ہاتھ نہیں لگائے گا۔ شراب نہ پینے والا نوجوان خوبرو کھسرے کے جسم سے کشید شراب کو اپنے لیے تریاق سمجھتے ہوئے ہر وقت مہوش کے ارد گرد گھومتا رہتا سورج کی مہوش سے دلچسپی دیکھ کر سورج کے پرانے عاشق کھسرے بلو نے مختلف افواہیں اڑانا شروع کر دیں کہ مہوش نے تعویذ گنڈے اور جادو ٹونے کے زور پر سورج کو اپنے قابو میں کر لیا۔ بلو نے اپنی ناکامی کا غم غلط کرنے کے لیے مہوش اور سورج کی دوستی کو بدنام کرنا شروع کر دیا۔ سورج ابتدا میں تو یہی سمجھتا رہا کہ اس کے گھر والوں کو اس صورتحال

کا علم نہیں۔ ایک دن وہ اپنے گھر پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ گھر کے تمام افراد اس سے منہ پھلائے بیٹھے ہیں اس نے وجہ پوچھی تو جواب ملا کہ مہوش سے پوچھو، ہمیں بلو کھسرے نے سب کچھ بتا دیا ہے۔ سورج اس موقع پر بھی جھوٹ بول کر اپنے گھر والوں کو مطمئن کرنے میں کامیاب رہا۔ گھر سے واپس لوٹتے ہی اس نے بلو کی حرکت کے متعلق مہوش کو بتایا۔ جس پر مہوش نے غصے کے عالم میں بلو کی بہت زیادہ بے عزتی کی۔ اس واقعہ کے اگلے روز بلو نے سورج کو کہا کہ میں تو اپنی محبت حاصل نہ کر سکی لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ میں تم سے دستبردار ہو جاؤں آنے والے دنوں میں تمہیں بلو اور مہوش کا فرق پتہ چل جائے گا۔ لیکن ایک بات ہے میری محبت ٹھکرا کر اب تم بھی خوش نہیں رہو گے؟

سورج جس شخص سلیم کی دکان پر ملازم تھا، اس نے کئی بار سورج کو سمجھایا کہ تم ہیجڑوں کا پیچھا چھوڑ دو لیکن سورج اسے یہ کہہ کر ٹال دیتا کہ ہیجڑوں کی وجہ سے کام کا ہرج ہو رہا ہے تو آپ بتائیں۔۔۔ ورنہ میری ذاتی زندگی میں دخل دینے کا آپ کو کوئی حق نہیں۔ ادھر گھر والوں کی بات نہ ماننے کے صلے میں سورج کو گھر نکالا مل گیا۔ گھر سے نکالے جانے کے بعد سلیم نے بھی سورج کو ملازمت سے نکال باہر کیا۔ ملازمت سے فراغت کا سنتے ہی سورج کا چہرہ فق ہو گیا اس نے سلیم کو کہا کہ میں نے تو آپ کا کام مکمل ایمانداری سے کیا پھر ایسا ظلم کیوں؟ تو سلیم نے کہا جو شخص ماں باپ کا نہیں وہ میرا مخلص کیسے ہو سکتا ہے؟ مہوش سے دوستی کی وجہ سے آخر کار ایسا وقت آیا کہ سورج تقریباً اپنے تمام دوستوں سے محروم ہو گیا۔

ملازمت سے محرومی اور دوستوں سے قرض حاصل کرنے کی سہولت کے خاتمہ کے ساتھ ہی مہوش کے اخراجات سورج کے لیے ناقابل برداشت ہوتے چلے گئے۔ خرچہ سے تنگ مہوش کا عاشق اسکے گھر آتا تو وہ رقم مانگتا۔ جواب نفی میں ملنے سے مہوش نے سورج سے بے رخی اختیار کرنا شروع کر دی۔ مہوش کی بے رخی سے تنگ سورج نے ایک دن مہوش سے خوب جھگڑا کیا۔ مہوش اور سورج کے درمیان سرد جنگ جاری تھی کہ ایک دن مہوش کے گھر سورج کا بھائی اپنے پولیس انسپکٹر دوست کیساتھ یہ درخواست لے کر پہنچا کہ مہوش سورج کو اپنے گھر نہ گھسنے دے۔ ان کے اس مطالبہ پر مہوش نے جواب دیا کہ میں سورج کو نہیں بلاتی وہ خود آتا ہے۔ لہٰذا بات کرنی ہے تو اپنے بھائی سے کرو تمہارے لیے میں اپنا گھر چھوڑنے سے رہی۔ ویسے بھی ہیجڑا بازار میں بڑی برفی ہے جسے پسند آئے کھائے اور اگر مجھے سورج کا بھائی یا باپ بھی پسند کرے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ سورج کا بھائی مہوش کے منہ سے یہ الفاظ سن کر غصے

میں پاگل ہو گیا اس نے مہوش کو مارنا چاہا تو پولیس انسپکٹر نے بیچ بچاؤ کروایا۔ انسپکٹر نے ایک بار پھر مہوش کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن مہوش ٹس سے مس نہ ہوئی۔ بہرحال جب دونوں رخصت ہونے لگے تو مہوش نے پولیس انسپکٹر کو کہا کہ صاحب آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ یہ برفی آپ کے پیٹی بھائیوں کو بھی پسند ہے۔ سورج کو اس واقعہ کے متعلق پتہ چلا تو اس نے مہوش کے ساتھ خوب جھگڑا کیا۔ اسی جھگڑے کے دوران مہوش نے سورج سے مطالبہ کیا کہ اگر تم میرے اخراجات پورے کر سکتے ہو تو ٹھیک ورنہ میرے گھر نہ آنا اور نہ ہی میرا پیچھا کرنے کی کوشش کرنا۔

مہوش کے منہ سے یہ الفاظ سنتے ہی سورج نے غصے کے عالم میں بے بس ہو کر قریب پڑے بلیڈ کو اٹھا کر اپنے بازو پر مارنا شروع کر دیا۔ مہوش نے یہ دیکھ کر اسے اس حرکت سے باز رہنے کے لیے اسے سمجھا بجھا کر رخصت کر دیا۔ اگلے روز مہوش نے سورج کے ایک دوست کو بلا کر کہا کہ تم سورج کو سمجھاؤ کہ اگر میرے ساتھ رہنا ہے تو میرے اخراجات پورے کرے ورنہ اپنی راہ لے۔ سورج نے مہوش کے اخراجات پورے کرنے کا وعدہ کیا۔ لیکن بے روزگاری کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکا تو پھر دونوں کے درمیان لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی کے بعد دونوں کے درمیان معاہدہ طے پایا کہ سورج مہوش کو اس کے دھندے سے منع نہیں کرے گا۔ سورج کی جانب سے اجازت ملتے ہی مہوش نے تماش بینوں کو اپنے گھر بلا کر داد عشق دینا شروع کر دی مہوش کے گھر داد عشق دینے والوں میں علاقے کے پولیس اہلکار بھی شامل تھے۔

اس قسم کی ایک محفل میں ایک شخص نے مہوش سے پوچھا کہ آج کل تمہاری سورج سے دوستی کا بڑا چرچا ہے کیا چکر چلا رکھا ہے؟ اس پر مہوش نے ہنستے ہوئے جواب دیا کہ میں نے تو مذاق ہی مذاق میں سورج کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ وقتی مذاق میری جان کو آئے گا۔ ویسے بھی سورج خوبصورت اور مکمل مرد تھا جب اس سے پوچھا گیا کہ تھا سے کیا مراد ہے تو اس نے کہا کہ شروع میں، میں نے سورج کو گرم خوراک کے علاوہ دوائیاں بھی کھلائیں ان چیزوں کے استعمال سے اس کی جنسی صلاحیت میں اضافہ ہوتا چلا گیا سورج کی بڑھتی ہوئی جنسی صلاحیت نے میرے جسم کی پیاس کو بجھایا۔ جسم کی پیاس بجھانے کیساتھ ساتھ اس نے میری مالی مدد بھی کی۔ پھر اس کی میرے ساتھ دوستی کے چرچے تو ہونا تھے۔ لیکن اب وہ میری جنسی خواہش کی تکمیل نہیں کر سکتا۔ اب اس کی یہ پوزیشن ہے کہ وہ دو یا دو سے زائد ہفتے تک میرے قریب نہیں پھٹکتا۔ سورج کو میں کئی بار کہہ چکی ہوں کہ خدارا میرا پیچھا چھوڑ دو

لیکن وہ باز نہیں آتا۔ نہ کوئی کام کرتا ہے کہ میرا پیٹ پال سکے اور میں اس کی ہو جاؤں۔ مہوش کی محبت میں پاگل سورج نے کئی بار کام کرنا چاہا لیکن اس کی بدنامی کی وجہ سے اسے کوئی ملازمت دینے کو تیار نہیں۔ والدین کے سہارے سے محروم ہو کر وہ خود کاروبار کرنے کے قابل نہیں رہا۔ آج بھوک کے ہاتھوں تنگ آ کر سورج نے مہوش کی بات مانتے ہوئے میلوں ٹھیلوں کے دوران بطور تماش بین مہوش پر رقم ازانا شروع کر دی۔ سورج کو ایسا کرتے دیکھ کر دوسرے تماشائی غصے میں آ کر بڑھ چڑھ کر مہوش کے حسن اور فن کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

نوٹ: اس کہانی کا ابھی تک کوئی انجام نہیں ہوا۔ مہوش اور سورج کے تعلقات اتار چڑھاؤ کا شکار ہونے کے باوجود آج بھی قائم ہیں۔ کوئی نہیں جانتا کہ کہانی کے کردار سورج کا کیا بنے گا اور اس کی زندگی کونسا نیا رخ اختیار کرے گی۔؟

انسانی حقوق کے علمبردار اور کھسرے

وکلاء میں انسانی حقوق کے حوالے سے کام کے سلسلے میں تین شخصیات نے کافی شہرت پائی جن میں محمد دین طاہر (ایم ڈی طاہر) ایڈووکیٹ، عاصمہ جہانگیر ایڈووکیٹ اور سید سبطین اختر بخاری کے نام شامل ہیں۔ ایم ڈی طاہر ایڈووکیٹ انسانی حقوق اور دیگر شعبہ ہائے زندگی کے تحفظ کے لیے ہائی کورٹ میں مختلف رٹیں کر کے کافی شہرت کما چکے ہیں۔ ایم ڈی طاہر کے حوالے سے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اس شخصیت نے آئین اور قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے معاشرتی بھلائی کے لیے جو خدمات سرانجام دیں ان کا نتیجہ ہے کہ اپنے مسائل کے حل کے لیے لوگ خود ان سے رابطہ رکھتے ہیں۔ جب کہ سید سبطین اختر بخاری نے جیلوں کے دورے کے حوالے سے کافی شہرت پائی۔ وہ اکثر جیلوں کے دورے کر کے قیدیوں کے مسائل حل کروانے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ جب کہ عاصمہ جہانگیر ایڈووکیٹ نے ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے پلیٹ فارم سے انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے دن رات کام کرتے ہوئے اپنا لوہا منوایا۔

ہم سب سے پہلے ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان اور عاصمہ جہانگیر کی بات کریں تو ان کی خدمات کا جائزہ لینے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ عاصمہ جہانگیر اور ایچ آر سی پی نے ہر قسم کے دباؤ ڈر اور خوف سے بالاتر رہتے ہوئے ہر اس موضوع پر بحث کی جس سے انسانی وقار میں اضافہ ہو۔ سیاست، امن، جنگ اور عورتوں اور بچوں کے حقوق۔ ان کا پسندیدہ موضوع ضرور بنتے ہیں۔ لیکن انہیں بھی یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ پاکستان میں موجود ایک بڑی کمیونٹی جو جنسی بے راہروی کا باعث بن رہی ہے۔ انہیں صاف ستھرا ماحول فراہم کرنے کے لیے عملی نہ سہی تقریر کی حد تک ہی بات کرتیں۔ نہ ہی ان کی صدارت میں چلنے والے ادارے نے اس نسل پر کام کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ البتہ یہ الگ بات ہے کہ کتاب ھذا کی اشاعت کے بعد کوئی پرانا ریکارڈ نکل آئے تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ لیکن پچھلے دس سالوں سے قوم نے کھسروں کے حوالے سے ان کی کسی قسم کی گفتگو نہیں سنی ہوگی۔ اب ہم آتے ہیں سید سبطین اختر بخاری کی جانب سید صاحب کا زیادہ تر کام جیلوں میں قیدیوں سے متعلق ہے۔ انہیں جیلوں میں بند قیدیوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے کام کرتے ہوئے کئی بار جیلوں کا دورہ کرنے کا موقع ملا۔ ان کا کہنا ہے کہ جیلوں کے دورے کے دوران میری آج تک کسی کھسرے سے ملاقات نہیں ہوئی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ میری تنظیم کے حوالے سے کھسروں کے متعلق کوئی کام نہیں ہوا۔ ان کا کہنا ہے کہ جیلوں میں جنسی تشدد کے واقعات روز کا معمول بن چکے ہیں۔ وہاں نوجوان اور کم عمر بچے اس حوالے سے محفوظ نہیں تو اگر ایک کھسرا وہاں پہنچ گیا تو جیلوں کا کیا عالم ہوگا اس کا تصور کرنا ہی بھیانک اور شرمناک ہے۔ شاید اس لیے جیل والے کسی کھسرے کو بطور قیدی یا حوالاتی رکھنے سے گھبراتے ہوں گے۔ ورنہ کھسرے تو کئی پکڑے گئے۔ ویسے ہم جنس پرستی کے حوالے سے حدود کے مقدمات میں گرفتار کئی لوگ جیلوں میں موجود ہیں۔ شاید ان میں کوئی کھسرا بھی شامل ہو۔ ایم ڈی طاہر ایڈووکیٹ نے کم و بیش انسانی دلچسپی کے ہر موضوع پر ہزاروں درخواستیں ہائیکورٹ سے انصاف طلب کرنے کے لیے دائر کیں۔ لیکن ایم ڈی طاہر ایڈووکیٹ کے حوالے سے آج تک کھسروں کے متعلق کوئی رٹ منظر عام پر نہیں آئی۔ نہ ہی آج تک کسی کھسرے نے ان سے رابطہ کیا کہ ان کے متعلق بھی ہائی کورٹ میں کسی قسم کی رٹ دائر کریں۔ ایم ڈی طاہر ایڈووکیٹ کو روزانہ ملک کے طول و عرض سے سینکڑوں خطوط موصول ہوتے ہیں۔ انہی خطوط کی بناء پر انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے وہ رٹ دائر کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ میرے لیے بھی یہ حیرانی کی بات

ہے کہ آج تک کسی کھسرے یا کسی دوسرے شخص نے اس اہم موضوع کی طرف میری توجہ مبذول نہیں کروائی۔

کھسروں کی کمیونٹی میں انسانی حقوق کے حوالے سے شعور نہ ہونے کے برابر ہے۔ جب کھسروں سے سوال کیا جاتا ہے کہ کیا کبھی کسی انسانی حقوق کی علمبردار تنظیم کے کسی شخص نے آپ کے مسائل جاننے اور ان کے حل کے لیے آپ سے رابطہ کیا تو ان کا پہلا جواب یہ ہوتا تھا کہ انسانی حقوق کس بلا کا نام ہے۔ جب کہ چند ایک پڑھے لکھے کھسروں نے کہا کہ انسانی حقوق کے علمبرداروں کو بات کرنے کے لیے دوسرے موضوعات سے فرصت ملے تو وہ ہماری طرف توجہ دیں۔ حالانکہ ہم معاشرے کے ایسے افراد ہیں جو مختلف حوالوں سے انسانی حقوق کے علمبرداروں کی توجہ کا اصل مرکز ہونا چاہئیں تھے۔ لیکن بدقسمتی سے مفادات کی جنگ میں ہمیں نظر انداز کیا گیا۔ انھوں نے مزید کہا کہ ہمارے مسائل کو حل کرنے کے لیے کبھی حکومت نے کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی تو انسانی حقوق والے ایسا کیوں کریں گے؟ این جی اوز کا شور ہم نے سن رکھا ہے۔ لیکن وہ شور ایسے معاملات پر مچائیں گے جن کے بدلے میں انھیں نوٹ ملیں کھسرا خود تو انھیں رقم دینے سے رہا۔

کھسرے، ڈاکٹر اور علاج

کھسرے انسانی جسم میں قدرت کے عطا کردہ نظام کو تبدیل کر کے عورت بننے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اپنی اس خواہش کو پورا کرنے کے لیے وہ اکثر ایسی ادویات جڑی بوٹیاں اور خوراک کا استعمال کرتے ہیں جن کے استعمال سے انسانی صحت پر براہ راست منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جب کہ روزمرہ کی بیماریاں بھی انھیں اپنا شکار بناتی ہیں۔ اگر کھسرا بیمار ہو جائے اور اس کی صحت پر اس حوالے سے منفی اثرات مرتب ہوں تو وہ علاج کے لیے کس سے رجوع کرتا ہے؟ یہ ایسا سوال ہے جس کا جواب تلاش کرنا جان جوکھوں کا کام ثابت ہوا۔ کھسرے علاج کے لیے ڈاکٹروں کے پاس جاتے ہیں یا نہیں؟ اس امر کا جائزہ لینے کے لیے ہم نے 15 سے زائد ڈاکٹروں سے براہ راست رابطہ کیا۔ جن ڈاکٹروں سے ملاقات ہوئی ان کے نام درج ذیل ہیں۔ ڈاکٹر مقبول الٰہی سابق ڈی ایم ایس گورنمنٹ میاں نواز شریف ہسپتال بکی گیٹ لاہور کلینک گلشن راوی۔ ڈاکٹر امیرالدین چوہان کلینک گڑھی شاہو۔ ڈاکٹر سید ناصر حسین واپڈا ٹاؤن۔ ڈاکٹر امتیاز ذوالفقار ماہر امراض بچگان۔ ڈاکٹر عمران احمد ماہر

امراض چشم۔ ڈاکٹر خالد محمود ماہر امراض ناک کان گلا۔ ڈاکٹر عاطف حمید خان ماہر امراض مخصوصہ میو ہسپتال۔ ڈاکٹر فرخ خان آرتھو پیڈک وارڈ میو ہسپتال۔ شان الٰہی سائنٹفک ریسرچ آفیسر سینٹر فار نیوکلیئر میڈیسن میو ہسپتال لاہور۔ ڈاکٹر شیخ آصف محمود نیو سٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا۔ ڈاکٹروں کی اکثریت نے اس امر کا اظہار کیا کہ انھوں نے کبھی کسی کھسرے کا علاج نہیں کیا۔ صرف ڈاکٹر عمران احمد نے بتایا کہ ایک دفعہ گنگا رام ہسپتال لاہور میں انھیں ایک پیدائشی ہیجڑی عورت کی آنکھ کا آپریشن کرنے کا موقع ملا۔ جو دو دن سے زائد وارڈ میں داخل رہی۔ ڈاکٹروں کا یہ بھی کہنا تھا کہ اگر کبھی کھسرے نے علاج بھی کروایا تو ہو سکتا ہے کہ وہ عورت کے روپ میں نہ ہو۔ اس لیے ہم یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ کھسرے باقاعدہ ہمارے زیر علاج رہے البتہ ڈاکٹر فرخ نے ہمیں بتلایا کہ میرے پاس ایک مریض آیا تھا جو کہ کھسروں کا بہت شوقین ہے اُس نے اس بیماری سے جان چھڑانے کے لیے کئی بار علاج کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

میڈیکل سٹور والوں کا کہنا ہے کہ کھسرے اکثر ایسی ادویات خریدتے ہیں جن میں نسوانیت کو بڑھانے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ مثلاً بریسٹ فریسنگ۔ کمر کو پتلی کرنے والی دوائی۔ چہرے سے بال اڑانے کے لیے ادویات۔ سکون آور نشہ والی گولیاں ایٹی ون، ویلیئم عام درد کش ادویات ڈسپرین، پیراسیٹا مول اور بروفن وغیرہ۔ نشہ آور ادویات خریدنے کے لیے کھسرے باقاعدہ ڈاکٹر کی پرچی لے کر میڈیکل سٹور سے رجوع کرتے ہیں۔ جب کھسروں سے پوچھا گیا کہ آپ علاج کس ڈاکٹر سے کرواتے ہیں تو انھوں نے بتایا کہ علاج کے لیے ہمارے مخصوص ڈاکٹر ہوتے ہیں ان میں سے کئی ڈاکٹر گرو کی پارٹی کے خاندانی ڈاکٹر کے طور پر فرائض انجام دیتے ہیں۔ اگر کوئی کھسرا بیمار پڑ جائے تو گرو ڈاکٹر کو اطلاع کرتا ہے اور ڈاکٹر گھر پر آ کر کھسرے کا علاج کرتا ہے۔ اگر بیماری ایمرجنسی نوعیت کی ہو تو پھر ڈاکٹر کے کلینک سے رجوع کیا جاتا ہے جب کہ ایک اور کھسرے نے دعویٰ کیا کہ اکثر گرو اور سینئر کھسرے بہترین ڈاکٹر ہوتے ہیں۔ وہ خود اپنے جونیئر کھسروں کا علاج معالجہ کرتے ہیں۔ مثلاً ہر کھسرے کی خواہش ہے کہ وہ عورت کی طرح اپنی چھاتیوں کو بڑھائے تا کہ اس کے نسوانی حسن میں اضافہ ہو۔ اس سلسلے میں کھسرے ادویات، جڑی بوٹیوں اور دیگر اشیاء کا استعمال گرو کی ہدایت کے مطابق کرتے ہیں جب کوئی نیا چیلہ پارٹی میں شامل ہو تو گرو کے فرائض میں یہ چیز شامل ہے کہ وہ چیلے کی نسوانیت کو بڑھانے کے لیے اُسے راہنمائی سے نوازے۔

چھاتی بڑھانے کے لیے کھسرے جن خاندانی نسخوں پر عمل کرتے ہیں وہ نسل در نسل سینہ گزٹ کے طور پر منتقل ہو رہے ہیں۔ ایسے نسخوں کو وہ عام لوگوں کو بتانے سے گریز کرتے ہیں۔ میڈیکل سٹور سے اس سلسلہ میں کھسرے جو ادویات خریدتے ہیں۔ ان میں ''ایسٹروجن'' نامی دوائی کی مقدار ضرور شامل ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں ایک فارماسسٹ ظفر محمود کا کہنا ہے کہ ''ایسٹروجن'' کا ماخذ کھٹی اشیاء ہوتی ہیں۔ کھٹی اشیاء کی مقدار مرد کے جسم میں بڑھانے سے اس پر نسوانیت غالب آ جاتی ہے لیکن یہ امر حیران کن ہے کہ جدید سائنس اور میڈیکل تاریخ میں ایسٹروجن ماضی قریب میں دریافت ہونے والی دوائی ہے۔ لیکن کھسرے اس کے متعلق پہلے سے جانتے ہیں۔ آج اگر وہ میڈیکل کے نقطہ نظر سے ایلوپیتھک ادویات خرید رہے ہیں تو اس کی وجہ یہی قرار دی جاسکتی ہے کہ وہ ایسٹروجن کے استعمال سے بخوبی آگاہ ہیں۔

جب کہ ایک کھسرے کا کہنا ہے کہ ہم لوگ علاج کے لیے دیسی طریقہ علاج پر انحصار کرتے ہیں کیونکہ اس طریقہ علاج سے انسانی صحت پر برے اثرات نہیں مرتب ہوتے۔ اگر کوئی کھسرا علاج معالجے کے لیے انگریزی ادویات استعمال کرتا ہے تو اس کے مضر اثرات سے محفوظ رہنے کے لیے اسے کوئی خاص تردد نہیں کرنا پڑتا۔ کیونکہ وہ روزانہ رقص کے ریاض کے دوران اتنی ورزش کرتا ہے کہ انسانی جسم سے فاسد مادے از خود خارج ہو جاتے ہیں۔ ایک کھسرا روزانہ کم از کم دو گھنٹے رقص کا ریاض ضرور کرتا ہے اور رقص انسانی جسم کے لیے سب سے بہترین ورزش کا مقام رکھتا ہے۔ کھسروں کا کہنا ہے کہ اتنی ریاضت کرنے والے کے جسم پر ادویات منفی اثرات نہیں چھوڑ سکتیں۔ کھسروں کو عموماً جلدی و جنسی بیماریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان بیماریوں کے علاج کے لیے ہر گرو کی پٹاری میں ایک نہیں سینکڑوں علاج کے طریقے موجود ہیں۔ وہ جب چاہتے ہیں ان کا استعمال کر کے ایسی بیماریوں کی شدت کو کم کرنے میں کامیابی حاصل کرتے ہیں۔

کھسروں کے سروے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ وہ جنسی و جلدی بیماریوں کے متعلق شعور رکھتے ہیں لیکن ان کے حوالے سے یہ بیماریاں اس قدر ظالم نہیں کہ ان سے کھسرے کی موت واقع ہو جائے۔ ان بیماریوں سے بچنے کے لیے وہ روزانہ کی خوراک میں ایسی ادویات جڑی بوٹیاں اور سبزیاں ضرور شامل رکھتے ہیں جن سے ان کی شدت میں اضافہ نہیں ہو پاتا۔ ڈاکٹروں سے علاج کے لیے رجوع نہ کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے لیکن اگر حادثے یا کسی اور صورت میں جسم کو نقصان پہنچ جائے تو کھسرے علاج کے لیے

سرجن سے ضرور رابطہ کرتے ہیں لیکن بھیس بدل کر۔ کھسروں کا کہنا ہے کہ بھیس بدل کر علاج اس لیے کرواتے ہیں کہ اگر ہم کھسروں کے بھیس میں جائیں تو ڈاکٹر علاج کرنے کی بجائے اول فول گفتگو شروع کر دیتے ہیں۔

کھسروں کے دیسی طریقہ علاج کے بارے میں جاننے کے لیے جب ہم نے گلوبل ہربل کمپنی کے مالک رانا ظہیر احمد (جو کہ ملک کے معروف ماہر دیسی طب حکیم تحسین کے بھتیجے ہیں) سے رابطہ کیا تو انھوں نے بتایا کہ آج تک ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ کسی کھسرے نے علاج کے لیے رجوع کیا ہو۔ البتہ چند ایسے مریضوں نے مجھ سے رجوع کیا جو کہ بدفعلی کی عادت سے پیچھا چھڑوانے کے خواہش مند تھے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے ان کا علاج کیا اور آخری نتیجہ کیا تھا؟ تو انھوں نے بتایا کہ بدفعلی کروانا کوئی بیماری نہیں بلکہ یہ ایک نفسیاتی بیماری ہے۔ اس کا علاج نفسیاتی تھراپی سے ممکن ہے لیکن بدقسمتی سے ہمارے ہاں ایسے ماہرین نفسیات موجود نہیں جو اس قسم کا علاج کر سکیں۔

جب کہ ڈاکٹر مقبول الٰہی کا کہنا تھا کہ نفسیاتی طریقہ علاج سے اس بیماری کا علاج باآسانی ممکن ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس قسم کا علاج کروانے والے مریض کو غلیظ ماحول سے دور رکھ کر علاج کیا جائے۔

کھسروں کا کہنا ہے کہ ہم نے بدفعلی کی عادت سے پیچھا چھڑانے کے لیے کبھی کسی ڈاکٹر، حکیم یا ماہر نفسیات سے رابطہ نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب ہمارا روزگار اس دھندے سے وابستہ ہو چکا ہے۔ اگر ہم علاج کروا کے واپس اس دنیا میں لوٹ بھی جائیں تو ہمیں کوئی قبول نہیں کرے گا۔ لہٰذا ایسا علاج کروانے کا ہم کیوں سوچیں؟ چھوٹی موٹی بیماریوں کا علاج تو رقص کی ریہرسل ہے۔ جب کہ بڑی بیماریوں کے لیے ہمارے خاندانی کھسرے موجود ہیں تو ہم ڈاکٹر کے پاس کیوں جائیں؟

ایک کھسرے نے ہمیں بتایا کہ ہمارے پاس ایسے نایاب خاندانی نسخے اور گر ہیں جن کے متعلق سن کر ڈاکٹر، حکیم، سیانے اور سائنس دان بھی حیران رہ جائیں۔ ہم نے بہت اصرار کیا کہ وہ ہمیں بھی کسی ایسے نسخے یا گر کے متعلق آگاہ کرے پہلے تو وہ مانا نہیں جب مانا تو کہا کہ صرف ایک بات کروں گا پھر آپ مزید اصرار نہیں کریں گے۔ ہم نے خاموشی اختیار کی تو اس نے بتایا کہ ہم کھسرے کسی بھی مرد کے پاؤں کے دونوں انگوٹھوں اور کلائیوں کو دیکھ کر بخوبی اندازہ کر لیتے ہیں کہ سامنے کھڑے آدمی کی جنسی صلاحیت کس قدر ہے۔ یہاں تک کہ

اگر ہم اس کے حوالے سے مباشرت کا وقت بھی طے کریں تو 99 فیصد ہمارا اندازہ درست ثابت ہوگا یہی وجہ ہے کہ کھسرے کسی سے وقت طے کر کے اسے ملنے نہیں آتے کیونکہ انہیں علم ہوتا ہے کہ وہ آدمی ہماری جنسی لذت کو پورا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اور جو شخص جنسی لذت پوری کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اس سے ملنے کا فائدہ؟ اگر سائنس دان، ڈاکٹر اور حکیم اس طرح کی درست نشاندہی کر سکتے ہیں تو پھر ہمیں ان سے علاج کروانے میں کوئی عار نہیں۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ جہاں ہمارے اپنے ڈاکٹر ناکام ہو جائیں تو پھر علاج کے لیے دوسرے ڈاکٹر سے رجوع کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

ادب اور کھسرے

اچھا شعر سننا اور سنانا کم و بیش ہر انسان کا پسندیدہ شغل ہے۔ بالکل اسی طرح کھسرے بھی اچھی شاعری کو نہ صرف پسند بلکہ ایسی نظموں، غزلوں اور اشعار کو یاد کر کے بوقت ضرورت ان کا بھرپور استعمال کرتے ہیں۔ کھسرے زیادہ تر عشقیہ شاعری کو پسند کرتے ہیں وہ اپنی نجی محفلوں میں بیت بازی کا مظاہرہ ضرور کرتے ہیں۔ گو کھسروں میں ابھی تک کوئی شاعر منظر عام پر نہیں آیا۔ لیکن ان کی اپنی زبان (فارسی چندرنا) میں کافی اشعار موزوں کئے جا چکے ہیں۔ یہ تمام اشعار انتہائی واہیات اور لغو خیالات پر مبنی ہیں۔ کھسروں کی شاعری کی پسند کے حوالے سے یہ امر انتہائی حیران کن اور معنی خیز ہے کہ وہ زیادہ تر ایسے شعرا کے کلام کو یاد کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو اپنے اپنے دور میں لونڈوں کے چاہنے والے تھے۔

شاعری کے حوالے سے کھسروں کو فلمی گیت تو اکثر زبانی یاد ہوتے ہیں لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ یہ گانا کس شاعر کا لکھا ہوا ہے۔ البتہ وہ یہ ضرور بتائیں گے کہ اس گانے کو گانے والا گویا کون ہے اور اسے کس فلم میں کس اداکار یا اداکارہ پر فلمایا گیا۔ ساتھ میں وہ یہ بتانا بھی پسند کریں گے کہ اگر فلاں موقع پر شاعر اس قسم کے جذبات کا اظہار کرتا تو ہمیں رقص کرنے میں آسانی ہوتی۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ کھسرے اچھی شاعری کے بہترین قدردان ہیں۔ کھسروں میں شاعری کے حوالے سے مطالعے کی عادت بہت کم ہوتی ہے اور وہ نظموں، غزلوں فلمی گیتوں اور اشعار کو زبانی یاد کرتے ہیں۔ مطالعہ کی عادت ایسے کھسروں میں پائی جاتی ہے جو کسی حد تک پڑھے لکھے اور اپنے فالتو وقت کو بہتر انداز میں گزارنے کے خواہاں ہوتے ہیں۔ کم پڑھے لکھے کھسرے کتاب کا سہارا اس وقت تلاش

کرتے ہیں جب انہیں اپنے کسی عاشق یا محبوب کو متاثر کرنا ہو۔ سرگودھا کے ایک کھسرے نے بتایا کہ میری سہیلیاں خواتین ڈائجسٹ، شعاع، پاکیزہ اور اس قسم کے دیگر رسائل و جرائد کے پڑھنے کو اولیت دیتی ہیں۔ وہ سیاسی، تاریخی اور دیگر موضوعات پر کتابیں پڑھنے سے احتراز اور اسلامی کتب کے نزدیک پھٹکنے کا تصور بھی نہیں کرتیں۔ حقیقی اور پیدائشی کھسرے نماز روزے کے ساتھ قرآن و حدیث کی کتابیں پڑھتے ہیں۔ اخبارات کا مطالعہ کھسرے بہت کم کرتے ہیں۔ اگر اخبار پڑھنا ضروری ہو تو ان کی دلچسپی خواتین کے صفحات، فیشن میگزین، اور تصویروں تک محدود رہتی ہے۔ پڑھے لکھے کھسرے اپنی سہیلیوں کو کتاب کا تحفہ دینے کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ کتاب کے تحفے کو کھسرے خلوص دل سے قبول نہیں کرتے۔ فحش تحریروں پر مبنی رسالے اور تصاویر انہیں جہاں سے ملیں ضرور حاصل کریں گے جو پڑھ نہیں سکتا دوسرے سے پڑھوائے گا جب کہ تصویروں کو دیکھنے کے لیے پڑھا لکھا ہونا ضروری نہیں۔ لطیفے بازی کے حوالے سے کھسرے کا ذوق ہاسٹل میں رہنے والے اس طالب علم سے کہیں زیادہ بہتر ہوتا ہے جو صرف لطیفے بازی کی بناء پر ہاسٹل کی زندگی کا لازمی جزو ہے۔ ہاسٹلوں میں رہنے والے طالب علموں کو سینکڑوں کی تعداد میں ہر قسم کے لطیفے یاد ہوتے ہیں۔ طالب علم کو فوقیت اس حوالے سے دی جا سکتی ہے کہ کھسرے کو صرف فحش لطیفے یاد ہوتے ہیں ان کے بعض لطیفے تو اس قدر فحش اور واہیات الفاظ پر مبنی ہوتے ہیں کہ انہیں سن کر شریف آدمی کے کان بلا توقف سرخ ہو جائیں۔

شاعر اور ہیجڑا

ہیجڑے یعنی کھسرے کی خواہش ہے کہ اسے بھی شاعری کا موضوع بنایا جائے لیکن بد قسمتی سے کبھی شاعروں نے اس پہلو کی طرف توجہ نہیں دی کہ یہ بھی ایک ایسی نسل ہے جس پر لکھا اور بولا جا سکتا ہے۔ کئی شاعروں کے حوالے سے یہ اطلاعات تو ملتی ہیں کہ وہ اپنے اپنے دور میں مختلف لونڈوں کے عاشق رہے۔ لیکن اس کے باوجود بہت کم شاعروں نے کھسرے پر شاعری کی۔ البتہ جوش ملیح آبادی نے اپنی سوانح عمری میں "یادوں کی بارات" اور شیو کمار بٹالوی نے بالترتیب لونڈے اور کھسرے پر طبع آزمائی کی۔ کھسروں کا یہ شکوہ ہے کہ ان کے متعلق شاعری نہیں کی گئی۔ ان صفحات کے ذریعے کھسروں کا یہ شکوہ دور کیا جا رہا ہے۔ تو حاضر ہے شیو کمار بٹالوی کے دیوان "کلیات شیو کمار" سے نظم ہیجڑا جو کہ پنجابی زبان میں لکھی

گئی۔

ہیجڑا

رات ادھی آر

ادھی پار ہے

سوچ میری وانگ ہی

بیدار ہے

ایہ تے مینوں اینویں پئی ہے بھاسدی

میرے وا کن مرد ہے نہ نار ہے

رات ادھی آر

ادھی پار ہے

گلی گلی جمنے پتر پرائے

کس اوچھا جیہا رزگار ہائے

ویل پچھوں سد کے آکھنا

ویل تیری ہور وی داتا ودھائے

کس قدر

اچرج دی ہے گل ہائے

اک مانگت راجیاں نوں خیر پائے

ہائے نہ داتا سمجھ آئے

میری اپنی ویل خود بیکار ہے

ایہ دھراں توں

زرد تے بیمار ہے!

ایس نوں نہ پھل

نہ کوئی خار ہے!

میرے لئی ہے اجنبی لکھاں دی چیز

پیار دی مینوں بھلا کیہ سار ہے؟

لوریاں دینا

تاں اک رزگار ہے

کام دی یاں پورتی دا آہر ہے

رات ادھی آر

ادھی پار ہے

میرے وا کن مرد ہے نہ نار ہے:

ہائے مینوں

کس گناہ دی ہے سزا؟

نہ میں آدم

تے نہ ہی میں حوا:

کام دا ہوندا ہے خورے کیہ مزا:

آکھدے نیں

کام وچ ہوندا اے خدا

کام وچ ہوندا ہے لوہڑے دا نشا

پر ایہ مینوں کیہ پتا

کام دے دیو تے دی

مینوں تاں دھروں ہی مار ہے

جسم میرا رام لیلا

دا کوئی کردار ہے

جس دے ہتھ وچ

کاٹھ دی تلوار ہے

چمکدی ہے پر نہ کوئی دھار ہے

جو تھا موٹھا کرنا جس نے وار ہے

رات ادھی آر

ادھی پار ہے

میرے وا کن مرد ہے نہ نار ہے

ہے منا!
نہ ہور لمبی سوچ کر
سوچ لمبی سنھ لانی
ے نوں تاں سنھ لانی پاپ ہے
ساہی تاں زندگی داباب ہے
اٹھ
کہ سارے نیں ساتھی سور ہے
سپیاں دے شہر کھے بھوں رہے
زندگی اک کام
دوجے کم بن
ہے منا! بے کار ہے، بے کار ہے
اک وادھو بھار ہے
تینوں مرجانا ہی بس درکار ہے
رات ادھی آر
ادھی پار ہے
میرے داکن مرد ہے نہ نار ہے
رات ادھی آر
ادھی پار ہے

کھسرے کا تحریری موقف

کتاب ھذا کی تیاری کے دوران ایک زنانے کھسرے (ب) نے کھسروں کے متعلق معلومات کے حصول کے لیے تحقیقی ٹیم کی ہر ممکن مدد کی۔ اس دوران اس کے ساتھ ہمارا مکمل رابطہ رہا۔ آخری روز جب ہم نے اسے بتایا کہ تحقیقی کام کافی الحال اختتام ہو چکا ہے۔ انشاء اللہ اب کتاب کی اشاعت کے بعد اس موضوع پر مزید کام کا آغاز کیا جائے گا۔ ہماری بات سنتے ہی اس نے کہا کہ حیرانی کی بات ہے کہ آپ اتنے عرصہ میرے ساتھ مل کر کام کرتے

رہے لیکن آپ نے ایک بار بھی فرمائش نہیں کی کہ اس کتاب کے لیے مجھے کچھ لکھنا چاہیے۔ چلیے یہ چیز آپ کی خواہش نہ سہی لیکن میری خواہش تو ہے۔ میں اس کتاب کے لیے کچھ لکھنا چاہتا ہوں لیکن شرط اتنی ہے کہ آپ میرا موقف سنسر کی نذر نہیں کریں گے۔ قارئین (ب) سے کیا وعدہ نبھاتے ہوئے اس کی تحریر آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ قصہ بے ربط سہی لیکن ایسے لہجے اور حقیقی جذبات پر مشتمل ہے جسے پڑھ کر آپ کو کھسروں کی جنسی بے راہروی پر مشتمل زندگی کو اچھی طرح جاننے کا موقع ملے گا۔

نوٹ: طرز تحریر میں کسی قسم کی تبدیلی یا ایڈیٹنگ نہیں کی گئی

ہجڑوں میں دو اقسام پائی جاتی ہیں۔ ایک کھسرا، دوسرا زنانہ کھسرا۔ کھسرا اُسے کہتے ہیں جس میں قدرتی طور پر مردانگی کی صلاحیت نہ پائی جائے۔ اور زنانہ ایک بناوٹی کھسرا ہے۔ درحقیقت زنانہ اصل کھسرا نہیں ہے۔ اصل کھسرے کے بارے میں طے ہے کہ وہ لوگوں کے گھروں میں جا کر ودھائی یا شادی بیاہ کے موقع پر اپنا حق مانگنے جاتے ہیں۔ یہ لوگ کسی کے گھر میں بری نظر نہیں رکھتے۔ اور دوسرا یہ کہ یہ لوگ اپنی ایک الگ قسم کی دنیا میں رہتے ہیں۔ آپس میں یہ اپنی مخصوص بولی بھی بولتے ہیں۔ دنیا کی نظر میں ان کا کردار لڑکیوں جیسا ہوتا ہے۔ کھسروں میں اپنے اپنے علاقہ کی تقسیم کی جاتی ہے یعنی کہ اگر ایک علاقے میں کسی کے گھر بچہ پیدا ہو تو اسی علاقے کا گرو متعلقہ گھر سے ودھائی وصول کرے گا۔ جس طرح پولیس کے محکمے میں ایک ایس ایچ او ایک علاقے کا انچارج ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک گرو اپنے علاقے میں S.H.O کی حیثیت رکھتا ہے۔ گرو کے پاس اس کے چیلے یعنی جونیئر کھسرے بھی ہوتے ہیں جن کو گرو اپنی طرف سے نام دیتا ہے۔ گھر میں تمام گرو چیلے لڑکیوں کی طرح زندگی گزارتے ہیں۔ اور ان کی حرکات ولباس بھی لڑکیوں جیسا ہوتا ہے۔ ان کا گرو ان کو رقص کی مہارت چال چلن اور لوگوں سے ڈیلنگ کے آداب سے روشناس کرواتا ہے۔ نیز اپنی مخصوص بولی کا علم بھی گرو ہی کی بدولت چیلوں تک پہنچتا ہے۔ چیلے لوگوں کے پروگرامات میں رونق لگا کر اپنا اور اپنے گرو کا پیٹ پالتے ہیں۔ گرو گھر میں بیٹھ کر صرف چیلوں کی کمائی نہیں کھاتا بلکہ اس کے ذمہ پورے علاقے پر نظر رکھنا ہوتی ہے کہ کہیں اس کے علاقے میں کسی دوسرے گرو جس کو یہ علاقہ نہ لگتا ہو کمائی کر کے تو نہیں لے گیا۔ اس کے علاوہ جو بات گرو کے لیے بڑی اہم ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی گھر میں بچہ پیدائشی طور پر کھسرا پیدا ہو تو وہ گرو اس کے والدین سے وہ بچہ مانگنے جاتا ہے۔ اگر والدین بچہ نہ دیں تو گرو اپنے حق کے لیے

قانون کا دروازہ کھلتا ہے۔ ایسے بچے کو اپنی پرورش میں لے کر اسے اپنا چیلا بنا کر اس کی دیکھ بھال، تعلیم، روٹی کپڑے کے علاوہ اس کی ضرورت کے مطابق اس کی ہر خواہش کو پورا کرتا ہے۔ اگر کسی گرو کا انتقال ہو جائے تو گرو اپنا ایک گدی نشین بھی چھوڑ کر جاتا ہے یہ گدی گرو کے چیلوں میں سے اس کو دی جاتی ہے جو گرو کا سب سے پرانا اور فرمانبردار چیلا رہا ہو۔ لیکن اگر کوئی چیلا پرانا ہو لیکن وہ گرو کا فرمانبردار نہ رہا ہو تو باقی چیلے گرو کی وفات کے بعد اسے وراثت میں سے حصہ دینے کے قائل نہیں ہوتے۔ کھسروں میں اپنے گرو کی عزت کا بڑا خیال رکھا جاتا ہے کھسرے ہر کام سرانجام دیتے وقت گرو کی عزت اور اس کے بنائے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہیں کہ ان کے کسی فعل کی وجہ سے ان پر حرف نہ آئے۔

بعض اوقات کھسرے گرو کی عزت کی خاطر اپنی جان دینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ ہر خاندان اور برادری میں شریکہ کی طرح ان کی بھی اپنی برادری میں شریکہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ گرو اپنے چیلوں کو ہر اس گھر سے متعارف کرواتا ہے جس سے اس کی شریکہ برادری میں عزت و توقیر کا اضافہ ہو۔ گرو اپنے چیلوں کو اپنے رکھے ہوئے ناموں سے پکارتا ہے۔

جہاں تک کھسروں کے جنازے کا سوال ہے تو ہم لوگ اپنی میت کا کسی کو نہیں بتاتے۔ جنازہ رات کی تاریکی میں قبرستان پہنچایا جاتا ہے۔ جنازے میں دنیادار لوگوں کی شرکت کو کھسرے مناسب خیال نہیں کرتے ہیں۔ عام دستور کے مطابق جس طرح لوگ اپنے عزیزوں کا سوگ مناتے ہیں ہم لوگ بھی آپس میں دکھ درد کا اظہار کرتے ہوئے مرنے والے کا سوگ مناتے ہیں۔ کھسرے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ قوم اللہ کی بنائی ہوئی پاک اور نیک مخلوق ہے۔ جو نہ تو کسی کی دل آزاری کرتے ہیں نہ ہی کسی کو دکھ پہنچاتے ہیں۔ انہیں مٹی کی "مورت" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ نہ تو اولاد آدم کا سلسلہ آگے بڑھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور نہ ہی ان کی وجہ سے کبھی انسان کو جنسی نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ ان لوگوں کی پارسائی کی ضمانت اس سے بڑھ کر کیا ہو گی کہ خانہ خدا کی صفائی یہی کھسرے کرتے ہیں۔ ان کی اسی عبادت کی وجہ سے لوگ انہیں ولی کا درجہ بھی دیتے ہیں۔ اکثر عام لوگ ان سے اپنے حق میں دعا کروانے کے لیے رجوع کرتے ہیں۔ کھسروں کا گرو اپنے چیلوں کو اولاد کی طرح عزیز رکھتے ہوئے برائی سے دور رہنے کی ہدایت کرتا ہے۔ اصل کھسروں میں سے چند افراد شراب اور چرس نوشی کی لعنت میں گرفتار ہیں۔ لیکن اس کے

باوجود وہ جنسی بے راہروی میں ملوث نہیں ہیں۔ اگر کوئی کھسرا گرو کی نظر میں گناہ کا مرتکب ہو تو اسے سزا لازماً ملتی ہے۔

بدکاری کے مرتکب ہونے والے کھسرے درحقیقت زنانے ہوتے ہیں یہ لوگ زندگی میں لڑکیوں جیسی حرکات کرتے ہیں۔ ان میں مردانہ اثرات کی کمی ہوتی ہے اور بعض اپنے شوق کی وجہ سے اپنا نفس کٹوا کر اس دنیا میں رہتے ہیں۔ کھسروں کے روپ میں زنانے لوگوں کے گھروں کے فنکشنوں میں جا کر پرفارم کرتے ہیں ان کے کپڑے، عادات کھسروں کی نقل پر مشتمل ہوتی ہیں۔ عام لوگ انہیں دیکھ کر یہ تمیز نہیں کر سکتے کہ یہ لوگ کھسرے ہیں یا زنانے۔ ویسے بھی لوگوں کے پاس اس تیسری دنیا کے متعلق سوچنے کا وقت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج زنانے بھیانک ترین روپ میں اپنا کام کر رہے ہیں۔ آج کل کے نوجوان ڈش کلچر کے سبب اپنی جنسی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے زنانوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ اور زنانے بدکاری کے عوض ان نوجوانوں سے بھرپور معاوضہ بھی وصول کرتے ہیں۔ پیدائشی کھسرے سمجھتے ہیں کہ ماضی میں عام لوگ اپنی تقریبات میں کھسروں کو بلانے کو ترجیح دیتے تھے۔ جس کی وجہ سے زنانوں کو کوئی پوچھتا نہیں تھا۔ زنانوں نے کھسروں کا زور توڑنے کے لیے **Sex** کا سہارا لیا۔ سیکس کے اس گھناؤنے کھیل کی وجہ سے آج کی نوجوان نسل ان کی تابع نظر آتی ہے۔ اب یہ لوگ شادی بیاہ کے موقع پر ناچ گانے کے علاوہ جنسی ضرورت کو بھی پورا کر رہے ہیں۔ زنانوں کی بدفعلی کی عادت کی وجہ سے نجانے کتنے گھرانے اجڑ چکے ہیں۔ زنانوں نے اس فعل کو فروغ دینے کے لیے پاکستان بھر کے مختلف علاقوں میں اپنے مراکز قائم کر کے بدفعلی کے اڈے قائم کیے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان نام نہاد کھسروں کی عادات کے بارے میں معاشرہ میں کہانیاں پھیلنا شروع ہوئیں تو لوگوں کا کھسروں سے اعتبار اٹھتا چلا گیا۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اس خطرناک کھیل کے پھیلاؤ میں کھسروں کا کوئی کردار نہیں۔ لیکن زنانوں کی حرکتوں کی وجہ سے بدنام کھسرے ہوئے۔ آج کل خاندانی کھسرے اپنا یہ پیشہ چھوڑ کر نجانے کن کن مجبوریوں کے ساتھ زندگی کا بوجھ اٹھائے جی رہے ہیں۔ اگر ان کی رسائی کسی وزیر یا افسر تک ہو جائے تو وہ ان کے پیشے کو بچانے کی خاطر کوئی قدم اٹھانے کی بجائے اس کا مذاق اڑاتے نظر آتے ہیں۔

• زنانوں نے ہم جنس پرستی کو فروغ دے کر کھسرے کے فن کو بدنام کرنے کے علاوہ ان سے لطف اندوز ہونے والے لوگوں کو بھی بلیک میل کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ یہاں تک

کہ پولیس اہلکار بھی ان کی بلیک میلنگ کا شکار ہو چکے ہیں۔ زنانوں نے اپنی جڑیں مستحکم اور مضبوط کرنے کے لیے تھیٹروں، سرکسوں، موت کے کنوؤں اور میلوں ٹھیلوں کا رخ کر لیا۔ ان میلوں ٹھیلوں میں جرائم پیشہ افراد سے انکا واسطہ پڑتا ہے۔ گھروں سے مفرور لوگوں کے لیے زنانوں نے جنسی خدمات کے علاوہ بطور مخبر بھی کام شروع کر دیا۔ بدمعاشوں اور بدکاروں سے روابط کی وجہ سے زنانے، جیب تراشی، چوری، ڈکیتی کے علاوہ قتل جیسے شرمناک واقعات کا بھی حصہ بن گئے۔ جرائم کی راہ اختیار کرنے سے زنانوں کے نیٹ ورک کا دائرہ کار وسیع تر ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ آج جرائم کی دنیا میں بڑے سے بڑے گروہ زنانوں سے خوف کھاتے ہیں۔ سادہ فہم لوگ ان کو تیسری دنیا کے نام سے یاد کر کے زمانے میں ہونے والی بدکاریوں کا نوٹس لینے سے گریز کرتے ہیں۔ جبکہ یہ لوگ ان سادہ فہم لوگوں کی عقل سے ماورا مجرمانہ حرکتوں کو فروغ دے کر معاشرے کو موت کے منہ میں دھکیل رہے ہیں۔ ان کا مجرم مافیا لوگوں سے اپنا مطلب نکالنے کے لیے مختلف اقسام کے جرائم کو متعارف کروا رہا ہے۔ جن میں سے بعض اقسام کچھ یوں ہیں۔

جرم کے حوالے سے بلیک میلنگ اور لوگوں کو مجبوری سے فائدہ اٹھانے کے لیے ان کا طریقہ کار کچھ یوں ہوگا۔

زنانوں کا گرو کھسروں کے گرو کی طرح اپنے اڈے کا ایس ایچ او ہوتا ہے۔ گرو اپنے چیلوں کو ہمیشہ یہ تربیت دے گا کہ شکار کو کیسے پھانستا ہے اگر کوئی چیلا اپنے گاہک کو پھانس کر اڈے تک لے آئے تو گرو شکار کی حیثیت کے مطابق اسے بلیک میل کرنے کے لیے پلاننگ کرے گا۔ زنانوں کا گرو اپنے چیلے کو کسی بڑے مالدار گھرانے کی تقریب میں بھیج کر اسے تاکید کرے گا کہ وہاں سے مالدار لڑکا پھانس کر اڈے تک لانا ہے۔ چیلا ایسی تقریبات سے لازماً کسی نہ کسی امیر زادے کو جنسی طور پر بھڑکا کر اپنے ساتھ گرو کے پاس لے کر پہنچ جاتا ہے جہاں گرو انہیں تنہائی میں ملاقات کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ لڑکا اور زنانہ تنہائی میں پہنچے تو یقین جانئے کہ لڑکے کی تباہی کا سامان پیدا ہو گیا کیونکہ اب گرو کا کام ہے کہ وہ اس لڑکے کی ننگی فلم بنا کر اسے بلیک میل کر کے ساری زندگی نوٹ حاصل کرے۔

بس میں زنانے دوران سفر اپنے ساتھ بیٹھے آدمی یا لڑکے کو جنسی گفتگو کر کے بھڑکانے کی کوشش کریں گے اگر گفتگو کے دوران مد مقابل کی باتوں سے احساس ہو کہ اس کی جنسی خواہش بھڑک اٹھی ہے تو پھر زنانہ مطلوبہ ہدف کو آسان بنانے کے لیے مرد کے جسم پر ہاتھ

پھیرنا شروع کر دیتا ہے۔ گفتگو سے سیکس کے سحر میں گرفتار ہونے والا مرد ہاتھوں کے لمس سے پگھلنے میں دیر نہیں کرتا۔ اسی دوران زنانہ اسے نیم بے ہوش کر کے جیب تراشی کی واردات مکمل کر لے گا۔ اس کے بعد وہ دوران سفر مسافر کو اپنے جال میں پھنسائے رکھے گا۔ منزل پر پہنچنے تک اس آدمی کو غیر معمولی صورتحال کا احساس نہیں ہوگا زنانوں کے مجرمانہ طریقہ واردات آپ کے سامنے پیش کئے۔ اب میں آپ کو ایک ایسی خطرناک کہانی سنانے چلا ہوں کہ جس کی وجہ سے ایک عورت موت کے منہ میں چلی گئی جب کہ دوسری عورت لاوارثوں کی سی زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ نجانے ایسی کتنی اور کہانیاں جنم لیں گی؟

شاہدرہ کے ایک شریف گھرانے سے تعلق رکھنے والی لڑکی کی شادی سرگودھا شہر میں ہوئی۔ شادی کے کچھ عرصہ بعد ہی لڑکی خاوند سے ناراض ہو کر والدین کے گھر لوٹ آئی۔ والدین نے بچی سے خاوند سے اختلاف کی وجہ پوچھی۔ تو اس نے والدین کو کچھ نہیں بتایا۔ کچھ عرصہ بعد خاوند آکر اسے واپس لے گیا تو لڑکی کے گھر والوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد وہ لڑکی پھر اپنے والدین کے گھر پلٹ آئی۔ لڑکی کے دوسری بار خاوند سے ناراض ہو کر آنے کی وجہ سے لڑکی کی ماں بہت فکر مند ہوئی۔ اسی فکر میں وہ بیٹی کو لے کر پیروں فقیروں کی خدمت میں بھی حاضر ہوئی۔ لیکن کوئی مثبت نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ ماں نے بیٹی سے ناراضگی کی وجہ پوچھی تو بیٹی رو پڑی۔ اس نے ماں کو جو کچھ بتایا اسے سن کر اس کی ماں تیسرے روز ہی چل بسی۔ اس لڑکی نے اپنی والدہ کو ایسا کیا بتایا کہ وہ صدمے کی تاب نہ لا سکی۔ یقیناً یہ سن کر آپ بھی صدمے سے دوچار ہوں گے لیکن افسوس اس کے باوجود زنانوں کی حرکات کا نوٹس لینے پر کوئی آمادہ نہیں ہوگا۔

لڑکی نے ماں کو بتایا کہ خاوند میرے ساتھ ہم بستری نہیں کرتا۔ اسے عورت کے وجود سے گھن آتی ہے۔ وہ ہیجڑوں کے ساتھ بدکاری کرنے کا عادی ہے۔ اس نے کہا کہ ہیجڑے جو جنسی لذت فراہم کرتے ہیں وہ تم نہیں کر سکتیں۔ ایسے عالم میں جب تم میری جنسی خواہشات کو پورا نہیں کر سکتی ہو تو پھر میں تمہارا اور تمہارے ہونے والے بچوں کا خرچہ کیوں برداشت کروں۔ یہی وجہ تھی کہ میں گھر لوٹ آئی تھی۔ دوبارہ واپس گئی تو میں نے اپنا گھر بچانے کے لیے اس کی ہر بات کو مانا۔ لیکن مجھ سے یہ برداشت نہیں ہو سکا کہ وہ مجھے ہیجڑوں کے سامنے مارے پیٹے۔ میں گھر میں ایک طرف پڑی رہوں اور وہ میرے گھر ہی میں ہیجڑوں کے ساتھ راتیں رنگین کرے۔

جی ہاں۔ غیرت مند ماں بیٹی کی شرم ناک کہانی سن کر صدمے سے چل بسی۔ عورت کی زندگی اجاڑنے اور اس کی ماں کی موت کا ذمہ دار کون ہے؟ یقیناً زنانے جن کی سرپرستی جرائم پیشہ افراد، پولیس والے اور خود سارا معاشرہ کر رہا ہے۔ اس کہانی نے نہ جانے کتنے اور گھروں اور ذہنوں کو منتشر کیا ہوگا؟ لڑکی کے تین بھائی دو بہنیں اور باپ اپنی اس بہن اور بیٹی کے دکھ میں مبتلا ہو کر ذہنی مریض بن چکے ہیں۔ کیا یہ لوگ ذہنی مریض کی حیثیت سے معاشرے کے کارآمد فرد بن سکتے ہیں؟ کبھی نہیں، ہرگز نہیں۔

چرس، افیون، شراب اور دیگر نشوں کی وجہ سے زنانوں کے جسم بیماریوں کا گھر ہیں۔ ان بیماریوں نے جنسی بیماری کی آڑ میں نوجوان نسل کو مختلف جسمانی عوارض کا گھر بنا دیا ہے۔ ہماری نوجوان نسل زنانوں کی وجہ سے جن طبی امراض میں گھر چکی ہے ان کے اثرات کو شاید اب ماہرین میڈیکل سائنس بھی کنٹرول نہ کر سکیں۔ ان جسم فروشوں، درندوں کی کہانی کو مزید آگے لیجانے سے قبل میں ان کی موجودہ مجرمانہ نوعیت کی سرگرمیوں پر مزید روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ زنانے اپنے جال میں پھنسنے والے مرد یا لڑکے کو اکیلے نہیں پھانستے بلکہ اس کے لیے گرو اور پارٹی کے دوسرے چیلے پھنسانے والے زنانہ کی خوب مدد کرتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی زنانے نے مالدار آدمی کو پھنسا لیا تو اس کے ساتھی زنانے مالدار آسامی کو اپنی جانب راغب کرنے کے لیے مختلف ڈرامے کریں گے اگر آدمی بھٹک کر کسی دوسرے زنانے کی گود میں جا گرا تو پہلا زنانہ عین موقع واردات پر پہنچ کر نام نہاد لڑائی کے ذریعے دوسرے زنانے کا حشر نشر کرتے ہوئے (الف) کو خودکشی کی دھمکی دے ڈالے گا۔ اس ڈرامے کی بھی مووی فلم بنانے کی کوشش ضرور کی جائے گی تا کہ مچھلی جال سے نکل کر نہ جا سکے۔ بعض اوقات زنانے کی سہیلیاں بے وقوف بنے مرد کو مزید بے وقوف بناتے ہوئے اسے زنانے کی محبت کے سچے جھوٹے قصے سنا کر یہ ثابت کریں گے کہ مورت تم پر مرمٹی ہے اب اس سے شادی کر لو ورنہ وہ مر جائے گی۔ بڑی عمر کے آدمی تو ایسی صورتحال سے بچ نکلیں گے لیکن کچی عمر کے لڑکے جن کی عمر عموماً 15 سے 22 سال کے درمیان ہو ایسی صورتحال میں زنانے سے جذباتی ہو کر شادی کر گزرتے ہیں۔ کھسرے بڑی عمر کے لوگوں کو نشہ استعمال کروا کر اپنے قابو میں رکھتے ہیں۔ اگر کسی بڑی عمر کے آدمی نے مکمل کر نشہ کر لیا اور وہ بے ہوش ہو گیا تو پھر وہ بھی زندگی بھر زنانوں کے جال سے نہیں نکل سکتا کیونکہ ایسے شخص کے ساتھ مدہوشی کے دوران خود بدفعلی کر کے اس کی مووی بنا کر اپنے پاس محفوظ کر لیتے ہیں نشے کی حالت میں بدفعلی کا نشانہ بننے والا

مرد عزت بچانے کی خاطر ساری زندگی ان کی غلامی میں گزارے گا۔ کچی عمر کے لڑکے کی قسمت اچھی ہو تو زنانوں کے جال میں پھنسنے کے بعد بچ نکلتا ہے ورنہ دوسری صورت میں وہ بھی ایک نہ ایک روز کھسرے کے روپ میں نظر آئے گا۔

یورپ میں ہم جنس پرستوں کی شادی کو برا سمجھنے والے لوگوں کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ہمارے ہاں بھی زنانوں کی شادیاں ہوتی ہیں۔ سارا زمانہ جانتا ہے کہ ہر زنانے نے گریہ ضرور پال رکھا ہے گریہ کون ہے گریہ خاوند ہے۔ جس کے ساتھ زنانہ باقاعدہ شادی کرتا ہے۔ کیا آپ نے کبھی اس کا نوٹس لیا۔ ابھی وقت ہے کہ زنانوں کی حرکتوں کو قانون کے دائرہ میں پابند کیا جائے۔ اگر مزید دیر کی گئی تو پھر شاید زنانوں کو لگام دینا ممکن نہ ہو۔ زنانوں پر قابو پانے کے لیے چند تجاویز پیش خدمت ہیں۔ اگر ان پر عمل درآمد کیا جائے تو اس لعنت سے معاشرے کی جان چھوٹ سکتی ہے اور کھسرے بھی خوش ہو جائیں گے۔

پیدائشی ہیجڑوں اور ہیجڑیوں کا مرد یا عورت کی طرح الگ ریکارڈ رکھا جائے۔

ہیجڑے بچوں کو حکومت اپنی تحویل میں لے کر پروان چڑھائے۔

ہیجڑوں کے عورت کے روپ میں پھرنے پر پابندی عائد کی جائے۔ صرف رقص کے دوران انہیں ایسا لباس پہننے کی اجازت ہو۔

ہر علاقے میں موجود کھسروں کا میڈیکل کروایا جائے۔ پیدائشی کھسروں کے علاوہ دوسرے تمام کھسروں کو قید کر دیا جائے۔

موت کے کنوؤں، سرکسوں اور دیگر عوامی مقامات پر ہیجڑوں کے ناچنے پر پابندی لگائی جائے۔

ہیجڑوں کو معاشرہ کا کارآمد شہری بنانے کے لیے فنی تعلیم کے مراکز قائم کیے جائیں۔

پولیس کو سختی سے ہدایت کی جائے کہ رات کے اندھیرے میں پھرنے والے زنانوں کی حرکتوں پر کڑی نظر رکھتے ہوئے ان کی نقل و حرکت کو روکا جائے۔

دو نمبر زنانوں کو جنسی بے راہروی سے باز رکھنے کے لیے ماہرین نفسیات کی خدمات حاصل کی جائیں۔

زنانوں کی حرکات کے متعلق عوام الناس میں شعور پیدا کیا جائے۔

گریہ کی ڈائری سے چند اقتباسات

قارئین کی دلچسپی کے لیے آگے تحریر کی گئی سطروں میں ایک ایسے لڑکے کی ڈائری سے

چند اقتباسات نقل کئے گئے ہیں جس نے کھسرے کے پیار میں والدین، بہن، بھائیوں اور دوستوں کے پیار کو ٹھکرایا۔ کھسرے کو اپنا سب کچھ سمجھ کر اس کے ساتھ رہنے والے گریہ کے ساتھ کھسرے نے جو سلوک کیا اسے پڑھ کر آپ خود اندازہ کیجئے کہ کھسروں کے ساتھ رہنے والے کیا سوچتے ہیں۔

گریہ کی ڈائری

3 جولائی کی رات تھی موسم بہت خطرناک تھا۔ بارش بہت تیز ہو رہی تھی۔ بجلی چمک رہی تھی۔ بادل بہت تیزی سے گرج رہے تھے بارش کی وجہ سے میری دکان کے آگے پانی کھڑا ہو گیا۔ میں چائے لینے کے لیے کینٹین پر گیا اور خود ہی چائے بنوا کر آ رہا تھا ابھی اپنی دوکان سے کچھ ہی فاصلے پر تھا کہ بجلی بہت زور سے چمکی جس کی وجہ سے چائے کی ٹرے میرے ہاتھوں سے گر گئی۔ چائے بہہ گئی کپ ٹوٹ گئے۔

میرے دوست چائے پیئے بغیر ہی لوٹ گئے۔ میں اس بات سے کافی پریشان ہوا۔ اور مایوسی کے عالم میں دکان پر بیٹھ گیا میرا دل کافی دیر سے دھڑک رہا تھا۔ آج کچھ عجیب سا لگ رہا تھا سب کچھ بدلا بدلا سا لگ رہا تھا کچھ دیر بعد لائٹ چلی گئی۔ میں اور بھی ڈر گیا۔ نجانے کیوں آج مجھے بلا وجہ ڈر لگ رہا تھا میں نہیں جانتا تھا کہ آج میری زندگی کا اہم ترین دن ہے۔

آج مجھے ایک نیا دوست ملا۔ اسے دوست کہوں دشمن میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔ بہرحال میں اپنی دکان پر بیٹھا تھا کہ ایک انجان سا چہرہ میرے سامنے آیا میں اسے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگا۔ کہ وہ چیز کیا ہے۔ اس نے مجھے آتے ہی سلام کیا۔ میں نے سلام کا جواب دیا مگر یہ سمجھ نہ آیا کہ اسے مسٹر کہوں یا مس۔ وہ ایک کھسرا تھا۔ نہ مرد نہ عورت اس نے مجھے بڑے پیار سے بلایا (پان کھائیں گے آپ) میں نے کہا ہاں کھاؤں گا (میں پان بہت کھاتا تھا) ہم نے پان کھایا۔ میں اپنے گھر جانے لگا تو اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور اپنے گھر کا ایڈریس بتاتے ہوئے کہنے لگا کبھی تشریف لائیں ہمارے گھر۔

میں نے فوراً حامی بھر لی وہ چلا گیا۔ میں نے گھر جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور دکان پر بیٹھا رہا۔ میری دکان کے قریب ہی اس کا ٹھکانہ تھا۔ میں دیر تک اس کے بارے میں سوچتا رہا۔ یہاں تک رات کا ایک بج گیا۔ بارش تھم چکی تھی۔ میں نے اس "کھسرے" جس کا نام

"عاشی" تھا کے پاس جانے کا پروگرام بنایا۔ اس کے بتائے ہوئے پتے پر پہنچ گیا۔ جب سیڑھیاں چڑھ کر اس کے کمرے تک پہنچا تو دیکھا کہ وہ "زنانہ" یعنی عاشی کمرے سے پانی باہر نکال رہا تھا۔ بارش کی وجہ سے پانی کافی اکٹھا ہو چکا تھا۔ اس نے سفید رنگ کا سوٹ پہن رکھا تھا۔ (لڑکیوں والا)

وہ پانی نکالتا ہوا بہت اچھا لگ رہا تھا۔ بالکل ایسے جیسے کوئی معصوم اور نازک سی لڑکی کوئی محنتی اور سخت کام کرنے کی ناکام کوشش کر رہی ہو۔ میں اسے دیکھ رہا تھا مگر وہ اپنے کام میں مگن تھا۔ جب اس کی نظر مجھ پر پڑی تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اس نے فوراً میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنے کمرے میں لے گیا اور مجھے صوفہ پر بیٹھا کر چائے بنانے چلا گیا۔ میں نے پانی مانگا تو اس نے فوراً پانی کا گلاس پیش کیا۔ اس کے اخلاق سے میں بہت متاثر ہوا۔

اس کی شکل اس کا لباس، اس کے ہاتھ، ہونٹ، آنکھیں اس کی چمک کوئی خوبصورت سے خوبصورت لڑکی بھی اس کے آگے کچھ نہ تھی۔

عورت کے "گیٹ اپ" میں وہ اتنا خوبصورت لگ رہا تھا کہ گمان ہوتا کہ لڑکی ہے۔ میں کچھ دیر اس کے پاس بیٹھا رہا باتیں کرتا رہا۔ جب میں گھر جانے لگا تو وہ مجھے دروازے پر چھوڑنے آئی۔

جب میں جانے لگا تو اس نے مجھے اپنے سینے سے لگا لیا۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے مجھے منزل مل گئی ہے۔ میں کچھ دیر اس کے سینے سے لگا رہا اور پھر خدا حافظ کر کے چلا گیا۔ چند دن میں اس کے سحر میں گرفتار رہا۔

ایک دن بازار میں میری ملاقات اس سے ہو گئی۔ وہ پوچھنے لگی کہ تم اتنے دن کہاں تھے۔ (وہ خود کو لڑکی ظاہر کرتا) میں نے کہا کہ گھریلو مصروفیات کی وجہ سے مل نہیں پایا۔ اس نے ناراضگی کا اظہار کیا جسے میں نے پان کھلا کر ختم کیا۔ پھر مرنڈا کی بوتلیں لے لیں اس نے اپنی بوتل ختم کر لی۔ میری بوتل ابھی باقی تھی اس نے وہ بھی پی لی۔ اور میرے ساتھ موٹر سائیکل پر بیٹھ گئی۔ اور گھر ڈراپ کرنے کو کہا۔ میں نے گھر ڈراپ کیا اس نے اندر آنے کو کہا میں شام کا کہہ کر چلا گیا اس نے مجھے واپس بلایا اور اپنے سینے سے لگا لیا اور پھر بھیج دیا۔

میرا چھوٹا بھائی بھی میرے ساتھ دکان پر کام کرتا تھا۔ ایک دن وہ میری دکان پر آئی اس نے آتے ہی مجھے سینے سے لگا لیا اور میرے چہرے پر (کس) کی۔ اتنے میں میرا چھوٹا بھائی آ گیا اس نے یہ سب دیکھ لیا میں نے عاشی کو بھیج دیا اور اسے کہا کہ وہ گھر کچھ نہ بتائے

اس نے کہا اچھا نہیں بتاؤں گا۔

لیکن اس سے ملنا اسے پیار کرنا میرا معمول بن گیا۔ اس کے بغیر میرا گزارہ نہیں ہوتا تھا۔

16 اگست کا دن تھا وہ دن بہت خوشگوار گزرا۔ صبح سے شام تک میں بخار میں تڑپتا رہا۔ نزلہ وزکام کی وجہ سے سر میں شدید درد تھا۔ اس حالت میں مجھے عاشی کی یاد آ رہی تھی اس کی سنجیدگی اس کا غصہ۔ اس کا اخلاق اس کی خوبصورتی اور عجیب وغریب اس کے اسٹائل میرے ذہن میں گردش کر رہے تھے۔ مجھے اس کی پیاری پیاری حرکتیں بہت یاد آ رہی تھیں۔ اسی حالت میں رات کے گیارہ بج گئے۔ اس کے بغیر طبیعت زیادہ پریشان تھی۔ سارا دن دوائی نہیں کھائی تھی میرا دل اس کے بغیر گھبرا رہا تھا۔ میں اس سے ملنا چاہتا تھا دوائی کا بہانہ کر کے اس کے پاس جانا چاہا۔ سائیکل باہر نکالنے لگا تو گھر والوں نے سختی سے ڈانٹا کہ 103 بخار اور تم سائیکل پر اکیلے دوائی لینے جاؤ گے۔ آرام کرو گھر پر نیند کی گولی ہے کھا کر سو جاؤ۔ میں خاموش ہو گیا۔ مگر اس سے ملنے کی بے چینی تھی۔ اس لیے خاموشی سے اٹھا سائیکل پکڑی اور اس کی طرف چل دیا۔ اس کے گھر کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ گلی میں ٹہل رہی تھی۔ میک اپ کیا ہوا تھا۔ لہنگا پہنا ہوا تھا اور کافی پریشان دکھ رہی تھی مجھے دیکھ کر خوش ہو گئی۔ جیسے گلاب کی سوکھی کلی کھل گئی ہو۔ میں نے سائیکل ایک طرف کھڑی کی اور اس کی بانہوں کا سہارا لے کے اس کے کمرے کی طرف چل دیا۔ کمرے میں آ کر مجھے بٹھا دیا۔ میرا منہ سوکھ رہا تھا میری ایسی حالت دیکھ کر پوچھنے لگی کہیں تم نے شراب تو نہیں پی رکھی۔ میں نے اپنی حالت بتائی تو بہت پریشان ہوئی۔ میرا سر دبانے لگی آہستہ آہستہ مجھے نیند آنے لگی۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد میں اٹھ کر اپنے گھر آنے لگا۔ میں کیسے بتاؤں کہ وہ میرے لیے کون ہے۔ وہ میرا سب کچھ ہے۔

آہستہ آہستہ میں اس کے پیار میں اتنا پاگل ہو گیا کہ اپنا کاروبار اور گھر بار اس کی خاطر چھوڑا۔ پہلے میرے پاس کافی پیسے ہوتے تھے مگر جب سے دکان چھوڑی میں کنگال ہو گیا۔ مجھے اس کے ساتھ رہتے ہوئے تین ماہ گزر چکے تھے۔ پہلے وہ مجھ سے بہت پیار کرتی تھی۔ میں اسے ہر وقت ڈھونڈتا رہتا تھا۔ وہ پیار سے میرے جسم پر کاٹتی رہتی تھی۔ لیکن اب اس کو مجھ سے بہت نفرت ہو گئی۔ وہ مجھے بہت طعنے دیتی۔ اور کہتی کہ میرا خرچہ پورا کرو۔ ورنہ میں کسی اور کے پاس چلی جاؤں گی۔ میں نے کہا کہ اگر دوستی اور پیار صرف پیسہ ہے تو پہلے سوچ

کر کرنی تھی کسی امیر انسان سے دوستی کر لیتی مجھ سے کیوں کی۔ میں نے کہا کہ میں مٹی ہوں سونا نہیں ہوں۔ جو کچھ بھی ہوں تمہارے سامنے ہوں۔ میرا کاروبار بند ہو چکا ہے۔ جو کچھ تھا تم پر نچھاور کر دیا۔

وہ صرف مجھے جلانے کے لیے سب کو لفٹ کرواتی۔ شراب اور شباب دونوں کے مزے لوٹتی۔ جب میں اس سے گلہ کرتا تو کہتی کہ پہلے کما کر لاؤ پھر بات کرنا۔ میں اس کے پیار میں پاگل ہو چکا تھا۔ اس کی خاطر کچھ بھی کر سکتا تھا میں نے اس کی بہت منت سماجت کی کہ وہ مجھے نہ چھوڑے آخر کار وہ اس شرط پر مان گئی کہ میں اپنے ماں باپ چھوڑ دوں میں نے حامی تو بھر لی مگر جانتا تھا کہ ماں باپ دوبارہ نہیں ملتے۔ مگر کیا کرتا اس کے پیار میں پاگل ہو کر ماں باپ کو چھوڑ دیا۔ اس نے کہا کہ تم ہر وقت میرے پاس رہا کرو۔ میں تمہاری ہوں۔ میں خوش ہو گیا۔ میں نے گھر جانا بہت کم کر دیا۔ ہر وقت اس کے پاس رہتا۔ وہ جب بھی کوئی خوبصورت لڑکا دیکھتی تو کہتی کہ عظیم وہ کتنا خوبصورت لڑکا ہے۔ میں کہتا میرے ہوتے ہوئے تم ایسی باتیں کیوں کرتی ہو۔ تم کو شرم نہیں آتی۔

اگر کوئی مہمان گھر آ جائے تو وہ ضرورت سے زیادہ اس کی عزت کرتی۔ (یہ اس کا پیشہ تھا) میں منع کرتا تو کہتی کہ یہ میرا فرض ہے۔ لیکن کبھی کبھی وہ مجھ سے پیار بھی کرتی مگر اکثر اوقات مجھ سے خفا رہتی اور ہر وقت مہنگی مہنگی چیزوں کی فرمائش کرتی رہتی۔ پہلے میں جیب خالی ہونے کی وجہ سے انکار کر دیتا مگر آخر کار مجھے اس کی کہیں نہ کہیں سے پیسوں کا بندوبست کر کے اس کے لیے شاپنگ کرنی پڑتی۔ وہ ناراض ہو یا میں معافی مجھے ہی مانگنی پڑتی۔ آہستہ آہستہ مجھے پتہ چلا کہ اس کے کئی اور عاشق ہیں۔ ایک عاشق اس کا فاروق ہے۔

ایک دن میں اس کے پاس گیا۔ پتہ چلا کہ وہ اپنے دوست فاروق کے گھر گئی ہے میں بھی پیچھے فاروق کے گھر پہنچ گیا۔ اس نے کہا کہ تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔ وہ بہت ناراض ہوئی۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ جب میں نے عاشی سے پوچھا تو اس نے کچھ بھی بتانے سے انکار کر دیا۔ میں بے بس تھا۔ زبردستی پوچھ بھی نہیں سکتا تھا۔ میں گھر آ کر چارپائی پر لیٹ گیا۔ وہ بھی آ گئی اور میرے پاس بیٹھ گئی۔ اور میں نے فاروق کے بارے میں پوچھا۔ کہنے لگی: کہ فاروق میرا دوست ہے اور میں رات اس کے ساتھ سوئی تھی

(ان کی بھی کیا زندگی ہے)

14 اگست کا دن تھا مجھے پتہ چلا کہ میرے والد کی طبیعت بہت خراب ہے۔ میں گھر گیا وہاں کافی دیر ہو گئی۔ واپس آیا تو وہ میرا انتظار کر رہی تھی پوچھنے لگی کہ کہاں تھے تم۔ میں نے ساری بات بتائی۔ کہنے لگی کہ تم تو اپنے گھر والوں کو چھوڑ چکے ہو پھر جانے کی کیا ضرورت تھی۔ مجھے بہت دکھ ہوا میں نے دعا کی کہ میری زندگی بھی میرے ماں باپ کو لگ جائے۔ میں صرف دعا ہی کر سکتا ہوں۔

ناظم کی باتیں

محمد ساجد تارڑ ایڈووکیٹ یونین کونسل نمبر 22 چک نمبر 8 شمالی تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا کے منتخب ناظم ہیں۔ قانون دان اور سیاستدان ہونے کے ناتے وہ کھسروں کی سماجی زندگی اور ان کے معاشرے پر اثرات کے حوالے سے بخوبی آگاہ ہیں۔ کتاب ھذا کی تیاری کی دوران ہمیں سرگودھا جانے کا اتفاق ہوا تو ان سے ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات کے دوران کھسروں کے حوالے سے ان کے ساتھ جو گفتگو ہوئی وہ نذر قارئین ہے۔

سوال: آپ کھسروں کے معاشرتی مقام کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

جواب: میرے نزدیک کھسروں کی دو اقسام ہیں اولاً وہ کھسرے جو نسل در نسل اپنا دھندہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ثانیاً کھسروں کی وہ قسم جو شہروں میں ڈیرہ ڈال چکی ہے۔ پہلی نسل سے تعلق رکھنے والے کھسرے تقریباً معدوم ہو چکے ہیں۔ جبکہ دو نمبر کھسرے اپنے عروج پر ہیں۔ دو نمبر کھسرے کا لفظ میں نے اس لیے استعمال کیا کہ کھسروں کے بھیس میں جنسی کارکن دندناتے پھر رہے ہیں۔ کھسرے ایک جنس ہے اگر یہ اپنا پرانا سماجی طرز زندگی بحال رکھتے تو لوگ ان کی ضروریات کو پورا کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتے۔ لیکن آج کے کھسرے کی عادات بد کی وجہ سے عام آدمی ان سے نفرت کرتے ہوئے انہیں دیکھنے کا بھی روادار نہیں ہے۔ یہی چیز میری نظر میں ان کے معاشرتی مقام کا تعین کر رہی ہے جس طرح عام لوگ ان سے گریزاں ہیں اس طرح میں بھی ان سے ملنے کا خواہاں نہیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میرے بچپن کے دنوں میں کھسرے جب بھی ہمارے گاؤں کا رخ کرتے تو پورے گاؤں میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی۔ لوگ ان کے فن سے لطف اندوز ہونے کے لیے ہر قسم کی سرگرمیوں کو معطل کر کے ان کے گرد جمع ہو جاتے۔ بدقسمتی سے آج یہ ماحول زندہ نہیں ہے۔ کھسرا اپنی

عادات کی وجہ سے اپنا معاشرتی مقام کھو بیٹھا ہے۔ اگر آج کوئی کھسرا میرے گاؤں آئے تو لوگ اسے بری نظر سے دیکھتے ہوئے اسے وہاں ٹھہرنے کی اجازت نہیں دیتے۔

سوال: آپ نے یہ دعویٰ کس بناء پر کیا کہ خاندانی کھسروں کی نسل ناپید ہو چکی ہے اور اب دو نمبر کھسروں کا راج ہے؟

جواب: میں نے دو نمبر کھسروں کے راج کی بات اس لیے کی کہ جب میں چھٹی جماعت میں گورنمنٹ ہائی سکول بھلوال آیا تو دو لڑکے تبسم اور ظفر میرے کلاس فیلو بن گئے۔ ان دونوں لڑکوں میں نسوانیت کا عنصر غالب تھا۔ ابتداء میں یہ کھسروں کی سوسائٹی سے نفرت کرتے تھے۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ لوگ ایک مکمل کھسرے کے روپ میں نمودار ہوئے۔ یہ دونوں میرے ساتھ میٹرک تک پڑھتے رہے۔ میٹرک کرنے کے بعد انھوں نے تعلیم کا سلسلہ ترک کر دیا۔ یہ دونوں کھسرے آج بھی بھلوال شہر میں موجود ہیں۔ یہ لوگ جنسی بے راہروی کا شکار ہونے کی وجہ سے کھسرے بنے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ دور میں کھسروں کی افزائش کا اصل سبب جنسی بے راہروی ہے۔

سوال: آپ قانون دان ہونے کے علاوہ سیاستدان کی حیثیت سے ناظم کا انتخاب جیت چکے ہیں۔ آپ بطور ناظم اس برائی کی روک تھام کے لیے کیا کردار ادا کر سکتے ہیں؟

جواب: کھسرے کے روپ میں برائی کو جنم دینے والے افراد کو ان کی مذموم حرکات سے روکنے کے لیے آئین اور قانون میں تو قدغن موجود نہیں۔ اس لیے بطور قانون دان میں ایسا کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ انہیں ان کی حرکتوں سے کیسے باز رکھا جائے۔ البتہ بطور منتخب ناظم یونین کونسل میں اپنے علاقے میں کھسروں کی جرائم کی دنیا کے پھیلاؤ کو روکنے میں کردار ادا کر سکتا ہوں۔ بطور مسلمان اور پاکستانی شہری اس معاشرے کے افراد کو جنسی بے راہروی سے بچانا ویسے بھی میرے اخلاقی فرائض کا حصہ ہے۔ میرے نزدیک کرۂ ارض پر انسانیت کے حوالے سے یہ سب سے گھناؤنا ناپاک اور خطرناک جرم ہے۔ لیکن بدقسمتی سے اس کے انسداد کے لیے آج تک کسی نے کوئی آواز بلند نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ کھسرا علی الاعلان شاہرات پر کھڑا ہو کر دعوت گناہ دیتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ کھسروں کی اس صنف کی سرپرستی میں ایسے شرفاء بھی شامل ہیں جو چند لمحات کی جنسی تسکین کی خاطر معاشرتی اقدار کو کھوکھلا کرنے میں مصروف ہیں۔

موجودہ حکومت نے اقتدار کو عام آدمی کی دسترس میں لانے کے لیے جو اہم اقدامات کیے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں ضلعی، تحصیل اور یونین کونسل کی سطح پر قائم ہونے والی کرائمز کنٹرول کمیٹیاں تشکیل دی گئی ہیں۔ ان کمیٹیوں میں ضلعی ناظمین اور مقامی انتظامیہ کے افراد بھی شامل ہیں۔ مقامی شہری ہونے کی وجہ سے ان کمیٹیوں میں شامل افراد اپنے علاقوں میں موجود کھسروں کو بخوبی جانتے اور پہچانتے ہیں۔ ان کمیٹیوں کے فرائض میں صرف تھانہ کچہری کو چیک کرنا شامل تھا۔ بلکہ ہر وہ جرم جو انسانیت کے لیے خطرناک ہو اس کی روک تھام اور انسداد کرنا شامل ہے ویسے بھی اخلاقی طور پر ایسے گھناؤنے جرم کو روکنا ہر پاکستانی شہری کا بنیادی فرض ہے اس پلیٹ فارم سے ہم نے کھسروں سے پاک معاشرہ تشکیل دینے کی کوشش کا آغاز کر دیا ہے انشاء اللہ بہت جلد اس کے اثرات آپ کے سامنے آئیں گے۔ علاوہ ازیں میں بطور ممبر ضلعی اسمبلی اس مسئلے کو ضلع اور تحصیل سطح پر اٹھاؤں گا۔

کھسرے کی آئینی وقانونی حیثیت

کھسرا بحیثیت انسان کسی بھی معاشرے کا لازمی جزو ہوتا ہے۔ اگر وہ پیدائشی طور پر تا مکمل مرد یا عورت ہے تو اسے انہی دو خانوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ لیکن کھسرے معاشرے کی اس تقسیم کو قبول کرنے سے انکاری ہیں۔ کھسروں کا کہنا ہے کہ ان کی حیثیت مرد نہ عورت ہے بلکہ وہ تیسری جنس ہیں اور اسی حوالے سے انہیں معاشرتی مقام دیا جانا ضروری ہے۔ کھسرے صدیوں سے الگ تہذیب کے علمبردار ہیں کم وبیش دنیا بھر میں انھوں نے اپنی اس انفرادیت کو برقرار رکھا ہوا ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کھسرے مرد اور عورت کی معاشرت کا حصہ نہیں بننا چاہتے ہیں تو پھر انہیں الگ فرد کی حیثیت سے آئینی اور قانونی مقام دیا گیا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں پاکستانی آئین اور قانون کیا کہتا ہے اور وہ کھسرے کی حیثیت کا تعین کر رہا ہے یا نہیں؟ اس کا جائزہ لینے کے لیے لاہور ہائی کورٹ بار کے ممتاز وکیل غلام مرتضیٰ چوہدری سے تفصیلی نشست کا اہتمام کیا گیا۔ چوہدری غلام مرتضیٰ ایڈووکیٹ نے ایک کیس میں سیشن جج لاہور کی عدالت میں کھسروں کے سماجی کردار کے حوالے سے کافی دلائل دیئے تھے۔ انہی دلائل کی بناء پر روزنامہ "صداقت" لاہور نے کھسروں پر 2 سے زائد تحقیقی رپورٹس شائع کیں۔ اس کتاب کی تیاری کے دوران غلام مرتضیٰ چوہدری ایڈووکیٹ

سے گفتگو کرنے کا فیصلہ صرف اس لیے کیا گیا کہ وہ کھسروں کے معاشرتی کردار اور ان کے ذریعے معاشرے پر پڑنے والے بداثرات سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ ان سے کی گئی گفتگو نذر قارئین ہے۔

سوال: چوہدری صاحب آپ کھسروں کے معاشرتی مقام، ان کی حرکات اور ان کے ذریعے معاشرے پر پڑنے والے بداثرات کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

جواب: اس سوال میں آپ نے مجھ سے تین باتیں پوچھی ہیں۔ 1۔ کھسروں کے بارے میں میرا تصور 2 کھسروں کا معاشرتی مقام 3۔ اس معاشرہ پر کھسروں کے خوشگوار یا ناخوشگوار اثرات۔

پہلی بات پر آتا ہوں کہ کھسروں کے بارے میں میرا یا کسی بھی شخص کا کیا تصور ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ جس طرح دیگر مخلوقات بشمول جانوروں میں (ناقص التشکیل) جاندار ہوتے ہیں اس طرح انسانوں میں کھسرے ناقص التشکیل ہوتے ہیں مخلوق کھسرا میں کھسرے یا کھسری کے ایسے اعضا جن سے وہ مزید پیدائش یا نسل انسانی کی افزائش اور بقا کے قابل نہیں ہوتے۔ یا تو مکمل نہیں ہو پاتے یا وہ فطرت کی صحت مند دیگر مخلوق کی طرح صحت مند نہیں ہوتے۔ اس کو ہم کھسرا سمجھتے ہیں۔ یعنی کہ کھسرے جسمانی طور پر ایک ابنارمل مخلوق خدا ہیں۔ ان میں دو اقسام جو میرے علم میں آئی ہیں وہ ایک تو قدرتی کھسرے اور کچھ مصنوعی یا خود ساختہ کھسرے بھی ہوتے ہیں جو کہ اپنی نفسیاتی ذہنی بیماری کی وجہ سے اس فہرست میں اپنے آپ کو مصنوعی طریقوں سے شامل کر لیتے ہیں۔ یہ ایک طرف تو بہت بڑا جرم بھی ہے دوسری طرف یہی وہ لوگ ہیں جن کی وجہ سے معاشرے پر اثرات بد مرتب ہو رہے ہیں۔ اس بارے میں آگے جا کر وضاحت کروں گا۔ اب ہم سوال کے دوسرے حصے کی طرف آتے ہیں کہ کھسروں کا معاشرتی مقام کیا ہے؟ کھسروں کا معاشرتی مقام بھی بالکل اسی طرح ہے جس طرح کہ کسی بھی دیگر مرد یا عورت کا ہو سکتا ہے۔ کھسرا کوئی بھی شعبہ بطور پروفیشن اختیار کر سکتا ہے۔ کاروبار کر سکتا ہے۔ اس کی سماجی حیثیت بحیثیت قانونی شخصیت موجود ہے اور وہ اسی طرح قانون اور آئین کا سہارا لے سکتا ہے جس طرح کسی بھی دیگر مرد، عورت کا یہ حق ہے۔ قانون اور آئین بھی اسی طرح کھسروں کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے جس طرح کہ وہ دیگر مرد عورت کا تحفظ کرتا ہے۔ کھسرے سرکاری محکموں میں ملازمت کر سکتے ہیں جس طرح معذوروں کے لیے ایک فیصد ملازمتوں کا کوٹہ مختص ہے کھسرے جو کہ میری نظر میں

معذور شخص کے زمرے میں آتے ہیں ان کو اس کوٹہ کے ذریعے قوم کی خدمت کا موقع دینا ان کا حق ہے۔ تا کہ وہ لوگ اس معاشرے کے لیے مثبت اور فائدہ مند شہری بن کر اپنی گزر اوقات غلط روایت سے ہٹ کے کر سکیں۔ اب ہم سوال کے آخری حصے کی طرف آتے ہیں کہ کھسروں کے معاشرے پر بداثرات کیا ہیں۔ اس سلسلے میں، میں یہ عرض کروں گا کہ کوئی بھی چیز بذات خود بری نہیں ہوتی۔ اس کا استعمال ناجائز برا ہوتا ہے۔ کھسرے جس طرح کہ پہلے بیان کیا گیا ہے اللہ تعالی کی ایک مخلوق ہیں۔ اور ہم بحیثیت مسلمان یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے کوئی چیز بلا مقصد نہیں بنائی۔ اس طرح اگر کھسرا اپنے آپ کو بری حرکات و سکنات سے باز رکھے اور کوئی بھی غیر شرعی اور غیر قانونی فعل سرانجام نہ دے تو کھسروں کا معاشرے پر کوئی اثر بد نہ ہوگا۔ اور وہ معاشرے کے معزز ترین شہری ہو سکتے ہیں جس طرح کہ کوئی بھی دیگر شخص ہو سکتا ہے۔ جس طرح کبھی دیگر نارمل شخص سے سیکس ختم کر دیا جائے تو وہ سوائے اس صلاحیت کی محرومی کے باقی امور بطور نارمل انسان سرانجام دے سکتا ہے جیسا کہ انسان بڑھاپے میں جنسی طاقت سے محروم ہو جاتا ہے مگر وہ باقی معاملات میں بالکل ٹھیک ہوتا ہے اور معمولات زندگی سرانجام دیتا ہے اسی طرح کھسرے بھی معمولات زندگی نارمل انداز سر انجام دے سکتے ہیں۔ تاہم بحیثیت کھسرا انکی شخصیت نفسیاتی طور پر دوسروں سے یقیناً مختلف ہوتی ہے تاہم اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ نارمل انسان کے طور پر اپنے فرائض کو مثبت طریقے سے سرانجام نہیں دے سکتے۔ یہ بات ان لوگوں کے بارے میں ہے جنکو میں کھسرا تو نہیں کہوں گا لیکن وہ اپنے اعضائے تناسل کو کٹوا کر کھسروں کی صف میں شامل ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ چونکہ دانستہ طور پر ایک جرم کر کے کھسروں کی فہرست میں شامل ہو جاتے ہیں۔ لہذا ایسے لوگوں کے معاشرے پر بداثرات لازمی مرتب ہوں گے۔ ایسے لوگوں کی سرکوبی کرنا انتہائی ضروری ہے اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کو اس سنگین صورتحال کا عقابی نظروں سے جائزہ لینا ہوگا۔

سوال: گلی محلوں میں عورت کا روپ اختیار کر کے لوگوں کو گمراہ کرنے والے افراد کی قانونی پوزیشن کیا ہے اور قانون انہیں ایسا کرنے کی اجازت دیتا ہے؟

جواب: کوئی بھی انسان جو کہ اپنے اصل سے ہٹ کر بھیس بدلے یا کوئی دوسرا روپ اختیار کر کے اس کا مقصد عوام الناس کو دھوکہ دینا ہو وہ جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ تعزیرات پاکستان کی دفعات 415 سے 419 تک ایسے معاملات یا جرائم کا بیان کیا گیا ہے۔ سوال کی

صورت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہنا مناسب ہوگا کہ گلی محلوں میں عورت کے روپ میں پھرنے والے مرد بادی النظر میں دھوکہ دہی کے جرم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اگر وہ اس روپ میں کوئی بھی ایسا فعل کریں یا جو افعال سرانجام دیں جو کہ قانونی طور پر جائز نہ ہو تو وہ فعل یا افعال قانونی طور پر جرم تصور کئے جائیں گے۔ اور ان جرائم کی نسبت سے ان کے خلاف تعزیری کارروائی ہوگی۔ اس بابت کوئی بھی متاثرہ شخص یا خود پولیس ابتدائی رپورٹ درج کر کے ایسے افراد کو گرفتار کر سکتی ہے۔ مندرجہ بالا نکات کو سامنے رکھتے ہوئے ایسے افراد کی قانونی پوزیشن ایک مجرم کی ہوتی ہے۔ لہذا ایسے مجرم کو جو بنیا جرم کا ارتکاب کرنے نکلتا ہے کوئی قانون تحفظ نہیں دیتا بلکہ ہماری معاشرتی و قانونی روایات کے پیش نظر ایسا شخص لائق تعزیر اور مستوجب سزا ہے۔

سوال: معاشرہ اور قانون میں کھسرا کس مقام کا حامل ہے کیا اسے بطور شخص تسلیم کیا جاتا ہے؟

جواب: اولاً۔ دیوانی نقطہ نظر سے قانونی شخصیت یا لیگل پرسن **(Legal Person)** قانونی شخصیت کی تعریف قانون اور مختلف ڈکشنریوں انتہائی مفصل اور وضاحت سے بیان کی گئی ہے۔ بلیکس **(Blacks)** ڈکشنری میں لیگل پرسن یا قانونی شخصیت کا بہت مفصل بیان کیا گیا ہے۔ تاہم موضوع کو دیکھتے ہوئے میں اس کو مختصر کرتا ہوں اور اپنی توجہ صرف اس نقطہ کی طرف مبذول رکھنا چاہتا ہوں کہ دیوانی نقطہ نگاہ سے کھسرا قانونی شخصیت کے زمرے میں آتا ہے یا نہیں۔ جس طرح کوئی مکمل مرد یا مکمل عورت ہے۔ بچہ بوڑھا یا کوئی اور بھی ہو۔ بشرطیکہ وہ ذہنی طور پر فاتر العقل نہ ہو۔ اس کے علاوہ بھی قانونی شخصیت کے زمرے میں بہت ساری باتیں آجاتی ہیں۔ مثلاً کمپنیز وغیرہ بھی قانونی شخصیت قرار پاتی ہیں۔ گو کہ وہ انسان نہیں ہوتیں۔ لیکن دیوانی نقطہ نگاہ سے وہ تمام امور سرانجام دے سکتی ہیں جس طرح کہ ایک انسان سرانجام دیتا ہے۔ مختصراً یہ کہ کھسرا بھی دیوانی نقطہ نگاہ سے قانونی شخصیت ہے۔ وہ کسی پر دعویٰ کر سکتا ہے اس پر دعویٰ ہو سکتا ہے۔ اس کے دیوانی حقوق ہیں۔ جائیداد خرید و فروخت کر سکتا ہے۔ اس طرح معاشرے کے دوسرے افراد کے اس کے اوپر بطور قانونی شخصیت حقوق ہیں۔ جن سے وہ انکار نہیں کر سکتا۔

ثانیاً۔ اب ہم مختصراً فوجداری نقطہ نظر سے کھسرے کی قانونی شخصیت کا جائزہ لیتے ہیں۔ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 10 کے مطابق مرد اور عورت کی تعریف کی گئی ہے۔ اس دفعہ نے

مطابق لفظ مرد سے مراد وہ (Male) نر شخص ہے جو کہ کسی بھی عمر میں ہو۔ اسی طرح اسی دفعہ میں عورت کی تعریف وہ (Female) مادہ شخصیت ہے جو عمر کے کسی بھی حصہ میں ہو۔ ظاہر ہے کہ کھسرا ان دونوں تعریفوں پر پورا نہیں اترتا۔ لہٰذا تعزیرات پاکستان کی دفعہ 11 میں پرسن یا شخص کی جو تعریف بیان کی گئی ہے ہمیں اس کا بھی جائزہ لینا ہوگا۔ دفعہ ھذا کے مطابق لفظ پرسن (Person) میں کمپنی "ایسوسی ایشن" باڈی اور شخص شامل ہے۔ ہم کھسرے کو بھی اسی تعریف میں شامل کریں گے۔ لیکن اس میں مزید فرق پایا جاتا ہے کہ وہ قانونی شخص اور بنی نوع انسان ہے۔ جو کہ دو مختلف چیزیں ہیں قانونی شخص کی بابت تو پہلے بات ہو چکی اب ہم بنی نوع انسان کی تعریف کا جائزہ لیں گے۔ بنی نوع انسان کی تعریف میں ہر وہ شخص جو جسم رکھتا ہو ہوش و حواس خمسہ و عقل و شعور کیساتھ بذریعہ سانس بحرکت قلب زندہ ہو اس کو اس موضوع کے حوالے سے ہم شخصیت تصور کریں گے۔

موضوع پر مزید بات کرنے سے پہلے ہمیں موضوع کے لحاظ سے پرسن کے ساتھ ساتھ جرم کی تعریف کو بھی مدنظر رکھنا ہوگا۔ لہٰذا جرم Offence کی تعریف فوجداری نقطہ نظر سے دیکھنا ہوگی۔ جرم کی تعریف جو کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 40 میں بیان کی گئی ہے۔ اس کے مطابق ہر ایسا فعل جسکی سزا تعزیرات ھذا یا کسی دیگر معنوی قانون یا مقامی قانون کے مطابق موجود ہو جرم کہلائے گا۔ اگر کھسرا کسی ایسے فعل کا مرتکب ہوتا ہے جو کہ تعزیرات پاکستان یا کسی معنوی و مقامی قانون کے تحت جرم ہے تو وہ بعین ہی مجرم تصور ہوگا جس طرح کہ کوئی مکمل مرد یا مکمل عورت ہوگی اور اسی طرح مستوجب سزا ہوگا۔

سوال: کیا قانون میں عورت اور مرد کی سزا کی طرح کھسرے کے لئے الگ سزا بھی تجویز کی گئی ہے۔ اگر نہیں ہے تو اس کی وجہ؟

جواب: اس سلسلے میں عرض ہے کہ کچھ جرائم اور قوانین میں علیحدہ علیحدہ سزائیں مقرر ہیں لیکن ارباب قانون ساز نے اس بارے میں سوچنے کی زحمت کبھی نہیں کی کہ اس مخلوق یعنی "کھسرے" کے بارے میں بھی کوئی قانون سازی کر لی جائے۔ جو کہ بہرحال ایک قانونی شخص اور فوجداری قانون کے تحت ایک (Person) کی تعریف پر پورا اترتے ہیں۔ نہ ہی ان کھسروں کے بارے میں پراسیکیوشن کا کوئی طریقہ کار وضع کیا گیا۔

سوال: مرد کو کھسرا بنانا، یا اس کی کوشش کرنا مرد کے اعضائے مخصوصہ کو کاٹنا یا کاٹنے کی

کوشش کرنا قانونی لحاظ سے جرم ہیں یا نہیں۔ علاوہ ازیں اگر جرم ہیں تو پھر کن دفعات کے تحت ایسے ملزمان کو سزا سنائی جا سکتی ہے؟

جواب: کسی بھی مرد کے اعضائے مخصوصہ کو کاٹنا ایک ضرب یا زخم (Injury) قرار دیا جائے گا۔ لہٰذا ہم انجری یا ضرب کی تعریف کو دیکھنے کے لیے تعزیرات پاکستان یعنی کہ میجر ایکٹ (Major Act) کی طرف پلٹتے ہیں۔ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 44 میں ضرب یا انجری کی تعریف اس طرح دی گئی ہے کہ ضرب یا انجری سے مراد کوئی بھی نقصان جو کہ غیر قانونی طور پر کسی شخص کے جسم، ذہن، شہرت یا جائیداد کو پہنچایا جائے۔ اس طرح کسی بھی مرد کے اعضائے تناسل کو کاٹنا بھی زخم یا ضرب کی تعریف میں آئے گا۔ یہاں پر ایک نقطہ کی وضاحت کرتا ہوں کہ لفظ غیر قانونی سے مراد وہ نقصان ہے جو کہ غیر قانونی طور پر یا اس طریقہ سے پہنچایا جائے جس کی قانون اجازت نہ دیتا ہو۔ یہ لفظ اس لیے استعمال کیا گیا ہے کیونکہ ایسے حالات بھی ہو سکتے ہیں کہ جن حالات میں گو کہ کسی شخص کو زخم یا ضرب تو لگے لیکن وہ غیر قانونی نہ ہو۔ مثلاً کوئی ڈاکٹر کسی مریض کی جان بچانے کے لیے اس کے کسی کینسر زدہ حصے کو کاٹ دیتے ہیں۔ گو اس صورت میں شخص کو زخم یا ضرب تو آئے گی لیکن وہ غیر قانونی نہ ہوگی بلکہ ڈاکٹر کا انسانی جان بچانے کا فعل عین قانونی و اخلاقی تصور ہوگا۔ اب پھر اصل سوال کی طرف لوٹتے ہیں کہ کیا کسی مرد کے اعضائے تناسل کو کاٹنے والے ڈاکٹر یا کسی فرد پر سزا دلوانے کے لیے کونسی دفعہ کا تعین ہوگا۔ اس سلسلے میں ہمیں پھر تعزیرات پاکستان کے اوراق کھنگالنا ہوں گے۔ کسی عضو کا کاٹنا "اتلاف عضو" کہلاتا ہے۔ اتلاف عضو کی تعریف تعزیرات پاکستان کی دفعہ 333 میں دی گئی ہے۔ جس کے مطابق جو کوئی کسی شخص کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ دے گا علیحدہ کر دے اس کو اتلاف عضو کہتے ہیں جو کہ ضرب شدید کے زمرے میں آتا ہے۔ جب کہ اتلاف عضو کی سزا دفعہ 334 ت پ کے تحت درج کی گئی ہے۔

دفعہ ھذا کے مطابق جو کوئی کسی فعل سے اس نیت سے کسی شخص کو ضرب پہنچائے یا اس علم کے ساتھ کہ اس کے اس فعل سے کسی شخص کو ضرب پہنچ سکتی ہے۔ یا کسی شخص کے اتلاف عضو کا باعث بنے۔ تو اس شخص کو مجاز میڈیکل آفیسر کی رائے کا جائزہ لینے کے بعد سزائے قصاص دی جا سکتی ہے اور اگر قصاص پر عملدرآمد اسلامی اصولوں کے مطابق ممکن نہ ہو تو مجرم کو سزائے ارش دی جائے گی اور وہ سزا قید جس کی معیاد دس سال تک ہو سکتی ہے کا بھی مستو

جب سزا ہوگا۔ لہٰذا جواب یہ ہے کہ اس ڈاکٹر شخص پر جو کہ کسی بھی مرد کے اعضائے مخصوصہ کو کاٹنے کا مرتکب ہوگا دفعہ 334 تعزیرات پاکستان کے شکنجے میں آئے گا۔ خواہ اعضائے تناسل کٹوانے والے مرد کی رضامندی اس میں شامل ہو۔

اب بات آتی ہے کہ ایسے فعل کی کوشش کرنے والے پر کیا تعزیری سزا لاگو ہوگی؟ اس کا جواب بھی وہی جس طرح کہ کوئی ضرب پہنچائے یا اتلاف عضو کا مرتکب ہونا لائق تعزیر ہے۔ اسی طرح ایسے فعل کی کوشش کرنا بھی مطابق نوعیت فعل یا نوعیت ضرب زخم (Injury) مستوجب سزا ہوا۔ یہاں میں یہ بات واضح کرتا چلوں کہ اس سوال میں محض کوئی شخص اکیلا جارح یا Offender نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ وہ شخص بھی شامل ہے جو کہ اپنی رضا مندی سے کسی غیر قانونی فعل کے ذریعے یا کسی دوسرے شخص کے ساتھ مل کر جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ اب سوچنے والی بات یہ ہے کہ اتلاف عضو کرنے والا تو بذریعہ سزا مندرجہ بالا اپنے منطقی انجام کو پہنچ گیا جب کہ اس کا ہمراہی مجرم جس نے اسے جرم کے ارتکاب کا علم ہونے کے باوجود اس کی اجازت دی اور اس کے ارتکاب جرم کے فعل میں خود شریک ہوا اس کے لیے بھی قانون میں شق موجود ہے۔ اس کے لیے ہم پھر تعزیرات پاکستان کی طرف پلٹتے ہیں۔ یہاں پر ایک اور بات سامنے آتی ہے کہ موضوع ہذا کے تحت ایک شخص اپنی مردانہ حیثیت سے خود محروم ہو رہا ہے اس کے لیے خاص سزا صورتحال کے پیش نظر مقرر نہ ہے۔ جس طرح کہ دیگر اسی قسم کی ایک صورت میں جہاں پر کوئی عورت اپنا حمل ضائع کروا دیتی ہے۔ جائز و ناجائز بلا وجہ ضائع کروائے اس کے لیے تو سزا قانون میں درج ہے لیکن اعضائے مخصوصہ کو کٹوا کر معنوی طور پر اس صورت کے فعل میں کوئی خاص سزا متعین نہ ہے۔ جب کہ دفعہ 338 ت پ سے لے کر 7-338 ت پ تک دفعات میں اس صورتحال کے بارے میں بیان کیا گیا کہ جب کسی عورت کا حمل اس کی رضامندی سے یا اس کی رضامندی کے برعکس گرایا جائے کسی بھی ایسی صورت میں ہر وہ عورت جو کہ خود اپنا حمل ناجائز گرواتی ہے بھی مستوجب سزا ہوگی لیکن سوال کے موضوع کے مطابق میں فی الحال محض یہ کہوں گا کہ صورت متذکرہ بالا کے تحت اپنے آپ کو کھسرا ہوانے کے لیے اعضا کٹوانے والے کے لیے کوئی مخصوص سزا مقرر نہیں کی گئی۔

لیکن چونکہ قانون ہمیشہ کی طرح بدلتے حالات کے تقاضوں کے مطابق اپنے اندر تبدیلیاں چاہتا ہے۔ اسی طرح متذکرہ بالا صورت میں بھی مزید قانون سازی کی ضرورت

ہے۔ خاص طور پر اسلامی معاشرے کے اس ناسور کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے اس کا ادراک نہایت ضروری ہے اس کے لیے فوری طور پر قانون سازی کی ضرورت ہے تاہم موجودہ قانون میں اس بات کی وضاحت موجود ہے اس کے لیے چونکہ متذکرہ بالا صورتحال میں ایک شخص دانستہ طور پر جرم کے سرزد ہونے میں بطور خود شریک ہے لہٰذا اس صورتحال کا احاطہ تعزیرات پاکستان کی دفعات 34 یا 37 کرتی ہیں۔ ان میں خاص طور پر اہم دفعہ 34 ہے جس کے مطابق جب کوئی فوجداری جرم یا فعل ایک سے زیادہ اشخاص اپنی مشترکہ نیت کے ساتھ سرانجام دیں تو ان تمام میں سے ہر ایک اس فعل یا جرم کا اسی طرح ذمہ دار ہوگا جس طرح کہ اس نے یہ فعل یا جرم اکیلے سرانجام دیا ہو۔ اب چونکہ صورتحال کے پیش نظر جس طرح وہ ڈاکٹر سرجن یا کوئی دیگر شخص جس نے کس شخص کے اعضائے مخصوصہ کاٹنے ہیں مستوجب سزا ہے۔ اسی طرح وہ شخص جس نے اپنے آپ کو اس جرم کے ارتکاب میں بطور شریک مجرم ملوث کیا۔ لہٰذا اپنے اعضائے مخصوصہ کو کٹوانے والا شخص بھی اسی سزا کا مستحق ہوگا۔ کیونکہ دونوں کی نیت مشترکہ طور پر مجرمانہ تھی اور ہر دو اشخاص کو اچھی طرح علم تھا کہ وہ جو فعل سرانجام دے رہے ہیں وہ ایک جرم ہے۔

سوال: کیا آپ کو کبھی کسی مقدمے میں کھسرے نے وکیل کیا یا آپ کھسرے کے خلاف مقدمے میں بطور وکیل پیش ہوئے۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو پھر آپ کے جذبات کیا تھے؟

جواب: 15 سالہ طویل دور وکالت میں مجھے دو بار مختلف مقدمات میں کھسروں نے مجھے اپنا وکیل مقرر کیا۔ ایک مقدمہ تو دیوانی نوعیت کا تھا جس میں ایک کھسرے کی زمین پر کسی شخص نے قبضہ کر کے مکان بنا لیا تھا۔ دوسری بار کھسروں کے ایک گروہ کا دوسرے گروہ سے جھگڑا ہو گیا تھا اور دونوں اطراف سے کچھ کھسرے اور کچھ دیگر افراد جو کہ کھسروں کے حواری یا ان کے پروموٹرز تھے اور ہر دو اطراف سے مقدمہ بازی چلی۔ ایک فریق نے مجھے وکیل مقرر کیا۔ میں نے اپنے کھسروں موکلان کی ضمانتیں کروائیں۔ اس دوران کافی دلچسپ صورتحال کا سامنا کرنا پڑا۔ میرے دوست وکلاء کھسروں کے ساتھ گپ شپ لگانے کے لیے میرے چیمبر میں اکٹھے ہو جاتے تھے۔ اور کھسرے اپنی حرکات و سکنات اور بات چیت سے میرے وکلاء دوستوں کو بہت متاثر کر لیتے تھے۔ اسی طرح پولیس والے اور عدالتی عملہ و جج صاحبان بھی اپنے فرائض منصبی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کھسروں کے انداز تکلم اور حرکتوں سے خوب محظوظ

ہوتے تھے۔ اور جس وقت مقدمہ عدالت میں پیش ہوتا تو ایک عجیب سا منظر ہوتا تھا عدالت کا دروازہ لوگوں سے کھچا کھچ بھر جاتا اور یہ لوگ کھسروں پر مختلف فقرے کستے۔ یہ تو تھی ایک عام صورتحال جہاں تک میرے جذبات کا تعلق ہے تو وہ بطور پروفیشنل وکیل کے بالکل ویسے ہی تھے جو کہ کسی بھی دوسرے مقدمے کسی عام موکل کے لیے ہوتے ہیں۔ اور میں نے اپنی بساط کے مطابق اپنے کھسرے موکلان کی عدالت میں بھرپور پیروی کی۔ اور ان کو انصاف لے کر دیا۔ میرے لیے یہ امر انتہائی باعث اطمینان ہے کہ میں نے اس تیسری مخلوق کے لیے بھی حصول انصاف کی کامیاب کوشش کی۔ لیکن ایک خاص بات جو میں نے ان کھسروں کے مقدمہ میں بطور وکیل پیش ہو کر دیکھی اور محسوس کی وہ یہ تھی کہ یہ لوگ دل کے بڑے صاف ہوتے ہیں اور اپنے قول کے پکے ہوتے ہیں میرے ساتھ جو پیشہ ورانہ فیس طے کی وہ انھوں نے انتہائی خوشی کے ساتھ بلا توقف ادا کی۔ علاوہ ازیں دوسرے متعلقہ لوگوں کو بھی انھوں دل کھول کر نذرانہ پیش کیا۔

سوال: ہم جنس پرستی کی قانون میں کیا سزا درج ہے اور اس قسم کے مقدمے کے لیے شہادتوں کا معیار کیا ہو گا اور کم از کم کتنے افراد کی شہادت ہونا لازمی ہے؟ اور کیا ریاست کسی بھی قسم کی شہادت کی موجودگی اور از خود اس الزام کے تحت کسی فرد کے خلاف مقدمہ چلانے کا اختیار رکھتی ہے؟

جواب: ہم جنس پرستی ایک ایسا جنسی فعل ہے جس میں کوئی مرد کسی دوسرے مرد کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرتا ہے یا کوئی عورت کسی عورت کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرتی ہے اس کے لغوی معنی بھی یہی ہیں۔ اس ضمن میں اغلام یعنی لونڈے بازی اور دیگر اس قسم کی قبیح اور شرمناک حرکات ہم جنس پرستی میں آتے ہیں۔ ہمارے قانون میں ہمارے معاشرے کی اقدار بھی مدنظر رکھی جاتی ہیں۔ لہٰذا ہمارے اس معاشرے میں یہ بات تو سوچی جا سکتی ہے کہ ہم جنس پرستی ایک مرد کے دوسرے مرد کے ساتھ تعلقات ہیں لیکن اس بات پر شاید کوئی یقین نہ کرے کہ جس طرح بے راہروی مردوں میں ہے اسی طرح بے راہروی عورتوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ مغربی ممالک میں تو یہ بات عام دیکھنے سننے میں آتی ہے کہ مرد کے مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات اور عورت کے عورت کے ساتھ جنسی تعلقات ہوتے ہیں۔ اس معاشرے میں اس قسم کے فعل کو برا تصور نہیں کیا جاتا بلکہ اکثر حالتوں میں ان کو قانونی تحفظ بھی حاصل ہے۔ چونکہ ہم جنس پرستی کا تصور ہمارے قانون میں محض مردانہ ناجائز تعلقات تک محدود ہے

اس لیے ہم اسی بات کو آگے چلائیں گے اس کے لیے ہمیں تعزیرات پاکستان اور زنا اور حدود آرڈی نینس مجریہ 1979ء کے حوالے سے ان کی متعلقہ دفعات کو مدنظر رکھتے ہوئے بات کرنا ہو گی۔ سب سے پہلے میں تعزیرات پاکستان کا جائزہ لینا چاہوں گا جس کی دفعہ 377 ت پ کے تحت جو کوئی اپنی مرضی سے کسی مرد عورت یا جانور کے ساتھ فعل خلاف وضع فطری کا مرتکب ہو اس کو سزائے قید دی جائے گی جو کہ زیادہ سے زیادہ دس سال اور کم از کم دو سال ہو سکتی ہے اور جرمانہ بھی ہو گا۔ اسی طرح حدود آرڈی نینس مجریہ 1979ء کی دفعہ 12 میں بھی فعل خلاف وضع فطری کے ارتکاب کے لیے کسی شخص کا اغواء کرنا جرم ہے۔ جس کے لیے عمر قید سزائے موت اور جرمانہ کی سزا ہو سکتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کوڑوں کی سزا بھی مقرر کی گئی ہے۔ اب یہاں پر صرف ایک بات رہ جاتی ہے کہ اگر مرد کسی دیگر مرد کے ساتھ فعل خلاف وضع فطری کا مرتکب ہو تو اس کو سزا مندرجہ بالا دفعہ 337 ت پ کے تحت دی جائے گی۔ جب کہ اگر کوئی عورت کسی عورت کے ساتھ کوئی ایسا فعل سرانجام دے گی جو کہ موضوع کے اعتبار سے ہم جنس پرستی کے زمرے میں آئے گا تو اس کے لیے اس طرح کی سزا مقرر نہ ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے قانون میں یہ اتنا بڑا خلا ہے جس کا احاطہ کرنا بہت ضروری ہے۔

اب ہم اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ اس قسم کے جرم کو کس طرح ثابت کیا جائے گا۔ ثابت کرنے کے لیے اس کی تعریف دفعہ 4 حدود آرڈی نینس مجریہ 1979ء میں دی گئی ہے مندرجہ ذیل باتوں کا پایا جانا بہت ضروری ہے۔ 1۔ حدود آرڈی نینس کی دفعہ 8 کے تحت زنا کی دو سزائیں مقرر ہیں۔ 1۔ ملزم مجاز عدالت کے سامنے اپنے جرم کا اعتراف کر لے اور دوسرا کم از کم چار مسلمان بالغ مرد گواہان جن کے بارے میں یہ گمان ہو کہ وہ تزکیۃ الشہود پر پورے اترتے ہیں۔ اور وہ سچے لوگ ہیں بڑے گناہوں سے بچتے ہیں۔ اس بارے میں گواہی دیں کہ انھوں نے اپنی آنکھوں سے فعل زنا ہوتے دیکھا تو پھر ملزم پر حد نافذ ہو گی۔ تاہم اگر ملزم غیر مسلم ہو تو گواہان بھی غیر مسلم ہو سکتے ہیں۔ زنا قابل حد کی سزا سنگساری ہے۔ یا اس صورت میں جب ملزم محصن ہو محصن سے مراد شادی شدہ ہے۔ یا دوسری صورت میں اگر ملزم غیر شادی شدہ ہو گا تو اس کو عام جگہ پر سو کوڑے مارے جائیں گے۔ تاہم اس پر اس بات کی پابندی لگائی گئی ہے کہ ایسی سزا پر عمل درآمد اس وقت تک نہ ہو گا جب تک ہائی کورٹ اس سزا کی توثیق نہ کرے۔ اب زنا کی سزا جو کہ قابل حد نہ ہو وہ تعزیر میں آتی ہے۔ زنا حدود آرڈی نینس 1979ء کی دفعہ 10 کے تحت وہ فعل زنا جو کہ قابل حد نہ ہو وہ قابل

تعزیر ہو اور اس میں ملزم کو مقدمہ کے آلات کے مطابق قاضی یا جج اپنی صوابدید کے مطابق سزا دے سکتا ہے دفعہ ھذا کے مطابق جو کوئی زنا یا زنا بالجبر کا مرتکب ہو جو کہ مستوجب حد نہ ہو یا جس کے لیے دفعہ 8 کی صورت میسر نہ ہوا اور مدعی پر حد قذف بھی لاگو نہ کی گئی ہو۔ یا جس کے لیے اس آرڈی نینس کے تحت حد نافذ نہ کی جا سکتی ہو قابل تعزیر ہو گا۔ اور جو کوئی زنا قابل تعزیری کا مرتکب ہوا سے دس سال تک قید سخت اور تمیں کوڑوں کی سزا دی جا سکتی ہے۔ علاوہ ازیں جرمانہ بھی کیا جا سکتا ہے تاہم بعد ازاں ترمیم کے ذریعے اس سزا کو بڑھا دیا گیا اور اسکی حد قید 25 سال تک کر دی گئی۔ اب ہم سوال کے آخری حصے کی طرف آتے ہیں کہ کیا ریاست بذات خود کسی شخص پر جرم زنا میں مقدمہ چلا سکتی ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں عرض ہے کہ ریاست چونکہ کسی انسان کا نام نہیں بلکہ ایک ادارے کا نام ہے جس کو اشخاص چلاتے ہیں۔ لہٰذا جو بھی مقدمہ درج ہوتا ہے وہ کسی نہ کسی شخص کے کہنے پر درج ہوتا ہے یعنی کہ کوئی شخص اس مقدمہ کا مدعی ہوتا ہے۔ گو کہ ہر جرم میں مدعی سرکار ہوتی ہے لیکن جو شخص مدعی ہوتا ہے خواہ وہ عام آدمی ہو یا سرکاری ملازم ان کا نام ضرور لکھا جاتا ہے اور ساتھ یہ لکھا جاتا ہے کہ سرکار بذریعہ وہ شخص جو کہ مقدمہ کا مدعی ہوتا ہے کیونکہ تصور یہ ہے کہ ہر جرم بر خلاف ریاست ہوتا ہے۔ گو کہ جرم کرنے والے کا جرم براہ راست ریاست کے خلاف ہو یا کسی عام آدمی کے خلاف۔ اس لیے جرم زنا میں بھی کوئی نہ کوئی مدعی ضرور ہو گا خواہ وہ سرکاری ملازم ہو یا عام آدمی ہو۔ بہر حال مختصراً یہ کہنا انتہائی ضروری ہے کہ کسی شخص کے خلاف آپ اگر سو الزام بھی عائد کرتے ہیں تو ان کی قانونی حیثیت کوئی نہیں۔ یہ سو الزام مل کر بھی ایک ثبوت کی جگہ نہیں لے سکتے۔ لہٰذا صرف الزام یا شبہ کے تحت کسی شخص کے خلاف کسی قسم کی کارروائی کا حق نہ تو کسی فرد کو ہے اور نہ ہی ریاست اس کا استعمال کر سکتی ہے۔

سوال: اگر کسی کھسرے کی شادی کے متعلق کوئی فلم، دستاویز اور گواہان گواہی دیں تو قانون کھسرے کے خلاف کارروائی کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: جہاں تک شادی کا تعلق ہے ہمارے ملکی قانون اور اسلام میں شادی ایک مقدس بندھن اور دو اشخاص اور خاندانوں کے جائز اور حلال ملاپ کا نام ہے۔ جس میں کوئی مسلمان مرد کسی مسلمان عورت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم و رضا کے تحت ایجاب و قبول کر کے رشتہ ازدواج میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اس طرح دوسرے مذاہب کے پیروکار بھی اپنے اپنے مذہب کے مطابق شادی کے بندھن میں بندھ جاتے ہیں۔ لیکن ملک خداداد پاکستان میں کوئی

قانون کسی کو ایسی آزادی یا اجازت نہیں دیتا جو کہ قانون رائج الوقت اور اسلام کے اصولوں کے برعکس ہو۔ سوال کے متن کے مطابق کسی مرد کی کسی کھسرے یا مرد کے ساتھ شادی کی اجازت نہیں ہے۔ اور یہ بالکل غیر قانونی اور غیر اسلامی ہو گی اور مکمل طور پر بے راہروی کا شاخسانہ ہو گی۔ لہٰذا ایسی شادی کی قانون اور سماج اجازت نہیں دیتا بلکہ اگر کوئی ایسا واقعہ رونما ہوا بھی ہے تو اسے شادی کا نام نہیں دیا جا سکتا کیونکہ ایسا ملاپ کسی بھی طور پر شادی نہیں بلکہ ایک غیر فطری فعل کی تکمیل کے لیے تیاری قرار دی جائیگی جو کہ قانون کے مطابق لائق تعزیر ہے۔

بات کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے اگر کوئی ایسی صورتحال جس میں کوئی مرد یا کسی مرد یا کھسرے کے ساتھ شادی کرنی پائی ہو اس کی ویڈیو فلم موجود ہو تو وہ جرم کے ثبوت کے لیے کافی ہو گی۔ کیونکہ کسی جرم کو ثابت کرنے کے لیے قانون شہادت آرڈی 1984ء کے متعدد آرٹیکلز میں اصول اور طریقہ کار وضع کیا گیا ہے۔ اس کے آرٹیکل دفعہ 164 کے مطابق ایسے مقدمات میں جہاں پر عدالت مناسب سمجھے کسی ایسی شہادت کو پیش کرنے کی اجازت دے سکتی ہے جو کہ جدید آلات اور طریقوں سے حاصل کی گئی ہو۔ اس طرح اگر کوئی کھسرا مرد کے ساتھ ملاپ شادی کے رنگ میں کرتا ہے تو قابل تعزیر ہو گا اور ایسی دستاویزی فلم یا ویڈیو فلم اس کے خلاف بطور شہادت استعمال ہو سکتی ہے۔ اسی صورت کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے اگر کوئی شخص انفرادی حیثیت میں کسی کھسرے یا مرد کے ساتھ ایسا ملاپ کرتا ہے تو اس کے اس ملاپ کے بارے میں اگر چار بالغ مرد مسلمان اشخاص جو کہ تزکیۃ الشہود کے معیار پر پورا اترتے ہوں اس بارے گواہی دیدیں تو ہر دو فاعل اور مفعول کے خلاف قانون حرکت میں آئے گا اور انہیں طے شدہ شرعی سزا مل سکتی ہے۔

سوال: موت کے کنوئیں، سرکس اور دیگر مقامات پر کھسرے سر عام رقص کرتے ہیں۔ اس کی قانونی حیثیت کیا ہے۔ کیا کوئی شخص معاشرتی روایات کو نظر انداز کر کے سر عام رقص کر سکتا ہے؟

جواب: موت کا کنواں ہو یا زندگی کا میدان سرکس ہو یا کوئی تھیٹر یا کسی بھی عوامی مقام پر کوئی بھی شخص مرد عورت یا کھسرا کوئی ایسی حرکت کرے جس حرکت سے دوسروں کے جذبات مجروح ہوں یا کسی کی دل آزاری ہو ایسا فعل قابل تعزیر ہو گا۔ اس کی سزا تعزیرات پاکستان کی دفعہ 294 میں بیان کی گئی ہے۔ دفعہ ھذا کے مطابق جو کوئی دوسروں کو پریشان

کرنے کے لیے کوئی ایسی فحش حرکت کسی بھی عوامی جگہ پر کرے یا کوئی ایسا نشان بنائے۔ کوئی فحش گیت گائے۔ یا شعر پڑھے یا الفاظ کے ساتھ کسی عوامی جگہ پر یا اس کے قریب ایسی حرکتیں کرے تو اس کو تین ماہ قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں بیک وقت دی جا سکتی ہیں۔ اب ہم سوال کے پہلے حصے کی طرف لوٹتے ہیں۔ ایک بات یہاں کرتا چلوں کہ ہمارے آئین میں کچھ بنیادی حقوق شہریوں کو عطا کیے ہیں ان حقوق کو ہر شہری بلا روک ٹوک استعمال کر سکتا ہے۔ انہی حقوق میں حق زندگی، حق جائیداد بھی ہے ہر شہری کا یہ بنیادی حق ہے کہ وہ اپنی زندگی کو اپنی مرضی کے مطابق بسر کرے۔ اسی بات کو آگے چلاتے ہوئے میں یہ کہوں گا کہ اگر کوئی شخص یا شہری رقص کرنا چاہتا ہے تو آئین اور قانون اسے اس کے اس بنیادی حق سے محروم نہیں کر سکتا۔ لیکن رقص کے اس حق کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ رقص عریانی اور فحاشی کے زمرے میں شامل ہو جائے۔ جس طرح ہمارے ثقافتی رقص ہیں مثلاً بھنگڑہ، لڈی، خٹک ڈانس وغیرہ ہیں۔ ان میں قطعاً کوئی عریانی یا فحاشی کا عنصر شامل نہیں۔ دراصل میلوں ٹھیلوں اور عرسوں پر اسی قسم کے رقص کی اجازت ہوتی ہے جس سے ہماری علاقائی ثقافت کا بہتر طور پر اظہار ہو سکے۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ اس جائز ذریعہ تفریح کو غلط لوگوں نے غلط انداز میں اپنا کر ذریعہ روزگار بنا لیا ہے۔ ذریعہ روزگار تو ایک طرف اس کے ساتھ ساتھ بے راہروی، فحاشی اور بدقماشی کا سیلاب بیکراں امڈ پڑا ہے۔ اس لیے میں اپنے جواب کو مختصر کرتے ہوئے محض یہ کہوں گا کہ کسی بھی کھسرے یا مرد یا عورت کو کسی بھی عوامی جگہ پر کسی ایسی حرکت یا ایسے رقص کی قطعاً اجازت نہ ہے جس سے دوسروں کے جذبات مجروح ہوں۔ اور جو عریانی اور فحاشی کی تربیت دیتا ہو اور اگر کوئی ایسی حرکت کرے یا ایسی حرکات کو تحفظ دے قانون کی نظر میں وہ جرم دار ہے۔

سوال: کھسرے کے بھیس میں برائی کو جنم دینے والوں کو ان کی مذموم حرکات سے باز رکھنے کے لیے قانون سازی کی ضرورت ہے؟ آپ کے خیال کے مطابق اس قانون سازی کے لیے کن بنیادوں پر کام کیا جانا ضروری ہے؟

جواب: جو لوگ پیدائشی کھسرے نہ ہوں بلکہ بھیس بدل کر اپنے مذموم مقاصد کے لیے اس معاشرے میں ناسور کی طرح پھیل رہے ہیں اور ہر قسم کی اخلاقی و جسمانی بیماریاں پیدا کرنے کے موجب ہیں۔ ان کے لیے اور وہ لوگ جو پیدائشی کھسرے ہیں ان کے لیے باقاعدہ قانون سازی کی اشد ضرورت ہے۔ تاکہ معاشرے پر پڑنے والے

ان کے مضر اثرات کو زائل کیا جا سکے۔ اور آئندہ کے لیے ان کی مستقل بیخ کنی کا بندوبست ہو سکے۔

اس سلسلہ میں کوئی بھی قانون سازی اس وقت تک موثر یا کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک معاشرے کے اس طبقے کے افراد کو باضابطہ طریقے سے سروے کرنے کے بعد باقاعدہ رجسٹرڈ نہیں کیا جاتا۔ اس طرح حکومت کے پاس کھسروں کے بارے میں تمام اعداد و شمار دستیاب ہوں گے اور اس کے بعد اس بارے میں قانون سازی کی جانی چاہیے۔ تاکہ وہ موثر طور پر لاگو ہو سکے۔ جیسا کہ میں نے پہلے بتایا تھا کہ کھسرے نارمل انسان نہیں ہوتے ان کی اس معذوری کو ان کی اپنی زندگی کے لیے بہتر بنانے اور معاشرے کے افراد کو ان کی اس معذوری سے بچانے کے لیے عملی اقدامات کرنا ہوں گے کیونکہ بہر صورت کھسرا ہونا ایک بیماری بھی ہے۔ یہ ایک ایسی بیماری ہے جو اپنے ساتھ کئی اور جسمانی و نفسیاتی بیماریوں کو جنم دیتی ہے۔ اور معاشرے کے اس طبقے کو ایک بیمار انسان کے طور پر تصور کرتے ہوئے ان کے ساتھ ایک طرف تو ہمدردی کی ضرورت ہے جب کہ دوسری طرف جس طرح کسی بھی بیمار کی جان بچانے کے لیے جراحی کی ضرورت ہوتی ہے اور ذہنی طور پر بھی افراد کو بعض اوقات قید و بند میں رکھنا پڑتا ہے لیکن یہ سب کچھ جس طرح ایسے افراد کی بہتری کے لیے ہوتا ہے۔ اسی طرح کھسروں کے لیے ہمدردی کے ساتھ ساتھ آہنی ہاتھوں سے نمٹنے کے لیے قانون سازی ہونی چاہیے۔ اس سلسلہ میں ارباب اختیار کی خدمت میں مندرجہ ذیل سفارشات پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ شاید اتر جائے تیرے دل میں میری بات۔۔۔

1۔ سب سے پہلے ملک گیر سطح پر اصلی کھسروں کی تعداد جاننے کے لیے سروے کیا جائے۔ اور اس کام کے لیے مقامی لوگوں یا ناظمین کی مدد حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ متعلقہ تھانے کی پولیس سے بھی مدد لی جائے۔ تاکہ اس طرح پورے ملک میں کھسروں کی تعداد معلوم ہونے کے علاوہ دو نمبر کھسروں کا بھی پتہ چل جائے۔ کیونکہ یہ مخلوق جس گلی محلہ میں رہتی ہو وہاں اس کا چھپنا یا چھپانا ممکن نہیں اس لیے ان کا سروے کرنا انتہائی سہل امر ہے بشرطیکہ نیت درست رکھتے ہوئے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے۔

2۔ کھسروں کے سروے کے ساتھ ساتھ ان کے عزیز و اقربا یا وہ لوگ جن کا ان کے

ساتھ بالواسطہ یا بلاواسطہ قریبی تعلق ہو ان کی بابت بھی اس سروے میں اندراجات کیے جائیں۔ اس طرح یہ پتہ چل جائے گا کہ کھسروں کے دوست یا دیگر ملنے جلنے والے کس قماش کے لوگ ہیں۔ اس طرح ان کی مذموم سرگرمیوں کو پکڑنے اور روکنے میں انتہائی مدد ملے گی۔

3۔ ہر کھسرے کو بذریعہ قانون خصوصی شناختی کارڈ جاری کیا جائے۔ جس کے اوپر اس کے تمام کوائف درج ہونے کے علاوہ اس کی جنس واضح الفاظ میں درج ہو۔ اور بلڈ گروپ کا بھی اندراج کیا جائے۔

4۔ ہر کھسرے کو پابند کیا جائے کہ وہ ہر مہینے باقاعدگی سے مقامی سرکاری ہسپتال میں اپنا طبی معائنہ کروائے۔ اور یہ معائنہ میڈیکل سپرنٹنڈنٹ کی نگرانی میں ڈاکٹروں کا بورڈ کرے۔ تاکہ ایک طرف تو اس کی معذوری کا بتدریج تدارک ہو سکے اور دوسری طرف اگر اس کو کوئی متعدی بیماری ہے تو اس کا پتہ چل سکے تاکہ معاشرے کے دیگر افراد کو ان موذی بیماریوں سے بچایا جا سکے۔

5۔ کھسروں کے عورت کے بھیس میں میک اپ کر کے سرعام گھومنے پھرنے پر پابندی عاید کی جائے۔ خلاف ورزی کی صورت میں قابل دست اندازی جرم قرار دے کر سزا تجویز کی جائے۔

6۔ عوام الناس میں اس شعور کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے کہ جنسی بے راہروی کے شکار کھسرے سماج دوست نہیں بلکہ سماج دشمن عناصر ہیں۔ ان کے ذریعے پھیلنے والی متعدی بیماریوں سے بچنے کے لیے عام آدمی کو ان کے ساتھ راہ و رسم نہیں بڑھانی چاہیے۔ اسی سلسلہ میں میڈیا کی مدد لی جا سکتی ہے۔

7۔ کھسروں کی سماجی زندگی میں ہونے والے مختلف فنکشنز، سالگرہ، ناچ گانا، شادی بیاہ اور ان کے اجتماعی میلے و پروگرامات پر پابندی عائد کی جائے۔ اگر کسی جگہ پر اس قسم کا اجتماع ہو تو بذریعہ پولیس ایسا اجتماع کروانے والے اور اس میں شرکت کرنے والوں کے خلاف تعزیری کارروائی کی جائے۔

8۔ گورنمنٹ کھسروں کو معاشرے کا کارآمد فرد بنانے کے لیے تکنیکی اداروں کے قیام کے ذریعے انہیں مختلف ہنر سکھائے۔ اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے خصوصی فنڈ کے قیام کا اجراء کرے تاکہ فوری طور پر پیدائشی کھسروں کو معاشی تحفظ دیا جا سکے۔

9۔ معاشرہ کھسرے کو بطور شخص تسلیم نہیں کرتا۔ اس سلسلہ میں حکومتی سطح پر ایسے اقدامات اٹھائے جائیں اور اسلامی نقطہ نظر کے مطابق ان کی حیثیت واضح کی جائے۔ تاکہ یہ لوگ فعال فرد کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کر سکیں۔